

خطبات محرم

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی

کتاب خانہ انجمن اسلامیہ

محرم کیلئے بارہ غطوں کا مستند مجموعہ

خطباتِ محرم

تصنیف

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی

بقیہ

مرکز تربیتِ افتاء

دارالعلوم امجدیہ ہسٹنٹ ارشد العلوم

اوجھان گنج ضلع بستی

ملنے کا پتہ

کتب خانہ امجدیہ مہراج گنج ضلع بستی ریونی

پن - ۲۷۲۰۰۱

© جملہ حقوق بحق ناشرین محفوظ

نام کتاب خطبات محرم
 مصنف فقہیت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ
 کتابت فخر الحسن بستوی، مولانا غلام نبی بستوی، مولانا محمد عمر صدیقی
 پروف ریڈنگ مولوی قیام الدین احمد خاں بستوی
 ناشرین ابرار احمد، ازہار احمد، امجدی منزل، اوجھا گنج، بستی
 بار اول ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء
 صفحات ۵۴۴
 قیمت Rs. 120=00



- ☆ نیو سلور بک ایجنسی، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، بمبئی-۳
- ☆ ناز بکڈ پو، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، بمبئی-۳
- ☆ اقراء بکڈ پو، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، بمبئی-۳
- ☆ قادری کتاب گھر، اسلامیہ مارکیٹ، نو محلہ مسجد، بریلی شریف (یوپی)

شرف انتساب

فرزند رسول جگر گوشہ بتول سید الشہداء حضرت
 امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان تمام مسلمانوں
 کے نام جنہوں نے دین کی حفاظت کیلئے خلوص
 کے ساتھ اپنا خون یا پسینہ بہایا۔

اور

برادر گرامی جناب نظام الدین احمد مرحوم
 کے نام جو میری دستار بندی سے آٹھ سال قبل
 مجھے عالم دین بنانے کی تمنائے کردنیاسے
 رخصت ہو گئے۔

خداوند قدوس ان کی قبر کو انوار و تجلیات
 سے معمور فرمائے۔ آمین

جلال الدین احمد فحیدری

خطباتِ محرم مندرجہ ذیل کتابوں سے تیار کی گئی ہے

قرآن مجید	شرح عقائد نسفی	اسد الغابہ	کامل ابن اثیر
تفسیر کبیر	درمختار	اصحابہ فی تمیز الصحابہ	پدایہ نہایہ
تفسیر روح البیان	رد المحتار	خصائص کبریٰ	نارتخ طبری
تفسیر خازن	شرح وقایہ	حجتہ اللہ علی العالمین	وفاء الوفاء
تفسیر معالم التنزیل	عمدة الرعاہ	الشرف المؤید	تاریخ الخلفاء
تفسیرات احمدیہ	مراقی الفلاح	برکات آل رسول	صواعق محرقة
تفسیر خزائن الوفاء	فناوی عالمگیری	عشرۃ مبشرہ	نور الابصار
بخاری شریف	فناوی عزیزیہ	کرامات صحابہ	نزهتہ المجالس
مسلم شریف	فناوی رضویہ	سیر الصحابیات	روقتہ الشہداء
ترمذی شریف	بہار شریعت	تحفۃ اثنا عشریہ	سوانح کربلا
ابوداؤد شریف	تنزیلہ المکاتہ الحیدریہ	الدولۃ المکیہ	شام کربلا
مشکوٰۃ شریف	حک العیب	الناہیہ	نقش وفا
موطأ امام محمد	اعجب الامداد	امیر معاویہ پر ایک نظر	شرح الصدور
انوار الحدیث	الانتباہ	غنیۃ الطالبین	فضائل مدینہ
عینی شرح بخاری	حجتہ واہرہ	کشف المحجوب	الملفوظ
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	نسیم الریاض	مکتوبات امام ربانی	عشق کی سرفرازی
اشعۃ اللمعات	مدارج النبوة	محبوب یزدانی	استقامت
شرح فقہ اکبر	شواہد النبوة	شنوی مولانا روم	

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰	حقوق کی تفصیل	۱۷	پہلا وعظ - مرتبہ شہادت
۳۵	علاات کی ابتدا	۱۷	شہادت آسان بھی ہے اور مشکل بھی
۴۴	حدیث قرطاس	۱۸	عبدالقیوم کا واقعہ
۴۹	وصال کا اثر	۲۱	شہید کی قسمیں
۵۱	تجہیز و تکفین	۲۳	شہدار کے فضائل
۵۲	قبر شریف	۲۵	شہید اور احساس زخم
۵۳	نماز جنازہ	۲۶	مصر کی عورتیں
۵۴	رب امتی امتی	۲۷	شہادت کی لذت
۵۵	حضرت فاطمہ کا غم	۲۸	بے مثل شہادت
۵۷	انبیائے کرام زندہ ہیں	۳۰	شہیدوں کی زندگی
۶۰	حیات انبیاء واقعات کی روشنی میں	۳۱	تین مجاہد
۶۴	ایک سوال اور اس کا جواب	۳۳	محبت والے
۶۶	اولیاء اللہ بھی زندہ ہیں		دوسرا وعظ
	تیسرا وعظ	۳۷	وصال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۷۰	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	۳۹	شہدائے احد کو مشرف فرمایا
۷۱	آپ کی خلافت	۳۹	آخری وصیت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۸	پوتھا و عطا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۷۳	آپ کی خلافت پر آیات قرآنی
۱۰۹	نام و نسب	۷۵	آپ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں
۱۰۹	آپ کے قبول اسلام کا واقعہ	۷۷	صدیق اکبر اور آیات قرآنی
۱۱۳	فاروق کا لقب	۸۰	صدیق اکبر اور احادیث کریمہ
۱۱۳	اظهار اسلام	۸۵	آپ کا نام و نسب
۱۱۵	آپ کی ہجرت	۸۵	عہد طفلی میں بت شکنی
۱۱۴	آپ کا حلیہ	۸۶	آپ عہد جاہلیت میں
۱۱۷	فاروق اعظم اور احادیث کریمہ	۸۷	آپ کا حلیہ
۱۲۰	آپ کی رائے سے قرآن کی موافقت	۸۷	آپ کا قبول اسلام
۱۲۳	آپ کی خلافت	۸۹	آپ کا کمال ایمان
۱۲۴	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۹۲	آپ کی شجاعت
۱۲۸	آپ کی کرامتیں	۹۳	آپ کی سخاوت
۱۳۳	مقام رفیع	۹۵	حضور سے محبت
۱۳۴	حضرت عمر اور غسانی بادشاہ	۱۰۱	مانعین زکاۃ
۱۳۹	انتباہ	۱۰۲	غلط الزام
۱۳۹	گورنروں سے شرائط	۱۰۴	علامت اور وفات
۱۴۰	راتوں میں گشت	۱۰۴	آپ کی کرامتیں
۱۴۳	بیت المال سے وظیفہ	۱۰۶	آپ کی خصوصیات
			رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸۳	پیمطا و عطا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۱۳۳	وسیلہ
		۱۳۴	آپ کی شہادت
۱۸۵	نام و نسب		پاپنخواں و عطا
۱۸۴	آپ کا قبول اسلام	۱۳۷	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۱۸۷	آپ کی ہجرت		نام و نسب
۱۸۸	انحوت رسول	۱۳۹	قبول اسلام اور مصائب
۱۸۸	آپ کی شجاعت		آپ کا حلیہ
۱۹۵	آپ کا حلیہ	۱۵۰	حضرت عثمان اور آیات قرآنی
۱۹۴	حضرت علی اور احادیث کریمہ	۱۵۱	حضرت عثمان اور احادیث کریمہ
۱۹۹	ابو تراب	۱۵۵	آپ کی خلافت
۲۰۰	خلفائے ثلاثہ اور حضرت علی	۱۶۱	ایک اعتراض اور اس کا جواب
۲۰۳	آپ کا علم	۱۶۵	آپ کا پہلا خطہ
۲۰۵	آپ کے فیصلے	۱۶۹	آپ کے زمانہ کی فتوحات
۲۰۵	آقا اور غلام	۱۷۰	آپ کی کرامتیں
۲۰۴	حقیقی ماں	۱۷۳	آپ کی شہادت
۲۰۴	ایک شخص کی وصیت	۱۷۵	محاصرہ میں سختی
۲۰۷	شرہ اونٹ	۱۷۸	بلوایوں کا آپ کو شہید کر دینا
۲۰۸	آٹھ روٹیاں	۱۸۰	حضرت علی کی برہمی
۲۰۹	آپ کی کرامتیں	۱۸۲	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴۹	پانچویں خصوصیت	۲۱۱	فرات میں طغیانی
۲۵۱	چھٹی خصوصیت	۲۱۲	پانی کا چشمہ
۲۵۲	ساتویں خصوصیت	۲۱۳	آپ کی خلافت
۲۵۲	آٹھویں خصوصیت	۲۱۴	خارجیوں کی سازش
۲۵۲	نویں خصوصیت	۲۱۵	آپ کی شہادت
۲۵۳	دسویں خصوصیت	۲۱۶	آپ کی وصیت
	اٹھواں وعظ	۲۱۷	آپ کا مزار
۲۵۴	مناقب اہلبیت رضی اللہ عنہم	۲۱۷	آپ کے اقوال زریں
			ساتواں وعظ
۲۵۶	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۱۹	فضائل اہلبیت رضی اللہ عنہم
۲۴۳	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	۲۳۲	اہلبیت اور احوال وراثت کریمہ
۲۴۳	سال پیدائش	۲۳۶	اہلبیت اور اکابرین کے ارشادات
۲۴۳	آپ کا نکاح	۲۴۱	خصوصیات اہلبیت
۲۴۴	آپ کا جہیز	۲۴۱	پہلی خصوصیت
۲۴۴	آپ کی گھریلو زندگی	۲۴۳	دوسری خصوصیت
۲۴۵	آپ کے فضائل	۲۴۴	تیسری خصوصیت
۲۴۸	آپ کی وفات	۲۴۵	ایک شبہ اور اس کا جواب
۲۴۹	آپ کی اولاد	۲۴۷	چوتھی خصوصیت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
		۲۴۰	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
۲۰۵	انتباہ		آپ کے فضائل
۳۱۰	آپ کی سخاوت	۲۴۱	خلافت اور اس سے دست برداری
۳۱۳	آپ حاکم کیسے بنے؟	۲۴۴	آپ کی کرامتیں
۳۱۳	آپ کی آخری وصیت	۲۴۵	آپ کی شہادت
۳۱۴	آپ کی وفات	۲۴۶	زہر کس نے دیا
۳۱۴	آپ کی کرامتیں	۲۴۹	عیب یا خوبی
۳۱۷	آپ پر اعتراضات کے جوابات	۲۸۰	
۳۱۸	پہلا اعتراض	۲۸۱	تعظیم اہلبیت کے چند واقعات
۳۱۸	جواب		نوال وعظ
۳۱۹	دوسرا اعتراض	۲۹۱	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
۳۱۹	جواب		نام و نسب
۳۲۲	اختلاف کی وجہ	۲۹۳	آپ کا قبول اسلام
۳۲۳	تیسرا اعتراض	۲۹۴	آپ کی والدہ کا عجیب واقعہ
۳۲۳	جواب	۲۹۵	صحابی رسول
	دسواں وعظ	۲۹۶	صحابہ اور احادیث کریمہ
۳۲۸	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۲۹۸	صحابہ اور اقوال ائمہ
۳۲۹	آپ کی ولادت	۳۰۰	حضرت معاویہ کے فضائل
۳۳۰	آپ کے فضائل	۳۰۳	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴۹	شہادت فرزندانِ مسلم	۳۳۶	آپ کی شہادت کی شہرت
۳۵۳	قائل کا انجام	۳۳۹	ایک اعتراض اور اس کا جواب
۳۵۵	گیارہواں وعظ کربلا کا خوبی منظر	۳۴۱	یزید پلید
۳۵۵	حضرت امام کی مکہ شریف سے روانگی	۳۴۲	یزید اور احادیثِ کریمہ
۳۵۸	کربلا جانے والے اہلبیت	۳۴۵	یزید اور حدیثِ قسطنطنیہ
۳۵۱	حضرت قیس کی شہادت	۳۴۹	یزید کی تخت نشینی اور طلبِ بیعت
۳۵۳	حضرت زبیر سے ملاقات	۳۵۱	امام کی مدینہ منورہ سے رحلت
۳۵۳	شہادتِ مسلم کی خبر	۳۵۳	کوفیوں کے خطوط
۳۵۵	حرم کی آمد	۳۵۳	کوفہ کو حضرت مسلم کی روانگی
۳۵۷	باپ اور بیٹے کی گفتگو	۳۵۵	حضرت مسلم کوفہ میں
۳۵۸	زمینِ کربلا	۳۵۷	ابن زیاد کا کوفہ آنا
۳۵۰	امام اور ابن سعد کی ملاقات	۳۵۸	جاسوس کی جاسوسی
۳۵۳	ساتھیوں میں امام کی تقریر	۳۶۱	گورنر ہاؤس کا گھراؤ
۳۵۶	کربلا میں قیامتِ صفری	۳۶۲	حضرت مسلم کوفہ کے گھر
۳۵۶	دسویں محرم کے دلہ روز واقعات	۳۶۵	حضرت مسلم اور گورنر ہاؤس
۳۵۸	حرم کا شوقِ شہادت	۳۶۶	حضرت مسلم اور ابن زیاد
۳۵۸		۳۶۸	آپ کی شہادت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۳۳	ایک جہاں نثار کی اور شہادت	۳۹۹	کو فیوں سے حر کا خطاب
۳۳۵	غیبی شمر	۴۰۰	جنگ کی ابتدا
۳۳۶	رامپ کا قبول اسلام	۴۰۲	کر بلا میں امام کی کراہتیں
۳۳۷	باب سے نیچے	۴۰۴	امام کے ساتھیوں کی شہادت
۳۳۸	امام کا سربارک اور یزید	۴۰۶	ہاشمی جوانوں کی شہادت
۳۳۹	مدینہ منورہ کو واپسی	۴۰۷	اولاد عقیل کی شہادت
۳۴۰	کر بلا کے بعد یزید کی خباثت	۴۰۸	فرزدان علی کی شہادت
۳۴۰	مدینہ منورہ پر چڑھائی	۴۱۰	شہادت حضرت قاسم
۳۴۲	فضائل مدینہ	۴۱۳	شہادت حضرت عباس
۳۴۳	مکہ معظمہ پر حملہ	۴۱۶	شہادت حضرت علی اکبر
۳۴۴	یزید کی موت کے بعد	۴۲۰	شہادت حضرت علی اصغر
۳۴۵	فائیلین امام کا غیرتناک انجام	۴۲۱	امام عالی مقام کی شہادت
		۴۲۹	اے حسین! (مظلوم)
۳۴۵	ابن سعد کا قتل	۴۳۰	رحمت عالم کو حدیث جانکاہ
۳۴۶	خولی بن یزید جلا دیا گیا	۴۳۱	حسین پر لاکھوں سلام (مظلوم)
۳۴۷	شمر کتوں کے حوالے کیا گیا		بارہواں وعظ
۳۴۸	ہاتھ پاؤں کاٹ دیا گیا	۴۳۲	واقعات بعد شہادت
۳۴۹	حکیم تیروں کا نشانہ بنایا گیا		
۳۵۱	نیزوں سے چھید کر مارا گیا	۴۳۳	امام کا سر انورا ورا بن زیاد

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۵۵	خاندانی حالات	۳۵۲	قاتل کو زندہ جلادیا گیا
۳۵۶	تفصیل علم	۳۵۲	ابن نیراد کا عبرتناک انجام
۳۵۷	نیراد طالب علمی کا ایک اہم واقعہ	۳۵۳	نیراد کا دعویٰ نبوت
۳۵۸	شرف بیعت	۳۵۳	فائزین امام پر طرح طرح کے مذاہب
۳۵۹	اعلیٰ حضرت سے عقیدت	۳۵۴	منہ سوز جیسا ہو گیا
۳۵۹	تدریس	۳۵۷	ایک اعتراض اور اس کا جواب
۳۸۰	طریقہ تدریس	۳۵۸	مجلس محرم کے فائدے
۳۸۳	افتاء	۳۵۹	نصائل عاشورہ
۳۸۵	فتویٰ نویسی کی زندگی کے چند واقعات	۳۶۰	عاشورہ کے اعمال
۳۸۹	تصنیف و تالیف	۳۶۱	حور اور جملہ بہشتی
۳۹۱	کتب خانہ امجدیہ	۳۶۲	امام عالی مقام کی نذر و نیاز
۳۹۲	ایک اور اہم خدمت دین	۳۶۳	تغزیہ داری طائے اہلسنت کا نظریہ
۳۹۵	دنیاوی صلہ	۳۶۴	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی "
		۳۶۵	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی "
۳۹۷	عام حالات	۳۶۷	صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت "
۳۹۷	دہریوں کے مقابلہ میں حق گوئی	۳۶۹	ایک فتویٰ مع تصدیقات
۵۰۰	بہی میں حق گوئی		حالات مصنف (بقلم خود)
۵۰۲	ایک بڑے بابا	۳۷۵	
۵۰۵	طبقہ ملائیت	۳۷۵	پیدائش اور نام و نسب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲۷	ماں باپ کا کھانا	۵۰۷	حضرت یازید بسطامیؒ
۵۲۸	اوجھا گنج کی کچھ اور اصلاحیں	۵۰۸	خلاصہ
۵۳۲	پرانی رسمیں	۵۰۸	حضرت مخدوم سمنانی
۵۳۳	حسد	۵۰۹	خطرناک غلطی
۵۳۵	مزاج میں شدت	۵۱۰	مدعا پورا کیا
۵۳۶	کچھ اور باتیں	۵۱۱	عیب جوئی اور غیبت
۵۳۹	نماز کے لئے غیبی تائیدی	۵۱۱	دیوبندی گھر میں حق گوئی
۵۴۲	شاگردوں کو وصیت	۵۱۲	شہزاد پور میں حق گوئی
		۵۱۳	تقریر اور اس کا تذکرہ
		۵۱۷	سندیلہ کا واقعہ
۵۱۹	دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی	۵۱۹	اوجھا گنج کی غلط باتیں اور ان کی اصلاح
۵۱۹	یوپی	۵۱۹	اوجھا گنج کی پہلی تعلیمی حالت
۵۲۰	الہند	۵۲۰	اوجھا گنج میں شادی کی رسمیں
۵۲۲	پائندہ باد	۵۲۲	بد مذہبوں سے رشتہ
		۵۲۳	اوجھا گنج کی تعزیر داری
		۵۲۴	خواجہ خضر کا تہوار

نیکو اقلین

محرم شریف کی مجالس کا سلسلہ سال بسال بڑھتا ہی جا رہا ہے کہ اب شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں بھی اس طرح کے پروگرام عام ہوتے جا رہے ہیں جن میں بارہ روز مسلسل ایک ہی ایجنڈے پر بیان کرنے کے لئے نئے مقررین کو سخت دشواریاں پیش آرہی ہیں۔

اس لئے عرصہ سے ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو مستند روایات پر مشتمل ہونے کے ساتھ بارہ وعظوں کا مجموعہ ہوتا کہ مقررین غیر معتبر روایات بیان کرنے سے بچیں اور بارہ روز مسلسل وعظ کہنے پر آسانی کے ساتھ قادر ہو سکیں۔

اور ساتھ ہی سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خلفائے اربعہ، حضرت امیر معاویہ، حضرت امام حسن اور سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر بد مذہبوں کی طرہ سے کئے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات بھی ہوں تاکہ عوام اور بعض خواص بھی جو ان حضرات کی جانب سے غلط فہمی میں مبتلا کر دئے گئے ہیں وہ گمراہ ہونے سے بچیں اور اپنی عاقبت کو برباد ہونے سے بچائیں۔

ان ضرورتوں کے پیش نظر ہم نے قلم اٹھایا درس و تدریس اور دیگر ضروری کاموں سے وقت نکال کر تھوڑا تھوڑا لکھا یہاں تک کہ الحمد للہ کتاب مکمل ہو گئی اور کثابت وغیرہ کی بڑی بڑی پریشانیوں سے گزرنے کے بعد زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچی۔ اگرچہ میں اس طرح کی کتاب لکھنے کا اہل نہیں تھا اس لئے کہ تقریری کتاب لکھنے کیلئے مصنف کو ادیب ہونا چاہئے اور مفتی مولانا ادیب نہیں ہوتے۔ فتویٰ نویسی میں ادبی الفاظ سے احتراز کرتے ہیں اس طرح مالی الغیر کو مستقر اور جامع الفاظ میں ادا کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔

لیکن جو لوگ کہ اس کے اہل اس باب انہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی تو ہمیں صوفیوں اس کے لئے قلم اٹھانا پڑا۔ اور کسی طرح کتاب مکمل کر کے ہم نے قوم کے سامنے پیش کر دیا۔ لے ڈا جو لوگ ادبی الفاظ یا ہزاری باتوں کے شائق ہیں ان کی کشش اس کتاب سے دور نہ ہوگی، صرف ٹھوس مضامین اور مستند روایات و واقعات تلاش کرنے والوں کے لئے ہے انتہا مفید ثابت ہوگی اور جی الامکان مشکل الفاظ لکھنے سے بھی بچنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عوام میں اور کم بخت پڑھے لوگ بھی زیادہ سے زیادہ اس کتاب سے فائدہ اٹھا سکیں۔

کتاب کے آخر میں ہم اپنے حالات بھی درج کر دئے ہیں جو بہت سی مفید باتیں اور دینی معلومات پر مشتمل ہیں۔ ان کا بھی ضرور مطالعہ کریں۔

نبی کے علاوہ دنیا میں کوئی بڑا سے بڑا علم والا ایسا نہیں ہوا ہے کہ جس سے بولنے یا لکھنے میں کہیں لغزش نہ ہوئی ہو تو بہت ممکن ہے کہ اس کتاب کی ترغیب میں کہیں ہمارا قلم بھی بہک گیا ہو۔ اس لئے اہل علم سے گزارش ہے کہ اگر اس میں کوئی غلط بات نظر آئے تو لوگوں میں اس کتاب کی اہمیت نہ دکھائیں بلکہ بذریعہ تحریر ہم کو مطلع کریں تاکہ نئے ادیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

عزیز گرامی حضرت مولانا قلام عبدالقادر صاحب علوی صاحبزادہ شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کتاب کا اکثر حصہ پڑھا اور مفید مشورہ دیا اور جناب مولانا قاضی عطاء الحق صاحب عثمانی گونڈوی کی یاد دہانی سے کتاب میں بعض اہم مضامین کا اضافہ ہوا۔

اور مولوی محمد شمیم ٹیپہیادی فاضل میض الرسول نے بعض کتابیں فراہم کیں جو اس مجموعہ کی تصنیف میں بہت معاون ثابت ہوئیں۔

خدا اے عزوجل ان سب کے علم و عمل میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور غلوں کیستہ دین متین کی بیش از بیش خدمت کی توفیق رفیق بخشے۔

اور دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب سے اہلسنت و جماعت کو تقویت بخشنے، آخری دم تک خلوص کے ساتھ دین کی خدمتیں لیتا رہے، ہماری اولاد کو بھی اسلام و سنیت کی نشر و اشاعت کا صحیح جذبہ عطا فرمائے، ایمان پر ہمارا خاتمہ ہو قیامت کی ہوں کیوں سے محفوظ رکھے اور حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین
نحرمة النبی الکریم الامین علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰت و اکمل التسلیم۔

جلال الدین احمد امجدی

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ

۱۴ فروری ۱۹۸۸ء

مرکز تربیت اِفْنَام کی امداد کے طریقے

- دارالعلوم کے لئے کمروں کی تعمیر کریں۔
- پروگرام کی توسیع کے لئے زمین کی خریداری میں حصہ لیں۔
- اپنے والدین وغیرہ کے ایصالِ ثواب کے لئے لائبریری میں کتابیں وقف کریں۔
- مفتی بننے والے علماء کے طعام اور وظیفہ کی ذمہ داری قبول کریں۔
- اپنے حلقہ اثر میں ادارہ کا تعارف کرائیں اور امداد کی درخواست کریں۔

رابطہٴ مشیر دارالعلوم امجدیہ ارشد العلوم اوجھان گنج ضلع سستی بن بڑ ۲۸۷۱۳۱ یوپی، الہند

مرتبہ شہادت

الحمد لله الذي اكرام الشهاده بالحياة - بقوله وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ - والمصلاة والسلام على صاحب الشفاعات - وعلى آله واصحابه الذين فازوا بالشهادات - اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم - وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (پ ع ۸)
صدق الله العلي العظيم - وصدق رسوله النبي الكريم - ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين - والحمد لله رب العالمين -

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر مکہ کے سرکارِ مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کو مالک و مختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ دُرّ بار میں بلند آواز سے درود و سلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں - صلی اللہ علی النبی الہی وآلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - صلاةً وسلاماً علیک یا رسول اللہ -

شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی وہ خوش قسمت ہیں مل جگہ جہنم و لذت شہادت کی شہادت پا کے ہستی زمرہ جاوید ہوتی ہے یہ رنگیں شام صبح عید کی تمہید ہوتی ہے
برادراتِ سلاماً دنیا کے لحاظ سے انسان کے مختلف درجے ہیں - کوئی چوکیدار ہے تو کوئی کانسٹیبل، کوئی سب انسپکٹر ہے تو کوئی ایس۔ پی یہاں تک کہ کوئی وزیر اعظم ہے تو کوئی صدر جمہوریہ - اور بعض انتہائی ذلت و پستی میں ہیں جیسے کوڑھی وغیرہ کہ ان کے گھر والے بھی ان سے نفرت اور گھمن کرتے ہیں -

اسی طرح اسلامی اعتبار سے بھی انسان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مسلم۔ دوسرے کافر کافروں
 میں بھی مختلف درجے ہیں ان میں مرتد سب سے بدتر کافر ہے کہ اسے جینے کا بھی حق نہیں ہے۔
 اور مسلمانوں میں سب سے اونچا درجہ سید المرسلین الایمیا جناب احمد بن حنبل رحمہ اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ پھر رسل نظام کا پھر دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا۔ پھر صدیقین پھر
 شہداء اور پھر صالحین یعنی اولیائے کرام کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

پھر اولیائے کرام میں بھی غوث، قطب اور ابدال و اوتاد وغیرہ مختلف درجات ہیں۔ اور
 پھر علمائے اسلام ہیں وہ بھی مختلف درجے والے ہیں۔ پھر مومن متقی ہیں پھر فاسق۔ اور مسلمانوں
 میں سب سے کم درجہ گمراہ و بد مذہب کا ہے جس کی بد مذہبی حد کفر کو نہیں پہنچی ہے۔
 نبی اس قسم ہستی کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل کی گئی ہو۔ عبادت
 و ریاضت سے کوئی نبی نہیں ہو سکا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے نبوت سے سزا
 فرماتا ہے۔ مگر جہاد سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہیں ہو سکا اگر غلامِ خدا
 ہیں۔ اور صدیق یا ولی بننا بھی بڑا مشکل کام ہے۔ اور شہید بننا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔
 مشکل تو اس لحاظ سے ہے کہ انسان کو اپنی جان بہت زیادہ پیاری ہوتی ہے اور آسان اس
 اعتبار سے ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں درجہ شہادت حاصل ہو جاتا ہے یعنی شہید ایک ہی جھٹ
 میں زمین کی ہستی سے آسمان کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔

۱۹۳۳ء کا واقعہ عید القیوم کا مشہور ہے جو وکٹوریہ گاڑی چلا

عید القیوم کا واقعہ

تھا۔ جو کو چوانی کر کے اپنی اور اپنے گھر والوں کی روزی حاصل
 کرتا تھا۔ اس کی رات بھونپڑے میں بسر ہوتی تھی اور دن وکٹوریہ چلانے میں۔ گھوڑے کی
 لگام پکڑے پکڑے اس کی ہتھیلیوں کا چمڑا موٹا اور کھر درا ہو گیا تھا۔ پورے شہر کراچی میں
 جہاں وہ رہتا تھا کوئی اس کا ہمدرد و غم گسار نہیں تھا۔ اگر کوئی اس کا دوست اور شناسا تھا
 تو اس کا پیارا گھوڑا موتی تھا۔

عبد القیوم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے اپنی کتاب میں سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی ہے جس پر مقدمہ چل رہا ہے اور آج اس کی تاریخ ہے وہ فوراً دوکٹور یا لے کر کپہری کی طرف چل پڑا۔ ایک کنارے اپنی گاڑی کھڑی کی اور فاتحانہ شان کی طرح چل کر رنج کے کمرہ میں پہنچ گیا جو آدمیوں سے کچا کچ بھرا ہوا تھا۔ دو انگریز رنج ابھی قانونی دفعات کا چہرہ دیکھنے میں لگے ہوئے تھے کہ اس نے مجرم کو اس طرح چاقو مارا جو اس کی گردن میں اترتا چلا گیا۔ لاش تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی اور عبد القیوم نے بغیر کسی مزاحمت کے اپنے آپکے پولیس کے حوالے کر دیا۔

عبد القیوم جو اپنے ہی شہر میں اجنبی تھا اور کوئی اسے جانتا پہچانتا نہ تھا تھوڑی ہی دیر میں صرت کراچی نہیں بلکہ پورا ہندوستان اسے جان گیا اور سارے مسلمانوں کی محبتوں کا مرکز بن گیا اسے ضمانت پر چھڑایا گیا اور مقدمہ شروع ہوا۔ وقت کے ماہر قانون دانوں، بڑے بڑے وکیلوں اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے بیرٹروں نے عبد القیوم کے مقدمہ کی پیروی کرنی چاہی اور اس سے کہا بس اپنا بیان ذرا بدل دو ہم تمہیں بچالیں گے۔ کہنے والوں نے بہت کہا، منت سماجت کرنے والوں نے بہت منت سماجت کی مگر عبد القیوم کے پاس ہر شخص کے لئے صرت ایک جواب تھا کہ میں نے جان بوجھ کر مرتبہ شہادت خریدی ہے آپ اس نعمت سے مجھ کو محروم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میں اقبال بیان بدل کر اپنی عاقبت نہیں خراب کروں گا۔

عبد القیوم کی رہائی کے لئے مسجدوں میں دعائیں کی گئیں۔ عورتوں نے منتیں مانیں اور بوڑھوں کے لرزتے ہاتھ، نوجوانوں کے دل اور بچوں کی اداسیوں نے مالکِ حقیقی سے اس کی زندگی کی بھیک مانگی مگر عبد القیوم ہی کی تمنا پوری ہوئی۔ قانون کے محافظوں نے اس کی موت کا حکم نہ دیا۔ وہ موت کہ جس پر ہر دل غمزہ اور ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا جیسے کہ یہ اسی کے گھر کا المیہ ہو۔

پھر جب عبد القیوم کا جنازہ اٹھا تو اس میں پچیس لاکھ سے زیادہ آدمی شریک ہوئے چھتوں

اور بالاخانوں سے عورتیں آپٹلوں سے آنسو پوچھتی جاتی تھیں اور پھولان پٹھا ور کرتی جاتی تھیں
کراچی کی تاریخ گواہ ہے کہ اس کے پہلے کسی بھی شخص کے جنازے میں اتنے انسان نہیں شریک
ہوئے۔ پھر یہ تو انسانوں کی تعداد تھی جو پچیس لاکھ سے زائد تھی اور فرشتے کتنے کروڑ تھے پھر محبوب
کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس پیار و محبت سے عبد القیوم کو خوش آمدید کہا ہو گا؟ اسے کون
جان سکتا ہے؟ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

برادرانِ مِلّت! دیکھا آپ نے وہ عبد القیوم کہ جو کٹورہ چلاٹا تھا، کوچان تھا، پورے
شہر میں کوئی اسے جاننا پہچانتا نہیں تھا، لوگوں کے لیے اجنبی تھا، سماج اور معاشرے کے سب سے
طبقہ کا ایک ناقابلِ توجہ آدمی تھا مگر ایک ہی جہت میں رفعتوں کی ساری منزلوں کو طے کر لیا اور
تھوڑی ہی دیر میں اس مقامِ رفیع کو پایا کہ جہاں ہر سہا برس کے مجاہدوں اور زندگی بھر کی
ریاضتوں کے بعد بھی ہر انسان نہیں پہنچ پاتا۔

یہ رتبہ ملتِ ملا جس کو مل گیا

ہر شخص کے نصیب میں دار و درن کہاں

اور جب عبد القیوم جیسا ایک معمولی انسان راہِ حق میں شہید ہو کر لوگوں کے دلوں کی
دھڑکن بن گیا تو سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو محبوبِ خدا سید الانبیاء
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، علی مرتضیٰ کے تحت جگہ ہیں اور فاطمہ زہراء کے نورِ نظر
ہیں اور جو تمام عزیز واقارب یہاں تک کہ جو ان بیٹے علی اکبر اور شیر خوار صاحبزادے علی اصغر
کی دردناک شہادت کے باوجود ہمت نہیں ہارے اور راہِ حق میں قربان ہو گئے وہ شہید
ہو کر ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گئے اور ان کی محبتوں کے مرکز ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر سال جب ان کی تاریخ شہادت قریب آتی ہے اور محرم کا چاند
نمودار ہوتا ہے تو پورا ماحول سو گوار ہو جاتا ہے، ان کی یاد لوگوں کے دلوں کو تڑپا دیتی ہے
جگہ جگہ ان کے ذکر کی مجلسیں قائم ہوتی ہیں، کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ کچھ بچائے جاتے

ہیں، سببیں قائم کی جاتی ہیں اور طرح طرح سے ان کی بارگاہ میں نذر و نیاز پیش کی جاتی ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک ایسے ہی جاری رہے گا نیز ید یوں کی ہزار مخالفت کے باوجود کبھی نہیں مٹے گا۔

رہے گایوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما

علیک یا رسول اللہ

شہید کی قسمیں

شہید کی تین قسمیں ہیں شہید حقیقی، شہید فقہی اور شہید حکمی۔

جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے وہ شہید حقیقی ہے۔ اور شہید فقہی

اے کہتے ہیں کہ قاتل بالغ مسلمان جس پر غسل فرض نہ ہو وہ تلوار و بندوق وغیرہ آگے چارہ سے

ظلاً قتل کیا جائے اور قتل کے سبب مال نہ واجب ہوا ہو۔ اور نہ زخمی ہونے کے بعد کوئی

فائدہ دنیا سے حاصل کیا ہو۔ اور نہ زندوں کے احکام میں سے کوئی حکم اس پر ثابت ہوا ہو

یعنی اگر پاگل، نابالغ یا حیض و نفاس والی عورتیں اور جنب شہید کئے جائیں تو وہ شہید

فقہی نہیں۔ اور اگر قتل سے مال واجب ہوا ہو جیسے کہ لاکھٹی سے مارا گیا یا قتل خطا کہ مار رہا تھا

شکار کو اور لگ گیا کسی مسلمان کو۔ یا زخمی ہونے کے بعد کھایا، پیا، علاج کیا، ناز کا پورا وقت

ہوش میں گزرا اور وہ ناز پر قادر تھا یا کسی بات کی وصیت کی تو وہ شہید فقہی نہیں۔

مگر شہید فقہی نہ ہونے کا یہ معنی نہیں کہ وہ شہید ہونے کا ثواب بھی نہیں پائے گا بلکہ اس کا

مطلب صرف اتنا ہے کہ اسے غسل دیا جائے گا اور شہید فقہی کی ناز جنازہ تو پڑھی جائے گی مگر

اسے غسل نہیں دیا جائے گا ویسے ہی خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے گا۔ اور جو چیزیں کہ از

قسم کفن نہیں ہوں گی انھیں اتار لیا جائے گا جیسے زرہ، ٹوپی اور ہتھیار وغیرہ۔ اور کفن مسنون

میں اگر کمی ہوگی تو اسے پورا کیا جائے گا۔ یا جامہ نہیں اتارا جائے اور سارے کپڑے اتار کر

نئے کپڑے نہیں دئے جائیں گے کہ مکروہ ہے۔
 اور شہید بھی وہ ہے کہ جو ظلاً نہیں قتل کیا گیا مگر قیامت کے دن وہ شہیدوں کے گروہ
 میں اٹھایا جائے گا حدیث شریف میں ہے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 خدائے تعالیٰ کی راہ میں شہید کئے جانے کے علاوہ سات شہادتیں اور ہیں۔ جو طاعون میں مرے
 شہید ہے۔ جو ڈوب کر مر جائے شہید ہے۔ جو ذات الجنب (نونیہ) میں مرے شہید ہے۔ جو
 پیٹ کی بیماری میں مر جائے شہید ہے۔ جو آگ میں جل جائے شہید ہے۔ جو عمارت کے نیچے
 دب کر مر جائے وہ شہید ہے اور جو عورت بچہ کی پیدائش کے وقت مر جائے وہ بھی شہید ہے
 (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۶)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ ان میں
 سے چند یہ ہیں۔ حالت سفر میں مرا، سل کی بیماری میں مرا، سواری سے گر کر مر یا مر گئی سے مرا،
 بخار میں مرا، جان و مال یا اہل و عیال یا کسی حق کے بچانے میں قتل کیا گیا، عشق میں مارا شہید
 پاک دامن ہو اور چھپایا ہو، کسی درندے نے پھاڑ کھایا، بادشاہ نے ظلاً قید کیا یا مارا اور
 مر گیا، کسی موذی جانور کے کاٹنے سے مرا، علم دین کی طلب میں مرا، مؤذن جو کہ طلب ثواب کیلئے
 اذان کہتا ہو، راست کو تاجر، جسے سمندر کے سفر میں متلی تے آئی اور مر گیا، جو اپنے بال بچوں
 کیلئے سعی کرے ان میں امر الہی قائم کرے اور انھیں حلال کھلائے، جو ہر روز ۲۵ بار یہ دعا
 پڑھے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ وَفِي مَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔ جو چاشت کی نماز پڑھے
 ہر مہینے میں تین روزہ رکھے اور وتر کو سفر و حضر میں کہیں ترک نہ کرے، فساد امت کے وقت
 سنت پر عمل کرنے والا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ جو مرض میں لا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
 اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ چالیس مرتبہ کہے اور اسی مرض میں انتقال
 کر جائے اور اچھا ہو گیا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، کفار سے مقابلہ کے لئے سرحد پر گھوڑا
 باندھنے والا، جو شخص ہر رات میں سورۃ یسین شریف پڑھے، جو با وضو سویا اور مر گیا۔ جو

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سومرتہ روزانہ درود شریف پڑھے، جو سچے دل سے یہ دعا کرے
کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور جو شخص جوہ کے روز اشغال کرے (رد المحتار بہار شریعت)
ان تمام قسموں میں سب سے اعلیٰ شہید وہ ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا اور شہادت
حقیقیہ سے سرفراز ہوا۔ اس کے فضائل میں کئی آیتیں اور بے شمار حدیثیں وارد ہیں۔

شہداء کے فضائل | خدائے عزوجل شہدائے کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے
قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ۔
جو خدا کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں
مردہ مت کہنا۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن
تہیں خبر نہیں (پ ۳۷)

اور ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔
جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے
انہیں مردہ ہرگز نہ خیال کرنا۔ بلکہ وہ اپنے
رب کے پاس زندہ ہیں۔ روزی دے جاتا ہے

(پ ۸۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آیت کریمہ کا معنی
رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ شہیدوں کی روہیں سبز چاندی
کے جسم میں ہیں، ان کے رہنے کیلئے عرش الہی کے نیچے قدیلین ٹمکائی گئی ہیں۔ جنت میں جہاں انکا
جی چاہتا ہے وہ سیر کرتے ہیں اور اس کے میوے کھاتے ہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۳)

اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے اسلام کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد
فرماتے ہیں کہ شہید کے لئے خدائے تعالیٰ کے نزدیک چھ خوبیاں ہیں۔ (۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے
ہی اسے بخش دیا جاتا ہے اور روح نکلنے ہی کے وقت اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا

جائے (۲۱) قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے (۲۳) اسے جہنم کے عذاب کا خوف نہیں رہتا
 (۲۴) اس کے سر پر عزت و وقار کا ایسا آماج رکھا جائے گا کہ جس کا بیش بہا یا قوت دنیا اور دنیا
 کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔ (۲۵) اس کے نواح میں بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر جوڑیں دی
 جائیں گی۔ (۲۶) اور اس کے عزیز و رشتہ داروں سے شتر آدمیوں کے لئے اس کی شفاعت مستعمل
 کی جائے گی۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص ۳۳۳)

اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ لڑائی میں قتل کیے
 جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ مومن جو اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں
 لڑے اور دشمن سے خوب مقابلہ کرے یہاں تک کہ قتل کر دیا جائے۔ یہ وہ شہید ہے جو ہم
 اور مشقت کے امتحان میں کامیاب ہو اور یہ شہید خدا کے تعالیٰ کے عرش کے نیچے خدا کے خیر
 میں ہوگا۔ لَا يَفْضُلُ النَّبِيُّ مِنَ الْغِيَاثِ رُجَّةُ التَّابُوتِ۔ انبیاء کرام اس سے بہتر درجہ
 نبوت میں زیادہ ہوں گے یعنی مرتبہ نبوت اور اس سے جو کمالات متعلق ہیں ان کے علاوہ ہر مرتبہ
 اور ہر کمال اس شہید کو حاصل ہوگا۔

اور دوسرا وہ مومن جس کے اعمال دونوں طرح کے ہوں یعنی کچھ اچھے اور کچھ برے مردہ اپنی
 جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرے جس وقت دشمن سے سامنا ہو اس سے لڑے
 یہاں تک کہ قتل کر دیا جائے۔ یہ ایسی شہادت ہے جو گناہوں اور برائیوں کو مٹانے والی ہے
 یَعْرِضُ فَرَاثَ السَّيْفِ خَيْرٌ لِّلْغَاطِيَا وَادْخُلْ مِنْ أَيْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ
 مَنِ رَشَكَ تَلَوَّارُ گناہوں کو بہت زیادہ مٹانے والی ہے اور یہ شہید جس دروازے سے
 جاکے گا جنت میں چلا جائے گا۔

اور تیسرا وہ منافق ہے جس نے اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کیا اور جب دشمن سے

میں گناہ و حضرت دے و محل قرب دے تعالیٰ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۲۴)

مقابلہ ہوا تو خوب لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ یہ شخص دوزخ میں جائے گا۔ حضور نے فرمایا اسے کہ اِنَّ الشَّيْءَ لَا يَمُوتُ حَتَّىٰ يَتَّفِقَ۔ اتفاق یعنی چپے ہوئے کفر کو تلوار نہیں مٹاتی ہے۔

(دارمی۔ مشکوٰۃ ص ۳۳۶)

اس حدیث شریف سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا مرتبہ نبوت اور اس کے متعلق کمالات کے علاوہ سارے درجات سے سرفراز کیا جاتا ہے اور اس کے تمام گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ اگر دل میں کفر چھپائے ہو اور صرف ظاہر میں مسلمان ہو تو چاہے زندگی بھر جہاد کرے یہاں تک کہ اپنی عزیز ترین جان بھی قربان کر دے مگر وہ جہنم ہی میں جائے گا۔

اسی طرح جو لوگ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغض و عداوت کا کفر اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور ان کی عظمت کے دشمن ہیں۔ اگر وہ دن رات عبادت کریں اور زندگی بھر ساری دنیا میں اسلام کی نشر و اشاعت کریں اور تبلیغ کرتے پھر یہ یہاں تک کہ اسی حال میں مر جائیں تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا اس لئے کہ اس طرح کی کسی بھی نیکی سے کفر نہیں معاف ہوتا صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما علیک یا رسول اللہ۔

شہید اور احساس زخم | میدان جنگ میں شہید ہر طرح سے زخمی ہوتا ہے کبھی ہاتھ کٹتا ہے، کبھی پاؤں کھانٹا ہوتا ہے، کبھی اس کے سینہ میں نیزہ داخل کیا جاتا ہے، خون کا فوارہ جاری ہوتا ہے، کبھی گردن کٹ کے الگ ہو جاتی ہے اور شہید خون میں نہا کر زمین پہ گر جاتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو سخت تکلیف و اذیت ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کو بہت معمولی سی تکلیف ہوتی ہے اور اسے ان زخموں کا پورا احساس نہیں ہوتا بخیر صادق بنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اَلشَّيْءُ لَا يَحْدُثُ اِلَّا بِسَبَبٍ
يَحْدُثُ اَحَدُكُمُ الْقَرْصَةَ

شیدہ قتل کی صورت اتنی ہی عجیب محسوس ہوتی ہے
جتنی کہ تم کو بھی بھرنا یا پھونکنا کے لگتا ہے
کہ عجیب محسوس کرتے ہو جنہی اس کے ساتھ

ملنے سے کوئی نہ کہہ سکتا ہے کہ شیدہ کے ساتھ پاؤں کاٹ دے کے کھڑے ہو کر
گرد و غبار کر دی گئی مگر اس کو مرنا اتنی تکلیف پہنچا کہ جو قتل کاٹنے یا کچلنے سے
ہوتی ہے۔

تو اس شہر کا جواب یہ ہے کہ شیدہ سے وہ شیدہ ہی مرنا ہے جس کے دل میں
اس کے رسول کی محبت میں اور جو پیدا ہو گئی ہو کہ اس کا دل چاہتا ہے کہ ایک غیر ملکی
وہ نہیں ہوں تو میں سب کو اپنے محبوب پر قربان کر دوں۔ اسی حضرت عظیم الیرات ہیں ان سے
والفہم فرماتے ہیں۔

گرد و غبار۔ یہ جہاں خدا نہیں ایک جہاں وہ جہاں خدا
دور جہاں سے بھی نہیں کی بھر گرد کی اگر وہ جہاں نہیں

جیسے ڈاکٹر مریض کو دوا سٹھا دیتا ہے پھر اس کے جسم کو تیرتا اور پھر ڈاکٹر ہے ہڈیاں توڑتا
ہے اور اس کے لگاتار ہے مگر چونکہ دوا کا اثر اس پر غالب ہوتا ہے اس لئے مریض کو کوئی تکلیف
نہیں محسوس ہوتی۔ بالکل اسی طرح وہ شیدہ ہی کہ جس کے دل میں اللہ و رسول کی محبت غالب
ہوتی تو اس کا جسم کٹتا ہے، ہڈیاں ٹوٹتی ہیں، خون بہتا ہے اور گردن جدا ہوتی ہے مگر اسے
عجیب کا احساس نہیں ہوتا۔

عمر کے شریف لکھ کر عورتوں نے جب زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام
کی محبت پر ہمت کی اور ملعونہ دیا تو زلیخا نے ان عورتوں کو بلایا۔
کے لئے دسترخوان بچھوایا جس پر مرنے والے کھانے اور میوے چنے گئے پھر انہیں
ہر عورت کو چھل دیئے گئے ایک ایک پھری دی اور حضرت یوسف علیہ السلام

سے عرض کیا کہ آپ ان عورتوں کے سامنے آجائیں۔ جب آپ تشریف لائے اور عورتوں نے ان کے جمال جہاں آرا کو دیکھا تو ان کے حسن نے عورتوں پر اتنا اثر کیا کہ بجائے لیوں کے انھوں نے اپنے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا اور خون بہنے لگا مگر ان لوگوں کو ہاتھوں کے کٹنے کا احساس نہیں ہوا اسی لئے انھوں نے یہ نہیں کہا کہ ہائے! ہم تو اپنے ہاتھ کاٹ لئے بلکہ یہ کہا کہ یہ انسان نہیں ہیں فرشتے ہیں۔ وَقَطَعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَاشٍ مَا هَذَا بَشَرًا۔ اِنَّ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (سورہ یوسف پلا ع ۱۳)

اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا عورتوں پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو ہاتھ کٹنے کی تکلیف کا احساس نہیں ہوا تو جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چہرہ اقدس ایسا روشن و تابناک تھا کہ بقول روایان حدیث آپ کے چہرے میں چاند و سورج تیرتے تھے جس پر ان کے حسن و جمال کا اثر ہوتا ہے اور ان کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے اس کا سر بھی کٹ جاتا ہے مگر اسے احساس نہیں ہوتا۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سرکٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

شہادت کی لذت

دنیا کی بے شمار نعمتوں سے انسان لطف و لذت حاصل کرتا ہے کسی نعمت کو کھاتا ہے کسی کو پیتا ہے کسی کو سونگھتا ہے کسی کو دیکھتا ہے کسی کو سنتا ہے اور ان کے علاوہ مختلف طریقوں سے تمام نعمتوں کو استعمال کرتا ہے اور ان سے محظوظ ہوتا ہے لیکن مردِ مومن کو شہادت کی بولندت حاصل ہوتی ہے اس کے سامنے دنیا کی ساری لذتیں بیچ ہیں۔ یہاں تک کہ شہیدِ جنت کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا اور ان سے لطف اندوز ہوگا مگر جب اس کو اللہ و رسول کی محبت میں سرکٹانے کا مزہ یاد آئے گا تو جنت کی بھی ساری نعمتوں کا مزہ بھول جائے گا اور تمنا کرے گا کہ اے کاش! میں دنیا میں واپس کیا جاؤں اور بار بار شہید کیا جاؤں۔

حدیث شریف میں ہے سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد پھر کوئی جنتی وہاں کی راحتوں اور نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا میں آنا پسند نہ کرے گا کہ جو پھر اس میں زمین میں حاصل نہیں وہ پھر مل جائیں۔

مگر شہیدِ آرزو کرے گا کہ وہ پھر دنیا کی طرف واپس ہو کر اللہ کی راہ میں دس مرتبہ قتل کیا جائے۔
إِلَّا الشَّهِيدُ يَقْتَتِي أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ.

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۳)

صلی اللہ علی النبی الای والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاماً علیک یا رسول اللہ۔

اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی بقا کے لئے بیشمار مسلمان اب تک شہید کئے گئے مگر ان تمام لوگوں میں سید الشہداء

بے مثل شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت بے مثل ہے کہ آپ جیسی مصیبتیں کسی دوسرے شہید نے نہیں اٹھائیں۔ آپ تین دن کے بھوکے پیاسے شہید کئے گئے اس حال میں کہ آپ کے نام رضا، عزیز و اقارب و اہل و عیال بھی سب بھوکے پیاسے تھے اور چھوٹے بچے پانی کیسے تڑپ رہے تھے۔ یہ آپ کے لئے اور زیادہ مصیبت کی بات تھی اس لیے کہ انسان اپنی بھوک و پیاس تو برداشت کر لیتا ہے لیکن اہل و عیال اور خاص کر چھوٹے بچوں کی بھوک و پیاس اسے پاگل بنا دیتی ہے۔

اور جب پانی کا وجود نہیں ہوتا تو پیاس کی تکلیف کم ہوتی ہے لیکن جبکہ پانی کی بہتات ہو جسے عام لوگ ہر طرح سے استعمال کر رہے ہوں یہاں تک کہ جانور بھی اس سے سیراب ہو رہے ہوں مگر کوئی شخص جو تین دن کا بھوکا پیاسا ہو اسے نہ پینے دیا جائے تو یہ اس کے لئے زیادہ تکلیف کی بات ہے۔

اور میدانِ کربلا میں یہی نقشہ تھا کہ آدمی اور جانور سبھی لوگ دریائے فرات سے سیراب

ہو رہے تھے مگر امام عالی مقام اور ان کے تمام رفقاء پر پانی بند کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ آپ اپنے پیاروں اور چھوٹے بچوں کو بھی ایک قطرہ نہیں پلا سکتے تھے۔

اس کی قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
ہی اس کی شدت میں تڑپے بے زبان اہلبیت

اور پھر غیر ایسا کرے تو تکلیف کا احساس کم ہوگا اور یہاں حال یہ ہے کہ کھانا پانی روکنے والے اپنے کو مسلمان ہی کہلاتے ہیں، کلڑ پڑھتے ہیں، نمازیں ادا کرتے ہیں اور ان کے ناناجان کا اسم گرامی اذانوں میں بلند کرتے ہیں مگر نواسے پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑتے ہیں۔

مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی پانی بند کر دیا گیا تھا مگر وہ اپنے گھر اور اپنے وطن میں تھے اور امام عالی مقام اپنے گھر سے دور بے وطن ہیں اس کے ساتھ تیز دھوپ پیتی ہوئی زمین اور گرم ہواؤں کے پیچھے بھی ہیں۔

اور آپ کو یہ اندیشہ بھی دامن گیر تھا کہ میری شہادت کے بعد میرا تمام ساز و سامان لوٹ لیا جائے گا، خیمہ جلا دیا جائے گا، مستورات بے سہارا ہو جائیں گی اور انہیں قید کر لیا جائیگا۔ ان حالات میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور وہ اپنی گردن جھکا دیتا لیکن سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مصائب و آلام کے هجوم میں بھی باطل کے مقابلہ کے لئے صبر و رضا کا پہاڑ بن کر قائم رہے اور آپ کے پائے استقلال میں لفرش نہیں پیدا ہوئی یہاں تک کہ تہتر زخم کھا کر شہید ہو گئے اور پھر آپ کی لاش مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی بھی گئی۔

آپ کی یہ شہادت بے مثل ہے جس نے یزیدیت کو مردہ کر دیا اسے دنیا میں نہیں پھیلنے دیا اور دین اسلام کو مسخ ہونے سے بچا لیا۔ اسی لئے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز ابیری علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

شاہ است حسین یاد شاہ است حسین دین است حسین دین پناہ است حسین

سرداد نداد دست در دست یزید

حقا کہ بنا سے لا الہ است حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنہا وعن سائر المسلمین

شہیدوں کی زندگی

شہید جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ زندہ ہیں

پارہ دوم رکوع ۳ کی آیت کریمہ وَلَئِنْ قَتَلْتُمْ أَوْلَادَكُمْ

خداوند قدوس نے شہیدوں کو مردہ کہنے سے روک دیا اور فرمایا کہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شو نہیں رکھتے ہو اور نہیں سمجھتے ہو کہ وہ کیسے زندہ ہیں۔

مگر انسان جبکہ دیکھتا ہے کہ شہید کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے، اس کی گردن جدا ہو گئی، وہ بے حس و حرکت ہو گیا اور سانس کی آمد و رفت بھی بند ہو گئی پھر اس کو زمین کے نیچے دفن کر دیا گیا، وارثوں نے اس کے مال کو آپس میں تقسیم کر لیا اور بیوی نے عدت گزار کر دوسرا نکاح بھی کر لیا تو ہو سکتا تھا کہ ظاہری حال دیکھ کر وہ گمان کر تا کہ شہید مردہ ہیں۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ نے نسخ فرما دیا ہے تو اسے مردہ نہیں کہا جائے گا۔ تو خدا نے عزوجل نے پارہ چہارم رکوع ۸ کی آیت مبارکہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا شَهِيدُونَ کو مردہ گمان کرنے سے بھی روک دیا اور تاکید کے ساتھ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو مردہ ہرگز گمان مت کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور بارگاہ الہی سے روزی دئے جاتے ہیں۔

قرآن کریم کی ان آیات مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ شہید کے کرام زندہ ہیں، ان کو مردہ کہنا قرآن مجید کی مخالفت کرنا ہے بلکہ انھیں مردہ گمان کرنے سے بھی سختی سے روکا گیا ہے یعنی مردہ کہنا تو بڑی بات ہے ان کو مردہ خیال بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ وہ اللہ کی راہ میں قتل ہو کر زندہ جاوید ہو جاتے ہیں، رزق آخرت سے کھاتے پیتے ہیں اور جہاں خدا سے تعالیٰ چاہتا ہے جنت وغیرہ کی سیر کرتے ہیں۔

آواز آمد ہی ہے شہیدوں کی خاک سے
مر کر ملی ہے زندگی بسا وداں مجھے

صلی اللہ علی النبی الامی والہ علیہ وسلم صلاۃ و
سلاما علیک یا رسول اللہ

تین مجاہد | شہیدوں کی زندگی کے بے شمار واقعات معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ ہم آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جس کو علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے رسالہ مبارکہ الانتباہ فی حل ندائے یا رسول اللہ میں تحریر فرمایا ہے۔

تین بھائی ملک شام میں رہتے تھے جو بڑے جری اور بہادر تھے۔ ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ درویشوں نے ایک مرتبہ ان کو گرفتار کر لیا اور اپنے عیسائی بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے کہا تم لوگ مذہب اسلام چھوڑ دو اور عیسائی بن جاؤ۔ ان تینوں نے بیک زبان کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

بادشاہ نے کہا اِنِّیْ اَجْعَلُ فِیْکُمُ الْمُلْکَ وَاَسْرَ وَجْہُکُمْ بِنَاغٍ یعنی میں تم لوگوں کو سلطنت دوں گا اور اپنی رٹ کیوں سے شادی بھی کر دوں گا۔ تم لوگ عیسائی ہو جاؤ۔ مگر مجاہدین اس پر بھی عیسائی بننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ بادشاہ نے کہا اگر ہماری بات نہیں مانو گے تو قتل کر دے جاؤ گے۔ مجاہدین نے کہا

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے

یہ سرکٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے

بادشاہ نے حکم دیا کہ تین دیگوں میں زیتون کا تیل کھولا یا جائے۔ جب تیل کھول گیا تو مجاہدین کو ان دیگوں کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اگر عیسائی نہیں بنو گے تو اسی کھولے ہوئے تیل میں ڈال دئے جاؤ گے۔ اب بھی موقع ہے خوب سوچ لو۔ ان بہادروں نے کہا کہ ہماری آخری سانس کا جواب یہی ہوگا کہ ہم جان تو دے سکتے ہیں مگر مصطفیٰ کا دیا ہوا ایمان نہیں دے سکتے۔

انہوں نے یا محمدؐ اے پکارا۔ پھر عیسائیوں نے بڑے بھائی کو تیل کے کھوٹے ہوئے دیگ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد پھر باقی دونوں بھائیوں کو سمجھانے کی کوشش کی گئی مگر انھوں نے اپنے بھائی کا یہ انجام دیکھنے کے باوجود ان کے اندر کچھ فرق نہیں پیدا ہوا۔ وہ اب بھی خوشی کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونے کے لئے تیار رہے آخر بخٹلے بھائی کو بھی کھوٹے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا۔

چھوٹے بھائی کی ابھرتی جوانی دیکھ کر وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اسے ہمارے سپرد کر دیجئے ہم ایک ترکیب سے نہایت آسانی کے ساتھ اس کو عیسائی بنالیں گے۔ بادشاہ نے ان کو وزیر کے سپرد کر دیا۔ وزیر نے انہیں ایک مکان میں بند کر دیا اور اپنی حسین لڑکی کو انہیں بہکانے کے لئے مقرر کیا۔ رات کے وقت لڑکی داخل ہوئی۔ وہ مرد مجاہد رات بھر نفل نمازیں پڑھتا رہا اور حسینہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور کیسے دیکھتا۔ جن نگاہوں میں حسن مصطفیٰؐ بس چکا ہو وہ نگاہیں بھلا کسی اور کی طرف کیسے اٹھ سکتی ہیں۔

خود پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

سب سے بیگانہ ہے اے پیارے شناسا تیرا

لڑکی کے لئے یہ منظر بڑا ہی عجیب تھا کہ جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے دنیا بیتاب ہے یہ جوان اس کو ایک نظر بھی دیکھنے کے لئے تیار نہیں۔ صبح کے وقت وہ ناکامی کے ساتھ واپس آئی اور اپنے باپ کو بتایا کہ آج اس کی عبادت کی کوئی رات تھی بزرگ صیغہ چالیس راتیں گزر گئیں اور وہ مرد مجاہد اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ آخر میں خود وہ لڑکی متاثر ہو گئی اور کہا اے پاکبازو جوان تو کس کا شیدائی و فدائی ہے کہ میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ فرمایا

میں مصطفیٰؐ کے جام محبت کا مست ہوں

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

لڑکی صدق دل سے لا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ پڑھ کر مسلمان ہو گئی اور اصطبل سے دو گھوڑے لائی۔ رات ہی میں دونوں وہاں سے فرار ہو گئے اور ابھی زیادہ دور نہیں پہنچے تھے کہ پیچھے سے گھوڑوں کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی اور جلد ہی وہ قریب آ گئے۔ دیکھا تو نوجوان کے وہی دونوں بھائی ہیں جو کھولے ہوئے تیل میں ڈالے گئے تھے ساتھ میں فرشتوں کا ایک گروہ بھی تھا۔ نوجوان مجاہد نے حال پوچھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ مَا كَانَتْ اِلَّا الْغَطْسَةُ النَّبِيِّ سَأَيَّتْ حَتَّى خَرَجْنَا فِي الْفِرْدَوْسِ یعنی بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔ پھر دونوں بھائیوں نے فرشتوں کی موجودگی میں اس لڑکی کا نکاح اپنے بھائی سے کر دیا اور واپس چلے گئے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر

اللہ اللہ موت کو کس نے مہیا کر دیا

اس واقعہ سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ اللہ کی راہ میں قربان ہونے والے شہید مرتے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہو جاتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ مدد کے لئے یا رسول اللہ پکارنا جائز ہے کہ مجاہدین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارا تھا اگر دوسرے پکارنا شرک ہوتا تو انہیں جنت الفردوس میں جگہ نہ ملتی اور نہ چھوٹے بھائی کی شادی میں فرشتوں کی شرکت ہوتی صلی اللہ علی النبی الاعمی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃً وسلاماً علیک یا رسول اللہ۔

محبت والے | شہیدوں کے علاوہ دوسرے لوگ جو اللہ و رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں مرنے کے بعد وہ بھی زندہ رہتے ہیں۔

۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ عراق پر حکمرانی کے زمانہ میں شاہ فیصل اول کو حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ اسی حالت میں شاہ فیصل سے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابہ

تھریٹ ہوں۔ مجھے اور حضرت جابر بن عبد اللہ کو اپنی اپنی قبروں میں بے انتہا تکلیف پہنچا رہا ہے۔ ہم دونوں کو موجودہ قبروں سے نکال کر دریائے دجلہ سے کچھ فاصلہ پر دفن کیا جائے۔ یہاں قبریں پانی آ رہی ہیں۔ اور جابر کی قبر میں بہت زیادہ نمی آگئی ہے۔

شاہ فیصل بیدار ہوا تو حکومت کے کاموں میں اس طرح مصروف ہو گیا کہ وہ رات کے خواب کی ہدایت بالکل ہی بھول گیا۔ دوسری رات میں حضرت محمد یونس علیہ السلام کی قبر پر فرمائی مگر اس زمانہ میں مٹی اور سیاسی معاملات میں اس قدر پھید مٹی پیدا ہو گئی تھی کہ رات میں فیصل بیدار ہو کر قبروں میں منتقل نہ کر سکے۔ اس کے بعد حضرت محمد یونس علیہ السلام کے خواب میں عراق کے مفتی اعظم کو اس طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ وہ دوبارہ شاہ فیصل کو جس کے لئے ہدایت کر چکے ہیں مگر ابھی تک اس پر عمل نہیں ہوا۔ اس لئے تم شاہ فیصل کے پاس جا کر کہو اور ان کی رائے سے ہمارے جیسوں کو مناسب مقام پر منتقل کئے جائیں گے۔ انتظام کرو۔

دوسرے دن صبح بیدار ہوتے ہی مفتی اعظم نوری السعید پہلے وزیر اعظم عراق کے پاس پہنچے اور ان کو اپنے ساتھ لے کر شاہ فیصل کے سامنے بیان کیا۔ شاہ فیصل نے ان کی تائید کی اور کہا بیشک مسلسل دو رات مجھے اس کی ہدایت کی گئی ہے مگر میں اب تک کچھ تو سیاسی الجھنوں اور کچھ مذہبی پابندیوں کے سبب اس کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ اس کے بعد مفتی اعظم نے کہا اے الہ آپ اس کے متعلق فتویٰ صادر کریں تو میں فوراً ان حضرات صحابہ کے مقدس جیسوں کو مناسب مقام پر دفن کر کے مزار تعمیر کرنے کا مکمل انتظام کر دوں گا۔

مفتی اعظم نے اپنی آنکھوں سے ان قبروں کو دیکھا۔ وہ حقیقت قبروں تک دریائے دجلہ پانی پہنچ چکا تھا اور یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ان مقدس صحابہ کرام کے مبارک جیسوں کو جلد دوسری جگہ منتقل نہ کیا گیا تو ممکن ہے کچھ دنوں بعد دریائے دجلہ کا سیلاب ان کو بہا لے جائے۔ اس اندیشہ کے پیش نظر مفتی اعظم نے صحابہ کرام کے جیسوں کو دوسرے مقام پر دفن کرنے کا

فتویٰ دیدیا اور اخبارات کے ذریعہ اس کا اعلان بھی ہو گیا کہ خاص عید اضحیٰ کے دن بعد نماز ظہر مذکورہ صحابیوں کی قبریں کھولی جائیں گی اور ان کے بابرکت جسموں کو ایک دوسری جگہ پر دفن کر دیا جائے گا۔

اخبارات میں اعلان چھپتے ہی یہ خبر پوری دنیا سے عرب میں پھیل گئی۔ حج کا زمانہ تھا دنیا کے چاروں طرف سے توحید و رسالت کے پر دے فریضہ حج کی ادائیگی اور زیارت روضہ انور کی غرض سے مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں حاضر تھے لیکن چونکہ خاص عید اضحیٰ کے دن صحابہ کے جسموں کو منتقل کیا جانے والا تھا اس لئے جو لوگ حج کرنے گئے تھے وہ اس موقع سے شرف اندوز نہیں ہو سکتے تھے۔ تو شاہ عراق سے درخواست کی گئی کہ ان دونوں صحابیوں کی قبروں سرانگے جسموں کو اس وقت نکالا جائے جب حج کا زمانہ گزر جائے تاکہ تمام ملکوں کے مسلمان اس سعادت میں حصہ لے سکیں۔

شاہ نے تاریخ کی تبدیلی منظور کر لی اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ مقدس جسموں کو منتقل کرنے کا کام ۲۰ رذی الحجہ کو انجام دیا جائے گا اور ساتھ ہی ایسا انتظام کر دیا گیا کہ دریائے دجلہ کا پانی ان قبروں کو کوئی مزید نقصان نہ پہنچا سکے۔ حسب اعلان ۲۰ رذی الحجہ کی صبح ہی کولاکھوں مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں کے گرد ہو گیا۔ ان تمام مسلمانوں کی موجودگی میں جب دونوں صحابیوں کی قبریں کھولی گئیں تو واقعی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف میں پانی آ رہا تھا اور حضرت جابر بن عبد اللہ کے مزار مبارک میں بھی غیر معمولی نمی دیکھی گئی۔

جب قبروں سے مقدس جسم نکالے گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ تیرہ سو سال کی لمبی مدت گزر جانے کے باوجود بھی جسم بالکل تروتازہ ہیں اور عجیب و غریب خوشبو سے مہک رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان بزرگوں کو وہاں فرمائے ہوئے شاید مشکل سے چند گھنٹے ہوئے ہوں گے۔ ان کے چہروں پر ایسا نور پھیلا ہوا تھا کہ دیکھنے سے قلب و نظر کو سرور

حاصل ہوتا تھا اور ان پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی یہاں تک کہ کچھ بھی بالکل سلامت تھے۔

اور ایک بات یہ بھی نہایت عجیب ہوئی کہ حضرت خلیفہ بھی اللہ تعالیٰ سے
کو اٹھانے کے لئے اسٹریچر کو سامنے لایا تو کسی کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہ ہوئی
خود بخود اسٹریچر پر اُٹھ گیا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم اللہ میں ہی رہ گیا
کی ضرورت نہیں ہوئی۔ ان دونوں جسموں کو اس کے بعد دو شیشے کے گلوبوں میں لپیٹ لیا
اور پھر بڑی احتیاط کے ساتھ نئے مزارات میں دفن کر دیا گیا۔

اس موقع پر شاہ فیصل اول مفتی اعظم و وزیر اعظم اور دوسرے علما و
امراء و سفراء بھی موجود تھے۔ جب یہ واقعہ اخبارات کے صفحات پر آیا تو ساری دنیا
حقیقت تسلیم کرنی پڑی کہ اللہ کے محبوب بندے بعد وصال بھی زندہ رہتے ہیں۔
— **مکشبیہ عشق جبریل مردہ نہ بجا بیوہ —**

مگر مٹی ہے زندگانی بجا وداں سے مجھے

وصلی اللہ تبارک و تعالیٰ و سلم علی سیدنا محمد و علیٰ آلہ

و مشرکاء ملتہ و اولیاء امت محمدیہ

وَصَلِّ رَسُوْلًا كَرِيْمًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الحمد لله رب العالمين. والصلوة والسلام على سيد المرسلين. وعلى اله واصحابه اجمعين. اما بعد فقد قال الله تعالى في القران المجيد والفرقان المجيد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ. قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ. اَفَاَنْتَ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَنْقَلَبْتَ عَلٰى اَعْقَابِكَ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَّصُرَ اِلِلّٰهُ شَيْئًا. وَسَيُجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ. (پ ۴۷) صدق الله العلي العظيم وصدق رسولنا النبي الكريم ونحن على ذلك من الشاكرين والشاكرين والحمد لله رب العالمين۔

ایک بار آپ تمام حضرات ساری کائنات کے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ یکس پناہ میں بلند آواز سے درود شریف کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلے اللہ علی النبی الای و الصلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما علیک یا رسول اللہ جب کوئی شخص کسی مقصد اور کسی غرض سے اپنا مرکز چھوڑ کر دوسرے مقام پر جاتا ہے۔ تو مقصد پورا ہو جانے اور مطلب حل ہو جانے کے بعد وہ اپنے مرکز اصلی کی طرف واپس ہو جاتا ہے ہمارے اور آپ کے پیارے نبی جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد تقادین اسلام کے احکام خدا کے بندوں تک پہنچانا اور ان کو توحید پرست بنا کر ان کے نفوس کا مکمل تزکیہ فرمانا۔

جب آپ کا مقصد پورا ہو گیا اور خدا سے عز و جل نے آیت کریمہ الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (پ ۵۷) نازل فرما کر آپ کے دین کے کامل ہونے کی خوشخبری سنائی اور اپنی نعمتیں

آپ پروردگار تعالیٰ کو آپ کو اپنے مکرر اصلی مقامِ قدس کی طرف جانے کا وقت تقریباً آیا جس کا علم آپ کو بیت پہلے سے تھا اس لیے **عَنْ عَبْدِ اللَّهِ** کے موقع پر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ
 "شاہد اس کے بعد میں جہاد سے ساتھ رہ کر سکوں گا۔"

مشکوٰۃ شریف میں ہے: حضرت ابی جہاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور
 اذاجاء انہما اذہما نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تخت پر نورِ لعل
 صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا **يَعْنِي اِلَى كَفَسِ بْنِ**
جَحْشٍ کو میرے سفرِ آخرت کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روئے لگیں
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **اَلَا تَبْلِيْنَ فَاَلَيْكَ اَوَّلَىٰ اَخَوَتِي لَا حَقَّ فِيَّ** یعنی اے فاطمہ
 روؤ نہیں، میرے اہل بیت میں تم ہی سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرو گئی۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسنے لگیں۔ یہ دیکھ کر انوارِ مطہرات میں سے بعض بیویوں نے حضرت فاطمہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ پہلے ہم نے آپ کو روئے دیکھا اور پھر ہنسنے دیکھا۔
 اس کا مطلب کیا ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضور نے مجھ کو بتایا کہ آپ کو
 آپ کے سفرِ آخرت کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ آپ نے فرمایا روؤ نہیں، میرے
 اہل بیت میں سب سے پہلے تو ہی مجھ سے ملے گی۔ یہ سن کر میں ہنسنے لگی۔

دارمی شریف کی حدیث ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اس علالت میں کہ جس میں آپ نے وصال فرمایا گھر سے
 باہر تشریف لائے اس حال میں کہ اپنے سر پر کپڑا باندھے ہوئے تھے ہم لوگ اس وقت مسجد میں
 تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہو کر منبر کی طرف تشریف لے گئے اور اس پر
 روئی افروز ہوئے۔ پھر آپ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا **وَاللّٰہِ یَکْفِیْ بِیْہِ اِلٰہِی لَا اَنْظُرُ**
اِلٰی الْخَوَاصِّ مِنْ مَّقَامِیْ ہٰذَا یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں
 میری جان ہے کہ میں اس منبر پر بیٹھے ہوئے جو حق کو ترک کر دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا خدا کا ایک
 بندہ ہے جس کے سامنے دنیا اور دنیا کی عزت و عیش کی گئی مگر اس نے آخرت کو اختیار کر لیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور کے اس ارشاد کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھ سکا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ پر قربان ہو جائیں۔ صحابہ کرام حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات کو سن کر بہت متعجب ہوئے کہ وہ ایسا کیوں فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اس بوڑھے کو دیکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایک بندہ کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ جس کو خدا نے غرور میں دنیا کی ترقی و تازگی اور آخرت کے درمیان اختیار دیا ہے۔ اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اور ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ لیکن رازدار نبوت فوراً سمجھ گیا تھا کہ وہ بندہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اصدق الصادقین سید المتقین : رازدار نبوت پہ لاکھوں سلام

شہدائے احد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا [بخاری اور مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر آٹھ برس کے بعد نماز جنازہ پڑھی حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا شہدائے احد کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ نے آٹھ برس کے بعد ان پر نماز جنازہ پڑھی گویا آپ زندوں اور مردوں کو رخصت فرما رہے ہیں۔ شہدائے احد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمانے کے بعد بوڑھے تو منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا میں تم سے پہلے جا رہا ہوں۔ میں تم لوگوں کے دعوت اسلام کے قبول کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے بجالانے پر گواہ ہوں۔ اور تم سے ہماری ملاقات کا مقام حوض کوثر ہے۔ اور میں اس جگہ سے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ اور فرمایا اِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْہُ خَزَائِنِ اَرْضِ یعنی بیشک مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔

آخری وصیت [حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ اے بلال! جا کر اعلان کر دو کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ میں ان کو وصیت کروں گا۔ اور کہہ دو کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ آخری وصیت ہوگی۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ شریف کے بازاروں اور گلیوں میں اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری وصیت سننے کے لئے مسجد نبوی میں سب لوگ حاضر ہو جائیں۔ تو اس اعلان کو سن کر لوگ اس قدر گھبرا گئے کہ دوکانوں اور گھروں کو ایسے ہی کھلے ہوئے چھوڑ کر مسجد میں حاضر ہو گئے۔ اور اتنے لوگ جمع ہوئے کہ مسجد نبوی میں گنجائش نہ رہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر شریف پر رونق افروز ہوئے اور طویل خطبہ فرمایا جو وقت اور حال کو مناسب نصیحت اور احکام شرع پر مشتمل تھا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو! میرا سفر آخرت قریب ہے۔ جان رہا ہوں اور سامان وغیرہ کا کوئی بھی حق کسی شخص کا مجھ پر ہو تو اس کا بدلہ آج مجھ سے لے لے۔ (مدارج النبوة)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اعلان اس لیے محنت اٹا کر

حقوق العباد کی اہمیت و ضرورت ان کی امت پر ابھی طرح واضح ہو جائے اور وہ ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی سے ہمیشہ دور رہے۔

حقوق کی تفصیل | برادران ملت! حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقوق اللہ دوسرے

حقوق العباد۔ پھر حقوق اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ اگر ان کے بارے میں بندہ سے قصور واقع ہوا تو وہ صرف توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں جیسے کہ شہر میں جمعہ اور عیدین کی نماز کے چھوٹ جانے کے گناہ۔ یا شراب پینے اور ناپاچہ وغیرہ دیکھنے کے گناہ۔ اور دوسرے وہ جو صرف توبہ سے نہیں معاف ہو سکتے۔ جیسے نماز پڑھنے، روزہ نہ رکھنے، زکوٰۃ و فطرہ نہ ادا کرنے اور حج و قربانی وغیرہ نہ کرنے کے گناہ۔ کہ ان کے معاف ہونے کی صورت صرف توبہ نہیں ہے بلکہ چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کی قضا کرے، جتنے سالوں کی زکوٰۃ اور فطرہ نہ دیا ہو اب ادا کرے، صاحب نصاب ہو کر جتنے سال قربانی نہ کی ہو ہر سال کے بدلے ایک بکرا کی قیمت حدتہ کرے، خود حج نہ کر سکا ہو تو حج بدل کر اے، مال نہ رہ گیا ہو تو حج بدل کرانے کی وصیت کرے اور توبہ کرے تو معاف ہو سکتے ہیں۔ یعنی توبہ کیساتھ

ان کی ادا کی بھی ضروری ہے کہ یہ چیزیں صرف توبہ سے نہیں معاف ہو سکتیں۔

اور رہے حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق تو وہ حقوق اللہ کی دوسری قسم سے بھی اہم ہیں۔ اس لئے کہ خدا سے تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اگر وہ چاہے تو اپنے ہر قسم کے حقوق معاف کر دے۔ لیکن وہ کسی بندہ کا حق ہرگز نہیں معاف کرے گا جب تک کہ وہ بندہ نہ معاف کر دے کہ جس کی حق تلفی کی گئی ہے۔ اسی لئے سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری وصیت میں خاص طور پر اس کی اہمیت کو ظاہر فرمایا۔ اور زمانہ صحت میں بھی ہمیشہ اس کی تاکید فرماتے رہے مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا اَنْذَرْتُمْ مَّا الْمُفْلِسُ ؟ یعنی کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس اور کنگال کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں مفلس وہ شخص ہے کہ جس کے پاس نہ پیسے ہوں اور نہ سامان۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دراصل مفلس وہ شخص ہے کہ جو قیامت کے دن ناز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ لیکر اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھالیا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ تو اب ان لوگوں کو راضی کرنے کیلئے اس شخص کی نیکیاں ان مطلوبوں کے درمیان تقسیم کی جائے گی۔ اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جانے کے بعد بھی لوگوں کے حقوق اس پر باقی رہ جائیں گے تو اب حق داروں کے گناہ لا دے جائیں گے یہاں تک کہ اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

بیشک میرے سرکار نے صحیح فرمایا حقیقت میں مفلس اور غریب وہی شخص ہے کہ جس کے پاس قیامت کے دن نیکیاں نہیں ہوں گی۔ یا وہ بہت سی نیکیاں لیکر آئے گا مگر حقوق العباد میں گرفتار ہوگا۔ ماں باپ کو ستایا ہوگا۔ پردہ سی کو تکلیف دی ہوگی۔ بھائی کا حق مارا ہوگا، ماں باپ کے مرنے پر بہن کا حق نہیں دیا ہوگا یا دادا کے انتقال پر پھوپھی کا حق غصب کر لیا ہوگا۔ تو قیامت کے دن اس کی ساری نیکیاں ان لوگوں کو دیدی جائیں گی جس کی اس نے حق تلفی کی

ہوگی یہاں تک کہ اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہ جائے گی۔ تو حقیقت میں فریب دہی شخص کو
 اس لئے کہ دنیا کا فریب۔ اگر اس کے پاس کھانا نہ ہو تو مانگنے سے کہیں کھا لے گا۔ یا اگر
 نہ ہو تو وہ بھی کہیں سے پا جائے گا۔ سردی میں رہائی یا کپڑے نہ ہو تو کسی کو گرم آجائے گا اور
 حاصل ہو جائے گا اور رہنے کیلئے گھر نہ ہو تو سر چھپانے کیلئے کہیں کوئی جگہ مل ہی جائے گی۔ لیکن
 قیامت کے دن جب نیکیاں نہیں ہوں گی تو وہ کہیں سے نہیں ملیں گی۔ پس سورۃ یونس
 خداوندی ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ كَمَا تَقْوَوْنَ آيَوْمًا لَا يُجْزَىٰ وَالْكَافِرُ
عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَانٌّ عَنْ وَالِدِهِ وَلَا شَيْءٌ مِّنْهُ یعنی اے لوگو! اپنے
 رب سے ڈرو۔ اور اس دن کا خون کرو کہ جس میں کوئی باپ اپنے بچے کے کام نہ آئے گا اور
 کوئی کام والا بچہ اپنے باپ کو کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا۔ اور پس سورۃ عبس میں ارشاد
رَبِّ ذُو الْجَلَالِ ہے۔ يَوْمَ يَقُفُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ - وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ - وَصَاحِبَتِهِ وَ
بَنِيهِ۔ لیکن اَمْرِي مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ۔ یعنی قیامت کا دن وہ ہر ایک
 دن ہو گا کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنے ماں باپ سے بھاگے گا یہاں تک کہ اپنی بیوی
 اور بیٹوں سے بھی راہ فرار اختیار کرے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن اپنی نجات کی ایک
 فکر ہوگی کہ وہی اس کے لئے ہیں ہوگی مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی کی مدد کرنے اور کسی کو
 تیار نہ ہو گا۔ تو حقیقت میں فریب دہی شخص ہے کہ جس کے پاس قیامت کے دن ٹیکیاں نہ ہیں۔

(درود شریف)

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ حج کرنے سے چھوٹا بڑا سارا نفع و معاف ہو جاتا ہے
 زندگی بھر نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے، دوسرے کی زمینوں، درختوں،
 اور جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کر لیتے ہیں، غلط کاموں میں پوری زندگی گزارتے ہیں اور جب
 دیکھتے ہیں کہ مرنے کا وقت آگیا تو حج کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سارا نفع و معاف ہو گیا اور ہم
 ایسے ہو گئے جیسے کہ ابھی اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔

تو اے مسلمانو! اعلیٰ حضرت پیشوا کے اہلسنت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ وارضوانہ

رسالہ مبارکہ اعجب الامداد میں اس مسئلہ کی نفیس تحقیق فرمائی ہے جس کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ حج سے گناہوں کی معافی کا مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

وہ فرماتے ہیں کہ جس نے پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کیا اور اس میں لڑائی جھگڑا نیز ہر قسم کے گناہ اولادنا فرمائی سے بچا پھر حج کے بعد فوراً امر گیا اتنی مہلت نہ ملی کہ جو حقوق اللہ یا حقوق العباد اس کے ذمہ تھے انھیں ادا کر تایا ادا کرنے کی فکر کرتا۔ تو حج قبول ہونے کی صورت میں امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام حقوق کو معاف فرمائے اور حقوق العباد کو اپنے ذمہ کرم پر لیکر حتی والوں کو قیامت کے دن راضی کرے اور خصوصیت سے نجات بخشے اور اگر حج کے بعد زندہ رہا اور حتی الامکان حقوق کا ادا رک کر لیا یعنی ساہاڑے گزشتہ کی مالقی زکاۃ ادا کر دی، چھوٹی ہوئی نماز اور روزہ کی قضا کی جس کا حق مار لیا تھا اس کو۔ یا مرنے کے بعد اس کے وارثین کو دیدیا۔ جسے تکلیف پہنچائی تھی معاف کر لیا جو صاحب حق نہ رہا اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے ادا کرتے کرتے کچھ رہ گیا تو موت کے وقت اپنے مال میں سے ان کی ادائیگی کی وصیت کر گیا۔ خلاصہ یہ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے چھکارے کی ہر ممکن کوشش کی۔ تو اس کے لئے بخشش کی اور زیادہ امید ہے۔ ہاں اگر حج کے بعد قدرت ہونے کے باوجود ان امور سے غفلت برتی انھیں ادا نہ کیا۔ تو یہ سب گناہ از سر نو اس کے ذمہ ہوں گے۔ اس لیے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد تو باقی ہی تھے۔ ان کی ادائیگی میں تاخیر کرنا پھر تازہ گناہ ہوا جسے ازالہ کیلئے وہ حج کافی نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حج گزرے ہوئے گناہوں یعنی وقت پر نماز اور روزہ وغیرہ ادا نہ کرنے کی تقصیر کو دھوتا ہے۔ حج سے قضا شدہ نماز اور روزہ ہرگز نہیں معاف ہوتے اور نہ آئندہ کیلئے پروانہ آزادی ملتا ہے۔ انتہی کلام

اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مسئلہ پر بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی میں دیر لگانا اور نماز و زکاۃ وغیرہ کو ادا کرنے میں تاخیر کرنا چونکہ یہ حقوق اللہ میں سے ہیں۔ اس لئے فقط تاخیر کا گناہ جو ماضی میں ہو چکا

وہ معاف ہو جائے گا۔ لیکن اصل قرض اور غارز و زکاۃ وغیرہ فرائض کی ادائیگی میں جو آئندہ تاخیر ہوگی وہ معاف نہیں ہوگی۔ اور علامہ شامی بحر الرائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حج جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرض کی ادائیگی اور صوم و صلاۃ کی قضا اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا وہم ہے۔ اس لئے کہ امت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ ————— پھر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ تو یقیناً کیسا قائل نہیں کہا جاسکتا کہ حج ان کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جو حقوق اللہ ہیں۔ تو پھر کبھی سلامتی حقوق العباد کا کفارہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

دعا ہے کہ خدائے عزوجل ہم سب کو پورے طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق رفیق بخشے۔ اور دنیا و آخرت میں ہمیں مفلسی کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین

(درود شریف)

شیخ محقق لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری وصیت کے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو! جس شخص پر کوئی حق ہوا ہے چاہئے کہ وہ ادا کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ رسوائی ہوگی اس لئے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت آسان ہے۔ آپ کے اس اعلان پر ایک صحابی اٹھ اور انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی اور اس میں سے تین درم لے لیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کس چیز نے تم کو خیانت کرنے پر مجبور کیا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تین درم کی ضرورت تھی۔ حضور نے حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان سے تین درم لیاؤ (مدارج النبوة)

کتنے اچھے تھے وہ کہ انھوں نے آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لئے بھرے مجمع میں دنیا کی رسوائی اختیار کی، اپنی خیانت کا اعلان کر دیا اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کیلئے دنیا کی رسوائی میں کوئی عار نہیں محسوس کیا۔ ————— دعا ہے کہ خدائے ذوالجلال ہم سب کو حضور اور ان کے صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور آخرت رسوائی سے بچنے کا پورا جذبہ نصیب

فرماتے۔ آمین (درود شریف)

علامت کی ابتدا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض وفات کی ابتدا کب ہوئی۔ اس کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب ماہ صفر کے ختم ہونے میں ایک یا دو روز باقی رہ گئے تھے تب علامات کی ابتدا ہوئی یعنی سنہیں درد پیدا ہوا۔ اور حضرت سلیمان بنی جو کہ ثقہ لوگوں میں سے ہیں انہوں نے اس بات پر جزم کیا ہے کہ ۲۲ صفر کو مزاج مبارک ناساز ہوا۔ (اشعۃ اللمعات)

مزاج اقدس کی ناسازی کے زمانہ میں بھی آپ پاچھ دن تک ازراہ عدل باری باری ایک ایک زوچہ محترمہ کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے جب مرض میں بہت شدت پیدا ہو گئی تو ازواج مطہرات کی اجازت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک میں قیام فرمایا اور جب تک طاقت رہی آپ خود مسجد نبوی میں نمازیں پڑھانے کیلئے تشریف لاتے رہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض نے جب غلبہ کیا تو آپ نے فرمایا مَرُّوا اَبَابِکُمْ فَیُصَلِّ بِالْاَسَ یعنی ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ نرم دل آدمی ہیں۔ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ دوبارہ فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقہ نے پھر وہی عذر پیش کیا تو حضور نے تیسری بار پھر وہی حکم تباہید فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی حضور کی حیات ظاہری میں انہوں نے کل سترہ نمازیں پڑھائیں۔ — علامہ کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بہت واضح دلالت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلقاً تمام صحابہ سے افضل اور خلافت و امامت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

حدیث قرطاس

ہماری دُعا میں ہے کہ وفات سے چار دن پہلے جو اہل بیت کے سب سے بڑے سردار اقدس صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درویش بہت بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس شاذلی بڑی لاکھ میں تھا۔ اس لئے ایک قرینہ دوں تاکہ اس کے بعد تم دیکھ سکو تو صحابہ میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس وقت حضور کو کسی ساری کی تکلیف زیادہ ہے۔ تمہارے پاس قرآن ہے۔ وہی اللہ کی کتاب تمہارے لئے کافی ہے بعض لوگ کہتے تھے حضور کے پاس لکھنے کا سامان رکھ دو۔ اور کئی لوگوں نے کہا مائتہ شاند آٹھ استغنیٰ ہوگا۔ یعنی حضور کا کیا حال ہے؟ کیا جدائی کا وقت قریب آگیا؟ آپ سے دریافت کرو۔ بعض صحابہ نے لکھنے کے بارے میں آپ سے دریافت کرنا شروع کیا۔ تو جواب میں آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اس لئے کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلافت کا معاملہ لکھنا چاہتے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روک دینے سے یہ اہم معاملہ رہ گیا۔ — تو اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ خلافت کا معاملہ لکھنا ہرگز منظور نہ تھا۔ اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت کے متعلق حضور نے اسی مرض میں ارادہ فرمایا تھا جیسا کہ سلم شریف جلد دوم صفحہ ۶۳ میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ان کے لئے وصیت نامہ لکھ دوں۔ اس لئے کہ میں ڈرنا ہوں کہ کوئی آرزو کرے یا آرزو کرے یا کوئی کہنے والا کہے کہ میں افضل ہوں۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ اور مومنین ابو بکر کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے۔ — مگر ایسا ارادہ فرمانے کے بعد پھر حضرت عمر یا کسی اور کی ممانعت کے بغیر حضور نے خود بخود لکھنا موقوف کر دیا۔ اور پھر اگر خلافت کیلئے وصیت ہی کرتی تھی تو اس کے لئے لکھنا ضروری نہ تھا بلکہ جو لوگ حجرہ مبارکہ میں موجود تھے ان کے سامنے زبانی وصیت کر دینا ہی کافی تھا۔

بخاری اور مسلم میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز کے وقت آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو آپ کھڑے ہوئے اور حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سہارے مسجد میں تشریف لائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ فرمایا کہ نہ ہٹو۔ آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے یعنی ان کو اپنے داہنے کیا اور اس طرح آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ آپ کو دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر دوسرے لوگ نماز کے ارکان ادا کرتے رہے۔ نماز کے بعد آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے صحابہ کرام کو بہت سی وصیتیں فرمائیں۔

حدیث شریف میں ہے جبکہ آپ کی علالت بہت سخت ہو چکی تھی۔ آپ کو یاد آیا کہ میری ملکیت میں چھ سات اشرفیاں ہیں۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم فرمایا کہ اسے خیرات کر دیں مگر وہ مشغولیت کے سبب خیرات نہ کر سکیں۔ تو حضور نے خود ان اشرفیوں کو ننگا کر خیرات کر دیا اور فرمایا کہ اللہ کا نبی خدائے تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اشرفیاں اس کے قبضہ میں ہوں تو یہ مقام نبوت کے متافی ہے۔ (اشعۃ اللمعات) مرض میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ دو شنبہ کے روز جس دن آپ کی وفات ہوئی صبح کے وقت آپ کی طبیعت بظاہر پرسکون تھی مگر دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا آپ پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی اور پھر افاقہ ہو جاتا تھا۔

بخاری شریف میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وفات سے کچھ پہلے حضور میرے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ میرے بھائی عبدالرحمن بن ابوبکر اس حال میں آئے کہ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبدالرحمن کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں جانتی تھی کہ آپ مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا میں عبدالرحمن سے آپ کے لئے مسواک لیلوں۔ آپ ہسر کے اشارہ سے فرمایا کہ ہاں لے لو۔ میں نے عبدالرحمن سے مسواک لیکر آپ کو دیدی مگر آپ کو اس مسواک

کا چہانہ شور معلوم ہوا اس نے کہ وہ دست حق میں سے مخرج کیا گیا میں مسواک کو ہم کو ملے
آپ نے اجازت دیدی تو میں نے مسواک کو نرم کر دیا اور آپ نے اس کو اپنے دانتوں پر
پھیرا۔ (ابوداؤد شریف)

آپ کے سفر آخرت کا وقت قریب آ رہا تھا۔ ماضی کی گھر گھر ایٹ سبب میں مصروف ہو چکے
تھے۔ اسی وہ میان میں لب بہانہ کہنے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے اللہ لعلک و نعلک
ایمانکھ۔ یعنی تازا اور غلام و باندگی۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ وفات کے دن حضرت جبریل علیہ السلام آئے تو ان کے ساتھ
ایک فرشتہ اور تھانویک لاکھ ایسے فرشتوں کا افسر تھا جن میں سے ہر ایک فرشتہ ایک ایک
لاکھ فرشتوں کا افسر تھا۔ اس فرشتہ نے ماضی کی اجازت طلب کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے جبریل سے اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت جبریل نے عرض کیا کہ یہ موت کا فرشتہ ہے
ماضی کی اجازت چاہتا ہے۔ اور آج سے پہلے نہ تو اس نے کسی سے اجازت طلب کی ہے
اور نہ آنکہ وہ اس کے بعد کسی آدمی سے اجازت طلب کرے گا۔ آپ نے فرمایا اس کو بلادو
تو حضرت جبریل نے اسے بلایا۔ اس نے حاضر ہو کر سلام کیا اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ !

خدا سے تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اگر آپ حکم دیں گے تو میں آپ کی دعا
کو قبض کروں گا اور دھوڑ دوں گا۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو میری مرضی
کے مطابق عمل کرے گا۔ موت کے فرشتہ نے عرض کیا ہاں مجھے کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ آپ
فرمائیں میں اسی کے مطابق عمل کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے حضرت جبریل کی طرف دیکھا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ! اس آیت اللہ
قل استأذن لی انی ابتغی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشاق ہے۔ تو حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے موت کے فرشتہ سے فرمایا کہ جس بات کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کر۔

بھاری اور مسلم میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب موت کا فرشتہ
حاضر ہوا اس وقت حضور کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ اچھے چٹھی طاری ہوئی پھر موش آیا تو آپ

چھت کی طرف دیکھنے لگے۔ اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ عین وصال کے وقت حضور
کاسر مبارک حضرت عائشہ کے سینے اور علق کے درمیان تھا اور قریب میں پانی کا ایک برتن رکھا
ہوا تھا۔ آپ اس پانی میں ہاتھ ڈالتے اور ان کو چہرے پر پھیر لیتے۔ اور فرماتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور موت کے وقت سختیاں ہیں۔ پھر حضور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور فرمانے لگے
رَبِّ السَّامِیِّ الْأَعْلٰی یعنی اے اللہ! مجھے رفیقِ اعلیٰ میں کر دے۔ یا یہ مطلب تھا کہ میں رفیقِ اعلیٰ
میں آنا چاہتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اِنْ تَرَبُّتُ السَّامِیُّ الْأَعْلٰی یعنی میں
نے رفیقِ اعلیٰ کو اختیار کیا۔ (اشعۃ اللغات) یہی کہتے کہتے ہاتھ ٹٹک گئے اور درودِ قدسی عالم
قدس میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (درود شریف)

وصال کا اثر

برآذکارِ اسلام۔ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات
حسرت آیات سے اہلبیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو
جو صدمہ جانکاہ پہنچا وہ بیان سے باہر ہے۔ لوگ حضور کی محبت میں ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ ان کی سمجھ
میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کریں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت ہو گئی کہ ان پر سکتہ
طاری ہو گیا بولنے کی طاقت نہیں رہ گئی حالت بے قراری میں ادھر سے ادھر آتے جاتے تھے۔
مگر کسی سے کچھ کہتے نہیں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر غم سے نڈھال ہو گئے کہ ایک
جگہ بیٹھ گئے اور بٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال ہوا کہ وہ
ننگی تلوار بیکر مدینہ شریف کے بازار اور گلیوں میں گھومتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کہے گا کہ حضور
کی وفات ہو گئی میں اسی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ وصال کے وقت اپنے گھر تھے۔ جب یہ خبر سنی تو رو دتے ہوئے اور روافیہ احمدیہ کے گھر سے
لگاتے ہوئے مسجد شریف میں حاضر ہوئے دیکھا کہ صحابہ کرام حیران و پریشان ہیں۔ آپ نے کسی سے
بات نہیں کی اور نہ کسی کی طرف توجہ ہوئے۔ سیدے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجر مبارک
میں پہنچے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک چہرہ سے چادر ہٹائی اور پیشانی انور کو بوسہ دیا
روتے ہوئے باہر نکلے۔ خداے تعالیٰ کا ان پر یہ خاص فضل ہوا کہ حضور سے انتہائی محبت کے

یادِ جودان کے ہر شے وجود میں بجا ہے۔ آپ مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں موجود تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نہیں بیٹھیں گے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں چھوڑ دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ دینا شروع کیا۔

فرمایا اے لوگو! کان کھول کر سن کو کہ جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو وہ جہان سے کہ ان کا دھمال ہو گیا۔ اور جو خدا کے تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ خدا زبردست ہے وہ کبھی نہیں مرے گا اس پر کبھی موت نہیں طاری ہو سکتی۔ پھر آپ نے وہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تھیں کہ پڑھنے کا شرف ہم ابتداء سے تقریر میں حاصل کر چکے ہیں وَمَا خُتِلَ إِلَّا مَا سُئِلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَائِكَ رَسُولٍ هِيَ۔ فَنُخَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ ان سے پہلے اور رسول ہر چلے آقاؤں مَاتَ أَوْ قَتِلَ امْتَلَأَتْ عَلَى أَغْصَابِكُمْ۔ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اپنے پاؤں پھر جاؤ گے؟ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنُيَخِّرَنَّ اللَّهُ شَيْئًا۔ اور جو اللہ کے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا۔ یعنی جو اپنے دین پر ثابت رہیں گے اور انہیں پھر دیئے گئے وہ گروہ شاكرين ميں سے ہیں۔ خدا کے تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمانے سے لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا کوئی اس آیت کریمہ کو جانتا ہی نہ تھا۔ ان سے منکر اب اسی آیت کریمہ کو ہر شخص پڑھنے لگا۔ اور مدارج النبوة میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے یہ آیت کریمہ سنی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس سے پہلے میں نے اس آیت کریمہ کو سنا ہی نہ تھا۔ سننے کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس یقین کے بعد میرے بدن میں لرزہ پیدا ہوا اور میں زمین پر گر پڑا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ گویا ہماری نگاہوں پر پردہ پڑا ہوا تھا جس کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ نے اٹھا دیا۔ ان سے سن کر

اب اسی آیت کریمہ کو شہر شخص پڑھنے لگا جس سے لوگوں کو کچھ سکون حاصل ہو گیا۔ (درد و شرمینہ)
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب قرآن مجید کی آیت کریمہ پڑھ کر سنائی تو اگرچہ
اس سے لوگوں کو کچھ سکون حاصل ہو گیا لیکن اب اتنا وقت نہیں باقی رہ گیا تھا کہ اسی روز تجہیز
و تکفین ہو سکے اس لئے دوسرے روز شنبہ شگل کو یہ کام انجام پایا۔

تجہیز و تکفین

مذارج النبوة میں ہے کہ وصیت کے مطابق جب عزیز و اقارب نے
حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وفات کے بعد غسل دینا چاہا تو آواز آئی
کہ اللہ کے رسول کو غسل نہ دو کہ وہ پاک و صاف ہیں انھیں غسل کی حاجت نہیں۔ آواز کس
نے دی اور کدھر سے آئی؟ لوگوں نے بہت چھان بین کی مگر کچھ پتہ نہیں چلا معلوم ہوا کہ غیب
سے آواز آئی ہے تو بعض لوگوں نے چاہا کہ غیبی آواز پر عمل کیا جائے اور غسل نہ دیا جائے۔ تو
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایسی آواز کے سبب کہ جس کی حقیقت سے ہم
واقف نہیں ہیں کہ وہ کہاں سے آئی ہے اور کہنے والا کون ہے۔ ہم اسلام کے طریقہ کو ہرگز نہیں
چھوڑ سکتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم غسل ضرور دیں گے۔ اتنے میں پھر دوسری غیبی
آواز آئی کہ اللہ کے رسول کو غسل دیا جائے۔ پہلی آواز ابلیس کی تھی اور میں خضر ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام کی آواز کے بعد جب لوگوں نے غسل کا ارادہ کیا تو پھر ایک دوسرا
اختلاف پیدا ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے پیراہن مبارک میں غسل دیا جائے یا
دوسرے لوگوں کی طرح بدمہ نہ کر کے نہلا یا جائے؟ ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہو پایا تھا کہ ایک طرف
سے پھر غیبی آواز آئی۔ اللہ کے رسول کو بدمہ نہ مت کرو۔ ان کو انہی کے پیراہن مبارک میں غسل
دو۔ اب حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس اور
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مل جل کر آپ کو غسل دیا اور حضرت اوس بن خولی
انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کا گھڑا بھر کر لاتے تھے۔ غسل کے بعد حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی ناف مبارک اور ہلکوں پر پانی کے جو قطرے اور تری رہ گئی تھی جو شہادت
میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اپنی زبان سے چاٹ کر پی لیا۔ آپ فرماتے تھے کہ

اس کی برکت سے میرا علم و ذر قوت حافظہ بہت بڑھ گئی۔

اشق اللغات میں ہے کہ غسل کے بعد حضور کو تین سفید سوئی کپڑوں کا کفن دیا گیا جو

یمن کے ایک گاؤں "سحول" کے بنے ہوئے تھے۔

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے اس کے متعلق صحابہ

قبر شریف

میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے کہا کہ اسی حجرہ مبارکہ میں دفن کیا

جائے جہاں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ اور ایک گروہ نے مشورہ دیا کہ مسجد نبوی آپ کا دفن

ہونا چاہئے۔ بعض صحابہ نے رائے دی کہ جنت البقیع جو مدینہ شریف کا عام قبرستان ہے اس میں

دفن کیا جائے۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ بیت المقدس میں آپ کی قبر ہونی چاہئے اس لئے کہ

وہاں بہت سے انبیائے کرام کی قبریں ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر نبی وہیں دفن کیا گیا ہے کہ جہاں

اس کی وفات ہوئی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دروے

زمین پر خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس جگہ سے بڑھ کر کوئی جگہ عظمت اور بزرگی والی نہیں ہے کہ

جہاں اللہ کے رسول کا وصال ہوا ہے۔ اس گفتگو کے بعد تمام صحابہ کرام حجرہ عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا میں حضور کو دفن کرنے پر متفق ہو گئے اور وہی جگہ قبر شریف کیلئے متعین ہو گئی۔ (درود شریف)

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ شریف

میں دو آدمی قبر کھودا کرتے تھے۔ ایک ان میں حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے

جو مدینہ شریف کے رواج کے مطابق نبی یعنی نبی قبر کھودا کرتے تھے۔ اور دوسرے حضرت

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو نبی نہیں کھودتے تھے بلکہ شق یعنی صندوق قبر

بناتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ میں اختلاف ہوا کہ کس طرح کی قبر

کھودی جائے۔ تو لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجا جائے

جو ان میں سے پہلے آئے گا وہ اپنا کام کرے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی یا

اے العالمین! قبر کے بارے میں اپنے پیارے رسول کے لئے وہ صورت اختیار فرما جو تجھے محبوب

دیسندہ ہو۔ اور قبر کھودے والوں کے پاس بلائے کیلئے آدھی بھیجے گئے تو پہلے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے جو کھودا کرتے تھے تو انھوں نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سفلی قبر تیار کی۔

نماز جنازہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازہ اقدس پر نماز کے بارے میں فقہائے کرام کی مختلف رائیں ہیں۔ بہت سے علماء عام لوگوں کی نماز جنازہ کی طرح مانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر جب ایک بیعت نہ ہوئی تھی تو لوگ فوج و رفوج حجۃ مبارکہ میں آتے اور جنازہ اقدس پر نماز پڑھتے جاتے جب بیعت ہو گئی تو دلی شرع حضرت ابو بکر صدیق ہوئے۔ انھوں نے جنازہ مبارکہ پر نماز پڑھی پھر ان کے بعد کسی نے نہیں پڑھی کہ دلی کے پڑھنے کے بعد پھر کسی کو نماز جنازہ پڑھنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح نماز جنازہ عام طور پر ہوتی ہے حضور کی نماز جنازہ اس طرح نہیں ہوئی بلکہ لوگ گروہ درگروہ حاضر ہوتے اور صلاۃ و سلام عرض کرتے جس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے یہی اور طرانی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے غسل و کفن سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب سے پہلے جبریل مجھ پر صلاۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ۔ اور پھر گروہ درگروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جاؤ۔ اتنی کلام۔

جس حجۃ مبارکہ میں وصال ہوا غسل و کفن کے بعد آپ کو وہیں رکھا گیا۔ لوگ ہر چار دن سے نماز جنازہ کے لئے ٹوٹ پڑے لیکن چونکہ حجۃ مبارکہ میں جگہ کم تھی اس لئے تھوڑے تھوڑے کر کے پہلے مرد لوگ حاضر ہوئے پھر عورتیں اور بچے۔ اس سبب سے بھی دفن میں تاخیر ہوئی جس کو بعض ناسمجھ دوسری غلط باتوں پر محمول کرتے ہیں۔

بہر حال سب لوگ جب نماز جنازہ یا درود و سلام پڑھ چکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس

حضرت فضل بن عباس اور حضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کے جسم اقدس کو قبر انور میں اٹا کر قبلہ رو دیا ہے پہلو پر لٹایا۔ اور بعض حدیث شریف کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ کی قبر مبارک میں اترے تھے۔

رَبِّ اُمِّی اُمِّی مدارج النبوة میں ہے کہ آپ کی قبر مبارک سے جو آخر میں نکلے وہ قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی جب آخری زیارت ہم نے کی تو دیکھا کہ آپ کے لبہائے مبارک ہل رہے ہیں۔ ہم نے اپنا کان قریب کر دیا تو سنا کہ حضور سُبَّ اُمِّی اُمِّی فرما رہے ہیں۔

بِرَادَاتِ اِسْکَلَامٍ۔ قربان جائیے اپنے ہریان آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کہ وہ ہمیشہ ہم گنہگاروں کی فکر میں رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ امت کے گناہوں کے غم سے حضور کبھی پوری ایک رات بستر پر آرام سے نہیں سوئے۔ اور کبھی ایسا ہوتا کہ رات رات بھر ہم لوگوں کے لئے خدائے تعالیٰ سے دعائیں مانگتے اور بخشش کے انتظار میں روتے رہتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

اشک شب بھر انتظارِ عفوِ امت میں بہیں

میں خدا اور چاند یوں اختر ستاری واہ وا

اور ایک شاعر یوں کہتا ہے۔

تمہارے ہی لئے تھا اے گنہگار دوسرے کا روا

وہ شب بھر جاگنا اور رات بھر رونا محمد کا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اگر کالی گٹھا چھاجاتی تو ہمارے ہریان آقا پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے چین ہو جاتے۔ کبھی حجرہ مبارکہ میں آتے اور کبھی مسجد میں پہنچ کر امت کی حفاظت کیلئے دعا فرماتے

اگر آدمی آتی تو بارگاہ الہی میں سجدہ ریز ہو جاتے۔ دیر تک سر نہ اٹھاتے۔ عذاب سے مامون رہنے کی خدائے تعالیٰ سے دعائیں کرتے اور اس قدر روتے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ غرض کہ ہمیشہ ہماری فکریں رہے کبھی ہم کو فراموش نہیں فرمایا۔ اپنے حجرہ مبارکہ میں رہے تو وہاں یاد فرمایا۔ مسجد میں تشریف لائے تو وہاں یاد فرمایا۔ جنگل و بہاں میں یاد فرمایا۔ پہاڑ کی گھاٹیوں میں یاد فرمایا۔ یہاں تک کہ قبر انور میں لٹائے گئے تو وہاں بھی یاد فرمایا۔

اے خدائے ذوالجلال! ہم گنہگاروں کی طرف سے ہمارے ہر بان آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سبکس پناہ میں درود و سلام کی ڈالیاں بچھاؤ فرما۔ اور قیامت کے دن ہم سب کو ان کی شفاعت نصیب فرما کر جہنم کے عذاب سے حفاظت فرما اور جنت الفردوس میں بہترین جگہ عنایت فرما دیا کہ ہم سب مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال دو شنبہ مبارکہ کو ہوا اور سہ شنبہ یعنی منگل کا دن گذر کر رات میں صحابہ کرام آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا اس کے بعد صحابہ کرام حضرت فاطمہ کے پاس بطور تعزیت آئے۔ تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ انس! — اور اے صحابہ! — تم کو یہ کیسے گوارا ہوا کہ تم نے اللہ کے رسول پر مٹی ڈال دی۔ صحابہ نے کہا اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہم بھی یہی سوچتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیسے مٹی ڈالیں۔ لیکن اللہ کے فیصلہ اور شریعت کے حکم سے کوئی چارہ کار نہیں۔ اس لئے مجبوراً ہم کو ایسا کرنا پڑا۔ پھر حضور کی جدائی میں سب لوگ زار و قطار روئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غم | برادرانِ ملت! رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات

کا اثر یوں تو ہر سال پر بہت ہوا کہ ایسا مصیبت کا دن انہوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔
 حدیث شریف میں ہے۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ جیٹن حضور مدینہ میں تشریف لائے اس سے اچھا اور
 پرست دن ہم نے مدینہ شریف میں کبھی نہیں دیکھا کہ اس شہر مبارک کی ہر چیز روشن اور تابناک
 ہو گئی۔ اور جس دن کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس دن سے زیادہ المناک
 اور برا دن ہم نے مدینہ طیبہ میں کبھی نہیں دیکھا کہ سب چیزوں پر تاریکی چھا گئی۔ ہر گھر
 سے رونے اور گریہ و زاری کرنے کی آواز آتی تھی پورا مدینہ شریف ماتم کدہ بنا ہوا تھا لیکن
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا کہ ان کا حجرہ مبارک جس میں
 حضور کا وصال ہوا تھا دن کے بعد وہ بَنَتْ الْحُزْنَ وَالْفِرَاقَ ہو گیا تھا کہ شب و روز
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی رویا کرتی تھیں۔ اور خاص کر حضور کی محنت جگر نور نظر
 حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ کو بے انتہا غم ہوا کہ وہ رات بھر اور دن بھر حضور کی جدائی
 میں آنسو بہایا کرتیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور کے وصال فرمانے کے بعد کبھی کسی نے
 ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ (درود شریف)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ دن کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت فاطمہ
 زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے سر ہانے حاضر ہوئیں۔ مزار مبارک سے تھوڑی مٹی اٹھا کر اشک
 آلود اور آنسوؤں سے بھری ہوئی اپنی آنکھوں پر رکھا اور فرمایا۔

مَا ذَا عَلَيَّ مَنْ شَرُّ رَبِّةٍ أَحَدًا

أَنْ لَا يَشْرُمَدَى السَّامَانَ عَوَالِيَا

یعنی کیا حرج ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو سونگھے تو وہ کبھی
 کسی بیش قیمت خوشبو کو نہ سونگھے مطلب یہ ہے کہ حضور کی تربت اور سے ایسی خوشبو آ رہی ہے کہ جو
 شخص اسے سونگھے تو پھر کسی دوسری خوشبو کو سونگھنے کی اسے حاجت نہیں۔

اور فرمایا۔ صَبَّتْ عَلَى مَصَابِئِ لَوَائِهَا

صَبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صَوْنِ لِيَالِيَا

یعنی ہم پر ایسی مصیبتیں آئیں گی اگر مصیبتیں روز روشن پر آجائیں تو وہ مارے غم کے رات
بن جائیں (ایک بار پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھئے)

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں

برادرانِ اسلام
بعض لوگوں کا

عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب زندہ نہیں بلکہ مرمی مل گئے جیسا کہ وہابیوں
دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان ص ۴۲ پر لکھا ہے مگر
یہ عقیدہ مذہبِ حقِ اہلسنت و جماعت کے خلاف ہے اور باطل ہے۔

حدیث شریف کی معتد اور مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱ پر ہے إِنَّ اللَّهَ حَيٌّ
عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللَّهِ حَيٌّ يُرْسِقُ۔ یعنی
سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے زمین پر انبیائے کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جیموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔ لہذا اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ رزق
دے جاتے ہیں۔

اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۷ پر اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق

محدث دہلوی تجاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ”پیغمبر خدا زندہ است بحقیقت
حیاتِ دنیاوی۔ یعنی خدائے تعالیٰ کے نبی دنیاوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں۔

اور مرقاۃ جلد دوم ص ۲۱۲ پر رئیس المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ لَا فَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ وَلِذَا قُتِلَ أَوْلِيَاؤُ

اللَّهِ لَا يَمُوتُونَ وَلَكِنْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ۔ یعنی انبیائے کرام کی

بل وصال اور بعد وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ محبوبانِ

دار امرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف

قل ہو جاتے ہیں۔

اور حدیث کی اسی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف ص ۱۲ پر ابو داؤد، نسائی، دارمی،

بہقی اور ابن ماجہ یعنی حدیث کی پانچ صحیح کتابوں سے روایت ہے اِنَّ اللہَ سَخَّرَ لَی
الرَّسُولِ مِنْ اَجْسَادِ الْاَنْبِیَاءِ یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ
عزوجل نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کو زمین پر دکھانا، حرام فرما دیا ہے
میں الحدیث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاة جلد دوم صفحہ ۲۰۹ پر اسی حدیث
کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ فِیْ قُبُورِہِمْ اَحْیَاءٌ یعنی انبیائے کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

اور سید المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعة اللمعات
جلد اول صفحہ ۵۴۳ پر اسی حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ "حیات انبیا متفق علیہ است" صحیح
کس را دروے خلافت نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدا
راست یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور ان کی زندگی سب مانتے آئے
ہیں کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ ان کی زندگی جسمانی حقیقی دنیاوی ہے۔ شہیدوں
کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں ہے۔

حضرت شیخ متفق کی اس شرح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ حیات گیارہویں صدی
ہجری تک یہ مسئلہ متفق علیہ رہا کہ انبیائے کرام بعد وصال بھی زندہ رہتے ہیں اس میں کسی کو
اختلاف نہیں یعنی جو لوگ کہ انبیائے کرام کو زندہ نہیں مانتے چاہے وہ دیوبندی ہوں یا وہابی
ان کا مذہب اور ان کا یہ عقیدہ نیا ہے۔ اہلسنت وجماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
فرمانے کے مطابق ہمیشہ ہی عقیدہ رکھتے رہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ
ہیں اور روزی دئے جاتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اگر بعد وفات زندہ نہ ہوتے اور مر کر
مٹی میں مل گئے ہوتے (معاذ اللہ رب العالمین) تو معراج کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے بیت المقدس میں کیسے آتے۔ معلوم ہوا کہ بیشک انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام زندہ ہیں (ایک باہم سب لوگ مل کر پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)۔

اور یہ بھی خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی جہاں حقیقی دنیاوی ہے۔ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ترکہ نہیں تقسیم کیا جاتا اور نہ ان کی بیویاں دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں۔ اور شہیدوں کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور ان کی بیویاں عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر زنی نہیں ہے بلکہ دنیاوی ہے۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ وہ ہم جیسے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں جیسا کہ نور الایضاح کی شرح مراقی الفلاح مع طحاوی مطبوعہ مصر ص ۴۴ میں حضرت شیخ حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں وَمِمَّا هُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ أَنَّ صَلَاتِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُورَثَ قُتْمَتَيْهِ بِكُلِّ مَلَأَةٍ وَالْعِبَادَاتِ غَيْرِ أَنَّ حَاجِبَ عَنْ أَبْصَارِ الْقَاصِرِينَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْمَقَامَاتِ۔ یعنی یہ بات ارباب تحقیق کے نزدیک ثابت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان پر روزی پیش کی جاتی ہے۔ ساری لذت والی چیزوں کا مزہ اور عبادتوں کا سرور پاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کہ بلند درجوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

اور شہاب العلوم حضرت علامہ شہاب الدین خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد اول ص ۱۹۴ میں تحریر فرماتے ہیں اَلَا نُبَيِّأُ عَنْهُمْ السَّلَامُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ هُوَ حَيَاةٌ حَقِيقَةٌ۔ یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقی زندگی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

اور رئیس المدین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرآۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول

۳۸۴ میں تحریر فرماتے ہیں اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی یُرْزَقَ وَ یُسَمَدَ مِنْهُ الْمَدَدُ الْمَطْلُوْقُ یعنی بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ اور با حیات ہیں انھیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔

اور سید المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے

مکتوب سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل مع اخبار الاخیار مطبوعہ

رحیمہ دیوبند ص ۱۶۱ میں فرمایا کہ ”باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک

کس را دریں مسئلہ خلافت نیست کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ بحقیقت حیات بے شائبہ

مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر۔ و مطالبان حقیقت را و

متوجہان آں حضرت را مفیض و مربی۔ یعنی علمائے امت میں اتنے اختلافات و

کثرت مذاہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آں حضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات (دنیاوی) کی حقیقت کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ اس حیات

نبوی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا دہم نہیں ہے۔ اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

یز مطالبان حقیقت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے کہ آں حضرت کی جانب توجہ رکھتے ہیں

حضور ان کو فیض بخشنے والے اور ان کے مربی ہیں۔

اور پارہ ۲۳ آخری رکوع کی آیت کریمہ اِنَّكَ مَيِّتٌ میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے لئے موت آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے تو اس سے مراد اس عالم دنیا سے منتقل ہونا

ہے۔ اور احادیث کریمہ و اقوال ائمہ میں حیات سے بعد وصال کی حقیقی زندگی مراد ہے۔

(ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)

حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واقعات کی روشنی میں

برادران ملت! آقاے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام بعد وصال زندہ ہیں۔ اس کے بارے میں احادیث کریمہ اور ائمہ عظام کے بہت

سے اقوال آپ لوگوں نے سن لیا۔ اب ہم چند واقعات بیان کرتے ہیں جن سے یہ بات اچھی طرح واضح اور روشن ہو جائے گی کہ شی بعد وصال زندہ رہتا ہے مرنے نہیں ہے۔

علامہ سمیع الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب وفاء الوفاً بخیار دارالمصطفیٰ

جلد اول ص ۴۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان نور الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو عادل بادشاہ اور بڑے متقی تھے۔ ان کی رات کا بہت سا حصہ تہجد اور وظیفے میں خرچ ہوتا تھا۔ ۶۵۵ء میں ایک رات جبکہ تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد وہ سوئے تو خواب میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ان کو نصیب ہوئی۔ سرکار اقدس نے دو کیری آنکھ والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بادشاہ سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو۔ بادشاہ گھبرا کر اٹھے وضو کیا اور جب کچھ نوافل پڑھ کر دوبارہ سوئے تو پھر بعینہ وہی خواب دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں ان دونوں سے میری حفاظت کرو۔ بادشاہ پھر بیدار ہو گئے وضو کیا اور جب تیسری بار کچھ نوافل پڑھ کر سوئے تو پھر وہی خواب دیکھا۔ اٹھ کر فرمایا کہ اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں۔ رات ہی کو فوراً اپنے وزیر کو بلا یا جو نیک اور صالح آدمی تھے۔ نام جمال الدین بتایا جاتا ہے۔ ان کو سارا قصہ سنایا۔ وزیر نے کہا اب تاخیر کا موقع نہیں ہے فوراً مدینہ منورہ چلے مگر اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کیجئے۔ بادشاہ نے فوراً رات ہی کو تیاری کی۔ وزیر اور ۲۰ مخصوص خادموں کو ساتھ لیکر تیز رفتار اونٹنیوں پر بہت سامان اور مال و متاع لاد کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے اور دن رات چلتے رہے یہاں تک کہ سو پہنچیں روزِ مہر سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ شہر سے باہر غسل کیا اور نہایت ادب و احترام سے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے جنت کی کیاری میں دو رکعت نماز نفل پڑھی اور حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر صلاۃ و سلام عرض کیا پھر نہایت متفکر ہو کر بیٹھے سوچتے رہے کہ اب کیا کریں۔ وزیر نے اعلان کیا کہ بادشاہ نور الدین زیارت کیلئے آئے ہیں اور بہت سا مال اپنے ہمراہ یہاں کے لوگوں پر تقسیم کرنے کیلئے لائے ہیں۔ لہذا سب لوگ ان سے ملاقات کریں۔ اس اعلان کے بعد لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔ بادشاہ ہر آنے والے کو نہایت گہری نگاہ سے دیکھتے رہے۔ سب لوگ یکے بعد دیگرے بادشاہ سے ملاقاتیں کیں اور عطا تئیں لیکر چلے گئے۔

مگر کیری آنکھ والے وہ دو شخص کہ جن کو خواب میں دیکھا تھا نظر نہ آئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اور کوئی باقی رہ گیا ہو تو اس کو بھی بلایا جائے۔ معلوم ہوا کہ اب کوئی نہیں باقی رہ گیا ہے۔ مگر بادشاہ کے بار بار کہنے پر لوگوں نے بہت غور و غوض کیا تو کہا کہ دونیک مرد نہایت متقی اور پرہیزگار مغربی بزرگ ہیں وہ کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے بلکہ خود ہی بہت کچھ صدقات و خیرات اہل مدینہ پر کرتے رہتے ہیں گوشہ نشین لوگ ہیں سب سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ بادشاہ نے ان دو آدمیوں کو بھی بلوایا اور جب وہ آئے تو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ دو آدمی ہیں جو خواب میں دکھلائے گئے تھے۔ بادشاہ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم مغرب کے باشندے ہیں حج کے لئے آئے ہوئے تھے اس سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ زیارت کیلئے حاضر ہوئے اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے کی تمنا ہوئی تو یہاں ٹھہر گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ صبح بتا دو۔ انھوں نے جو پہلے کہا تھا پھر اسی جواب کو دہرایا۔ بادشاہ نے صبح بات بتانے پر بہت اصرار کیا مگر ان لوگوں نے کچھ اور نہیں بتایا بلکہ ہر بار یہی کہتے رہے کہ ہم لوگ حج کے لئے آئے تھے پھر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور کچھ روز کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑوس میں قیام کر لیا۔ بادشاہ نے ان کی قیام گاہ دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ روضہ مبارک کے قریب ہی ایک رباط میں رہتے ہیں۔ بادشاہ نے علم دیا کہ ان دونوں کو یہیں روک رکھیں اور خود انکی قیام گاہ پر گئے۔ وہاں پہنچ کر بہت کچھ دیکھا بھالا تو مال و متاع بہت ساملا اور کٹاپیں بھی رکھی ہوئی ملیں لیکن کوئی ایسی چیز نہیں ملی کہ جس سے خواب کے مضمون کی تائید ہوتی۔

بادشاہ بہت پریشان اور متفکر تھا کہ خواب سچ ہے یہ دونوں آدمی وہی ہیں جو خواب میں دکھلائے گئے لیکن ان کے حالات سے معاملہ کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اور مدینہ طیبہ کے لوگوں کا حال یہ تھا کہ بہت سے لوگ سفارش کے لئے آئے اور بیان دیا کہ یہ دونوں نیک بزرگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں، ہر نماز جنت کی کیاری میں پڑھتے ہیں، حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر صلاً و سلام عرض کرتے ہیں، روزانہ جنت البقیع کی زیارت کرتے ہیں، ہر پنجہ مسجد قبا جاتے ہیں، کسی سائل کو بغیر کچھ دئے ہوئے واپس نہیں کرتے، اس قحط کے سال میں انھوں نے مدینہ شریف

وہاں کے ساتھ بہت ہمدردی اور غلگساری کی ہے۔ بادشاہ ان کے حالات سن کر تعجب کرتے تھے اور ان کی قیام گاہ میں ادھر ادھر متفکر پھر رہے تھے۔ یکایک ان کے مصلے کو اٹھایا جو ایک پڑائی پر بچھا ہوا تھا اور پڑائی کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا جب اس کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ایک سرنگ ظاہر ہوئی جو بہت گہری کھودی گئی تھی اور بہت دور تک چلی گئی تھی یہاں تک کہ حضور کی قبر انور کے قریب پہنچ گئی تھی۔ یہ دیکھ کر سب لوگ دنگ رہ گئے۔ بادشاہ نے ان کو انتہائی غصہ میں کانپتے ہوئے مارنا شروع کیا اور کہا کہ صبح صبح واقعہ بتاؤ۔ ان لوگوں نے بتایا کہ وہ دونوں نصرانی ہیں۔ عیسائی بادشاہوں نے ان کو بہت سال دیا ہے اور آئندہ بہت زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ہم لوگ حاجیوں کی صورت بنا کر اس لئے آئے ہیں تاکہ قبر انور سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو نکال لے جائیں۔ ہم دونوں رات کو یہ جگہ کھودتے تھے اور جو مٹی نکلتی تھی اس کو چمڑہ کی دو مشکوں میں بھر کر رات ہی کو جنت البقیع میں ڈال آیا کرتے تھے۔ بادشاہ اس بات پر کہ خدائے عزوجل نے اور اس کے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خدمت کے لئے ان کو منتخب کیا بہت روئے۔ ان دونوں کو قتل کر لیا اور حجر مبارک کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر اس خندق کو رانگہ یا سیہ پگھلا کر بھرا دیا تاکہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک تک کبھی کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔ (ایک بار ہم سب مل کر اس زندہ نبی پر زندہ دلی کے ساتھ دزد و شریف کا نذرانہ پیش کریں)

اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اگر وہ (معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ) مگر مٹی میں مل گئے ہوتے جیسا کہ وہابیوں اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے تو بادشاہ نور الدین کو وصال کے تفتربا ساڑھے پانچ سو سال بعد حفاظت کے حکم دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول زندہ ہیں اور وہابیوں دیوبندیوں کا عقیدہ باطل ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نمرانیوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کا نبی وصال فرمانے کے بعد مٹی میں نہیں مل جاتا اور نہ کئی

سوال کے بعد وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو نکال کر لے جانے کا پروگرام بناتے

رہا یہ سوال کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق جبکہ

ایک سوال اور اس کا جواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود دوسروں کی

مدد کرتے ہیں اور مشکلیں حل فرماتے ہیں تو انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے بادشاہ نور الدین سے

کیوں کہا اور تم انہوں کو خود ہی کیوں نہیں ہلاک کر دیا۔ اور جب وہ خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے اور

اپنے دشمنوں کو ہلاک نہیں کر سکتے تو وہ دوسروں کی مدد کیا کر سکتے ہیں؟۔ تو اس سوال کا

جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدائے عزوجل کی عطا کی ہوئی طاقت سے اپنی حفاظت

فرما سکتے تھے اور بادشاہ نور الدین کی مدد کے بغیر ان کے دشمن ہلاک ہو سکتے تھے جیسا کہ اسی کتاب

وفاء الوفا جلد اول ص ۴۷ میں ایک دوسرا واقعہ درج ہے کہ حلب کی ایک جماعت سے مدینہ

کا حاکم مل گیا اور بہت سامان رشوت لیکر ان کو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جسم مبارک

کو نکال لے جانے کی اجازت دیدی۔ اور جب وہ لوگ زمین کھودنے کے بہت سے ہتھیار لیکر

باب السلام سے اندر داخل ہوئے اور حجرہ شریف کی طرف چلے تو حضرت شیخ شمس الدین صواب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو خادین حرم نبوی کے افسر تھے اور اس واقعہ کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں

وَاللّٰهُ مَا وَصَلُوا الْيَنْبُوتَ حَتَّى اَبْتَلَعَتْهُمْ اَلْاَرْضُ جَمِيعَهُمْ مَّجْمُوعًا كَان

مَعَهُمْ مِنَ الْاَلَاتِ وَلَمْ يَبْقَ لَهُمْ اَشْيٌ۔ یعنی خدا کی قسم وہ لوگ ابھی منبر شریف تک

بھی نہ پہنچے تھے کہ اچانک ان کو اور ان کے سارے ساز و سامان کو زمین نگلی گئی اور ان کا

نام و نشان مٹ گیا۔

تو اسی طرح وہ دونوں نہرانی بھی ہلاک ہو سکتے تھے۔ مگر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم بادشاہ نور الدین کی کسی نیکی پر ساری دنیا سے اسلام میں ان کے نام کو روشن و

منور فرمانا چاہتے تھے اور آخرت میں ان کو مرتبہ جلیلہ پر فائز کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے یہ خدمت

ان کے سپرد فرمائی۔

لیکن اگر اب بھی کوئی بد بخت نہ مانے اور یہی بکھارے کہ حضور کو اپنے دشمنوں کے ہلاک

کی طاقت نہیں تھی۔ اس لئے بادشاہ نور الدین سے ہلاک کروایا۔ تو اس بد بخت کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے محبوب کے دشمنوں کے ہلاک کرنے کی طاقت نہیں تھی اس لئے وہ خود ہلاک نہیں کر سکا بلکہ دوسرے سے ہلاک کروایا۔

بِرَّادَ رَانَ اسلافُ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال بھی زندہ ہیں اس سلسلے میں ایک واقعہ اور سماعت فرمائیے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الحاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور قبر انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے۔

بِئْسَ حَالُهُ الْبُعْدُ مَا وَجَّيْتُ كُنْتُ أُرْسِلُهَا
تُقْبِلُ الْأَمْسَ عَيْتِي وَهِيَ نَائِبَتِي

یعنی میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور کے آستانہ مقدسہ کو چومار کرتی تھی۔

وَهَلْ بِدَوْلَةِ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَأَمْدُ دَيْمِيْنِكَ كِي تَخْطِي بِهَا شَفْعِي

یعنی اب ہیروں کی حاضری کا وقت آیا ہے۔ لہذا اپنے دست اقدس کو عطا فرمائیے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عرض پر سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر انور سے اپنے دست مبارک کو باہر نکالا جس کو انھوں نے چوما۔

البنیان المشید میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا جمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور کے دست اقدس کی زیارت کی۔ ان لوگوں میں محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام

یہ ہے کہ — انبیاء کو بھی موت آتی ہے • مگر ایسی کہ قحط آتی ہے
بس اسی آن کے بعد انکی حیات • مثل سابق وہی جismanی ہے

اولیاء اللہ بھی زندہ ہیں • وہابیوں دیوبندیوں کو تو انبیاء کے کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام کے زندگی کے بارے میں بھی کلام ہی ہر ایک
کہ سید الانبیاء اور نبی الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں
یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ حالانکہ اولیاء کے کرام و بزرگان دین کو حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی میں یہ مرتبہ ملا ہے کہ وہ بھی بعد وفات زندہ رہتے ہیں۔ ثبوت کیلئے بروقت
صرف دو واقعہ سماعت فرمائیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مشہور بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کا واقعہ مارف
باشد حضرت مولانا دوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مفتوی شریف کے دفتر چہارم میں تحریر فرماتے ہیں
کہ ایک روز بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مریدوں کے ساتھ ایک راستے سے گزر رہے
تھے کہ اچانک شہر کے کے علاقہ میں خرقان کی طرف سے انھیں خوشبو محسوس ہوئی۔ حضرت اس
خوشبو سے اس قدر مست ہوئے کہ چہرے کا رنگ کبھی سرخ ہوتا تھا اور کبھی سفید۔ ایک مرید نے
عرض کیا کہ حضور کیا معاملہ ہے کہ میں حضرت کے چہرہ کا رنگ بدلتا ہوا پاتا ہوں؟ فرمایا کہ اس طرف
سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے کہ جہاں درجہ ولایت و قطبیت کا ایک بہت بڑا بادشاہ
اتنے سال کے بعد فلاں تاریخ کو تشریف لانے والا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے۔؟
فرمایا کہ ان کا نام ابوالحسن ہے۔ پھر سر سے لیکر پاؤں تک ان کا پورا حلیہ بیان فرمایا۔

حضرت کے بیان کے مطابق ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تاریخ پیدائش کو لوگوں
نے نوٹ کر لیا۔ اور جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد وہی تاریخ
آئی تو خرقان میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیدا ہوئے۔ اور سن بلوغ کو پہنچے
تو لوگوں نے ان سے بیان کیا کہ حضرت بایزید فرمایا کرتے تھے کہ ابوالحسن میرا عقیدت مند ہوگا
اور میری قبر پر اگر مجھ سے فیض حاصل کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی اسی مضمون کا خواب

”پندرہ شریف“ کی حاضری کیلئے گلبرگہ شریف (دکن) سے روانہ ہوئے تو جس روز صوبہ بہار میں
 میر شریف کے قریب پہنچے اسی روز حضرت شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال
 ہوا۔ وفات سے کچھ پہلے انھوں نے وصیت فرمائی تھی کہ ایک سید صحیح النسب جو تارکِ سلطنت
 ہیں اور ساتوں قرائت کے حافظ ہیں وہ عنقریب آنے والے ہیں، وہی میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں
 گے۔ حضرت کا وصال ہو گیا اور جنازہ بھی تیار ہو گیا مگر جن کے بارے میں حضرت نے وصیت
 فرمائی تھی وہ نہیں پہنچے تو شیخ جلالی نام کے ایک شخص آپ کی تلاش میں نکلے جب آبادی کے
 باہر پہنچے تو انھیں دور سے ایک قافلہ آنا ہوا نظر آیا۔ قافلہ قریب پہنچا تو شیخ جلالی آپ کو تلاش کرنے
 لگے۔ لوگوں کی بھڑ میں ان کو ایسا چہرہ نظر آیا کہ جن کی پیشانی میں نور ولایت جیگمگا رہا تھا۔ پوچھا کہ
 حضور سید ہیں؟ فرمایا کہ ہاں۔ پھر ساتوں قرائت کے حافظ ہونے اور ترکِ سلطنت کے بارے
 میں دریافت کیا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ آپ ہی کے بارے میں حضرت نے وصیت فرمائی ہے
 تو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو لائے اور حسبِ وصیت حضرت کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی
 اور وہ دفن کر دیے گئے۔

کچھ وقت بعد مخدوم صاحب کو اطلاع ملی کہ حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 کا مبارک ہاتھ قبر شریف سے باہر نکل آیا ہے اور بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے ہیں مگر کسی
 کی سمجھ میں نہیں آنا کہ معاملہ کیا ہے۔ حضرت مخدوم صاحب مزار شریف کے پاس پہنچے۔ جب
 قبر کے باہر نکلے ہوئے ہاتھ کو دیکھا تو آپ نے وہیں بیٹھ کر مراقبہ فرمایا۔ اور جب سر اٹھایا تو لوگوں
 کو بتایا کہ حضرت شیخ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مردانِ غیب سے ایک ٹوپی ملی تھی جس کے بارے
 میں حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ وہ میرے ساتھ قبر میں رکھ دی جائے مگر آپ لوگ بھول
 گئے۔ حضرت شیخ اسی ٹوپی کو طلب فرما رہے ہیں۔ لوگوں نے تصدیق کی کہ واقعی حضرت نے ٹوپی
 کے متعلق وصیت فرمائی تھی کہ وہ میرے ساتھ قبر میں رکھ دی جائے۔ جسے ہم لوگ بھول گئے۔
 اب وہ ٹوپی لائی گئی اور جب حضرت شیخ کے مبارک ہاتھ پر رکھی گئی تو آپ نے فوراً اپنا ہاتھ اندر
 کر لیا۔

یہ واقعہ بھی بیانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ اولیائے کرام بھی بعد وصال زندہ رہتے ہیں
 اگر زندہ نہ رہتے تو حضرت شرف الدین گنجی منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وفن کے بعد قبر سے باہر اٹھ
 نہ نکالتے۔ اور اولیائے کرام کیوں نہ زندہ رہیں کہ وہ تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر
 مرتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے نام پر مرتے ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا
 ہے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اسکے نام پر
 اللہ اللہ موت کو کس نے سبھا کر دیا

تقریر بہت طویل ہو گئی۔ بس دعا ہے کہ خدائے عزوجل ہم سب کو مذہب اہلسنت و
 جماعت پر قائم رکھے اور گمراہی سے بچنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجزمتہ
 النبی الکریم الامین علیہ و علیٰ الہ افضل الصلوٰات و اکمل
 التسلیم۔

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمد لله الذي هدانا الى الصراط المستقيم والصلاة والسلام
على من اختص بالخلق العظيم وعلى آله واصحابه الذين قاموا بنصرة
الدين القويم - اما بعد فقد قال الله تعالى في كتابه العظيم -
اعوذ بالله من الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم - وَالَّذِي
جَاءَ بِالْصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ اُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ رنپ ۱۷ صدق
الله العلي العظيم وبلغنا رسولہ النبی الامین علیہ وعلى آله افضل
الصَّلوات والتسليم۔

ایک بار آپ تمام حضرات بلند آواز سے اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے دربار گہر بار میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔ اللہم صل علی سیدنا و
مولینا و محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکر
و علی آله و اصحابہ و بارک و سلم۔

ایک باکمال استاد کہ جو بہت سی خوبیوں کا جامع ہوتا ہے۔ اپنے جس شاگرد میں جس
خوبی کی متاز صلاحیت پاتا ہے اسی خوبی میں اس کو باکمال بناتا ہے جس میں فقیہ بننے
کی زیادہ صلاحیت پاتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے جس میں مقرر بننے کی صلاحیت واضح ہوتی
ہے اسے کامیاب مقرر بناتا ہے اور جس میں مصنف بننے کی صلاحیت غالب ہوتی ہے اسے
باکمال مصنف ہی بناتا ہے۔ تو ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جس سماں میں جس غریب کی جتنا نصیحت کی اس میں خاص میں اسے کامل بنایا۔ لہذا اپنے پیا سے سماں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نصیحت کی کہ اس میں کو جتنا اور کامل بنایا اور صدیق ہونا ایسا وصف ہے جو بہت سی خوبیوں کا باعث ہے۔ اور اس وصف میں کے سب سے زیادہ مستحق صفت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی تھی اسی لئے وہ اس سے سرفراز فرمائے گئے۔

اصدق الصداقین سید القیاس

چشم و گوش و ذرات ہر لاکھوں سلام

آپ کی خلافت

آگاہی سے وہ عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وحیات کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کا نائب اور خلیفہ کس کو قرار دیا جائے؟ ——— حدیث شریف کی مشہور کتاب میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خلافت کے معاملہ کو من کرنے کیلئے صحابہ کرام بیٹھوں اور اللہ تعالیٰ عظیم تعین حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پہنچے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے بہت سے اہل اہل بیت موجود تھے۔

سب سے پہلے ایک انفرادی گھر سے ہوئے اور انہوں نے لوگوں سے سطرچانکا کیا کہ اے مہاجرین! آپ لوگوں کو مسلم بن حنیف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ حضرات میں سے کسی شخص کو کہیں کا خلیفہ قرار دینے کے لئے اتفاق میں سے ہیں یا ایک شخص کو اس کے ساتھ کر دیا کرتے تھے۔ لہذا اسی طرح ہر چاہتے ہیں کہ خلافت کے معاملہ میں بھی ایک شخص جہاز میں سے ہو اور ایک انفرادی میں سے ہو۔ ہر ایک دوسرے اتفاق کی گھر سے ہوئے اور انہوں نے بھی اسی قسم کی تقریر فرمائی۔

ان لوگوں کی تقریروں کے بعد حضرت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اور انھوں نے فرمایا۔ حضرات! کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے۔ لہذا ان کا نائب اور خلیفہ بھی مہاجرین ہی میں سے ہوگا۔ اور جس طرح ہم لوگ پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاون و مددگار رہے اب اسی طرح خلیفہ رسول اللہ کے مددگار رہیں گے۔ یہ فرمانے کے بعد انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اب یہ تمہارے والی ہیں اور پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور پھر تمام انصار و مہاجرین نے آپ سے بیعت کی۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور ایک نگاہ ڈالی تو اس مجمع میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پایا۔ فرمایا کہ ان کو بلایا جائے۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کے صاحبزادے اور حضور کے خاص صحابیوں میں سے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ مسلمانوں میں اختلاف نہیں پیدا ہونے دیں گے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! آپ کوئی فکر نہ کریں۔ یہ کہنے کے بعد کھڑے ہوئے اور آپ سے بیعت کر لی۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع پر ایک نظر ڈالی تو اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ تھے۔ فرمایا کہ علی بھی نہیں ہیں۔ ان کو بھی بلا یا جائے۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوطالب کے صاحبزادے! آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور ان کے داماد ہیں مجھے امید ہے کہ آپ اسلام کو کمزور نہ ہونے سے بچانے میں ہماری مدد کریں گے۔ انھوں نے بھی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! آپ کچھ فکر نہ کریں۔ یہ کہہ کر انھوں نے بھی بیعت کر لی۔ (تاریخ الخلفاء)۔ اور مدارج النبوة میں ہے کہ حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَمَنْ الذِّمِّيُّ يُؤَخِّرُكَ، یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو آگے بڑھایا تو پھر کون شخص آپ کو پیچھے کر سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان میں اس واقعہ کی جانب اشارہ ہے جو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے بڑھایا اور آپ ہی کو تمام صحابہ کا امام بنایا۔ یہاں تک کہ ابن زبیر کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھیں۔ مگر اتفاق سے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے پڑھے تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَلَايَا بِي اللَّهُ وَالْمُسْلِمُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ يُهَيِّئُ لَنَا سَابِقًا لَنَا سَابِقًا، یعنی نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ اللہ اور مسلمان ابوبکر ہی سے راضی ہیں وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۳)

بہر حال اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متفقہ طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا گیا اور کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اور اللہ کے محبوب و انارے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان حرف بحرف صحیح ہوا کہ میرے بعد خلافت کے بارے میں خدا سے تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اللہ کے پیارے محبوب ہیں۔ تو ندی کا بہتا ہوا دھارا اڑک سکتا ہے، درخت اپنی جگہ سے کھسک سکتا ہے بلکہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ کے پیارے محبوب کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔ (ایک بار سب لوگ ملکر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)

آپ کی خلافت پر آیات قرآنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا استدلال علمائے کرام کی ایک جماعت نے اس آیت کو یہ سے کیا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَكُفِّرْ بَدَلًا مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى

الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةً عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - یعنی اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عقرب اللہ تعالیٰ
اپنے لوگوں کو لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اللہ ان کا پیارا ہے۔ وہ لوگ مسلمانوں پر زرم
ہوں گے اور کافروں پر سخت۔ اللہ کی راہ میں وہ لوگ جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے
کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (پ ۱۷ ع ۱۲)

مفسرین کرام اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قوم سے مراد حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب کچھ
عرب اسلام سے برگشتہ ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب
ہی نے مرتدوں سے جہاد کیا اور پھر ان کو مسلمان بنایا۔ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد جب عرب کے
کچھ لوگ مرتد ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے قتال فرمایا تو اس زمانہ
میں ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ آیت کریمہ قَسَوْفَ يَكْفِي اللَّهُ بَقْوَ مِجْلَهُمْ وَجَبُونَهُ
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اور پ ۱۷ ع ۱۰ میں ہے قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَى قِتَالٍ
أَوْ لِي بُكَايَا شَدِيدٍ ثِقَاتٍ ثَقَاتٍ لَوْ تَوَدَّ بَعْضُهُمْ أَوْ يَسْتَسْلِمُونَ - یعنی ان گنواروں سے فرماؤ جو کہ
پچھے رہ گئے کہ عقرب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ
مسلمان ہو جائیں۔

حضرت صدرالاقاقل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان
اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس قوم سے بنی حنیفہ پیام کے رہنے والے جو میلہ
کذاب کی قوم کے لوگ ہیں وہ مراد ہیں جن سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ
فرمائی۔ اور ایسا ہی طبرانی میں زہری سے مروی ہے۔ اسی لئے حضرت ابن ابی حاتم
اور ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر رحبت

اور واضح دلیل ہے اس لئے کہ آپ ہی نے متعددوں سے قتال کی طرف دعوت دی ہے۔
 اور حضرت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوجباس بن شریح
 کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قرآن کریم کی اس آیت
 سے ثابت ہے اس لئے کہ تمام علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل
 ہونے کے بعد جن لوگوں نے کہ زکاۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا یعنی اس کی فرضیت کے منکر ہو گئے
 تھے اور جو لوگ کہ مرتد ہو گئے تھے مرنے والے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ان
 سے قتال کی دعوت دی اور ان سے جنگ کی۔ لہذا یہ آیت کریمہ آپ کی خلافت پر ولادت کرتی
 ہے اور آپ کی اطاعت کو لوگوں پر فرض کرتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ کے
 آخر میں واضح الفاظ کے ساتھ فرما دیا ہے کہ جو کوئی اس کو نہیں مانے گا وہ دردناک عذاب میں
 مبتلا ہوگا۔

آپ افضل البشر بعد الانبیاء میں علیہم الصلوٰۃ والسلام ورضی اللہ تعالیٰ عنہ

علمائے اہلسنت وجماعت کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل ہیں۔
 حدیث شریف میں ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ
 وَلَا غَرَبَتْ عَلَى أَحَدٍ أَفْضَلَ مِنْ أَيْ بَيْتِي إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَيْفِيًّا۔ یعنی سوائے نبی
 کے اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا ہو اور وہ حضرت ابوبکر صدیق
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہو۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں نبی کے بعد ان سے افضل کوئی پیدا
 نہیں ہوا۔ اور ایک دوسری حدیث میں آقا سے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ارشاد
 فرمایا ہے أَجْوَدُ بَيْتِي الْحَبَشِيُّ خَيْرُ النَّاسِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَيْفِيًّا۔ یعنی حضرت
 ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں علاوہ اس کے کہ وہ فی نہیں ہیں
 ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل الناس یعنی لوگوں میں سب سے افضل ہیں۔ اگر کسی شخص نے اس کے خلاف کہا تو وہ مقری اور کذاب ہے۔ اس کو وہ سزا دی جائے گی جو افتر پر دازوں کے لئے شریعت نے سزا مقرر کی ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ۔ یعنی اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ان سے تو اتر کے ساتھ مروی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۱)

اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں کون سب سے افضل ہے قال ابوبکر فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر ان کے بعد؟ قال عُمَرُ فرمایا کہ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہیں۔ حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں خَشِيتُ أَنْ يَقُولَ عُمَرُ۔ یعنی میں ڈرا کہ اب اس کے بعد آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیں گے تو میں نے کہا کہ اس کے بعد آپ سب سے افضل ہیں قَالَ مَا أَتَاكَ إِلَّا سَاجِدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں۔ یعنی ازراہ انکساری فرمایا کہ میں ایک معمولی مسلمان ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵)

اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہم لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ یعنی وہی سب سے افضل و بہتر قرار دے جاتے تھے۔ پھر حضرت عمر کو اور ان کے بعد حضرت عثمان کو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ پھر حضرت عثمان کے بعد ہم صحابہ کرام کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵)

اور حضرت ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ان کے بعد حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان ان کے بعد حضرت علی اور پھر عشرہ مبشرہ کے باقی حضرات سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد باقی اصحاب بدر پھر باقی اصحاب احد ان کے بعد بیعت الرضوا کے صحابہ پھر دیگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲) ایک بار سب لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں۔

صدیق اکبر اور آیات قرآنی

بِرَّاد رَآنَ إِسْلَامَهُ! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و توصیف میں قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے بزرگوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ہم ان میں سے چند آیات کریمہ آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

خدا کے عزوجل ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔ یہ آیت مبارکہ چوبیسویں پارہ کے پہلے رکوع کی ہے جس کی تلاوت کا شرت ہم آج کی شروع تقریر میں پہلے حاصل کر چکے ہیں۔ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو سچائی لایا یعنی سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی لوگ متقی ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے ہی مروی ہے یعنی الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ سے مراد رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حضور کی تصدیق کی۔ ایسا ہی تفسیر مدارک میں بھی ہے۔ اور اسی کو حضرت امام راہزی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ترجیح دی ہے اور تفسیر روح البیان نے بھی۔ لہذا ان مفسرین کرام کے بیان سے ثابت ہوا کہ خدا کے عزوجل نے اس آیت مبارکہ میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متقی فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ ایسا امت کے سب سے پہلے متقی ہیں اور

قیامت تک پیدا ہونے والے سارے مقبول کے سردار اور سید المتقین ہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت
فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

اصدق الصادقین سید المتقین

چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

اور پانچ امین ہے اِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَّاهُ اللّٰهُ اِذَا اَخْرَجَهُ الدِّیْنَ
كَفَرُوا اِثْنَيْنِ اِذْ هُمْ فِي الْغَاسِرِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّا
اللّٰهُ مَعَنَا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاٰیٰتِهٖ كُتُبًا مَّشْرُوْهَا
وَجَعَلَ کَلِمَةً التَّیْنِ کُفْرًا وَالسُّقْلٰی۔ وَكَلِمَةً اللّٰهِ هِیَ الْعُلَیَا
وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔

حضورات اتمام مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اب اس آیت کریمہ کا مطلب
ملاحظہ فرمائیں۔ خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے اِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَّاهُ اللّٰهُ اِذَا
اَخْرَجَهُ التَّیْنِ كَفَرُوا اِثْنَيْنِ اِذْ هُمْ فِي الْغَاسِرِ۔ یعنی اے
مسلمانو! اگر تم لوگ میرے رسول کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں
کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لے جانا ہو امرت و وجان سے جب وہ دونوں یعنی حضور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں تھے۔
اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّا اللّٰهُ مَعَنَا۔ جب رسول اپنے یار غار حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے تھے کہ غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔
فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاٰیٰتِهٖ كُتُبًا مَّشْرُوْهَا۔ تو اللہ نے
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنا سکینہ اتارا۔ یعنی ان کے دل کو اطمینان عطا فرمایا
اور ایسی فوجوں سے اس کی مدد فرمائی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔ اور وہ ملائکہ تھے جنہوں
نے کفار کے رخ پھیر دیے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کو دیکھ ہی نہ سکے۔ وَجَعَلَ کَلِمَةً

السَّادِّينَ كَفَرُوا السُّفْلَى۔ اور کافروں کی بات کو نیچے کر دی۔ یعنی ان کی دعوت کفر و شرک کو پست کر دیا۔ وَكَلِمَةُ اللَّهِ عَلَى الْعُلْيَا۔ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ كَيْفُ۔ اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

بِرَّادِ مَا اتَّيَمَّتْ! اس آیت کریمہ میں جو آٹا اے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اَلَا تَحْنَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنا یعنی غم مت کرو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا غم نہیں تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غم تھا۔ آپ فرماتے تھے اِنْ اُقْتُلُ فَاَنَا مَرْجُلٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ قُتِلَتْ هَلَكَتِ الْاُمَّةُ یعنی اگر میں قتل کر دیا گیا تو صرف ایک فرد ہلاک ہو گا اور اے اللہ کے رسول! اگر آپ قتل کر دئے گئے تو پوری امت ہلاک ہو جائے گی۔

بہر حال یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و توصیف میں بالکل واضح ہے اور آپ کے صحابی ہونے پر نص قطعی ہے کہ خدائے عزوجل نے اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ فرمایا۔ اسی لئے حضرت حسین بن فضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مَنْ قَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ لَمْ يَكُنْ صَاحِبًا مَّا سَوَّلَ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فَهُوَ كَاْفِرٌ لَا نِکَاحَ لَہٗ نَصُّ الْقُرَّانِ یعنی جو شخص کہے کہ حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی نہیں تھے تو وہ نص قرآنی کے انکار کرنے کے سبب کافر ہے۔

اور تیسویں پارہ سورہ والیل کی آیت کریمہ ہے وَسَيُجَنَّبُهَا اِلَّا الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَا لَمْ یَنْتَهِیْ یعنی اور جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا وہ شخص جو کہ سب سے بڑا پرہیزگار ہے جو کہ اپنا مال دیتا ہے خدائے تعالیٰ کے نزدیک ستھر ہونے کے لئے نہ کہ لیا، سمعہ یا ان کے علاوہ کسی دوسرے مقصد کے لئے خرچ کرنا ہے۔

یہ آیت مبارکہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان

تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیوں کیا۔ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو گا جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دیکر خرید کر آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرمادیا گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ ان پر حضرت بلال وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔

اس آیت کریمہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”اَتَّقِ“، یعنی سب سے بڑا پرہیزگار فرمایا گیا ہے۔ اور پ ۶۷ ع ۴ کی آیت مبارکہ ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ یعنی بیشک اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ مکرم اور عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔ تو ان دونوں آیات کریمہ کے ملانے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدائے عز و جل کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم اور عزت والے ہیں۔

صدیق اکبر اور احادیث کریمہ | حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور ان کی عظمت کے اظہار میں

بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مَا نَفَعَنِيْ مَالٌ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِيْ مَالُ اَبِيْ بَكْرٍ، یعنی کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا ہے جتنا فائدہ کہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵)

اور یہ حدیث شریف بھی ترمذی میں ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اَنْتَ صَاحِبِيْ فِي الْغَايِرِ وَصَاحِبِيْ عَلَى الْخَوْضِ، یعنی غار ثور میں تم میرے ساتھ رہو گے اور حوض کوثر پر بھی تم میرے ساتھ رہو گے۔

اور ترمذی شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میرے والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو حضور نے فرمایا اَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ یعنی تجھے اللہ نے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی روز سے میرے والد محترم کا نام عتیق پڑ گیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶)

اور ابو داؤد شریف کی حدیث ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اَمَّا اِنَّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِي یعنی اے ابو بکر سن لو کہ میری امت میں سب سے پہلے تم جنت میں داخل ہو گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چاندنی رات میں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی نیکیاں اتنی بھی ہیں جتنی کہ آسمان پر ستارے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ عمر کی نیکیاں اتنی ہی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے پوچھا اور ابو بکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ حضور نے فرمایا عمر کی ساری عمر کی نیکیاں ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حُبُّ اَبِيْ بَكْرٍ وَشُكْرُكَ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ اُمَّتٍ یعنی ابو بکر سے محبت کرنا اور ان کا شکر ادا کرنا میری پوری امت پر واجب ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۷۷)

اور حضرت ابو درودار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور سلام کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے اور عمر بن خطاب کے درمیان کچھ باتیں ہو گئیں پھر میں نے نادم ہو کر ان سے معذرت طلب کی لیکن انھوں نے معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ سن کر حضور نے تین بار ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور کی بارگاہ میں آ گئے۔ ان کو

دیکھتے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کا رنگ بدل گیا۔ حضور کو رنجیدہ دیکھ کر
حضرت عمر دروازہ پر بیٹھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں ان سے زیادہ قصور وار ہوں
ترحمہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ كَذٰبًا وَ
قَالَ اَبُو بَكْرٍ صَدَقْتَ وَاسَاْنِيْ يُنْفِسِيْهِ وَمَا لِيْ فِهَلْ اَنْتُمْ نَارِ كُوْنِيْ
صَاحِبِيْ۔ یعنی جب اللہ نے مجھے تمہاری جانب سے فرمایا تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا مگر
ابو بکر نے میری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری غمخواری و مدد کی۔ تو کیا آج تم لوگ
میرے ایسے دوست کو چھوڑ دو گے؟ اور اس جملہ کو حضور نے دوبارہ فرمایا۔
(تاریخ الخلفاء ص ۳۷)

اور حضرت مقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے حضرت عقیل بن ابی طالب نے کچھ سخت کلامی کی مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے حضور کی قرابت داری کا خیال کرتے ہوئے حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
کچھ نہیں کہا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابو بکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پورا ماجرا سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجلس میں کھڑے
ہوئے اور فرمایا اَلَا تَدْعُوْنَ لِيْ صَاحِبِيْ مَا شَأْنُكُمْ وَشَأْنُهُ فَوَاللّٰهِ مَا مَنَعَكُمْ
سَرَجُلًا اِلَّا عَلٰى بَابِ بَيْتِهِ ظُلْمَةٌ اِلَّا بَابُ اَيُّكُمْ فَاِنَّ عَلٰى بَابِهِ النُّوْمُ
فَوَاللّٰهِ لَقَدْ قُلْتُمْ كَذٰبًا وَقَالَ اَبُو بَكْرٍ صَدَقْتَ وَاَمْسَكْتُمْ اَلَا
مَوَالٍ وَجَادِلِيْ بِمَا لِيْ وَخَذَلْتُمُوْنِيْ وَاسَاْنِيْ وَاَتَّبَعْتَنِيْ۔ یعنی اے
لوگو! سن لو۔ میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو۔ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ اور انکی حیثیت
کیا ہے؟ تمہیں کچھ معلوم ہے؟ خدا کی قسم تم لوگوں کے دروازوں پر اندھیرا ہے مگر ابو بکر کے
دروازہ پر نور کی بارش ہو رہی ہے۔ خدا کے دروازوں کی قسم تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور
ابو بکر نے میری تصدیق کی۔ تم لوگوں نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا۔ ابو بکر نے میرے
لئے اپنا مال خرچ کیا اور تم لوگوں نے میری مدد نہیں کی مگر ابو بکر نے میری غمخواری کی اور

میری اتباع کی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳)

اور مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶ میں ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے اور منہ پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن رات میں جو عمل اور بہترین کام کئے ہیں کاشکہ میری پوری زندگی کا عمل ان کی ایک رات دن کے عمل کے برابر ہوتا۔ ان کی ایک رات کا عمل تو یہ ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی رات غار ثور پر پہنچے (جو تقریباً ڈھائی کلومیٹر بلند ہے) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا **وَ اَللّٰهُ لَا تَدْخُلُکَ حَتّٰی اَدْخُلَ قَبْلَکَ**۔ یعنی قسم خدا کی آپ غار میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ کے پہلے میں نہ داخل ہو جاؤں تاکہ اگر کوئی موزی چیز سانپ وغیرہ ہو تو اس سے تکلیف بھی کو پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔ پھر آپ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو خوب صاف کیا۔ اور جب غار کے اندر ان کو کچھ سوراخ نظر آئے تو ان کو انھوں نے اپنی لنگی میں سے کپڑا بھاڑ کر بھر دیا اور دوسو راخوں پر انھوں نے اپنی ایڑیاں لگا دیں۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اب آپ اندر تشریف لائیے۔ حضور غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ ابھی حضور آرام ہی فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے کاٹ لیا مگر آپ نے حرکت نہیں کی اور اسی طرح بیٹھے رہے اس لئے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے لیکن سانپ کے زہر کی انتہائی تکلیف کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر گرے۔ حضور کی آنکھ کھل گئی۔ اور آپ سے دریافت فرمایا ابوبکر کیا ہوا فقال **لَا اَدْرٰی فَاَنْتَ اَلَا اِنِّیْ وَ اُمِّیْ**۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا ہے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو فوراً ان کی

مکلف جاتی رہی مگر عرصہ دراز کے بعد سانپ کا وہی نہر پھر لوٹ آیا جو آپ کے وصال کا سبب بنا یعنی اسی نہر کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک دن کا بہترین عمل یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم زکاۃ نہیں دیں گے یعنی اس کی فرضیت کے منکر ہو گئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو اونٹ کی رسی جو لوگوں پر واجب ہوگی اس کے دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے ان سے عرض لیا **يَا خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ تَأْلَفُ النَّاسَ وَارْتَفِقْ بِهِمْ** یعنی لوگوں کے ساتھ الفت سے پیش آئے اور نرمی سے کام لیجئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم ایام جاہلیت میں تو بڑے سخت اور غضبناک تھے کیا اسلام میں داخل ہو کر ذلیل و خوار اور پست ہمت ہو گئے **إِنَّهُ قَدْ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّينُ أَيْنَقُصُ وَأَنَا حَيٌّ** یعنی وحی کا آنا بند ہو گیا ہے اور دین اسلام کامل ہو چکا ہے تو کیا میری زندگی میں وہ کمزور و ناقص ہو جائے گا؟ مطلب یہ ہے کہ میں دین اسلام کو اپنی زندگی میں کمزور و ناقص ہرگز نہیں ہونے دوں گا اور جو لوگ کہ زکاۃ دینے سے انکار کر رہے ہیں میں ان سے جہاد ضرور کروں گا ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کبار پر درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں،

یہ چند حدیثیں ہم نے آپ کے سامنے افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں پیش کی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں اسی قسم کے مضمون کی حضرت صدیق اکبر کی تعریف و توصیف میں وارد ہوئی ہیں جن سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک سارے صحابہ میں سب سے زیادہ مقرب، سب سے زیادہ پیارے اور سب سے زیادہ فضیلت و عظمت والے حضرت صدیق اکبر ہی ہیں اور حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانشینی کے سب سے پہلے مستحق وہی ہیں۔ رضی اللہ

نَعَالِي عَنْهُ وَاسْمُهَا عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِينَ۔

آپ کا نام و نسب بَرَاءُ ذَرَّائِي اِمْلًا مَرُءًا! آپ کا نام عبد اللہ ہے۔ اور ابو بکر

سے جو آپ مشہور ہیں تو یہ آپ کی کنیت ہے اور صدیق و عتیق آپ کا لقب ہے۔ آپ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ ہے۔ اور آپ کی والدہ خولہ کا نام سلمیٰ ہے جن کی کنیت ام الخیر ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں مرثہ بن کعب پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ واقعہً فیل کے تقریباً ڈھائی برس بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔

عہد طفلی میں بیت شکنی زمانہ جاہلیت میں بھی آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی ہے آپ ہمیشہ اس کے خلاف رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی

عمر شریف جب چند برس کی ہوئی تو اسی زمانہ میں آپ نے بت شکنی فرمائی۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے رسالہ مبارکہ تنزیہ المکانات

الحیدر ساریہ ص ۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دکہ وہ بھی بعد میں صحابی ہوئے، زمانہ جاہلیت

میں انھیں بت خانہ لے گئے اور بتوں کو دکھا کر ان سے کہا هٰذِیْكَ الْهَتٰكُ السَّوْءُ الْعٰلِیْ فَاَسْجُدْ لَهَا۔ یعنی یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں انھیں سجدہ کرو۔ وہ تو یہ کہہ کر

باہر چلے گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قضائے میرم کی طرح بت کے سامنے تشریف لائے اور برائے اظہار عجز صنم و جہل صنم پرست ارشاد فرمایا اِنِّیْ رَجَاعٌ

فَاَطْعِمْنِیْ۔ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے۔ وہ کچھ نہ بولا۔ فرمایا اِنِّیْ عَارِفٌ کَسْبِیْ

یعنی میں شنگا ہوں مجھے کپڑا پہنا۔ وہ کچھ نہ بولا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لیکر فرمایا میں تجھ پر پتھر مارتا ہوں فَاِنْ كُنْتَ اِلٰهًا فَاَمْنَعْ نَفْسَكَ۔ اگر

تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ وہ اب بھی ثابت بنا رہا۔ آخر آپ نے بقوت صدیقی اس کو پتھر مارا تو وہ خدائے گراماں مومنہ کے بل گر پڑا۔ اسی وقت آپ کے والد ماجد واپس

آ رہے تھے یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا کہ اے میرے بچے تم نے یہ کیا کیا؟ فرمایا کہ وہی کیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ کے والد انھیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رکھ دیے تھے وہ بھی صحابیہ ہوئیں، لیکر آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا اس بچے سے کچھ نہ کہو کہ جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا میں نے سنا کہ ہاتھ کہہ رہا ہے **يَا أُمَّةَ اللَّهِ عَلَى التَّحْقِيقِ أَبَشِّرِي يَا لَوْلَاكَ الدَّعْتِيقُ اسْمُهُ فِي السَّمَاءِ الصَّلَاقُ لِمُحَمَّدٍ صَاحِبٍ وَصَافٍ** یعنی اے اللہ کی سچی باندی! تجھے خوش خبری ہو اس آزاد بچے کی جس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یار و رفیق ہے۔ **صَوَاةُ الْقَاضِي ابوالحسن احمد بن محمد الزبیدی بسند** فی معالی الفرش الی عوالی العرش۔

آپ عہد جاہلیت میں زمانہ جاہلیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی برادری میں سب سے زیادہ مالدار تھے، مروت و احسان کا مجسمہ تھے، قوم میں بہت معزز سمجھے جاتے تھے، کم شدہ کی تلاش آپ کا شیوہ نہ رہا اور مہمانوں کی آپ خوب میزبانی فرماتے تھے۔ آپ کا شمار رؤسائے قریش میں ہوتا تھا۔ وہ لوگ آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور آپ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ آپ قریش کے ان گیارہ لوگوں میں سے ہیں جن کو ایام جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں عزت و بزرگی حاصل رہی کہ آپ عہد جاہلیت میں ”نخوں بہا“ اور جرمانے کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے جو اس زمانہ کا بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔

آپ نے عہد جاہلیت میں کبھی شراب نہیں پی۔ ایک بار صحابہ کرام کے مجمع میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں شراب پی ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی پناہ۔ میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ لوگوں نے کہا کیوں؟ فرمایا **كُنْتُ أَصَوْنُ عِرْضِي وَأَحْفَظُ مَرْوَتِي** یعنی میں اپنی عزت و آبرو کو بچاتا تھا اور مروت کی حفاظت کرتا تھا۔ اس لئے کہ جو شخص شراب پیٹا ہے اس کی عزت و ناموس اور مروت

جانی رہتی ہے۔ جب اس بات کی خبر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے دوبار فرمایا ابو بکر نے سچ کہا ابو بکر نے سچ کہا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تاریخ الخلفاء)

آپ کا حلیہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ آپ ہم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سراپا اور حلیہ بیان فرمائیں۔ تو حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ آپ کا رنگ سفید تھا، بدن اکہر تھا، دونوں رخسار اندر کو دبے ہوئے تھے، پیٹ اٹنا بڑا تھا آپ کی ننگی اکثر نیچے کھسک جایا کرتی تھی، پیشانی پر ہمیشہ پسینہ رہتا تھا، چہرہ پر زیادہ گوشت نہیں تھا، ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے، پیشانی بلند تھی، انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں یعنی لمبائیاں کھلی رہتی تھیں، حنا اور کتم کا خضاب لگاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی کے بال سیاہ و سفید ملے ہوئے کچھ ہی نہیں تھے۔ آپ ان کچھری بالوں پر حنا یعنی مہندی اور کتم کا خضاب لگایا کرتے تھے (تاریخ الخلفاء ص ۲۷)۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ جو بیان کیا گیا کہ آپ کتم کا خضاب لگاتے تھے۔ اس سے آپ کے متعلق سیاہ خضاب کا گمان کرنا یا اس سے نیل اور حنا ملے ہوئے کہ مطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلطی ہے تفصیل کیلئے علامہ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے رسالہ مبارکہ حک العیب فی حرمة تسوید الشیب کا مطالعہ کریں۔

آپ کا قبول اسلام بَرَادَرَاتِ صَلَاتٍ بہت سے صحابہ کرام و تابعین غلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟ تو انھوں نے فرمایا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور ثبوت میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اشعار پڑھے جو حضرت ابو بکر صدیق کی تعریف و توصیف میں ہیں اور ان میں

سب سے پہلے آپ کے اسلام لانے کا ذکر ہے۔ اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ أَبُو بَكْرٍ۔ یعنی سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے۔ اور ابن سعد نے صحابی رسول حضرت ابو اُرویٰ دوسری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ أَبُو بَكْرٍ لِصَدِّيقٍ۔ یعنی سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق پہلے مسلمان ہوئے یا حضرت علی؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا وَاللَّهِ لَقَدْ أَمَّنَ أَبُو بَكْرٍ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی قسم ہے خدا کے عزوجل کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیرئ راہب ہی کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے جب کہ حضرت علی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے (تاریخ الخلفاء ص ۲۳)۔

اور محمد بن اسحق فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبد الرحمن بنی نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب میں نے کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی تو اس کو تردد ہوا علاوہ ابو بکر کے کہ جب میں نے ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے بغیر تردد کے اسلام قبول کر لیا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سابق الاسلام ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ نبوت و رسالت کی نشانیاں قبل از اسلام ہی معلوم کر چکے تھے اس لئے جب ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے فوراً اسلام کو قبول کر لیا اور بعض محدثین یوں فرماتے ہیں کہ اعلان نبوت کے قبل ہی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوست تھے اور آپ کے اخلاق کی عمدگی، عادات کی پاکیزگی اور آپ کی سچائی و دیانت داری پر یقین کامل رکھتے تھے۔ توجیب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے فوراً قبول کر لیا۔ اس لئے کہ جو شخص زندگی کے عام حالات میں جھوٹ نہیں بولتا اور نہ غلط بات کہتا ہے تو کھلا وہ خدا کے ذوالجلال کے

بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے کہ اس نے مجھے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اسی بنیاد پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً بلا تامل مسلمان ہو گئے۔

ان تمام شواہد سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ میں سب سے پہلے اسلام قبول کئے ہیں۔ اسی لئے بعض حضرات نے یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ آپ کے سب سے پہلے مسلمان ہونے پر اجماع ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ تو ان تمام اقوال میں ہمارے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق، عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کا کمال ایمان

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان سائے صحابہ میں سب سے زیادہ کامل تھا جس کا ثبوت بہت سے

واقعات سے ملتا ہے۔ ————— حدیث میں جن شرطوں پر صلح ہوئی ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ کے مسلمانوں یا کافروں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو وہ واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ ابھی صلح نامہ پر طرین کے دستخط نہیں ہوئے تھے کہ ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسلمان ہو چکے تھے مکہ معظمہ سے گرتے پڑتے اور اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے حدیبیہ مقام پر مسلمانوں کے درمیان آگئے۔ سہیل بن عمرو جو ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باپ تھا اور کفار مکہ کی طرف سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے حدیبیہ آیا ہوا تھا۔ جب اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو کہا کہ ابو جندل کو آپ میری طرف واپس کر دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو صلح نامہ پر فریقین کے دستخط ہی نہیں ہوئے ہیں۔ لہذا یہ معاہدہ تمہارے اور ہمارے دستخط ہو جانے کے بعد ہی نافذ ہوگا۔ اس نے کہا تو جائے ہم آپ سے صلح نہیں کریں گے۔

حضور نے فرمایا اے سہیل! ابو جندل کو میرے پاس رہنے کی تم اپنی طرف سے اجازت دیدو
اس نے کہا میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔

جب حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ اب میں پھر مکہ لوٹا دیا جاؤں گا
تو انھوں نے صحابہ کرام سے فریاد کی اور کہا اے مسلمانو! دیکھو میں کافروں کی طرف لوٹا یا جا رہا
ہوں۔ حالانکہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور آپ لوگوں کے پاس آگیا ہوں۔ اور حضرت ابو جندل
کے بدن پر کافروں کی مار کے جو نشانات تھے آپ مسلمانوں کو وہ نشانات دکھا دکھا کر رونے
لگے۔ تو مسلمانوں کو بڑا جوش پیدا ہوا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے محبوب
وانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ گئے
اور عرض کیا۔ کیا آپ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ ارشاد فرمایا کیوں نہیں؟ یعنی ہاں میں
اللہ کا سچا رسول ہوں۔ پھر حضرت عمر نے عرض کیا۔ کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں ہیں؟
حضور نے فرمایا کیوں نہیں؟ یعنی بیشک ہم حق پر ہیں اور کفار باطل پر ہیں۔ اس جواب پر
حضرت عمر نے کہا تو پھر ہم دین کے معاملہ میں دب کر کیوں صلح کریں؟ حضور نے فرمایا اے عمر!
بیشک میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی کبھی نہیں کر سکتا اور میرا مددگار وہی ہے۔
پھر حضرت عمر نے کہا کیا آپ یہ نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ شریف کا طواف کریں گے؟
حضور نے فرمایا ٹھیک ہے مگر ہم نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ حضرت عمر
نے کہا کہ ہاں یہ صحیح ہے کہ آپ نے اسی سال کے لئے نہیں فرمایا تھا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور
ان سے بھی اسی قسم کی گفتگو کی۔ تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا *الزمر عنہمنا لا*۔ یعنی ان کی
رکاب تھامے رہو اور ان کے دامن سے لگے رہو بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ
ان کا معاون اور مددگار ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اب پر اب سے
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح صلح فرمائی اس سے مسلمانوں کی

ناگواری اور رنج و غم کا یہ عالم رہا کہ تکمیل معاہدہ کے بعد تین بار حضور نے فرمایا کہ اٹھو قربانی کرو اور سر منڈا کر احرام کھول دو مگر کوئی اٹھنے کو تیار نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آکر حضور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسی گفتگو کی کہ جس پر وہ زندگی بھر افسوس کرتے رہے اور معافی کے لئے بہت سی نیکیاں کرتے رہے مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو جواب دیا وہ ایمان افروز جواب بتا رہا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ پر بالکل مطمئن تھے کہ حضور اللہ کے رسول ہیں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں سب حق ہے۔ ہر حال میں اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی رسالت و نبوت پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان سارے صحابہ میں سب سے زیادہ کامل و اکمل تھا جس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوش کو بھی ٹھنڈا کر دیا۔

اور شب معراج کی صبح بہت سے مشرکین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کو کچھ خبر ہے؟ آپ کے دوست محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ انہیں رات کو بیت المقدس اور آسمان وغیرہ کی سیر کرائی گئی ہے۔ آپ نے کہا کیا واقعی وہ ایسا فرما رہے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا ہاں وہ ایسا ہی کہہ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اِنِّیْ لَآ صَدِّقٌ لِّمَا بَعَثَ مِنْ ذٰلِكَ۔ یعنی اگر وہ اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس اور غیر انجیز خیر دیں گے تو بیشک میں اس کی بھی تصدیق کروں گا۔

اور غزوہ بدر میں آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن کفار مکہ کے ساتھ تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ جنگ بدر میں کئی بار میری زد میں آئے لیکن میں نے آپ سے صرف نظر کی اور آپ کو قتل نہیں کیا۔ اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لَوْ اَهْلَدْتُ لَیْ لَکُمْ اَنْتُمْ وَ عَنَّا۔ یعنی اے عبدالرحمن! کان کھول کر سن لو کہ اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں صرف نظر نہ کرتا بلکہ تم کو قتل کر کے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

ان واقعات سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان سارے صحابہ میں سب سے زیادہ کامل تھا بلکہ درجہ کمال کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ پوری زمین کے مسلمانوں کا ایمان اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان اگر وزن کیا جائے تو حضرت صدیق اکبر کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳)

(ایک بار ہم سب مل کر سرکار مدینہ اور ان کے اصحاب پر بلند آواز سے درود و سلام کی ڈالیاں پیش کریں)

آپ کی شجاعت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارے صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر بھی تھے۔ علامہ بزار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ سب سے زیادہ بہادر آپ ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا میں تو ہمیشہ اپنے جوڑ سے لڑتا ہوں۔ پھر کیسے میں سب سے بہادر ہوا۔ تم لوگ یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت ہم کو نہیں معلوم ہے آپ ہی بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سنو! جنگ بدر میں ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک عریش یعنی جھونپڑا بنایا تھا تاکہ گرد و غبار اور سورج کی دھوپ سے حضور محفوظ رہیں۔ تو ہم لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی حملہ کر دے فَوَ اَن ت مَادَنَامُنَا اَحَدًا اِلَّا اَبُو بَكْرٍ یعنی تو خدا کی قسم اس کام کے لئے سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی آگے نہیں بڑھا آپ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے پھر کسی دشمن کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہیں ہوئی اور اگر کسی نے جرأت بھی کی تو آپ اس پر ٹوٹ پڑے۔ اسلئے حضرت ابوبکر صدیق ہی سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۵)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار کا واقعہ ہے کہ کافروں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکڑ لیا اور کہنے لگے کہ تم ہی ہو جو کہتے ہو کہ خدا ایک ہے۔ حضرت علی نے فرمایا تو قسم خدا کی اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق کے علاوہ کوئی حضور کے قریب نہیں گیا۔ آپ آگے بڑھے اور کافروں کو مارا اور انھیں دھکے دے دے کے ہٹایا اور فرمایا تم پر افسوس ہے کہ تم لوگ ایسی ذات کو تکلیف پہنچا رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے۔ اور حضرت علی نے فرمایا کہ لوگ اپنے ایمان کو چھپاتے تھے مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایمان کو علی الاعلان ظاہر فرماتے تھے۔ اس لئے آپ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۵)

اور علامہ ہشتم اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود فرمایا کہ لَسَاكَانَ يَوْمًا أَحَدُ انْصَافِ النَّاسِ كُلَّهُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَاءَ عَيْنِ جَنَاحِ أَحَدٍ كَيْ دَنَ سَبَّ لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْنَهَا جَوَّارًا دَهْرًا دَهْرًا مَوَّكَّيْنِ تَوْسَبَ سَبَّيْنِ لَمْ يَكُنْ فِي حَضْرَتِهِ بَسَّاسٌ يَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي حِفَاظَتِهِ كِي۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۵)

ان شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارے صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر بھی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ۔

آپ کی سخاوت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور سخاوت کرنے کے بارے میں بھی سارے صحابہ

پر فوقیت رکھتے تھے۔ حدیث شریف کی دو مشہور کتابیں ترمذی اور ابوداؤد میں ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز ہم لوگوں کو اللہ کی راہ میں صدقہ اور خیرات کرنے کا حکم دیا اور حسن اتفاق سے اس موقع پر میرے پاس کافی مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر حضرت ابو بکر سے آگے بڑھ جانا کسی دن میرے لئے ممکن ہو گا تو وہ آج کا دن ہو گا۔ میں کافی مال خرچ کر کے آج ان سے سبقت

لے جاؤں گا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں تو میں آدھا مال لیکر خدمت میں حاضر ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ یعنی اپنے گھر والوں کیلئے تم نے کتنا چھوڑا؟ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آدھا مال ان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب لے آئے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ یعنی اے ابو بکر! اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ فَقَالَ أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللَّهُ وَمَسْئُولُهُمْ یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ان کے لئے میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے اللہ و رسول کافی ہیں۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قُلْتُ لَا أَسْبِقُهُ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا یعنی میں نے اپنے دل میں کہا کہ کسی چیز میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر میں کبھی سبقت نہیں لے جا سکوں گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۷)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جس روز میرے والد بزرگوار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے مشرف ہوئے اس روز آپ کے پاس چالیس ہزار دینار موجود تھے اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس ہزار درہم تھے۔ آپ نے یہ سارا مال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر خرچ کر دیا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور جب آپ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آئے تو اس مال میں سے آپ کے پاس صرف پانچ ہزار باقی رہ گئے تھے۔ یہ سب معطلہ میں آپ نے ۳۵ ہزار درہم مسلمان غلاموں کے آزاد کرانے اور اسلام کی مدد میں خرچ کر ڈالا۔

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ وارضوان

قریب فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہِ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کئے۔ دس ہزار رات میں، دس ہزار دن میں، دس ہزار چھپا کر اور دس ہزار علانیہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اَلَّذِينَ يَنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ بِالسَّيْلِ وَالنَّهْمِ سِرًّا اَوْ عَلٰنِيَةً فَلَهُمْ اُجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ یعنی جو لوگ اپنے مالِ خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپا کر اور علانیہ۔ تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے۔ اور نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے۔ (پ ۳ ع ۷)

ترذی شریف میں ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے بھی میرے ساتھ احسان کیا تھا میں نے ہر ایک کا احسان اٹا دیا علوہ ابو بکر کے احسان کے۔ انہوں نے میرے ساتھ ایسا احسان کیا ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن ان کو خدائے تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا وَمَا نَفَعْنِيْ مَالٌ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعْنِيْ مَالُ اَبِيْ بَكْرٍ۔ یعنی اور ہرگز کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا ہے جتنا فائدہ کہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵) ایک بار ہم سب مل کر سرکارِ مدینہ اور ان کے اصحاب پر بلند آواز سے درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔

حضورؐ سے محبت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت چاہتے تھے اور ان سے بے انتہا محبت فرماتے تھے شروع زمانہ اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ حتی الامکان اپنے اسلام کو چھپائے رکھتا تھا اور سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی چھپانے کی تلقین فرماتے تھے تاکہ کافروں سے اذیت نہ پہنچے۔ جب مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اب اسلام کی تبلیغ کھلم کھلا۔ اور علی الاعلان کی جائے۔ پہلے تو حضورؐ نے انکار فرمایا لیکن جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت اصرار کیا تو آپؐ نے قبول فرمایا اور سب لوگوں کو ساتھ لیکر مسجد حرام میں تشریف

لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ شروع فرمایا۔ اور یہ سب سے پہلا خطبہ
 ہے جو اسلام میں پڑھا گیا۔ حضور کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی روز اسلام لائے
 خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و شرافت مکہ معظمہ میں مسلم ہستی اس کے باوجود آپ کو اس قدر مارا کہ
 پورا چہرہ اور کان و ناک سب ہولہان ہو گئے اور خون سے بھر گئے اور ہر طرح سے آپ کو بہت
 مارا یہاں تک کہ بیہوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں
 کو خبر ہوئی تو وہ آپ کو وہاں سے اٹھا کر لائے اور کسی کو بھی یہ امید نہیں تھی کہ مشرکین کی اس مار
 کے بعد آپ زندہ بچ سکیں گے۔ آپ کے قبیلہ کے لوگ مسجد کعبہ میں آئے اور اعلان کیا کہ اگر
 حضرت ابوبکر اس حادثہ میں انتقال کر گئے تو ہم ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے
 کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مارنے میں بہت زیادہ حصہ لیا تھا۔
 شام تک آپ بیہوش رہے اور جب ہوش میں ہوئے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے آپ کو بہت ملامت کی کہ انہی کے ساتھ رہنے
 کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اور دن بھر بیہوش رہنے کے بعد رات کی تو سب سے پہلے انہی کا
 نام لیا۔ اور سب سے پہلے ان کا نام کیوں نہ لیں کہ ان کے خون کے ایک ایک قطرہ میں سرکار
 اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت موجزن تھی۔۔۔۔۔ کچھ لوگ بددلی کے سبب اور بعض
 لوگ اس خیال سے اٹھ کر چلے گئے کہ جب بولنے لگے ہیں تو اب آپ کی جان بچ جائے گی۔ جاتے
 ہوئے لوگ آپ کی والدہ محترمہ حضرت ام الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ بعد میں وہ بھی مسلمان
 ہوئیں، ان سے کہہ گئے کہ حضرت ابوبکر کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کر دیں۔ وہ کچھ
 تیار کر کے لائیں اور کھانے کے لئے بہت کہا مگر عاشق صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کی وہی ایک صدا تھی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اور ان پر کیا کڑی ہے؟
 آپ کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ ان کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر
 کی بہن ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کے پاس جا کر دریافت کرو کہ حضور کا کیا حال ہے؟ وہ

اپنے صاحبزادہ کی اس بیتابانہ درخواست کو پوری کرنے کے لئے دوڑی ہوئی ام جمیل کے پاس گئیں اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ انھوں نے طال دیا۔ کوئی واضح جواب نہیں دیا اور کہا کہ اگر تم کہو تو میں چل کر تمہارے بیٹے حضرت ابوبکر کو دیکھوں کہ ان کا کیا حال ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں چلو۔ حضرت ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے گھر گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکیں بے تحاشہ رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے پوچھا کہ حضور کا کیا حال ہے؟ حضرت ام جمیل نے آپ کی والدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے نہ ڈرو۔ تو ام جمیل نے کہا کہ حضور بخیر و عافیت ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا کہ حضرت ارقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ فرمایا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا جب تک کہ حضور کی زیارت نہیں کر لوں گا۔

آپ کی والدہ محترمہ تو بہت زیادہ بے قرار تھیں کہ آپ کچھ کھاپا لیں مگر آپ نے قسم کھائی کہ جب تک حضور کی زیارت نہیں کر لوں گا کچھ نہیں کھاؤں گا۔ تو آپ کی والدہ نے لوگوں کی آمد و رفت کے بند ہو جانے کا انتظار کیا تاکہ ایسا نہ ہو کوئی آپ کو دیکھ کر پھر اذیت پہنچا دے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا اور لوگوں کی آمد و رفت بند ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی والدہ محترمہ لیکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابوبکر حضور سے پیٹ گئے اور حضور بھی اپنے عاشق صادق سے پیٹ کر روئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھ کر سب رونے لگے۔ (تاریخ الخلفاء وغیرہ)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ آقائے دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غایت درجہ محبت تھی۔ اور کیوں نہ ہو۔

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا پیر مادہ برادر جان و مال اولاد سے پیارا

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

اسی میں ہوا اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیشِ اُسامہ کی تنفیذ کی جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عہدِ مبارک کے آخر میں شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ابھی یہ لشکر تھوڑی ہی دور پہنچا تھا اور مدینہ طیبہ کے قریب مقام ذی خشب ہی میں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عالم سے پردہ فرمایا۔ یہ خبر سن کر اطرافِ مدینہ کے عرب اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے۔ صحابہ کرام نے مجتمع ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تہ زور دیا کہ آپ اس لشکر کو واپس بلا لیں اس وقت اس لشکر کا روانہ کرنا کسی طرح مصلحت نہیں۔ مدینہ کے گرد تو عرب کے طوائفِ کثیرہ مرتد ہو گئے اور لشکر شام کو بھیج دیا جائے؟۔۔۔ اسلام کے لئے یہ نازک تہِ بین وقت تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے کفار کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور ان کی مردہ ہتھوں میں جان پڑ گئی تھی۔ منافقین سمجھتے تھے کہ اب کھیل کھیلنے کا وقت آگیا ضعیف الایمان دین سے پھر گئے۔ مسلمان ایک ایسے صدمہ میں شکستہ دل اور بے تاب و خواں ہو رہے ہیں جس کا مثل دنیا کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے دل گھائل ہیں اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ کھانا پینا برا معلوم ہوتا ہے۔ زندگی ایک ناگوار مصیبت نظر آتی ہے۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین کو نظم قائم کرنا، دین کا سنبھالنا، مسلمانوں کی حفاظت کرنا ارتداد کے سیلاب کو روکنا کس قدر دشوار تھا۔ باوجود اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا اور مرضی مبارک کے خلاف جرأت کرنا صدیقِ سرِ پا صدق کا رابطہ، نیازِ مندی کو ادا نہ کرتا تھا اور اس کو وہ ہر مشکل سے سخت تر سمجھتے تھے۔ اس پر صحابہ کا اصرار کہ لشکر واپس بلا لیا جائے اور خود حضرت اُسامہ کا لوٹ کر آنا اور حضرت صدیق سے عرض کرنا کہ قبائلِ عرب آمادۂ جنگ اور درپے خریب اسلام ہیں۔ اور کارِ آندہ باہر اور میرے لشکر میں ہیں۔ انھیں اس وقت روم بھیجنا اور ملک کو ایسے دلاور مردان جنگ سے خالی

کر دینا کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا یہ حضرت صدیق کے لئے اور مشکلات تھیں۔

صحابہ کرام نے اعتراف کیا ہے کہ اس وقت اگر حضرت صدیق کی جگہ دوسرا ہوتا تو ہرگز مستقل نہ رہتا اور مصائب و افکار کا یہ هجوم اور اپنی جماعت کی پریشان حالت بسبب کڑھاتی مگر اللہ اکبر حضرت صدیق کے پائے ثبات کو ذرہ بھر لغزش نہ ہوئی اور ان کے استظلال میں ایک شہ فریق آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری بوطیاں کوچ کھائیں تو مجھے یہ گوارا ہے مگر حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی مبارک میں اپنی رائے کو دخل دینا اور حضور کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا گوارا نہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ نے لشکر کو روانہ فرمادیا۔ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیرت انگیز شجاعت و لیاقت اور کمال دلیری و جواں مردی کے علاوہ ان کے توکل صادق کا بھی پتہ چلتا ہے اور دشمن بھی انصافاً یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت و جانشینی کی اعلیٰ قابلیت و اہلیت حضرت صدیق کو عطا فرمائی تھی۔

اب یہ لشکر روانہ ہوا اور جو قبائل مرتد ہونے کے لئے تیار تھے اور یہ سمجھ چکے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام کا شیرازہ ضرور درہم برہم ہو جائے گا اور اس کی سطوت و شوکت باقی نہ رہے گی۔ انھوں نے دیکھا کہ لشکر اسلام رومیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گیا۔ اسی وقت ان کے خیالی منصوبے غلط ہو گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں اسلام کے لئے ایسا زبردست نظم فرمادیا ہے جس سے مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ایسے غم و اندوہ کے وقت میں بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے سامنے اقوام عالم کو سرنگوں کرنے کے لئے ایک مشہور و زبردست قوم پر فوج کشی کرتے ہیں۔ لہذا یہ خیال غلط ہے کہ اسلام مٹ جائے گا اور اس میں قوت باقی نہ رہے گی۔ بلکہ ابھی صبر کے ساتھ دیکھنا چاہئے کہ یہ لشکر کس شان سے واپس ہوتا ہے۔ فضل الہی سے یہ لشکر ظفر پیکر فتیاب ہوا۔ رومیوں کو ہزیمت و شکست ہوئی۔ جب یہ فاتح لشکر واپس آیا۔ اس وقت وہ تمام قبائل جو مرتد ہونے کا ارادہ کر چکے تھے اس ناپاک قصد سے باز آئے اور اسلام پر

سچائی کے ساتھ قائم ہو گئے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ الراء صحابہ جو اس لشکر کی روانگی کے وقت نہایت شدت سے اختلاف فرما رہے تھے اپنی فکر کی خطا اور حضرت صدیق کی رائے مبارک کے صحابہ اور ان کے علم کی وسعت کے معترف ہوئے۔ (سوانح کربلا)

اور یہی وہ ابن عساکر میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر نہ ہوئے ہوتے تو روئے زمین پر خدائے تعالیٰ کی عبادت باقی نہ رہ جاتی۔ اسی طرح قسم کے ساتھ آپ نے تین بار فرمایا۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا اے ابو ہریرہ! آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو امیر لشکر مقرر کر کے شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ اور وہ ابھی ذی شنبہ مقام پر تھے کہ حضور کا وصال ہو گیا۔ اس خبر کو سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے۔ صحابہ کرام حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں آئے اور اس بات پر زور دیا کہ اسامہ کے لشکر کو واپس بلا لیں۔ آپ نے فرمایا وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ. لَوْ جَرَّتِ الْكَلَابُ بِأَمْرِ جَلِ أَمْرًا وَاجِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَدَّدْتُ جَيْشًا وَجَمْعُهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. یعنی قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک بیویوں کے پاؤں کتے پکڑ کر گھسیٹیں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلا سکتا جس کو اللہ کے رسول نے روانہ فرمایا تھا۔ اور نہ میں اس پرچم کو سرنگوں کروں گا جس کو میرے حضور نے لہرایا تھا۔

پس حضرت اسامہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ وہ روانہ ہوئے تو مرتد قبیلے دہشت زدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ سلطنت روم کی حد میں پہنچ گئے۔ طرفین میں جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کا لشکر فتیاب ہو کر واپس ہوا تو اس طرح اسلام کا بول بولا ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۵)

محبوب دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو بے انتہا اور غایت درجہ محبت تھی۔ اسی محبت کا یہ اثر ہے کہ ایسے نازک وقت میں صحابہ کرام کے زور ڈالنے کے باوجود حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو واپس بلانا اور پیارے

مصطفیٰ کے لئے ہوئے جھنڈا کو سرنگوں کرنا آپ نے گوارا نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے اور اسلام کا پھر سے بول بالا ہو گیا۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضور سے حضرت صدیق کی محبت نے اسلام کو زندہ جاوید بنا دیا۔ (ایک بار پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھئے)

مانعین زکاة رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرمانے پر بعض لوگ تو اسلام کے سارے احکام کے منکر ہو کر مرتد ہو گئے تھے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم زکاة نہیں دیں گے۔ یعنی اس کی فرضیت کے منکر ہو گئے۔ اور زکاة کی فرضیت چونکہ نص قطعی سے ثابت ہے تو اس کے منکر ہونا بھی مرتد ہو گئے۔ اسی لئے شارحین حدیث و فقہائے کرام مانعین زکاة کو بھی مرتدین میں شمار کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے کہا کہ اس وقت منکرین زکاة سے جنگ کرنا مناسب نہیں۔ آپ نے فرمایا خدائے ذوالجلال کی قسم۔ اگر وہ لوگ ایک رسی یا بجری کا ایک پتہ بھی حضور کے زمانے میں زکاة دیا کرتے تھے اور اب اس کے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۷) پھر آپ مہاجرین و انصار کو ساتھ لیکر اعراب کی طرف نکل پڑے اور جب وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ امیر لشکر بنا کر واپس آ گئے۔ انھوں نے اعراب کو جگہ جگہ گھیرا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر جگہ فتح عطا فرمائی۔ اب صحابہ کرام خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی رائے کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا اور کہا کہ خدا کی قسم۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق کا سینہ کھول دیا ہے۔ اور انھوں نے جو کچھ کیا وہ حق ہے۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر اس وقت مانعین زکاة کی سرکوبی نہ کی جاتی اور انھیں پھوٹ دیدی جاتی تو پھر کچھ لوگ نماز کے بھی منکر ہو جاتے اور بعض لوگ روزہ سے بھی انکار کر دیتے اور کچھ لوگ بعض دوسری ضروری چیزوں کا انکار کر دیتے تو اسلام اپنی شان و شوکت کے ساتھ باقی

مذہبنا بلکہ کبیر بن جانا اور اس کا نظام درہم برہم ہو جانا۔

مانعین زکاۃ اور ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہاد کے نتیجے میں حضرت صدر الانا فاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: یہاں سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہئے کہ ہر حالت میں حق کی حمایت اور ناحق کی مخالفت ضروری ہے۔ اور جو قوم ناحق کی مخالفت میں سستی کرے گی وہ جلد تباہ ہو جائے گی۔ آج کل بعض سادہ لوح باطل فرقوں کے رد کرنے کو بھی منع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس وقت آپس کی جنگ موقوف کرو۔ انھیں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق عمل سے سبق لینا چاہئے کہ آپ نے ایسے نازک وقت میں بھی باطل کی شکنی میں توقف نہ فرمایا۔ جو فرقے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں ان سے غفلت برتنا یقیناً اسلام کی نقصان رسائی ہے۔ (سوانح کربلا)

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف کلمہ اور نماز مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ اسلام کی ساری باتوں کو ماننا ضروری ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص اسلام کے سارے احکام پر ایمان رکھتا ہو لیکن ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا انکار کرے تاہو تو وہ کافر و مرتد ہے جیسے کہ مانعین زکاۃ ایک بات کا انکار کر کے کافر و مرتد ہوئے۔ فعوذ باللہ من ذلک۔ اور مسلمان کے ساتھی و مانعین زکاۃ کے کافر و مرتد ہونے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دوعرب میں کافر و مرتد نہ ہوں گے، یہ کہنا غلط ہے۔

غلط الزام | رافضی لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے حضور کے بارغ فدک کو غصب کر لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں دیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے وہ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں سب صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تُورِثُ مَا تَرَکْنَا کَاَصْدَاقَةٍ۔ یعنی ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔ (بخاری، مسلم مشکوٰۃ ص ۵۵)

اور مسلم شریف جلد دوم ص ۹۱ پر ہے کہ حضور کے وصال فرما جانے کے بعد ازواج مطہرات نے چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ حضور کے مال سے اپنا حصہ تقسیم کروائیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لَا نُورِثُ مَا تَرَکْنَا کَاَصَدَقَاتٍ۔ یعنی کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ہم کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔

اور بخاری جلد دوم ص ۵۷۵ و مسلم جلد دوم ص ۹۱ میں حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجمع صحابہ جن میں حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو قسم دے کر فرمایا۔ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں حضور نے ایسا فرمایا ہے۔

ان احادیث کریمہ کے صحیح ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ خیر اور فدک وغیرہ ان کے قبضہ میں ہوا۔ اور پھر ان کے بعد حسنین کریمین وغیرہ کے اختیار میں رہا مگر ان میں سے کسی نے ازواج مطہرات، حضرت عباس اور ان کی اولاد کو باغ فدک وغیرہ سے حصہ نہ دیا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ نبی کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغ فدک نہیں دیا نہ کہ بغض و عداوت کے سبب جیسا کہ رافضیوں کا الزام ہے (۱)۔ اور آیت کریمہ وَفَرَسَاتٍ سُیَّمَاکُنَّ ذَاوُدَ یَاس کے علاوہ قرآن مجید و حدیث شریف میں جہاں بھی کہیں انبیائے کرام کی وراثت کا ذکر ہے اس سے علم شریعت و نبوت ہی مراد ہے نہ کہ درہم و دینار۔

(۱) اس مسئلہ کے متعلق مفصل بحث ہمارے رسالہ "باغ فدک اور حدیث قرطاس" میں دیکھیں۔ الامجدی

عِلَالَتِ اَوْ رَوَاقَاتِ

واقعی اور حاکم میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ والدِ گرامی حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عِلالت کی ابتدا یوں ہوئی کہ آپ نے جمادی الاخریٰ پیر کے روز غسل فرمایا۔ اس

روز سردی بہت زیادہ تھی جو اثر کر گئی۔ آپ کو بخار آگیا اور پندرہ دن تک آپ علیل رہے۔

اس درمیان میں آپ نماز کے لئے بھی گھر سے باہر تشریف نہیں لاسکے۔ آخر کار بظاہر اسی بخار

کے سبب ۴۳ سال کی عمر میں ۲ سال ۲ ماہ سے کچھ زائد امور خلافت انجام دینے کے بعد ۲۲

جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو آپ کی وفات ہوئی اور آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک

پہلو میں مدفون ہوئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

آپ کی کرامتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر یہاں کیا جانا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک بار میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب صفہ میں ستین آدمیوں کو اپنے گھر لائے اور ان کو کھانا کھلانے کا حکم فرما کر خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے یہاں تک کہ آپ نے رات کا کھانا حضور ہی کے یہاں کھالیا اور بہت زیادہ رات گزر جانے کے بعد اپنے مکان پر تشریف لائے۔ ان کی بیوی نے کہا کہ مہانوں کے پاس آنے سے آپ کو کس چیز نے روک رکھا؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے ابھی تک مہانوں کو کھانا نہیں کھلایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے کھانا پیش کیا تھا مگر مہانوں نے آپ کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ یہ سن کر آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو بہت برا بھلا کہا کہ اس نے مجھ کو مطلع کیوں نہیں کیا۔ پھر کھانا منگا کر مہانوں کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ ایشیاء و افریقہ و مشرق و مغرب کے تمام ملکوں میں
 ان سفلیات کو کھانا تھا۔ یعنی خدا کی قسم ہم جو بھی کھانا کھاتے اس کے نیچے کھانا اس سے
 زیادہ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ہم سب کو شکم سیر مع کئے اور جتنا کھانا پیتے تھا اس سے بھی زیادہ پانچ
 لکھ حضرت ابو جعفر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قہر ہو کر اپنے بیوی سے فرمایا کہ یہ کھانا
 ہے کہ بہت میں کھانا پیتے سے کچھ زیادہ نظر آگیا ہے؟ آپ کی بیوی نے قسم کھا کر کہا کہ جی نہیں
 کھانا پیتے سے تین گنا زیادہ ہے۔ پھر وہ کھانا کھا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
 میں لے گئے۔ لیکن تک کھانا ہمارا گاہ رسالت میں رہا۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک
 معاہدہ ہوا تھا جس کی مدت ختم ہو گئی تھی تو اس روز صبح کے وقت ایک شخص بڑا اکیلا
 جس میں بہت کافی آوی تھی پوری فوج نے اس کھانے کو شکم سیر مع کر کھایا پھر بھی اس پر تم
 میں کھانا کم نہیں ہوا۔ (بخاری ص ۱۵۷ ج ۱)

مہاتوں کے کھانے کے بعد پیتے سے بھی کھانے کا تین گنا زیادہ ہو جائے اور صبح کے وقت
 پوری فوج کا اس کھانے کو شکم سیر مع کر کھانا چھری برتن میں کھانے کا کم نہ ہو تا یہ حضرت ابو جعفر
 صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم کرامت ہے۔

ابو جعفر صاحب صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے
 باپ حضرت ابو جعفر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرض موت میں مجھے وصیت کرتے ہوئے
 ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! میرے پاس جو کچھ میرا مال تھا آج وہ مال داروں کا ہو چکا
 ہے۔ میری اولاد میں تمہارے دو بھائی محمد الرحمن و محمد علی اور تمہاری دو بہنیں ہیں۔ لکھا
 میرے مال کو تم لوگ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لیتا۔
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان میری تو ایک بہن لی لی اسرار
 مجھے۔ یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری سہیلی ماں جو بہن نہ تھی
 جو حاملہ ہے اس کے پیٹ میں لڑکی ہے وہی تمہاری دوسری بہن ہے۔ چنانچہ آپ کے حمل
 فرمانے کے بعد آپ کے فرمان کے مطابق میری بہن خارجہ کے پیٹ سے لڑکی (امم قیس)

ہی پیدا ہوئیں۔ (موطا امام محمد باب النخلی ص ۳۲۸)

اس حدیث شریف سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوتی ہیں پہلی کرامت یہ کہ وفات سے پہلے آپ کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا اسی لئے آپ نے وصیت کے وقت یہ فرمایا کہ آج میرا مال میرے وارثوں کا مال ہو چکا ہے۔ اور دوسری کرامت یہ ثابت ہوتی ہے کہ حاملہ کے پیٹ میں لڑکی ہے آپ یقین کے ساتھ جانتے تھے اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جیسے بنت خاریجہ جو حاملہ ہے اس کے پیٹ میں لڑکی ہے وہی تمہاری بہن ہے۔ اور ان دونوں باتوں کا علم یقیناً غیب کا علم ہے جو بیشک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو عظیم الشان کرامتیں ہیں۔

آپ کی خصوصیات | حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں جن میں سے چند خصوصیات کو ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ابن عساکر حضرت امام شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدائے عز و جل نے ایسی چار خصلتوں سے مختص فرمایا جن سے کسی کو سزا نہیں فرمایا۔ اول۔ آپ کا نام صدیق رکھا اور کسی دوسرے کا نام صدیق نہیں۔ دوسرا۔ آپ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں رہے۔ تیسرا۔ آپ حضور کی ہجرت میں رفیق سفر رہے۔ چوتھے۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ صحابہ کرام کو ناز پڑھائیں اور دوسرے لوگ آپ کے مقتدی بنیں۔ ایک بہت بڑی خصوصیت آپ کی یہ بھی ہے کہ آپ صحابی، آپ کے والد ابو قحافہ صحابی، آپ کے صاحبزادے عبد الرحمن صحابی اور ان کے صاحبزادے ابوعبید محمد صحابی۔ یعنی آپ کی چار نسل صحابی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سایہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرونا ز خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل المخلوق بعد الرسل پہ ثانی اثین ہجرت پہ لاکھوں سلام

دعا ہے کہ خدائے عز و جل ہم سب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی عطا فرمائے

لا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرمائی جیسے۔ آمین
 بجا لا حیدرک سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ
 وعلیہم اجمعین ویرحمک یا ارحم الراحمین۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ - وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَآدَمُ بْنُ الْمَاءِ وَالطِّينِ - وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ - أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ -
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - مُحَمَّدٌ مَّرْسُولُ اللَّهِ - وَالَّذِينَ مَعَهُ
أَشِدُّ أَعْدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ مِمَّنْ حَمَّاءُ بَيْنَهُمْ - تَرَاهُمْ رُكُوعًا سُجَّدًا
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا دِيْنًا ۚ ع ۱۲۷ صدق اللہ مولانا العظیم
وصدق رسولہ النبی الکریم الامین - علیہ وعلیٰ الہ اکرم
الصلوات والتسلیم -

ایک بار ہم اور آپ سب لوگ مل کر تمام عالم کے محسن اعظم، رحمت عالم، نور مجسم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ دُرُودِ بار میں درود و سلام کی ڈالیاں پیش کریں صلی اللہ
علی النبی الہی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما علیک
یا رسول اللہ -

حقیقت میں کمال و خوبی والا وہ شخص ہے جو دوسروں کو بھی کمال و خوبی والا بنائے
تو ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت میں کمال و
خوبی والے ہیں جنہوں نے بے شمار لوگوں کو کمال و خوبی والا بنادیا۔ اور ان کا یہ فیض ہمیشہ
جاری رہے گا کہ قیامت تک اپنے جاں نثاروں کو کمال و خوبی والا بناتے رہیں گے۔

اور پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو کمال و خوبی والا بنایا ان میں سے ایک مشہور و معروف امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جو فضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں۔

نام و نسب آپ کا نام عمر ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کنیت ابو حفص اور لقب فاروق اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام خطاب اور ماں کا نام عشمہ ہے جو ہشام بن

مغیرہ کی بیٹی یعنی ابوجہل کی بہن ہیں۔ آنکھوں پشت میں آپ کا شجرہ نسب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندانی شجرہ سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اس وقت اسلام قبول فرمایا جبکہ چالیس مرد اور گیارہ عورتیں ایمان لاپچی تھیں۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ نے اثنائیس مرد اور تیس عورتوں کے بعد اسلام قبول کیا۔ (تاریخ الخلفاء)

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے یا الہ العالمین عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے پیارا ہو اس سے تو اسلام کو عزت عطا فرما۔ اور حاکم کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ حضور نے اس طرح دعا فرمائی اللھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً۔ یعنی یا اللہ! خاص طور سے عمر بن خطاب کو مسلمان بنا کر اسلام کو عزت و قوت عطا فرما۔ تو اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا بارگاہ الہی میں مقبول ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے مشرف ہو گئے۔

آپ کے قبول اسلام کا واقعہ دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتے ہوئے دیکھ کر ایک روز کفار مکہ جمع ہوئے اور

سب نے یہ طے کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔ مگر سوال پیدا ہوا کہ کون قتل کرے۔ مجمع میں اعلان ہوا کہ ہے کوئی بہادر جو عمت کو قتل کر دے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس اعلان پر پورا مجمع تو خاموش رہا مگر حضرت عمر نے کہا کہ میں ان کو

قتل کروں گا۔ لوگوں نے کہا بیشک تم ہی ان کو قتل کر سکتے ہو۔ پھر حضرت عمرؓ اٹھے اور تلوار لٹکائے ہوئے چل دیے۔ اسی خیال میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جن کا نام حضرت نعیم بن عبد اللہ بتایا جاتا ہے اور بعض لوگوں نے دوسروں کا نام لگھا ہے۔ بہر حال انھوں نے پوچھا کہ اے عمر! کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ حضرت نعیم نے کہا کہ اس قتل کے بعد تم بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے۔ وہ تمہیں ان کے بدے میں قتل کر دیں گے۔ اس بات کو سن کر وہ بگڑ گئے اور کہنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے۔ تو لاؤ میں پہلے بھی کو بیٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی اور حضرت نعیم نے بھی یہ کہا کہ ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں اپنی تلوار سنبھالی۔ عنقریب دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو پہلے اپنے گھر کی خبر لے۔ تیری بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید دونوں اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے انتہا غصہ پیدا ہوا وہیں سے پلٹ پڑے اور سعیدؓ اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ وہاں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ ان کی آواز سن کر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کے ایک حصہ میں چھپ گئے۔ بہن نے دروازہ کھولا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے۔ اور پوچھا تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ اور یہ آواز کس کی تھی؟ آپ کے بہنوئی نے ٹال دیا اور کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ کہنے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لئے ہو۔ بہنوئی نے کہا ہاں باپ دادا کا دین باطل ہے اور دوسرا دین حق ہے۔ یہ سننا تھا کہ بے تحاشا ٹوٹ پڑے ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور زمین پر ٹک کر خوب مارا۔ ان کی بہن چھڑانے کے لئے دوڑیں تو ان کے منہ پر ایک گھونسا اتنی زور سے مارا کہ وہ خون سے تر ہو گئیں۔ آخر وہ بھی حضرت عمرؓ کی بہن تھیں کہنے لگیں کہ عمرؓ کو اس وجہ سے مارا ہے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ کان کھول کر سن لو کہ تم مار مار کے ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ نکال لو یہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے دل سے ایمان نکال لو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور

آپ کی بہن نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بیشک ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔
 تجھ سے جو ہو سکے تو کر لے۔ بہن کے جواب اور ان کو خون سے تر تر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تم لوگ پڑھ رہے تھے تاکہ میں بھی اس کو پڑھوں۔ آپ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اس مقدس کتاب کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ حضرت عمر نے ہر چند اصرار کیا مگر وہ بغیر غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔ آخر حضرت عمر نے غسل کیا پھر کتاب لیکر پڑھی۔ اس میں سورہ طہ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا۔ حیووت اس آیت کریمہ پر پہنچے اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ یعنی بیشک میں اللہ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ (پلا ع ۱۰) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ مجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو جس وقت حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو آپ باہر نکل آئے۔ اور کہا کہ اے عمر! میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ کئی جمعرات کی شب میں سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ العالمین! عمر اور ابو جہل میں جو تجھے محبوب و پیارا ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت صفا پہاڑی کے قریب حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو ساتھ لے کر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے چلے۔ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور کچھ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حفاظت اور نگرانی کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ عمر آ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی بھلائی منظور ہے تب تو یہ میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے۔ اور اگر ان کی نیت کچھ اور ہے تو اس وقت ان کا قتل کرنا بہت آسان ہے۔ اسی

درمیان میں آئے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان حالات کے بارے میں وحی نازل ہو چکی تھی
 سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکان سے باہر تشریف لا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
 دامن اور ان کی تلوار پکڑ لی۔ اور فرمایا اے عمر کیا یہ فساد تم اس وقت تک بردہا کرتے رہو گے
 جب تک کہ تم پر ذلت و رسوائی مسلط نہ ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْتَ عَبْدُ اللّٰهِ وَمَا سُوْلُکُمْ یٰعِیْنِیْ مِیْنِ کُوْاہِیْ دِیْتَا
 ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور
 اس کے رسول ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وغیرہ)

اس طرح اللہ کے محبوب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا حضرت عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے حق میں مقبول ہوئی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے ہیں۔

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
 دہن بن کے نکلی دعائے محمد۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اور فرماتے ہیں۔ — اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا

بڑھی ناز سے جب دعائے محمد۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 چلتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے محبوب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کو قتل کرنے کے لئے (معاذ اللہ) مگر خود ہی قاتل تیغ ابروئے محمد ہو گئے۔ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم۔

شد غلامے کہ آب جو آرد

آب جو آمد و غلام ببرد

اس واقعہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ اسلام پزور شمشیر نہیں پھیلا۔ دیکھئے اسلام
 قبول کرنے والے کے ہاتھ میں شمشیر ہے اور اسلام پھیلا نے والے کا ہاتھ شمشیر سے خالی ہے۔
 (ایک مرتبہ سب لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)

فَارُوقُ كَالِقَبِّ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں کلہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا تو میرے اسلام قبول کرنے کی خوشی میں اس وقت جتنے مسلمان حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں موجود تھے اتنی زور سے نعرہ بکیر بلند کیا کہ اس کو مکہ کے سب لوگوں نے سنا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم سختی پر نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا کیوں نہیں؟ یعنی بیشک ہم سختی پر ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا پھر یہ پوشیدگی اور پردہ کیوں ہے؟ اس کے بعد ہم سب مسلمان اس گھر سے دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور دوسری صف میر میں تھا۔ اور اسی طرح ہم سب صفوں کی شکل میں مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ کفار قریش نے مجھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ دیکھا تو ان کو بے انتہا ملال ہوا۔ اس روز سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ اس لئے کہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۷۷)

اظهارِ اسلام

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہو گیا تو اس کے بعد اپنے ماموں ابو جہل بن ہشام کے پاس پہنچا۔ ابو جہل خاندان قریش میں بہت با اثر سمجھا جاتا تھا اور اس کو بھی قریش کی حیثیت حاصل تھی میں نے اس کے دروازہ کی کنڈی کھٹکائی۔ اس نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں عمر ہوں۔ اور میں تمہارا دین چھوڑ کر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا عمر! ایسا کبھی مت کرنا۔ مگر میرے ڈر کے سبب باہر نہیں نکلا بلکہ اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ کیا طریقہ ہے؟ مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور نہ دروازہ کھولا۔ میں اسی طرح دیر تک باہر کھڑا رہا۔ پھر وہاں سے قریش کے ایک دوسرے سردار اور با اثر شخص کے پاس پہنچا۔ میں نے اس کو پکارا۔ وہ نکلا تو جوابات میں نے اپنے ماموں ابو جہل سے کہی تھی کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ وہی بات اس سے بھی کہی۔ تو اس نے بھی کہا کہ ایسا مت کرنا۔ پھر میرے خوف سے گھر کے اندر داخل ہو کر

دروازہ بند کر لیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ کیا معاملہ ہے کہ مسلمان مارے جاتے ہیں اور میں نہیں مارا جاتا ہوں۔ کوئی مجھ سے کچھ تعارض نہیں کرتا۔ میری یہ باتیں سن کر ایک شخص نے کہا کہ تم اپنا اسلام اور اپنا دین اس طرح ظاہر کرنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں میں اسی طرح ظاہر کروں گا۔ اس نے کہا وہ دیکھو پتھر کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں فلاں شخص ایسا ہے کہ اگر اس سے تم کچھ راز کی بات کہو تو وہ فوراً اعلان کر دے گا۔ اس سے اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کر دو ہر جگہ خبر ہو جائے گی۔ ایک ایک آدمی کے گھر جانے کی ضرورت نہیں۔ میں وہاں پہنچا اور اس سے اپنے اسلام قبول کرنے کو ظاہر کیا۔ اس نے کہا کیا واقعی تم مسلمان ہو چکے ہو۔ میں نے کہا ہاں بیشک میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ یہ سنتے ہی اس نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ اے لوگو! عمر بن خطاب ہمارے دین سے نکل گیا۔ یہ سنتے ہی ادھر ادھر جو مشرکین بیٹھے ہوئے تھے مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ پھر دیر تک مار پیٹ ہوتی رہی۔ شور و غل کی آواز میرے ماموں ابو جہل نے سنی۔ اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمر مسلمان ہو گیا ہے۔ میرا ماموں ابو جہل ایک پتھر پر چڑھا اور لوگوں سے کہا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دیدی۔ یہ سنتے ہی جو لوگ مجھ سے الجھ رہے تھے الگ ہو گئے۔ مگر بات مجھے بہت ناگوار ہوئی کہ دوسرے مسلمانوں سے مار پیٹ ہوا اور مجھ کو پناہ دیدی جائے۔ میں ابو جہل کے پاس پھر پہنچا اور کہا جَوَاسُکَ سَدَّ عَلَیْکَ یعنی تیری پناہ میں تجھے واپس کرتا ہوں۔ مجھے تیری پناہ کی ضرورت نہیں۔ پھر کچھ دنوں تک مار پیٹ کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونا اسلام کی فتح تھی۔ ان کی ہجرت نصرت الہی تھی اور ان کی خلافت رحمت خداوندی تھی۔ ہم میں سے کسی کی یہ ہمت و طاقت نہیں تھی کہ ہم بیت اللہ شریف کے پاس ناز پڑھ سکیں۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے شرکین سے اس قدر جنگ و جدال کیا کہ انھوں نے عاجز آکر مسلمانوں کا چھوٹا چھوڑ دیا تو ہم بیت اللہ شریف کے پاس اطمینان سے علانیہ ناز پڑھنے لگے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے اپنا اسلام علی الاعلان ظاہر کیا وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تب اسلام ظاہر ہوا یعنی اس سے پہلے لوگ اپنا اسلام قبول کرنا ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ان کے ایمان لانے کے بعد لوگوں کو اسلام کی طرف کھل کھلا بلایا جانے لگا اور ہم بیت اللہ شریف کے پاس مجلسیں قائم کرنے، اس کا علانیہ طواف کرنے، کافروں سے بدلہ لینے اور ان کا جواب دینے کے قابل ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۷۹)

آپ کی ہجرت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجرت بھی بے مثال ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے علانیہ ہجرت کی ہو جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کی نیت سے نکلے تو آپ نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور مکان کندھے پر اور ترکش سے تیر نکال کر ہاتھ میں لے لیا پھر بیت اللہ شریف کے پاس حاضر ہوئے۔ وہاں بہت سے اشراف قریش بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اطمینان سے کعبہ شریف کا طواف کیا۔ پھر بہت اطمینان سے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اشراف قریش کی جماعت کے پاس آکر ایک ایک شخص سے الگ الگ فرمایا شَهِدْتُ الْوُجُوْهَ یعنی تم لوگوں کے چہرے بدشکل ہو جائیں گے اور تمہارا ناس ہو جائے۔ اس کے بعد فرمایا مَنْ اَمْسَا دَا اَنْ تَشْكَلَهُ اُمُّهُ وَيَتَمَّ وَلَدُهُ وَتُرْمِلَ مَرْءُوجَتُهُ فَلْيَلْقَنِیْ وَمَا هَذَا الْوَادِیُّ۔ یعنی جو شخص کہ اپنی ماں کو بے اولاد رہنے پر چوں کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اس وادی کے اس طرف آکر میرا مقابلہ کرے۔ آپ کے اس طرح للکارنے کے باوجود ان اشراف قریش میں سے کسی مائی کے لال کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ کا پیچھا کرتا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۷۹)

حضرت برادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے

ہجرت کر کے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ پھر حضرت ابن ام مکتوم اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس سواروں کے ساتھ تشریف لائے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارادہ کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ چھپے تشریف لائیں گے۔ تو آپ کے بعد سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ حضور کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اور آپ وہ بہادر ہیں کہ غزوہ احد میں جبکہ جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں میں افراتفری پیدا ہو گئی تو اس حالت میں بھی آپ ثابت قدم رہے۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کا حلیہ حضرت زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ کے سر کے بال خود پہنے کی وجہ سے گر گئے تھے۔ قد آپ کا لمبا تھا۔ مجمع میں آپ کا سر دوسرے لوگوں کے سروں سے اونچا معلوم ہوتا تھا۔ دیکھنے میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کسی جانور پر سوار ہیں۔

اور علامہ واقفی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ جو لوگ گندمی بتلاتے ہیں انھوں نے قحط کے زمانہ میں آپ کو دیکھا ہو گا۔ اس لئے کہ اس زمانہ میں زیتون کا تیل استعمال کرنے کے سبب رنگ آپ کا گندمی ہو گیا تھا۔

اور ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر نے اپنے باپ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ اس طرح بیان کیا ہے کہ آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ آخری عمر میں سر کے بال جھڑ گئے تھے اور بڑھاپے کے آثار ظاہر تھے۔ اور ابن رجاء سے ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل قامت اور موٹے بدن کے آدمی تھے۔ سر کے بال بہت زیادہ جھڑے ہوئے تھے۔ رنگ بہت گورا تھا جس میں سرخی تھکتی تھی۔ آپ کے گال اندر کو دھنسے ہوئے تھے۔ مونچھوں کے کنارے کا

بہت لمبا تھا اور ان کے اطراف میں سرخی تھی (تاریخ الخلفاء ص ۸۹)

(ایک بار سب لوگ مل کر پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)

فَارُوقُ الْعَظِيمُ اور احادیثِ کریمہ

ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَّكَانَ عَسْرًا بَيْنَ الْخَطَّابِ بِمَعْنَى اَكْرَمِيَّةٍ بَعْدَنِي ہوتے تو عمر ہوتے (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵) سبحان اللہ یہ ہے مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوتے تو آپ نبی ہوتے۔ اس حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا عظیم الشان بیان ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ لَآ نَظُرُ اِلٰی شَیْءٍ طَیِّبٍ اِلَّا جِئْتُ وَاِلٰی ذَنْسٍ قَدْ فَرَّوْا مِنْ عَمْرِ۔ یعنی میں بلا شبہ نگاہِ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ جن کے شیطان بھی اور انسان کے شیطان بھی دونوں میرے عمر کے خوف سے بھاگتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵) یہ رعب و دبدبہ ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ چاہے جن کا شیطان ہو یا انسان کا دونوں ان کے ڈر سے بھاگ جاتے ہیں۔

اور مدارج النبوة جلد دوم ص ۴۲۶ میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”عمر با من ست ومن با عمر وحق با عمر ست ہر جا کہ باشد، یعنی عمر مجھ سے ہیں اور میں عمر سے ہوں۔ اور عمر جس جگہ بھی ہوتے ہیں حق ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا تو خواب دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور مجھ کو دکھائے جا رہے ہیں۔ وہ سب کرتے پہنے ہوئے تھے جن میں سے کچھ لوگوں کے کرتے ایسے تھے جو صرف سینے تک تھے۔ اور بعض لوگوں کے کرتے اس سے

نیچے تھے۔ پھر عرب خطاب کو پیش کیا گیا جو اتنا لمبا کرتا پہنے ہوئے تھے کہ زمین پر گھسیٹے ہوئے چلے
تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ دین۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵) اس حدیث شریف میں اس بات کا واضح بیان کہ حضرت
عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دینداری اور تقویٰ شعاری میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔
اور ترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ، یعنی
اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری فرمادیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵) مطلب
یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ حق ہی بولتے ہیں۔ ان کے قلب و زبان
پر باطل کبھی جاری نہیں ہوتا۔

اور طبرانی اوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ أَبْغَضَ عُمَرَ فَقَدْ أَبْغَضَنِيْ
وَمَنْ أَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ یعنی جس شخص نے عمر سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے
دشمنی رکھی اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور خدائے تعالیٰ نے عرفہ
والوں پر عموماً اور عمر پر خصوصاً فخر و مباہات کی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور جتنے انبیائے کرام
علیہم السلام دنیا میں مبعوث ہوئے ہر نبی کی امت میں ایک محدث ضرور ہوا ہے۔ اور اگر
کوئی محدث میری امت میں ہے تو وہ عمر ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ! محدث کیسا ہوتا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ جس کی زبان سے ملائکہ بات کریں وہ
محدث ہوتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَقَدْ كَانَ فِيمَا بَيْنَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثٌ ثَوْتُ
فَاتٍ يَلِكُ أَحَدٌ فِي أُمَّتِيْ فَإِنَّ سَأَلَ عُمَرَ، یعنی تم سے پہلے امتوں میں محدث ہوئے
ہیں۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دنیا نہیں آئی اور انہوں نے اس کی خواہش و تمنا فرمائی مگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دنیا بہت آئی لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ ٹھکرا دیا۔
 (تاریخ الخلفاء ص ۱۱) ————— بیشک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دنیا آئی کہ ان کے زمانہ خلافت میں بہت مالک فتح ہوئے اور بے شمار شہروں پر قبضہ ہوا جہاں سے بے انتہا مال غنیمت حاصل ہوا مگر آپ فقیرانہ ہی زندگی گزارتے تھے۔ آپ ہی کے زمانہ خلافت میں شہر مدائن فتح ہوا اور وہاں سے اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ اس سے پہلے کسی شہر کے فتح ہونے پر نہیں حاصل ہوا تھا۔ شہر مدائن کے مال غنیمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس شہر کے فتح کرنے والے لشکر کے سپاہی ساٹھ ہزار تھے۔ بیت المال کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد ہر سپاہی کو بارہ ہزار درہم نقد ملا تھا۔ اور یہ مال کسریٰ بادشاہ کے اس فرش کے علاوہ تھا جو سونے چاندی اور جواہرات سے بنا ہوا تھا جس کو مخصوص درباروں میں کسریٰ بادشاہ کھلے بچھایا جاتا تھا۔ یہ فرش شکر کی اجازت سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ اس فرش کی قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے ایک باشت مربع ٹکڑے کی قیمت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیس ہزار کی رقم ملی تھی۔ تو اس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دنیا آتی تھی مگر آپ ہمیشہ اسے ٹھکراتے رہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر فرمایا کہ بولوں کو ان کی تنخواہیں اور اس کے ساتھ عطیات کے طور پر بھی مال تقسیم کرو۔ انہوں نے آپ کو لکھا کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے لیکن اس کے باوجود ابھی مال بہت زیادہ موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکو تحریر فرمایا کہ کل مال "مال غنیمت" ہے جو خدا نے تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے لہذا وہ سب مال انہیں پر تقسیم کرو۔ وہ مال عمر یا اس کی اولاد کا نہیں ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کی رائے سے قرآن کی موافقت

حضرت عمر فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک

بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن مجید آپ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائیں موجود ہیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کسی معاملہ میں لوگوں کی رائے دوسری ہوتی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے دوسری۔ تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔ اور حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی معاملہ میں جو کچھ مشورہ دیتے تھے قرآن شریف کی آیتیں اسی کے مطابق نازل ہوتی تھیں (تاریخ الخلفاء ص ۸۳)۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے رب نے ان سے اکیس باتوں میں موافقت فرمائی ہے۔ ان میں سے چند باتوں کا آپ لوگوں کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے جاتے ہیں اور حضور کی خدمت میں ازواجِ مطہرات بھی ہوتی ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ ان کو پردہ کرنے کا حکم فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری اس عرض کے بعد انہماک المؤمنین کے پردہ کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: **وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَائِهِنَّ حِجَابًا**۔ یعنی اور جب تم انہماک المؤمنین سے استعمال کرنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو (پ ۲۷ ع ۴۔ تاریخ الخلفاء)۔

ملک شام سے ایک قافلہ کے ساتھ ابوسفیان کے آنے کی خبر پا کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ سے ابو جہل کفار قریش کا ایک بھاری لشکر لیکر قافلہ کی امداد کیلئے روانہ ہوا۔ ابوسفیان تو راستہ سے ہٹ کر اپنے قافلہ کے ساتھ سمندر کے ساحل کی طرف چل پڑے۔ تو ابو جہل سے اسکے ساتھیوں

نے کہا کہ قافلہ تو پہنچ گیا اب مجھے مسئلہ واپس چلو مگر اس نے انکار کر دیا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے بدر کی طرف چل پڑا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جنگ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہم اس تیاری سے نہیں چلے تھے، نہ ہماری تعداد زیادہ ہے نہ ہمارے پاس کافی سامان اسلحہ ہے مگر اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر کی طرف نکل کر کافروں سے مقابلہ کرنے ہی کا مشورہ دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ مَبِئْتِكَ بِالْحَقِّ۔ وَاتَّخِذْ يَوْمَئِذٍ الصُّوْمِثِينَ لَكِنَّ هُوَنَ (پ ۱۵ ع ۱۵) یعنی اے محبوب تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق سے ساتھ (بدر کی طرف) برآمد کیا۔ اور بیشک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عبدالرحمن بن ابوبعلی بیان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور آپ سے کہنے لگا کہ جبریل فرشتہ جس کا تذکرہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے ہیں وہ ہمارا سخت دشمن ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مَن كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ۔ یعنی جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کا۔ تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔ تو جن الفاظ کیساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی کو جواب دیا بالکل انہی الفاظ کے ساتھ قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (پ ۱۲ ع ۱۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۸۴)۔ آیت مبارکہ کے آخری جملہ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ سے معلوم ہوا کہ انبیاء و ملائکہ کی عداوت کفر ہے اور محبوبان حق سے دشمنی کرنا خدا سے دشمنی کرنا ہے۔

پہلی شریعتوں میں روزہ افطار کرنے کے بعد کھانا پینا اور میہتری کرنا عشا کی نماز تک جائز تھا۔ بعد نماز عشا یہ ساری چیزیں رات میں بھی حرام ہو جاتی تھیں۔ یہ حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ تک باقی رہا۔ یہاں تک کہ رمضان شریف کی رات

میں بعد نماز عشاء حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتری ہو گئی جس پر وہ بہت نادم اور شرمندہ ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اِحْدَ لَكُمْ لَيْلَةُ الصِّيَامِ الرَّفْتُ اِلَىٰ خِسَاءٍ كَذٰلِكَ اٰتٰتِ كَرِيْمٌ
 کا مطلب یہ ہے کہ روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا دینی ان سے بہتری کرنا تمہارے لئے حلال ہو گیا۔ (پ ۷ ع ۷)

بشر نامی ایک منافق تھا اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا یہودی نے کہا چلو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیصلہ کر لیں۔ منافق نے خیال کیا کہ حضور حق فیصلہ کریں گے کبھی کسی کی طرفداری اور رعایت نہ فرمائیں گے جس سے اس کا مطلب حاصل نہ ہو سکے گا اس لئے اس نے مدعی ایمان ہونے کے باوجود کہا کہ ہم کعب بن اشرف یہودی کو پتخ بنائیں گے یہودی جس کا معاملہ تھا وہ خوب جانتا تھا کہ کعب رشوت خور ہے اور جو رشوت خور ہوتا ہے اس سے صحیح فیصلہ کی امید رکھنا غلط ہے۔ اس لئے کعب کے ہم مذہب ہونے کے باوجود یہودی نے اس کو پتخ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو منافق کو فیصلہ کے لئے سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں مجبوراً آنا پڑا۔ حضور نے جو حق فیصلہ کیا وہ اتفاق سے یہودی کے موافق اور منافق کے مخالف ہوا۔ منافق حضور کا فیصلہ سننے کے بعد پھر یہودی کے درپے ہوا اور اسے مجبور کر کے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طے فرما چکے ہیں۔ لیکن یہ حضور کے فیصلہ کو نہیں مانتا آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو میں ابھی آکر فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اس منافق مدعی ایمان کو قتل کر دیا۔ اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو نہ مانے اس کے متعلق میرا یہی فیصلہ ہے تو بیان واقعہ کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُوْنَ اَنْ يَسْتَحْكُمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَكْفُرُوْا بِهَا وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ

صَلَّامٌ بَعِيداً دُفَّ رُكُوعُ ۴) کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمانی لائے
اس پر جو تمہاری طرف اتر اور اس پر جو تم سے پہلے اتر۔ پھر چاہتے ہیں کہ اپنا پچ شیطان کو نہائیں
اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے ہرگز نہ مانیں۔ اور ابلیس یہ چاہتا ہے انھیں دور بہکا دے۔

(تفسیر جلالین و صابری)

پھر کسی نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت عمرؓ نے اس مسلمان
کو قتل کر دیا جو حضور کے دربار میں فیصلہ کے لئے حاضر ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے عمرؓ سے
ایسی امید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کر سکے تو اللہ تبارک و تعالیٰ
نے پھر مندرجہ ذیل آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۳)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُخَرِّجُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا یعنی تو اسے
محبوب تبارک و تعالیٰ کی قسم وہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے
میں تمہیں حاکم نہ تسلیم کر لیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اسے رکاوٹ نہ بنائیں اور
دل سے مان لیں۔ (دُفَّ ۴)

ان واقعات سے خداوند قدوس کی بارگاہ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی عزت و عظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کی باتوں کے موافق وحی الہی اور قرآن مجید کی
آیتیں نازل ہوتی تھیں۔ مزید تفصیل جانتے کیلئے تاریخ الخلفاء وغیرہ کا مطالعہ کریں۔
ایک بار سب لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں۔

آپ کی خلافت | بَرَادَرَانِ مَلَّتْ! حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی خلافت کا واقعہ علامہ واقدی کی روایت کے مطابق یوں
ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت علالت کے سبب بہت زیادہ
نامناسب ہو گئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا جو عشرہ مبشرہ
میں سے ہیں۔ اور ان سے فرمایا کہ عمر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ

میرے خیال میں تو وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں جتنا کہ آپ ان کے بارے میں خیال فرماتے ہیں
 پھر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر ان سے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انھوں نے بھی یہی کہا کہ مجھ سے زیادہ آپ ان کے بارے میں
 جانتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ تو بتلاؤ۔ حضرت
 عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم لوگوں
 میں ان کا مثل کوئی نہیں۔ پھر آپ نے سعید بن زید، اسید بن حضیر اور دیگر انصار و
 مہاجرین حضرات سے بھی مشورہ لیا اور ان کی رائیں معلوم کیں۔ حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے کہا کہ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
 سب سے افضل ہیں۔ وہ اللہ کی رضا پر راہی رہتے ہیں۔ اور اللہ جس سے ناخوش ہوتا ہے
 اس سے وہ بھی ناخوش رہتے ہیں۔ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی اچھا ہے۔ اور کارِ
 خلافت کے لئے ان سے زیادہ مستعد اور قوی شخص کوئی نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ اور صحابہ کرام
 آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ حضرت
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخت مزاجی سے آپ واقف ہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ
 ان کو خلیفہ مقرر کریں گے تو خدائے تعالیٰ کے یہاں کیا جواب دیں گے؟ آپ نے فرمایا
 خدا کی قسم تم نے مجھ کو خوف زدہ کر دیا مگر میں باد گاہ خداوندی میں عرض کروں گا کہ یا
 الہ العالمین! میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔ اور اے
 اعتراض کرنے والے یہ جو کچھ میں نے کہا ہے تم دوسرے لوگوں کو بھی پہنچا دینا۔
 اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا لکھئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ وصیت نامہ ہے جو ابو بکر بنی قحافہ نے اپنے آخری
 زمانہ میں دنیا سے رخصت ہوتے وقت اور عہد آخرت کے شروع میں عالم بالا میں داخل
 ہوتے وقت لکھا یا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ ایک کافر بھی ایمان لے آتا ہے۔ ایک فاسق
 و فاجر بھی یقین کی روشنی حاصل کر لیتا ہے اور ایک جھوٹا بھی سچ بولتا ہے۔ مسلمانوں! اپنے

بعد میں نے تمہارے اوپر عمر بن خطاب کو خلیفہ منتخب کیا ہے۔ ان کے احکام کو سنا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔ میں نے حتی الامکان خدا و رسول، دین اور اپنے نفس کے بارے میں کوئی تقصیر و غلطی نہیں کی ہے۔ اور جہان تک ہو سکا تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دینی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عدل و انصاف سے کام لیں گے۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو میرے خیال کے مطابق ہوگا اور اگر انھوں نے عدل و انصاف کو چھوڑ دیا اور بدل گئے تو ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہوگا۔ اور اے مسلمانو! میں نے تمہارے لئے نیکی اور بھلائی ہی کا قصد کیا ہے وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔ (پ ۱۵ ع ۱۵) یعنی اور ظالم عنقریب جانیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر آپ نے اس وصیت نامہ کو سر پر کرنے کا حکم فرمایا۔ جب وہ مہر بند ہو گیا تو آپ نے اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا جسے لیکر وہ گئے لوگوں نے راضی خوشی سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہائی میں بلا کر کچھ وصیتیں فرمائیں اور جب وہ چلے گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ الہی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور عرض کیا یا اللہ العالمین! یہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس سے میری نیت مسلمانوں کی فلاح و بہبود ہے۔ تو اس بات سے خوب واقف ہے کہ میں نے فتنہ و فساد کو روکنے کیلئے ایسا کام کیا ہے۔ میں نے اس کے بارے میں اپنی رائے کے اجتہاد سے کام لیا ہے۔ مسلمانوں میں جو سب سے بہتر ہے میں نے اس کو ان کا والی بنایا ہے۔ اور وہ ان میں سب سے قوی اور نیکی پر حریص ہے۔

اور یا اللہ العالمین! میں تیرے حکم سے تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ خداوند! تو ہی اپنے بندوں کا مالک و مختار ہے اور ان کی باگ ڈور تیرے ہی دست قدرت میں ہے۔ یا اللہ العالمین! ان لوگوں میں درستی اور صلاحیت پیدا کرنا۔ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو خلفاء راشدین میں سے کرنا اور ان کے ساتھ ان کی رعیت کو اچھی زندگی بسر کرنے کی
توفیق رفیق عطا فرما۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

رافضی لوگ کہتے ہیں کہ (حضرت) ابو بکر نے جو اپنی زندگی میں خلیفہ
منتخب کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کی اس لئے کہ حضور نے اپنی ظاہری زندگی
میں کسی کو خلیفہ نہیں بنایا حالانکہ وہ اچھائی اور برائی کو خوب جانتے تھے اور اپنی امت پر پوری
پوری شفقت و رافت رکھتے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے امت پر کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا
اور (حضرت) ابو بکر نے (حضرت) عمر کو اپنی زندگی میں خلیفہ نامزد کر دیا جو حضور کی کھلی ہوئی
مخالفت ہے۔

اس اعتراض کے تین جواب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
تحریر فرماتے ہیں اور وہ یہ ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی ظاہری زندگی
میں امت پر خلیفہ نہ بنانا کہ لامحدود اچھوت اور بہتان ہے اس لئے کہ رافضی سب کے سب اس بات
کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔
لہذا اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سنت نبوی کی پیروی میں خلیفہ منتخب کر دیا تو اس
میں مخالفت کہاں سے لازم آگئی۔ اور اگر جواب کی بنیاد مذہب اہلسنت پر رکھیں تو اہلسنت
کے محققین اس بات کے قائل ہیں کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز اور حج میں اپنا نائب و خلیفہ بنایا ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمشناس، آپ کے کاموں کی باریکجوں سے
آگاہ اور آپ کے اشاروں کو اچھی طرح سمجھتے تھے ان کے لئے اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ اور
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس نقطہ نظر سے خلافت نامہ لکھوایا کہ عرب
عجم کے نو مسلم بغیر تہرج و تنصیف کے اس سے واقف نہ ہو سکیں گے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وجہ سے خلیفہ

نہیں مقرر فرمایا کہ آپ وحی الہی سے پورے یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر ہی خلیفہ ہوں گے صحابہ اپنی پر اتفاق کریں گے اور کوئی دوسرا اس میں دخل اندازی نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ احادیث کریمہ جو اہلسنت کی صحیح کتابوں میں موجود ہیں اس بات پر واضح طریقے سے دلالت کرتی ہیں مثلاً حضور نے فرمایا یا بَیَّ اَیُّہَا النَّاسُ اَللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ یعنی اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہ کریں گے۔ اور حدیث شریف میں ہے فَاِنَّہُ الْخَلِیْفَۃُ مِنْۢ بَعْدِیْ۔ یعنی میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یقین کامل تھا کہ خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہوں گے تو خلافت نامہ لکھنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ مرض وفات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادے کو بلا یا لانا کہ خلافت نامہ لکھیں۔ پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ لکھنے کی حاجت کیا ہے؟ تو آپ نے ارادہ ترک فرمادیا۔ بخلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ آپ کے پاس وحی نہیں آتی تھی اور نہ آپ کو اس بات کا قطعی علم تھا کہ میرے بعد لوگ بلاشبہ عمر بن خطاب کو خلیفہ بنائیں گے۔ اور اپنی عقل سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو اچھا سمجھتے تھے اس لئے ان پر ضروری تھا کہ جس چیز میں امت کی بھلائی دیکھیں اس پر عمل کریں۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی عقل نے صحیح کام کیا کہ اسلام کی شوکت، انتظام امور سلطنت اور کافروں کی ذلت جس قدر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں ہوئی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ خلیفہ نہ بنانا اور چیز ہے اور خلیفہ بنانے سے منع کرنا اور چیز ہے۔ مخالفت جب لازم آتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفہ بنانے سے روکے ہوتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنا دیتے۔ اور اگر خلیفہ بنانا حضور کی مخالفت کرنا ہے تو لازم آئے گا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن کو خلیفہ بنا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (تحفہ اثنا عشریہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بنا کر نہایت عقلمندی اور دانشمندی سے کام لیا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے اسلام اپنی خوبیوں کی بنا پر روز بروز پھیلنا ہی جائے گا۔ بڑی بڑی سلطنتیں زیرِ نیکیں ہوں گی اور بڑے بڑے ممالک فتح ہوں گے جہاں سے بہت مال غنیمت آئے گا، لوگ خوشحال و مالدار ہو جائیں گے اور مالداروں کے بعد اکثر دنیا داری آجاتی ہے دینداری کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اب یہ بعد عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسے شخص کو خلیفہ ہونا ضروری ہے جو دین کے معاملہ میں بہت سخت ہیں اور شریعت کے معاملہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ خلافت کے مستحق اور حقدار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو اس نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خطا کا رٹھرا نے کے ساتھ تمام انصار و مہاجرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی خطا کا رٹھرایا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۳)

کرامات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

برآذات اسلام! حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سی کرامتیں بھی ظاہر ہوئی ہیں جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر آپ کے سامنے کیا جاتا ہے۔ علامہ ابونعیم نے دلائل میں حضرت عمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے یکایک آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر تین بار یہ فرمایا یا ساریۃ الجبک۔ یا ساریۃ الجبک۔ یا ساریۃ الجبک۔ یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اس طرح حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکار کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع فرما دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد نماز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامانِ دوست

بحر و بر در گوشہ دامنِ دوست

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کرامت کو امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کی ہے جو حدیث کی مشہور و معتبر کتاب مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۵۴۶ پر بھی لکھی ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ سب لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف

پڑھیں۔ صلی اللہ علی النبی اللاحی الخ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حجرہ یعنی چنگاری۔ پھر آپ نے اس کے باپ کا نام دریافت فرمایا تو اس نے کہا شہاب یعنی شعلہ۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے قبیلہ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حرہ یعنی آگ۔ اور جب آپ نے اس کے رہنے کی جگہ دریافت کی تو اس نے حرہ بتایا یعنی گرمی۔ آپ نے پوچھا کہ حرہ کہاں ہے؟ اس نے کہا ذات لفظی (شعلہ والی) جگہ میں ان سارے جوابات کو سننے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اَدْرَاکَ اَهْلَکَ فَقَدْ احْسَبْتَ قَوًّا یعنی اپنے اہل و عیال کی خبر لو کہ وہ سب جل کر مر گئے۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس ہوا تو دیکھا واقعی اس کے گھر کو آگ لگ گئی تھی اور سب لوگ جل کر مر گئے تھے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۶)

حضرت ابو الشیخ کتاب المعصمت میں حضرت قیس بن حجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں تم کو فتح کیا تو اہل عجم ایک مقررہ دن پر حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا یا کَیْطُھَا اَلْاَمِیْرَانِ لِنِیْلَتَا هَذَا سُنَّةٌ لَا تَجْرِیْ اِلَّا بِھَا یعنی اسے حاکم ہمارے اس دریا سے نیل کے لئے ایک پرانا طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا ہے بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور ہماری کھیتی کا دار و مدار

اسی دریائے نیل کے پانی ہی پر ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ دریائے نیل کے جاری رہنے کا وہ پرانا طریقہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ جب اس مہینہ کے چاند کی گیارہویں تاریخ آتی ہے تو ہم لوگ ایک کنواری جھللی لٹکی کر کے اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں پھر اسے بہترین قسم کے زیورات اور کپڑے پہاتے ہیں اس کے بعد لڑکی کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اِنَّ هَذَا اَلَا یَکُوْنُ اَبَدًا فِی الْاَسْذَاکِرِ یعنی اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں لغو اور بے سرو پا ہیں۔ اسلام اس قسم کی تمام بالمل باتوں کو مٹانے آیا ہے وہ لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔ آپ کے اس جواب کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد واقعی دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا یہاں تک کہ بہت سے لوگ وطن چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ایک خط لکھ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارے حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے خط پڑھنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر فرمایا کہ تم نے مصریوں کو بہت عمدہ جواب دیا۔ بیشک اسلام اس قسم کی تمام لغو اور بیہودہ باتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔ میں اس خط کے ہمراہ ایک رقمہ روانہ کر رہا ہوں تم اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب وہ رقمہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا تو آپ نے اسے کھول کر پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ۔

مَنْ عَمِلَ اللهُ عَمَلًا أَوْ سَرَّ النَّاسَ مِنْ رَأْيِهِ مِصْرًا - أَمْثَلَتْهُ كَيْفَاتُ
كُنْتُ تَجَرِي مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَجْرِي إِنْ كَانَ اللهُ يُحِبُّكَ فَاسْأَلِ
اللهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّاسَ أَنْ يُجِيرَكَ - یعنی اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرح
مصر کے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو بذات خود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو۔ اور
اللہ کے رسول تجھ کو جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے

جاری فرمادے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس رُقعہ کو رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مگر وہ اے جب صبح کو نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو اس طرح جاری فرما دیا ہے کہ سولہ ہاتھ پانی اور پر چڑھا ہوا ہے۔ پھر دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سوکھا۔ اور مصر والوں کی یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۷)

یہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی کرامت ہے کہ آپ نے دریائے نیل کے نام خط لکھا اور خدائے عروجیل سے دعا کی۔ تو وہ دریائے نیل جو ہر سال ایک کٹواری لڑکی کی جان لئے بغیر جاری نہیں ہوتا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط سے ہمیشہ کے لئے جاری ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ آپ بحر بردونوں پر حکومت فرماتے تھے۔ ایک شاعر نے بہت خوب کہا ہے۔

یاد او گر مونس جانت بود

ہر دو عالم زیر فرمانت بود

خلافت فاروقی کا زمانہ تھا ایک عجیب شخص مدینہ طیبہ آیا جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کر رہا تھا۔ کسی نے بتایا کہ کہیں آبادی کے باہر سو رہے ہوں گے۔ وہ شخص آبادی کے باہر نکل کر آپ کو تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حالت میں پایا کہ وہ زمین پر سر کے نیچے زردہ رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ اس نے دل میں سوچا ساری دنیا میں اس شخص کی وجہ سے فتنہ برپا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت ایران اور دوسرے ملکوں میں اسلامی فوجوں نے تہلکہ مچا رکھا تھا۔ لہذا اس کو قتل کر دینا ہی مناسب ہے اور آسان بھی ہے اس لئے کہ آبادی کے باہر سوتے ہوئے شخص کو مار ڈالنا کوئی مشکل بات نہیں۔ یہ سوچ کر اس نے نیام سے تلوار نکالی اور آپ کی ذات بابرکات پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک غیب سے دوسرے نمودار ہوئے اور اس عجیب کی طرف بڑھے۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ چیخ پڑا۔ اس کی آواز سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاگ اٹھے۔ آپ کے بیدار ہونے پر اس نے اپنا سارا

واقعہ بیان کیا اور پھر مسلمان ہو گیا۔ (سیرت خلفائے راشدین)

یہ بھی آپ کی ایک کرامت ہے کہ شیر جو انسان کے جان لیوا ہیں وہ آپ کی حفاظت کیلئے نمودار ہو گئے اور کیوں نہ ہو کہ مَنْ كَانَ جَنَّةً كَانَ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ رَاضٍ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا ہو جانا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جانا ہے اور ہر طرح اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

مقام رفیع

حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سورۃ کہف کی آیت کریمہ اَمْ حَسِبْتَ اَنْ اَخْلَقَ الْكَهْفَ الخ کی تفسیر میں بخاری شریف کی حدیث اِذَا احْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَيَبْصَرُهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَاَرْجُلُهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا (۱) نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمَقَامَ الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فَاِذَا اصْبَحَ نُوْرٌ جَلالِ اللَّهِ سَمْعًا لَهُ سَمِعَ الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَاِذَا اصْبَحَ ذَلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهُ سَأَى الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَاِذَا اصْبَحَ ذَلِكَ النُّوْرُ يَدًا لَهُ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي السَّهْلِ وَالصَّعْبِ وَالْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ — یعنی جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام رفیع تک پہنچ جاتا ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا فرمایا ہے۔ تو جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے۔ اور جب یہی نور اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ آسان و مشکل اور دور و نزدیک کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے (۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اور)

غسانی بادشاہ جبلہ بن الایم

اوس و خزرج کے بعض قبیلوں نے ملک شام میں ایک چشمہ پر جس کا نام غسان تھا
 ڈیرہ ڈالا اور اس علاقہ کے کچھ شہروں پر قبضہ کر لینے کے بعد ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر دی
 اور ملوک غسانیہ کے معزز نام سے مشہور ہو گئے۔ ملوک غسان میں سب سے پہلا بادشاہ جفثہ
 ہوا ہے اور سب سے آخری بادشاہ جبلہ بن الایم۔ وہ پہلے بت پرست تھے۔ پھر رومی بادشاہوں
 کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اپنا قدیم مذہب چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے۔ قریش مکہ کے بعد سب سے
 زیادہ جن کو اسلام کی قوت توڑ دینے اور اس کو صفو ہستی سے مٹا دینے کی فکر تھی وہ ملوک غسان
 تھے۔ عرب کے دوسرے قبیلے اگرچہ مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے تھے لیکن ان کے پاس باقاعدہ
 لشکر نہ تھا اور نہ کسی قسم کا اہم ساز و سامان تھا مگر غسانیوں کی سلطنت نہایت باقاعدہ اور
 منظم تھی ان کا لشکر بھی آراستہ تھا اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک زبردست بادشاہ قیصر روم
 سے ان کے تعلقات تھے جو ہر وقت ان کی امداد پر آمادہ اور مستعد تھا۔

ملک غسان مسلمانوں کو صفو ہستی سے مٹانے کے لئے سوچ ہی رہا تھا کہ اسی درمیان
 میں سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد حضرت شجاع بن وہب الاسعدی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ اس کے نام حضور کا خط لیکر ایسے وقت پہنچے جب کہ قیصر روم کسریٰ کے مقابلہ سے

فارغ ہو کر شکرانہ ادا کرنے کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا اور غسان کا بادشاہ اسکی دعوت کے انتظام میں مشغول تھا۔ اسی سبب سے کئی روز تک حضور کے قاصد حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں ٹھہرنا پڑا اور کئی روز تک رسائی نہ ہو سکی۔ آخر کسی طرح ایک روز حضور کے قاصد ملک غسان کے سامنے پیش ہوئے۔ اور انھوں نے جو نامہ مبارک اس کو دیا اس کا مضمون یہ تھا۔ اِنِّیْ اَدْعُوْکَ اِلٰی اَنْ تُوْصِنَ بِاَدَبِ وَحَدِّ لَا یَبْقٰی لَکَ مُلْکُکَ یعنی میں تم کو صرف ایک خدا پر ایمان لانے کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم ایمان لے آئے تو تمہارا ملک تمہارے لئے باقی رہے گا۔

شاہ غسان سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر بھڑک اٹھا اور غصہ سے کہا کہ میرا ملک کون چھین سکتا ہے؟ میں خود مدینہ پر حملہ کروں گا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ اور قاصد سے کہا کہ جا کر یہی بات محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہدینا۔ حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر جب میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غسان کے بادشاہ کی پوری کیفیت بیان کی تو حضور نے ارشاد فرمایا یَا دُمْلُکُہُ یعنی اس کا ملک تباہ و برباد ہو گیا۔

سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ حضور کا نامہ مبارک حارث غسانی کے نام تھا۔ اور ابن ہشام وغیرہ دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کا نامہ مبارک جبہ بن الایہم کے یہاں لیکر گئے تھے۔

الغرض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامہ مبارک بھیجنے کا یہ اثر ہوا کہ جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی وہ بھڑک اٹھی اور ملک غسان اپنی پوری قوت کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوا یہاں تک کہ غسانیوں ہی کی عداوت کے نتیجہ میں موت کا سخت ترین معرکہ ہوا جس میں مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑا کہ بہت سے سپاہی اور کئی ایک چیدہ و برگزیدہ سالار اس جنگ میں شہید ہو گئے۔

مدینہ طیبہ پر غسانی بادشاہ کے حملہ کی خبر جب قاصد کے ذریعہ پہنچی تو مسلمان بہت تشویش

زربفت و حریر کی سرخ و زرد دریاں بہنیں اور گھوڑوں پر دیباچ کی جھولیں ڈال کر ان کے گلے میں سونے کے طوق پہنائیں۔ اور اپنا تاج سر پر رکھا پھر پوری شان دکھلانے کیلئے اپنے خاندان کی بہترین اور مایہ ناز فرط ماسرہ سیتا تاج میں لگائیں۔ مگر یہ تمام غسانی بادشاہوں کی دادی تھی۔ اس کے پاس دو بالیاں تھیں جن میں دو موقی کبوتر کے اندر سے کے برابر لگے ہوئے تھے۔ یہ بالیاں اپنی خوبصورتی اور بیش قیمت موتیوں کی وجہ سے بے مثل سمجھی جاتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ پوری دنیا کے بادشاہوں کے خزانوں میں ایسے موتی اور ایسی بالیاں نہیں تھیں۔ بلوک غسان کو ان پر فخر تھا۔ اور وہ ان بیش قیمت اور نادر ہونے کے علاوہ اپنی حسب اقبال دادی کی یادگار سمجھ کر ان بالیوں کا نہایت احترام کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے جبکہ نے یہ دکھلانے کو کہ اپنی اس شاہانہ حیثیت اور حالت آزادی و خود مختاری کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو کر امیر المؤمنین کی پیروی کو گوارا کرتا ہوں۔ ان بیش قیمت بالیوں کو بھی اپنے تاج میں لگالیا تھا۔ اس طرح بڑی شان و شوکت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کو تیار ہوا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو جملہ کے استقبال کرنے اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اتارنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ میں خوشی اور مسرت کا جوش پھیل رہا تھا۔ بچے اور بوڑھے سبھی اس جلوس کے نظارہ کو دیکھنے کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے مسلمانوں کے لئے حقیقت میں اس سے بڑھ کر خوشی کی اور کون سی بات ہو سکتی تھی کہ مذہب اسلام جس کے پھیلانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی تھی اس کے اندر اس طرح راضی اور خوشی سے بڑے بڑے بادشاہ داخل ہوں۔ مگر اس وقت یہ خوشی اس وجہ سے اور دو بالا ہو رہی تھی کہ وہی غسان کا بادشاہ جس کے حملہ کا پیر چا مدینہ طیبہ میں گھر گھر تھا اور جن کے در سے سب ہم رہے تھے۔ آج وہی بادشاہ اس طرح سر تسلیم خم کئے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور اسلام کی ایک کرامت تھی اور اسی وجہ سے سب جھوٹے بڑے اس جلوس کو دیکھنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

الغرض بڑی شان و شوکت اور نہایت تعظیم و تکریم سے استقبالیہ جماعت کے جھرمٹ میں

شاہانہ جلوس کے ساتھ جبلہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
جہان داری کے مراسم میں کوئی کسر نہ رکھی اور مدینہ طیبہ میں ان نئے مہمانوں کی آمد سے خوب چل
پہل رہی۔ اتفاق سے زمانہ حج قریب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال حج کیلئے
مکہ معظمہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس سال جب وہ حج کیلئے نکلے تو جبلہ بھی ساتھ میں روانہ ہوا۔ وہاں
بدقسمتی سے یہ بات پیش آگئی کہ طوان کی حالت میں جبلہ کی لنگی پر جو بوجہ شان بادشاہی زمین پر
گھسیٹتی ہوئی جا رہی تھی قبیلہ فزارہ کے ایک شخص کا پیر پڑ گیا جس کے سبب لنگی کھل گئی۔ جبلہ کو
غصہ آیا اور اس نے اتنی زور سے منہ پر گونسا مارا کہ اس کی ناک ٹیڑھی ہو گئی۔

یہ مقدمہ خلافت کی عدالت میں پہنچا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر کسی رعایت کے
حق فیصلہ کرتے ہوئے جبلہ سے فرمایا کہ یا تو تم کسی طرح مدعی کو راضی کر لو ورنہ بدلہ دینے کیلئے تیار
ہو جاؤ۔ جبلہ جو اپنے کو بڑی شان والا سمجھتا تھا یہ خلاف امید فیصلہ اسے سخت ناگوار گذرا۔ اور
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب جانتے تھے کہ جبلہ کو یہ فیصلہ ناگوار گذرے گا مگر آپ نے اسکی
کوئی پروا نہ کی اور بادشاہ کا لحاظ کئے بغیر حق فیصلہ سنا دیا۔ اس نے کہا ایک معمولی آدمی کی کوٹن
مجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ میں بادشاہ ہوں اور وہ ایک عام آدمی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بادشاہ
اور رعیت کو اسلام نے اپنے احکام میں برابر کر دیا ہے۔ کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو تقویٰ اور
پرہیزگاری کے سبب۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ دَعْوَةَ اللّٰهِ اَتَقُّكُمْ (پ ۲۶ ع ۱۴)

جبلہ نے کہا کہ میں تو یہ سمجھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوا تھا کہ میں پہلے سے زیادہ مغزاؤں
محترم ہو کر رہوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلامی قانون کا فیصلہ یہی ہے جسکی
پابندی ہم پر اور تم پر لازم ہے۔ اس کے خلاف کچھ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تم کو اپنی عزت قائم رکھنی
ہے تو اس کو کسی طرح راضی کر لو ورنہ عام مجمع میں بدلہ دینے کو تیار ہو جاؤ۔ جبلہ نے کہا تو میں
پھر عیسائی ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا تو اب اس صورت میں تیرا قتل ضروری ہو گا۔ اسلئے
کہ جو مرتد ہو جاتا ہے اسلام میں اس کی سزا یہی ہے۔ جبلہ نے کہا کہ اپنے معاملہ میں غور و فکر
کرنے کے لئے آپ مجھے ایک رات کی مہلت دیں۔ حضرت نے اس کی یہ درخواست منظور

فرمائی اور اسے ایک رات کی جہلت دیدی۔ تو جبکہ اسی رات کو اپنے لشکر کے ساتھ پوشیدہ طور پر
مکہ معظمہ سے بھاگ گیا اور قسطنطنیہ پہنچ کر نصرانی بن گیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

یہ ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے مثال عدالت کہ آپ نے ایک معمولی
آدمی کے مقابلہ میں ایسی شان و شوکت دوائے بادشاہ کی کوئی پروا نہ کی۔ اسے مدعی کے راضی کرنے
یا بدلہ دینے پر مجبور کیا اور اس بات کا خیال بالکل نہ فرمایا کہ ایسے حلیل القدر بادشاہ پر اس فیصلہ کا
رد عمل کیا ہوگا۔ لہذا مانتا پڑے گا کہ خلفائے راشدین نے اپنی اسی قسم کی خوبیوں سے اسلام کی
جڑوں کو مضبوط فرمایا اور اسے خوب روشن و تابناک بنایا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

انتباہ

بعض لوگ آپ کے عدل و انصاف کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے
صاحبزادے ابو شحہ نے شراب پی اور پھر اسی نشہ کی حالت میں زنا کیا۔ ان باتوں
پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوڑے لگوائے یہاں تک کہ اسی تکلیف سے بیمار ہو کر انکا انتقال
ہو گیا۔ تو حضرت ابو شحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب زنا اور شراب نوشی کی نسبت غلط ہے مشہور و
مستند کتاب مجمع البحار میں ہے کہ زنا کی نسبت صحیح نہیں البتہ انھوں نے نبیذ پی تھی۔ اور نبیذ اس پانی کو
کہتے ہیں کہ جس میں کھجور بھگائی گئی ہو اور اس کی مٹھاس پانی میں اتر آئی ہو عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح
وقایہ جلد اول جمیعہ ص ۷ میں ہے هو الماء الذی تنبذ فیہ تسرات فتخرج حلاوتھا
اور نبیذ دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا ایسی نبیذ حلال و پاک ہے اور حضرت
سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس سے وضو نہانا بھی جائز ہے بشرطیکہ رقت و
سیلان باقی ہو (شرح وقایہ صفحہ مذکور) اور ایک نبیذ وہ ہوتی ہے جس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے اور
وہ حرام و نجس ہوتی ہے۔ حضرت ابو شحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیذ پی یہ سمجھ کر کہ یہ حلال ہے نشہ
والی نہیں ہے مگر وہ نشہ والی ثابت ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی گرفت فرمائی
اور اذراہ عدل و انصاف انھیں سزا دی۔

گورنروں سے شرائط

حضرت ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی شخص کو

کہیں کا والی مقرر فرماتے تو اس سے چند شرطیں لکھوا لیتے تھے۔ اول یہ کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ وہ اعلیٰ درجہ کا کھانا نہیں کھائے گا۔ تیسرے یہ کہ وہ بائیک کپڑا نہیں پہنے گا۔ چوتھے یہ کہ حاجت والوں کے لئے اپنے دروازہ کو بند نہیں کرے گا اور دربان نہیں رکھے گا۔

پھر جو شخص ان شرائط کی پابندی نہیں کرتا تھا اس کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتے تھے۔ حاکم مصر عیاض بن غنم کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ ریشم پہنتا ہے اور دربان رکھتا ہے تو آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو حکم دیا عیاض بن غنم کو جس حالت میں بھی پاؤں گرنا کر کے لے آؤ۔ جب عیاض خلیفہ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لائے گئے تو آپ نے ان کو کبل کا کرنا پہنایا اور بکریوں کا ایک ریوڑ ان کے سپرد کیا اور فرمایا کہ جاؤ ان بکریوں کو چراؤ تم انسانوں پر حکومت کرنے کے قابل نہیں ہو۔ یعنی عیاض بن غنم کو گونہ سے ایک چرواہا بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پوری مملکت اسلامیہ کے حکام اور گورنر آپ کی ہیبت سے کانپتے رہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کاروبار خلافت اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں اتنی شدت نہ کی جائے جو جبر نہ بن جائے اور نہ اتنی نرمی برتی جائے کہ جو سستی سے تعبیر ہو۔

امام شمس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپ کسی حاکم کو کسی صوبہ پر مقرر فرماتے تو اس کے تمام مال و اثاثے کی فہرست لکھوا کر اپنے پاس محفوظ کر لیا کرتے تھے ایک بار آپ نے اپنے تمام مال کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے اپنے موجودہ مال و اثاثے کی ایک ایک فہرست بنا کر ان کو بھیج دیں۔ انہی مال میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جب انھوں نے اپنے اثاثوں کی فہرست بنا کر بھیجی تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے سارے مال کے دو حصے لئے جن میں سے ایک حصہ ان کے لئے چھوڑ دیا اور ایک حصہ بیت المال میں جمع کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۶)

راتوں میں گشت | بَرَادَرَاتِ اسْلَاحٍ! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رعایا کی خبر گیری کے لئے بدوی کا لباس پہن کر مدینہ طیبہ کے اطراف

میں راتوں کو گشت لگایا کرتے تھے۔ ایک بار حسب معمول آپ گشت فرما رہے تھے کہ انھوں نے

سنا ایک عورت کچھ اشعار پڑھ رہی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

”رات بہت ہو گئی اور ستارے چمک رہے ہیں مگر مجھے یہ بات جگاہی ہے کہ میرے ساتھ کوئی کھیلنے والا نہیں ہے۔ تو میں خدا کے تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اگر مجھے اللہ کے عذاب کا خوف نہ ہوتا تو اس چار پائی کی چولیں بلیں لیکن میں اپنے نفس کے ساتھ اس نگہبان اور موکل سے ڈرتی ہوں جس کا کاتب کبھی نہیں ٹھکنا“

اشعار کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تیرا کیا معاملہ ہے کہ اس قسم کے اشعار پڑھ رہی ہے؟ اس نے کہا کہ میرا شوہر کئی ماہ سے جنگ پر گیا ہوا ہے اسی کی ملاقات کے شوق میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ صبح ہوتے ہی آپ نے اسکے شوہر کو بلانے کے لئے قاصد روانہ فرما دیا۔ اور چونکہ آپ کی زوجہ محترمہ وفات پا چکی تھیں اسلئے آپ نے اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا کہ عورت کتنے زمانے تک شوہر کے بغیر رہ سکتی ہے؟ اس سوال کو سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شرم سے اپنا سر جھکایا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے تعالیٰ حق بات میں شرم نہیں کرتا۔ تو حضرت حفصہ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ تین مہینہ یا زیادہ سے زیادہ چار۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم جاری فرما دیا کہ لَا يُحْبِسُ الْجَيُوشُ فَوْقَ امْرِئَةٍ بَعْتِ أَشْهَارَ۔ یعنی چار مہینے سے زیادہ کسی سپاہی کو جنگ میں نہ روکا جائے۔ (تاریخ الخلفاء)

ایک رات آپ گشت فرما رہے تھے کہ ایک مکان سے آواز آئی بیٹی دودھ میں پانی ملا دے۔ دوسری آواز آئی جوڑائی کی تھی۔ ماں امیر المؤمنین کا حکم تھا کہ یاد نہیں رہا جس میں علان کیا گیا ہے کہ دودھ میں کوئی شخص پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا امیر المؤمنین یہاں دیکھنے نہیں آئیں گے پانی ملا دے۔ لڑکی نے کہا کہ میں ایسا نہیں کر سکتی کہ خلیفہ کے سامنے اطاعت کا اقرار اور بیٹھ بیٹھ ان کی نافرمانی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اس گھر کو یاد رکھو اور صبح کے وقت حالت معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔ حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار خلافت میں رپورٹ پیش کی کہ

لڑکی بہت نیک جواں اور بیوہ ہے۔ کوئی مرد ان کا سر پرست نہیں ہے ماں بے سہارا ہے۔ اپنے اسی وقت اپنے سب لڑکوں کو بلا کر فرمایا کہ تم میں سے جو چاہے اس لڑکی سے نکاح کر لے۔ تو حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیار ہو گئے۔ آپ نے اس بیوہ لڑکی کو بلا کر حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقد کر کے اپنی بہو بنا لیا۔ (عشرہ مبشرہ)

اس واقعہ کو ایک غیر مقلد مولوی نے ایک جلسہ میں بیان کرنے کے بعد ان لفظوں میں تبصرہ کیا کہ دیکھو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اعلیٰ خاندان کے ہوتے ہوئے اپنے صاحبزادہ کی شادی ایک گوان سے کر دی۔ لہذا خفیوں کا کفو والا مسئلہ غلط ہے۔ اتفاق سے اس جلسہ کی تقریریں سننے کے لئے ایک سنی حنفی مولوی بھی گئے تھے۔ غیر مقلد کی اس تقریر سے متاثر ہو کر انہوں نے یہ خیال قائم کر لیا کہ واقعی کفو کا مسئلہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات انہوں نے ایک سنی حنفی مفتی سے بیان کی۔ تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ غیر مقلد نے فریب سے کام لیا جسے آپ بھانپ نہ سکے۔ خفیوں کے یہاں لڑکا کی طرف سے کفو ہونے کا اعتبار نہیں ہے وہ چھوٹی سی چھوٹی برادری اور بہت کم درجہ کی لڑکی سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔ کفو ہونے کا اعتبار صرف لڑکی کی طرف سے ہو کہ بالغ ہونے کے باوجود اپنے ولی کی رضا کے بغیر وہ غیر کفو سے نکاح نہیں کر سکتی جیسا کہ فقہ حنفی کی عام کتابوں میں مذکور ہے۔ تو مولوی صاحب نے اقرار کیا کہ واقعی میں غیر مقلد کے فریب میں آگیا تھا۔ اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے بد مذہبوں کی تقریر سننے سے منع فرمایا گیا ہے کہ جب آپ دس سال علم دین حاصل کرنے کے باوجود اس کے فریب میں آ گئے تو عوام کا کیا حال ہوگا۔ کسی مولوی کی تقریر کا سننا بھی دین کا حاصل کرنا ہے اور حدیث شریف میں ہے اُنْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِیْنَكُمْ یعنی دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۳۷)

لہذا کسی بد مذہب کی تقریر سننا حرام و ناجائز ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر کسی بد مذہب کی تقریر کا اثر نہیں ہو سکتا وہ بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ جب دس سال کے پڑھے ہوئے مولوی پر بد مذہب کی تقریر کا اثر پڑ گیا تو دوسرے لوگوں کا کیا حقیقت ہے۔ پس

دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں کو سچے عطا فرمائے اور بد مذہبوں کی تقریر سے دور رہنے کی
توفیق رفیق بخشے۔ آمین

بیت المال سے وظیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن رات خلافت کے کام
انجام دیتے تھے مگر بیت المال سے کوئی خاص وظیفہ

نہیں لیتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو کچھ دنوں کے بعد آپ نے لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا
کہ میں پہلے تجارت کیا کرتا تھا اور اب تم لوگوں نے مجھ کو خلافت کے کام میں مشغول کر دیا ہے تو اب
گزارہ کی صورت کیا ہوگی۔ لوگوں نے مختلف مقادیر تجویز کیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا کہ متوسط طریقہ پر جو آپ کے گھر والوں کے لئے اور آپ کے لئے کافی ہو جائے وہی مقرر
فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا۔ اس طرح
بیت المال سے متوسط مقدار آپ کے لئے مقرر ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک مجلس میں حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے یہ طے پایا کہ خلیفۃ المسالین کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہئے کہ گذر
میں تنگی ہوتی ہے مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ سے کہتا۔ تو ان لوگوں نے ام المؤمنین حضرت
حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وسیلہ بنایا اور تاکید کر دی کہ ہم لوگوں کا نام نہ بتائیے گا۔ جب حضرت
حفصہ نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ کا چہرہ غصہ سے تھما اٹھا۔ آپ نے لوگوں کے نام دریافت
کئے۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے
ان کے نام معلوم ہو جاتے تو میں ان کو سخت سزا دیتا۔ یعنی آپ نے لوگوں کی رائے
کے باوجود وظیفہ کے اضافہ کو منظور نہیں فرمایا بلکہ ان پر اور ناراضگی ظاہر فرمائی۔ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ وارضاه عنہا وعن سائر المسالین۔

وسیلہ آپ کے زمانہ خلافت میں ایک بار زبردست قحط پڑا۔ آپ نے
ہارش طلب کرنے کے لئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

ساتھ نماز استسقا ادا فرمائی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کو بلند کر کے اس طرح بارگاہ الہی میں دعا کی۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ بِعَوْنِكَ أَنْ تَهْبِ عَنَّا الْمَحَلَ وَأَنْ تَهْبِ
 الْعَيْتُ يَعْنِي يَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ! ہم تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بنا کر تیری بارگاہ
 میں عرض کرتے ہیں قحط اور خشک سالی کو ختم فرما دے اور ہم پر رحمت والی بارش نازل فرما
 یہ دعا مانگ کر ابھی آپ واپس بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور کئی روز تک مسلسل
 ہوتی رہی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹) ————— معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
 نسبت رکھنے والوں کو اپنی کسی حاجت کے لئے وسیلہ بنانا شرک نہیں ہے بلکہ حضرت عمر
 فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ اور ان کی سنت ہے اور حضور کا ارشاد گرامی ہے
 عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ يَعْنِي مِثْرِي اور خلفائے راشدین
 کی سنت کو اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳)

آپ کی شہادت بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 بارگاہ الہی میں دعا کی اللَّهُمَّ امْرُؤُفِي شَهَادَةً فِي
 سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَكْدِ رَسُولِكَ يَعْنِي يَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ! مجھے اپنی راہ میں
 شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت نصیب فرما۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹)
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے مجوسی غلام ابو لؤلؤہ نے آپ سے شکایت کی کہ اس کے آقا حضرت مغیرہ روزانہ
 اس سے چار درہم وصول کرتے ہیں آپ اس میں کمی کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوہا اور برہمی
 کا کام خوب اچھی طرح جانتے ہو اور نفاسی بھی بہت عمدہ کرتے ہو تو چار درہم یومیہ تمہارے
 اوپر زیادہ نہیں ہیں۔ اس جواب کو سن کر وہ غصہ سے تپلانا ہوا واپس چلا گیا۔ کچھ دنوں کے
 بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پھر بلایا اور فرمایا کہ تو کہتا تھا کہ ”اگر آپ کہیں تو میں
 ایسی چکی تیار کر دوں جو ہوا سے چلے“ اس نے تیور بدل کر کہا کہ ہاں۔ میں آپ کے لئے ایسی چکی
 تیار کر دوں گا جس کا لوگ ہمیشہ ذکر کیا کریں گے۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا مجھے
 قتل کی دھمکی دے کر گیا ہے۔ مگر آپ نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ ابو لؤلؤہ غلام

نے آپ کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا۔ ایک خبر پر دھارنگائی اور اس کو نہر میں بچھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ اور ان کا طریقہ تھا کہ وہ تکبیر قریہ سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ صفیں سیدھی کر لو۔ یہ سن کر ابو لؤلؤ آپ کے بالکل قریب صفت میں آکر کھڑا ہو گیا اور پھر آپ کے کندھے اور پہلو پر پتھر سے دو وار کیا جس سے آپ گر پڑے۔ اس کے بعد اس نے اور نمازیوں پر حملہ کر کے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا جن میں سے بعد میں چھ افراد کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت جبکہ وہ لوگوں کو زخمی کر رہا تھا ایک عراقی نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور جب وہ اس کپڑے میں الجھ گیا تو اس نے اسی وقت خودکشی کر لی۔

چونکہ اب سورج نکلنا ہی چاہتا تھا اس لئے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مختصر سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے مکان پر لائے۔ پہلے آپ کو نبینہ پلائی گئی جو زخموں کے راستے سے باہر نکل گئی پھر دودھ پلایا گیا مگر وہ بھی زخموں سے باہر نکل گیا کسی شخص نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے فرزند عبداللہ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپ نے اس شخص کو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غارت کرے۔ تم مجھے ایسا غلط مشورہ دے رہے ہو۔ جسے اپنی بیوی کو صحیح طریقہ سے طلاق دینے کا بھی سلیقہ نہ ہو کیا میں ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کروں؟ — پھر آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی انتخاب خلیفہ کیلئے ایک کمیٹی بنادی اور فرمایا کہ ان ہی میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔

اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ بتاؤ ہم پر کتنا قرض ہے۔ انھوں نے حساب کر کے بتایا کہ تقریباً پچھاسی ہزار قرض ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رقم ہمارے مال سے ادا کر دینا اور اگر اس سے پورا نہ ہو تو بنو عدی سے مانگنا اور اگر ان سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے لینا۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور اپنے باپ کی خواہش کو ظاہر کی۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ جگہ تو

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمد لله محمدًا ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل
عليه ونعوذ بالله من شره وشر وانفساء ومن سيئات اعمالنا من
يهدى الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له. ونشهد ان لا
اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ونبينا محمدًا
عبدًا ورسولہ۔ اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله
الرحمن الرحيم۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔ قَالَتِ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اَعُوْذُ
بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْحَمَاءِ بَيْنَهُمْ مَّرَاهِمُ كَعَمَلِ سَجْدَةٍ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنْ اللَّهِ وَ
رِضْوَانًا دِيۡنًا ۚ (۱۲) صدق الله العلي العظيم۔ وبلغنا رسوله النبي الكريم۔
و نحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين۔ والحمد لله رب العلمين
ایک بار سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کے مالک و مختار
جناب احمد نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار گہوار میں درود و سلام کا نذرانہ پیش
کریں۔ صلی اللہ علی النبی الای الہ

تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام اس دنیا میں مبعوث فرمائے گئے۔ یا کچھ کم و
بیش دو لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام نے اپنے قدوم نبوت
لزام سے اس دنیا کو سرفراز فرمایا۔ وہ لوگ صاحب اولاد بھی ہوئے۔ لاکھ والے ہوئے اور لڑکی
والے بھی ہوئے۔ تو جن لوگوں کے ساتھ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنا صاحبزادوں
کو منسوب فرمایا وہ یقیناً عزت و عظمت والے ہوئے اس لئے کہ اللہ کے نبی کا داماد ہونا ایک بہت

بڑا مرتبہ ہے جو خوش نصیب انسانوں ہی کو نصیب ہوا ہے۔ مگر اس سلسلے میں جو خصوصیت الہیہ
انفرادیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے لیکر حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کسی کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں
نہیں آئی ہیں لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں صرف نبی نہیں بلکہ نبی الانبیاء
اور سید الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے
نکاح میں آئیں۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہاں تک روایت ہے انھوں
نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ آپ حضرت
عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے تھے کہ اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد
دیگرے میں ان سب کا نکاح اے عثمان! تم سے کر دیتا یہاں تک کہ کوئی بھی باقی نہ رہتا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱)

اور جتنی نے اپنی سنت میں لکھا ہے کہ عید اللہ جعفی بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے
ماموں حسین جعفی نے دریافت کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
لقب ذوالنورین کیوں ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ انھوں نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر قیامت تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی
شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں نہیں آئیں گی۔ اسی لیے آپ کو ذوالنورین
کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں

نور کی سرکار سے پایا دوست الہ نور کا

ہو مبارک تم کو ذوالنورین جو ذوالنور کا

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل اعلان نبوت اپنی صاحبزادی حضرت
رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ سے کیا تھا جو غزوہ بدر کے موقع پر مایہ تھیں اور انہی
کی تیمارداری کے سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جنگ میں شہرت نہیں

فرما سکے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہانت سے مدینہ طیبہ ہی میں رہ گئے تھے مگر چونکہ حضور نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدر کے مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا تھا اس لئے آپ بدریوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور غزوہ بدر میں مسلمانوں کے فتح پانے کی خوشخبری دیکر جس وقت حضرت زید بن عاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ پہنچے اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفن کیا جا رہا تھا۔ ان کے انتقال فرما جانے سے بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تو ان کا بھی شہسوار میں وصال ہو گیا۔ نیز ان کے اسٹراں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالنورین ہوئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے تھے جن کا نام "جہدۃ" تھا وہ اپنی ماں کے بعد چھ برس کی عمر پا کر انتقال کر گئے۔ اور حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ایک بار سب لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں۔

صلی اللہ علی النبی الافی الامی

نام و نسب | آپ کا نام "عثمان" کنیت ابو عمر اور لقب ذوالنورین ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ یعنی پانچویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ کی مائی ام حکیم جو حضرت جہدہ المطلب کی بیٹی تھیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت جہدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئی تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھوٹی کی بیٹی تھیں۔ آپ کی پیدائش عام الفیل کے چھ سال بعد ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قبول اسلام اور مصائب | حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان حضرات میں سے ہیں جن کو حضرت ابو جہل محمد بن عبد اللہ

تعالیٰ عنہ نے اسلام کی دعوت دی تھی۔ آپ قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتدائے اسلام ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد اسلام قبول کیا۔

ابن سعد محمد بن ابیہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان کا پورا خاندان بھڑک اٹھا یہاں تک کہ آپ کا چچا حکم بن ابی العاص اس قدر ناراض اور برہم ہوا کہ آپ کو پکڑ کر ایک رسی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم نے اپنے باپ و دادا کا دین چھوڑ کر ایک دوسرا نیا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ جب تک کہ تم اس نئے مذہب کو نہیں چھوڑو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے اسی طرح باندھ کر رکھیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا **وَاللّٰہُ لَا اَدْعُ مَا بَدَا وَلَا اُفَارِقُ مَا** یعنی خدائے ذوالجلال کی قسم مذہب اسلام کو میں کبھی نہیں چھوڑ سکنا اور نہ کبھی اس دولت سے دست بردار ہو سکنا ہوں۔ میرے جسم کے کھڑے ٹکڑے کر ڈال دیے ہو سکنا ہے مگر دل سے دین اسلام نکل جائے یہ ہرگز نہیں ہو سکنا۔ حکم بن ابی العاص نے جب اس طرح آپ کا استقلال دیکھا تو مجبور ہو کر آپ کو رہا کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا حلیہ | **بِرَادِرِ اسْلَام** حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ اور سراپا ابن عساکر چند طریقوں سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آپ درمیانی قد کے خوبصورت شخص تھے۔ رنگ میں سفیدی کے ساتھ سرخی بھی شامل تھی۔ چہرے پر چھپک کے داغ تھے۔ جسم کی ہڈیاں چوڑی تھیں۔ کندھے کافی پھیلے ہوئے تھے۔ ہنڈلیاں بھری ہوئی تھیں۔ ہاتھ لمبے تھے جن پر کافی بال تھے۔ داڑھی بہت گھنی تھی۔ سر کے بال گھنگھریالے تھے۔ دانت بہت خوبصورت تھے اور سونے کے تار سے بندھے ہوئے تھے۔ کینٹیوں کے بال کانوں کے نیچے تک تھے اور پیلے رنگ کا خضاب کیا کرتے تھے۔

اور ابن عساکر عبداللہ بن حزم مازنی سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا **مَنْ مَّا سَ اَیْتُ قَطُّ ذَکَرًا وَلَا اُنْثٰی اَحْسَنَ وَجْہًا مِّنْہٗ** یعنی تو میں نے عورتوں اور مردوں میں سے کسی کو ان سے زیادہ حسین و خوبصورت

نہیں پایا۔ (تاریخ الخلفاء)

اور ابن عباسؓ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے گوشت کا ایک بڑا پیالہ دیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب میں آپ کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں کبھی حضرت بی بی رقیہ کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت دیکھتا تھا جب میں آپ کے گھر سے واپس ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا تو رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اُسامہ! عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کے اندر تم گئے تھے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جی ہاں میں گھر کے اندر گیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم نے ان میاں بیوی سے حسین و خوبصورت کسی میاں بیوی کو دیکھا ہے۔؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کبھی نہیں دیکھا ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

یہ واقعہ غالباً آیت حجاب کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

اور ابن عدیؓ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح کیا تو ان سے فرمایا کہ تمہارے شوہر عثمان غنی تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے شکل و صورت میں بہت مشابہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آیات قرآنی حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بھی قرآن مجید کی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں جنگ تبوک کا واقعہ ایسے وقت میں پیش آیا جبکہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا اور عام مسلمان بہت

زیادہ تنگی میں تھے۔ یہاں تک کہ وقت کی پتیاں کھا کر لوگ گزارہ کرتے تھے۔ اسی لئے اس جنگ کے کٹ کر کوئیش عشرہ کہا جاتا ہے یعنی تنگ دستی کا لشکر۔ ترمذی شریف میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر تھا جبکہ آپ ہمیشہ عشرہ کی مدد کیلئے لوگوں کو جوش دلادے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پر جوش لفظ سن کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں سوا ونٹ پالان اور سامان کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی راہ میں پیش کروں گا۔ اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سامان شکر کے بارے میں ترغیب دی اور امداد کے لئے متوجہ فرمایا۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں دو سوا ونٹ مع ساز و سامان اللہ تعالیٰ کے راستے میں نذر کروں گا۔ اس کے بعد پھر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سامان جنگ کی درستگی اور فراہمی کی طرف مسلمانوں کو رغبت دلانی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں تین سوا ونٹ پالان اور سامان کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی راہ میں حاضر کروں گا۔ حدیث کے راوی حضرت عبدالرحمن بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذَا۔ مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذَا۔ یعنی ایک ہی جملہ کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبار فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اب عثمان کو وہ عمل کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جو اس کے بعد کریں گے۔

مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل خیر ایسا اعلیٰ اور اتنا مقبول ہے کہ اب اور نوازل نہ کریں جب بھی یہ ان کے مدارج علیا کے لئے کافی ہے اور اس مقبولیت کے بعد اب انھیں کوئی اندیشہ ضرر نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ آپ نے ساز و سامان کے ساتھ ایک ہزار

اونٹ اس موقع پر چندہ دیا تھا۔

اور حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیش عسہ کی تیاری کے زمانہ میں ایک ہزار دینار اپنے کرتے کی آستین میں بھر کر لائے (دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا سکہ ہوتا ہے) ان دیناروں کو آپ نے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیا۔ راوی حدیث حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے مَا صَدَّقَ عُثْمَانُ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ۔ یعنی آج کے بعد عثمان کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اس جملہ کو دوبارہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ منہض کر لیا جائے کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی خطا واقع ہو تو آج کا ان کا یہ عمل ان کی خطا کے لئے کفارہ بن جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۱)

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیش عسہ کی اس طرح مدد فرمائی کہ ایک ہزار اونٹ ساندو سامان کے ساتھ پیش فرمایا اور ایک ہزار دینار بھی چندہ دیا۔ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدر کے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت میں پیش کئے تو ان دونوں حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اَلَّذِينَ يُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتَّبِعُونَ مَا اَنْفَقُوا مَتًا وَلَا اَدٰى لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ یعنی جو لوگ کہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر دینے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں۔ تو ان کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ہے۔ اور نہ ان پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (پ ۴۷)

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنی تفسیر خزان العرفان میں تحریر فرمایا ہے کہ آیت مبارکہ حضرت عثمان غنی۔

اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ہمارے ہمارے
ایک بار سب لوگ مل کر قہر آواز سے دعا دے کر شریف پڑھیں۔ عمل اللہ عمل اللہ
الاعلیٰ والاعلیٰ

حضرت مہمل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوذر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
فہم احبہم الیہ تھے کہ یکایک وہ اپنے گناہوں پر سوال اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُمَّ
اَحْلِلْ عَلٰی عَلِيٍّ الْاَسْبَغِیْ الْاَوْصِدَیْنِ اَوْ تَجِدَ لَہٗ اَنْ یَّجِدَ لَہٗ اَنْ یَّجِدَ لَہٗ اَنْ یَّجِدَ لَہٗ اَنْ یَّجِدَ لَہٗ
تیرے اوپر مہمل ایک نیکو صدیق، اور شہید ہیں۔ (تفسیر سوانح عثمان بن جندبہ ص ۱۱۱)
اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک پہنچے
کہ ہر گناہ کا پتہ فرماتے تھے۔ اور یہ ثابت ہوا کہ خدا کے تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا تھا
کہ ہر سوال پہلے حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شہید ہونے
کے بارے میں حضور خیر دے رہے ہیں۔ اسے حضرت امام احمد رضا قاضی بریلوی علیہ الرحمۃ
والرفقہ ان فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہیں ان ہو بھلا

ہب نہ خدا کی بھیجا تم یہ کرو دوں درود

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب جانتے تھے کہ نذی کا بہت ہوا دعا
مل سکے ہے اور خیر اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے مگر یہ بھی اپنی جگہ سے ٹپ سکتا ہے مگر
خدا کے محبوب دانا کے خفا اور غیوب جناب اللہ جیسے بحر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
فرمان نہیں ٹپ سکتا۔ اس نے آپ اپنی شہادت کا اٹھنا فرما رہے تھے۔ تو یہ اور ان کے
کار و دوسرے لوگ جو ان شہادت کے مستحق تھے جیسے کہ دو ہزار دواہن اپنی شہادی کی لاپیائے
کے منتظر ہوتے ہیں تو ان کے حق میں یہ ثابت کر کے کہ ان کو ہوا فیہ یخضع من قسطنطین
فیہ یخضع من قسطنطین۔ یعنی تو ان میں سے کوئی نہ ہے جو اپنی کشت بوردی کر چکا ہے

حضرت حمزہ و مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ یہ لوگ جہاد پر ثابت رہے یہاں تک کہ جنگ احد میں شہید ہو گئے، اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنی شہادت کا، انتظار کر رہا ہے (جیسے حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

اور حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک منافق رہتا تھا اس کا درخت ایک انصاری پٹروسی کے مکان پر جھکا ہوا تھا جس کا پھل ان کے مکان میں گرتا تھا۔ انصاری نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اس وقت تک منافق کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہیں ہوا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم درخت انصاری کے ہاتھ بیچ ڈالو اس کے بدلے تمہیں جنت کا درخت ملے گا مگر منافق نے انصاری کو درخت دینے سے انکار کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی کہ منافق نے حضور کے فرمان کو منظور نہیں کیا تو آپ نے پورا ایک باغ دیگر درخت کو اس سے خرید لیا اور انصاری کو دیدیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف اور منافق کی برائی میں یہ آیت کرمہ نازل ہوئی سَيِّدٌ كَرِيمٌ يَخْشَى وَيَتَجَنَّبُهَا اَلَا شَقِيَّ السَّكِيْنِ يَصْلَى السَّادَ الْكُبْرَىٰ - یعنی عنقریب نصیحت مانے کا جو درخت ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت و دور رس ہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جلے گا۔ (پ ۱۲۷)

اس آیت مبارکہ میں مَنِ يَخْشَى سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور السَّكِيْنِ سے مراد اس درخت کا مالک منافق ہے۔ (تفسیر روح البیان جلد دوم صفحہ ۱۲۷)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور احادیث کرمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت مرثدہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ آئندہ میں ہونے والے قتلوں کا ذکر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب سر پہ کپڑا ڈالے ہوئے ادھر سے گزرے تو حضور نے

فرمایا کہ یہ شخص اس روایت پر ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سے یہ الفاظ سن کر میں اٹھا اور اس شخص کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ان کا رخ کیا اور پوچھا کیا یہ شخص ان فتنوں میں ہدایت پر ہوں گے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا ہاں یہی۔

اور ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستقبل میں ہونے والے فتنہ کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس فتنہ میں ظلم سے قتل کیا جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ ایک صاحب آئے اور اس باغ کا دروازہ کھلوائے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَفْتَحْ لَنَا وَكَبَشِرْنَا بِالْجَنَّةِ۔ یعنی دروازہ کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں میں نے ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جنت کی خوشخبری دی۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثنا کی۔ پھر ایک صاحب اور آئے اور انھوں نے دروازہ کھلوا یا۔ حضور نے ان کے پاس میں بھی فرمایا اَفْتَحْ لَنَا وَكَبَشِرْنَا بِالْجَنَّةِ۔ یعنی ان کے لئے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو بھی جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشخبری سے مطلع کیا۔ انھوں نے خدائے عز و جل کی حمد و ثنا کی اور اس کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک تیسرے صاحب نے دروازہ کھلوا یا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا اَفْتَحْ لَنَا وَكَبَشِرْنَا بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تَصِيبُہُ۔ یعنی آنے والے کے لئے دروازہ کھول دو اور ان

مہبتوں پر جو اس شخص کو پہنچیں گی جنت کی خوشخبری دو راوی حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے درود اندہ کھولا تو درکھا آنے والے شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خوشخبری دی اور حضور کے فرمان سے ان کو آگاہ کیا۔ انھوں نے خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، اس کا شکر ادا کیا اور فرمایا **اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ** یعنی آنے والی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

اور مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مکان میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ران یا پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انھوں نے حاضری کی اجازت چاہی۔ حضور نے ان کو بلایا اور وہ اندر آگئے مگر حضور اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آگئے۔ انھوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضور نے ان کو بھی اجازت دیدی اور وہ بھی اندر آگئے لیکن حضور پھر بھی بدستور اسی طرح لیٹے رہے یعنی ران یا پنڈلی سے کپڑا ہٹا رہا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے۔ اور آپ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

راوی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! کیا وجہ

ہے شک راوی است پس استدلال نبود ہر کسے را کہ رفتہ است بآنکہ فہ عورت نیست زیرا کہ عمل حاجت حجت ندارد۔ و بعضے تاویل کردہ اند کہشف آنرا کہ از قمیص بودند نیز روگفتہ اند کہ ظاہر اند وال شریف و علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایست و اللہ اعلم (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۴۵۵)

کہ میرے باپ حضرت صدیق اکبرؓ کے تو آپ بدستور لیٹے رہے۔ پھر حضرت فاروق اعظمؓ آئے
مگر آپ بدستور لیٹے رہے اور جنبش نہیں فرمائی۔ لیکن جب حضرت عثمان غنیؓ آئے تو آپ اٹھ کر
بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس سوال کے
جواب میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلَا سَتَجِدُنِيْ مِنْ سَجَلٍ
تَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ یعنی کیا میں اس شخص سے حیاء کروں جس سے فرشتے
بھی حیا کرتے ہیں۔

سبحان اللہ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ کیا ہی بلند و بالا اور
عظمت والا ہے کہ فرشتے آپ سے حیا کرتے ہیں یہاں تک کہ سید الانبیاء اور ربی الانبیاء جناب
احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آپ سے حیا فرماتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں بیعت رضوان کا حکم فرمایا اس وقت
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے کہ غلط
گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی جب سب لوگ بیعت کر چکے تو رسول
مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان خدا اور رسول خدا کے کام سے گئے ہوئے
ہیں۔ پھر اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف
سے خود بیعت فرمائی۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ان ہاتھوں سے بہتر ہے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے بیعت
کی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان اشعۃ اللمعات میں اس
حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک
کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ یہ وہ فضیلت ہے جو حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خاص ہے یعنی اس فضیلت سے ان کے سوا اور کوئی دوسرا

صحابی بھی شرف نہیں ہوا۔

ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے عثمان! خدا نے تجھ کو ایک قیس پہنائے گا یعنی خلعت خلافت سے سرفراز فرمائے گا۔ پھر اگر لوگ اس قیس کے اتارنے کا تجھ سے مطالبہ کریں تو ان کی خواہش پر اس قیس کو مت اتارنا یعنی خلافت کو نہ چھوڑنا۔ اسی لئے جس روز ان کو شہید کیا گیا انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو خلافت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔ اسی لئے میں اس وصیت پر قائم ہوں اور جو کچھ مجھ پر بیت رہا ہے اس پر صبر کر رہا ہوں۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو بار بنت خریہ کی ہے۔ ایک بار تو بیر رومہ خرید کر اور دوسری بار جیش عسروہ کے لئے سامان دے کر۔ جیش عسروہ کے لئے ہوسامان آپ نے فراہم کیا تھا اسکا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اور بیر رومہ کی خریداری کا واقعہ یہ ہے کہ جب سرکار قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں وہاں بیر رومہ کے علاوہ اور کسی کنوئیں کا پانی میٹھا نہ تھا۔ یہ کنواں وادی یثرب کے کنارے ایک پرفضا باغ میں ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس کنوئیں کا مالک یہودی تھا جو اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترفیب پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آدھا کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ اور طے یہ پایا کہ ایک روز مسلمان پانی بھرینگے اور دوسرے دن یہودی۔ مگر جب یہودی نے دیکھا کہ مسلمان ایک روز میں دو روز کا پانی بھر لیتے ہیں اور میرا پانی خاطر خواہ نہیں بلکہ تو پریشان ہو کر بقیہ آدھا بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ آئے ہزار درہم میں بیچ دیا۔ اس کنوئیں کو آج کل بیر حضرت عثمان

کہتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضی اللہ عنہ وارضی اللہ عنہ وارضی اللہ عنہ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کارہنے والے ایک شخص حج کے ارادہ سے بیت اللہ شریف آیا۔ اس نے ایک ہلکے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ لوگ قریش ہیں۔ اس نے پوچھا کہ ان لوگوں کا شیخ کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ ان لوگوں کے شیخ حضرت عبداللہ بن عمر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اب اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے ابن عمر! میں کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں آپ اس کا جواب دیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان احد کی جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ پھر اس شخص نے دریافت کیا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ بدر کی لڑائی سے عثمان غائب تھے اور معرکہ بدر میں وہ شریک نہ ہوئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا کہ ہاں وہ بدر سے معرکہ میں موجود نہ تھے۔ پھر اس شخص نے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان بیعت رضوان کے موقع پر بھی غائب تھے اور اس میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہاں وہ بیعت رضوان کے موقع پر بھی موجود نہ تھے اور اس میں شامل نہ تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تینوں باتوں کی تصدیق سن کر اس شخص نے اللہ اکبر کہا۔ بظاہر اس مصری شخص کا سوال تھا لیکن حقیقت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی پر اس کا اعتراض تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے فرمایا کہ ادھر آئیے میں تجھ سے حقیقت حال بیان کر کے تیرے شبہات دور کروں۔ احد کے معرکہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھاگ جانے کے متعلق میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ خدائے ذوالجلال نے ان کی غلطی کو معاف فرمادی جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے إِنَّكَ السَّادُّ يَنْ كَوْلُوا مِنْكُمْ يَوْمَ التَّقَىٰ الْجَمْعُ إِنَّ مَا اسْتَرْ لَهِمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ۔ یعنی بیشک وہ لوگ جو تم میں سے پھر گئے ہیں ان

دو روز فوجیں ملی تھیں۔ ان کے بعض اعمال کے سبب انھیں شیطان ہی نے فرشتہ دی۔ اور
یشک اللہ نے انھیں معاف فرما دیا۔ یشک اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔ (پج ۷۷)

اور جنگ بدر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موجود نہ ہونا اس کا واقعہ یہ
ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی اس زمانہ میں بیمار تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ طیبہ میں چھوڑ دیا
تھا اور فرمایا تھا کہ عثمان غنی کو جنگ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے ایک بے اہد کا
ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں سے بھی ایک شخص کا حصہ دیا جائے گا۔ اب یہ اس امر
بیعت رضوان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ
اگر مکہ معظمہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ باعزت اور ہر دل عزیز کوئی
اور شخص ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی کو مکہ معظمہ بھیجتے مگر چونکہ حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ہر دل عزیز اور باعزت کو شریف والوں کی نگاہ میں کوئی اور
شخص نہ تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں کو مکہ معظمہ روانہ فرمایا کہ
وہ آپ کی طرف سے کفار مکہ سے بات چیت کریں۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ معظمہ چلے گئے۔ اس طرف ان کی غیر موجودگی میں
بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کے
وقت اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اور پھر اس ہاتھ کو اپنے دوسرے
ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے فرمایا کہ ابھی جو میں نے تیرے سامنے بیان کیا ہے تو اس کو لے جا کہ یہی تیرے سوالات
کے مکمل جوابات ہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی
مشہور کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ زخمی ہونے

آپ کی خلافت

کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت جب زیادہ نامناسب ہوئی تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین آپ ہمیں کچھ وصیتیں فرمائیے اور خلافت کے لئے کسی کا انتخاب فرمادیجئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت کے لئے مبرا وہاں چھ صحابہ کے جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی اور خوش رہ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں میں کسی اور کو مستحق نہیں سمجھتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت عثمان، علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن وقت اس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام لئے اور فرمایا کہ میرے لڑکے بعد اللہ مجلس شوریٰ میں ان کے ساتھ ہیں لیکن خلافت سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ اگر سعد بن وقاص کا انتخاب ہو جائے تو وہ اس کا حق رکھتے ہیں ورنہ ان چھ صحابیوں میں سے جس کو چاہیں منتخب کر لیں۔ اور میں نے سعد بن وقاص کو کسی عاجزی اور خیاات کے سبب معذرت نہیں کیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد خلیفہ ہونے والے کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور سب انصار و مہاجرین اور ساری رعایا کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا رہے۔

جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا اور لوگ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو تین روز بعد خلیفہ کو منتخب کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ پہلے تین آدمی اپنا حق تین آدمیوں کو دیکر دست بردار ہو جائیں۔ لوگوں نے اس بات کی تائید کی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ علی کو، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اپنا حق دیکر دست بردار ہو گئے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہ تینوں حضرات رائے مشورہ کرنے کے لئے ایک طرف چلے گئے۔ وہاں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے لئے خلافت پسند نہیں کرتا اب آپ لوگوں میں سے بھی جو خلافت کی ذمہ داری سے دست بردار ہونا چاہے وہ بتا دے

اس لئے کہ جو بری ہوگا ہم خلافت اسی کے سپرد کریں گے۔ اور جو شخص خلیفہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ہو اور اصلاح امت کی بہت خواہش رکھتا ہو۔ اس بات کے جواب میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما یعنی دونوں حضرات چپ رہے۔ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اچھا آپ لوگ اس انتخاب کا کام ہمارے سپرد کریں۔ قسم خدا کی میں آپ لوگوں میں سے بہتر اور افضل شخص کا انتخاب کروں گا۔ دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو منظور رہے ہم انتخاب خلیفہ کا کام آپ کے سپرد کرتے ہیں۔

اب اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک طرف گئے اور ان سے کہا کہ اے علی! آپ اسلام قبول کرنے میں سابقین اولین میں سے ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریبی عزیز ہیں۔ لہذا آپ کو اگر میں خلیفہ مقرر کر دوں تو آپ قبول فرمائیں اور اگر میں کسی دوسرے کو آپ پر خلیفہ مقرر کر دوں تو اس کی اطاعت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے منظور ہے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک طرف گئے اور ان سے بھی تنہائی میں اسی قسم کی گفتگو کی تو انھوں نے بھی دونوں باتوں کو تسلیم کر لیا۔ جب ان دونوں حضرات سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قسم کا عہد و پیمان لے لیا تو اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیعت کر لی۔

تاریخ الخلفاء میں ابن عساکر کے حوالہ سے ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لئے خلیفہ منتخب کیا کہ جو بھی صاحب الرائے تنہائی میں ان سے ملنا وہ یہی مشورہ دیتا کہ خلافت حضرت عثمان ہی کو ملنی چاہئے وہ اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو وصیہ
 کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اسے علی اس نے سب لوگوں کی رہائش معلوم
 کر لی ہے۔ خلافت کے بارے میں سب کی رائے حضرت عثمان کے لئے سجدہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ یہ کہہ کر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ میں سنت خدا
 سنت رسول اور دونوں خلفاء کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ اس طرح سب سے
 پہلے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے بیعت کی پھر تمام مہاجرین و انصار نے ان سے بیعت کی۔

اور مستر امام احمد میں حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح مروی ہے۔
 انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ
 آپ نے حضرت علی کو چھوڑ کر حضرت عثمان سے کیوں بیعت کی؟ انھوں نے فرمایا کہ اس میں
 میرا قصور نہیں ہے۔ میں نے پہلے حضرت علی ہی سے کہا کہ میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ
 اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں تو
 انھوں نے فرمایا کہ میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد میں نے حضرت عثمان
 سے اسی قسم کی گفتگو کی تو انھوں نے قبول کر لیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۷)
 غنیۃ الطالبین جو حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف مشہور ہے۔ اس میں
 بھی یہی روایت مذکور ہے۔

تو اس روایت کی بنیاد پر یہ کہا جائے گا کہ غالباً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 اس وقت خلافت سے اس لئے انکار کر دیا کہ ان پر عام صحابہ کا رجحان ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ
 میری بجائے حضرت عثمان کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے صحابہ کی مرضی کے خلاف
 زبردستی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ میں نے تنہائی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ اگر

میں آپ سے بیعت نہ کروں تو مجھے آپ کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ انھوں نے فرمایا کہ عی سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر میں نے اسی طرح تنہائی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے؟ انھوں نے فرمایا عثمان سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر میں نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر اسی طرح تخلیہ میں ان سے دریافت کیا کہ اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کی رائے دیں گے؟ انھوں نے فرمایا کہ حضرت علی یا حضرت عثمان سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرا اور آپ کا ارادہ خلیفۃ المسلمین بننے کا تو ہے نہیں۔ تو پھر آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عثمان سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام ہجراجرین و انصار سے مشورہ کیا تو اکثر لوگوں کی رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پائی۔ اس لئے انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی۔

ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے سر کا راقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب پر درود و سلام کی ڈالیاں بچھاؤں کریں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

رافضی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خلافت کے حقدار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے مگر لوگوں نے ان کے حق کو غصب کر لیا کہ پہلے (حضرت) ابو بکر پھر (حضرت) عمر اور پھر (حضرت) عثمان کو خلیفہ بنایا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اس طرح مسلسل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حق تلفی کی گئی۔

پھر رافضی اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ حضرات خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام کہ جنھوں نے ان کو خلیفہ منتخب کیا ان سب سے بغض و عداوت رکھتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے جو لوگ خلیفہ ہوئے اور جنہوں نے ان کو خلیفہ بنایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی خدائے تعالیٰ نے مدح فرمائی ہے اور ان کی تعریف و توصیف میں قرآن مجید کی بہت سی آیات کہلیمہ نازل ہوئی ہیں۔ مثلاً پ ۲ ع ۱۷ میں ہے لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلَ أُولَٰئِكَ أَكْثَرُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ۔ یعنی تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔

اور پ ۲ ع ۱۷ میں ہے وَالشَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ یعنی اور سب میں اگلے پہلے ہاجرین و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

اور پ ۲ ع ۱۸ میں ہے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيُخَوِّفُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ۔ یعنی ہجرت کرنے والے فقیروں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ اور اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیں۔

پھر اسی پ ۲ ع ۱۸ میں ہے وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُجَازَوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ وَمَنْ يُؤْثِرْ نَفْسَهُ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ یعنی اور جن لوگوں نے پہلے سے اس (مدینہ منورہ) شہر میں اور ایمان میں گھر بنالیا وہ دوست رکھتے ہیں ان لوگوں

کوہ ان کی طرف ہجرت کر کے گئے۔ اور وہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دہا برین مالِ غنیمت دے گئے۔ اور انھار اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں شدید عذاب ہو۔ اور جو اپنے نفس کی لالچ سے پیایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ اور پ ۸ ع میں ہے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ يَعْنِي بِيَشْكُ اللَّهُ کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہوا کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر خدا کے تعالیٰ کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے۔

حضرات! اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جن میں خدائے عزوجل نے اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کی واضح لفظوں میں تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے مگر ہم ہر وقت انھیں چند آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔ اب آپ لوگ غور کیجیے۔ پہلی آیت کریمہ جو ہم نے تلاوت کی ہے اس میں فرمایا گیا ہے وَكَرَّمْنَاكَ وَعَدَدُ اللَّهِ الْحُسْنَى۔ یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور لڑائی کرنے والے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور دوسری آیت مبارکہ میں ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔

اور تیسری آیت کریمہ میں فرمایا گیا أُولَئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ۔ یعنی وہی لوگ سچے ہیں۔

اور چوتھی آیت مبارکہ میں ہے فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ یعنی وہی لوگ فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔

اور پانچویں آیت کریمہ میں فرمایا گیا وَيُزَكِّيهِمْ۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا تزکیہ فرماتے ہیں یعنی ناپسندیدہ خصلتوں اور بری باتوں سے ان کو پاک و صاف کرتے ہیں اور صالح بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں خبر دی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مُزکی ہیں تو اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ صحابہ کرام کے قلوب کا انھوں نے تزکیہ فرمایا اسلئے کہ اگر ان کے قلوب کا تزکیہ نہیں فرمایا تو وہ مُزکی نہیں ہو سکتے۔ اور حب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے قلوب کا تزکیہ فرمایا تو ماننا پڑے گا کہ وہ نیکو کار اور صالح ہیں۔ ان کے اخلاق بلند ہیں، وہ اوصاف حمیدہ والے ہیں، ان کی نیتیں صحیح ہیں اور ان کا عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

لہذا صحابہ کرام کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔ اور ایسے لوگ کہ جو قلاح یافتہ اور سچے ہیں۔ اور جن کے قلوب مُزکی و مُجلی ہیں ان کے بارے میں یہ فاسد اعتقاد رکھنا کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق کو غصب کر لیا۔ انتہائی بد نصیبی و بد بختی ہے بلکہ قرآن شریف کو جھٹلانا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

بادشاہ جس جماعت سے راضی ہو اور ان کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہو اس جماعت سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کی برائی کرنا بادشاہ کی ناراضگی کا سبب ہو گا۔ تو خدا کے ذوالجلال جو صحابہ سے راضی ہے اور اپنی کتاب قرآن مجید میں جگہ جگہ ان کی تعریف و توصیف بیان فرماتا ہے اس مبارک جماعت سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کی برائی کرنا خدا کے تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا سبب ہے۔

حضرت علامہ ابوذر عہدہ رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تبع تابعین میں سے ہیں انھوں نے اس سلسلے میں نہایت ہی عمدہ بات فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں إِذَا مَرَّ أَيْتَ الرَّجُلِ أَنَّهُ يُنْقَضُ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْلَمَ أَنَّهُ زِنْدِيقٌ یعنی جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب میں سے کسی کی تنقیض کرتا ہے ان میں نقص نکالنا ہے تو جان لو کہ وہ زندقہ اور بدبین ہے۔ اس لئے کہ قرآن اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر فرمان ہمیں صحابہ ہی

کے واسطے سے ملا ہے۔ تو ان کی ذات میں برائی ثابت کرنا اور ان کو غلط ٹھہرانا قرآن و حدیث کو باطل قرار دینا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (الاصحابہ ص ۱۱ ج ۱)

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود شریف کی ڈالیاں پیش کریں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا پہلا خطبہ | تادم الخلفاء میں ابن سعد کے حوالہ سے ہے کہ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ کچھ بیان نہ کر سکے۔ صرف اتنا فرمایا کہ اے لوگو! پہلی مرتبہ گھوڑے پر سوار ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ آج کے بعد بہت سے دن آئیں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے سامنے ضرور خطبہ دوں گا۔ ہمارے خاندان میں لوگ خطیب نہیں ہوئے ہیں۔ خدا کے تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ عنقریب ہمیں خطبہ دینے پر قدرت عطا فرمائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ”منبر کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھتے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درجہ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے پر پڑھا۔ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے پر۔ جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا۔ سبب پوچھا گیا فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر۔ تو وہ ہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں۔ لہذا وہاں پڑھا۔ جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۷۷)

بِرَادَرَانِ صَلَاتٍ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چلے قابل غور ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر لوگ ان کو حضرت صدیق کا ہمسر گمان کرتے تو کیا اس میں کوئی خرابی تھی؟ ہاں بیشک خرابی تھی۔ اس لئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ہرگز منظور

نہیں تھا کہ لوگ ان کو صدیق اکبر کا ہمسر گمان کریں۔ اسی طرح ان کو یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ لوگ ان کے بارے میں وہم کریں کہ وہ فاروق اعظم کے برابر ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر تیسرے پر پڑھتا تو وہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے برابری کا دعویٰ کرنا تو بہت دور کی بات ہے انکو اتنا بھی گوارا نہیں تھا کہ ان کے بارے میں کوئی یہ وہم و گمان کرے کہ وہ حضرات شیعین کے ہمسر و برابر ہیں۔ اسی لئے وہ سب سے اوپر والے درجہ پر خطبہ پڑھے۔

پھر حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ بھی قابل توجہ ہے کہ میں نے وہاں خطبہ پڑھا جہاں یہ (یعنی ہمسر و برابری کا) احتمال متصور ہی نہیں مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کوئی بھی یہ تصور کر ہی نہیں سکتا تھا کہ حضرت عثمان غنی حضور سے برابری و ہمسر کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر کوئی آفاقی درو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برابری و ہمسر کا دعویٰ کرے تو وہ گستاخ و بے ادب ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے راستے سے الگ ہے۔ اور حدیث شریف مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي کے مطابق انھیں کے راستے پر چلنے والے جنتی ہیں باقی سب جہنمی۔

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

آپ کے زمانہ خلافت کی فتوحات

زمانہ خلافت میں بھی اسلامی فتوحات کا دائرہ برابر وسیع ہوتا رہا۔ چنانچہ آپ کے زمانہ خلافت کے پہلے سال یعنی ۲۲ ہجری میں ”درے“ فتح ہوا۔ درے خراسان کا ایک شہر ہے جو آجکل ایران کا دار السلطنت ہے اور اسے طہران کہتے ہیں۔ ۲۴ ہجری میں شہر ساہورہ فتح ہوا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ملک شام کے گورنر تھے انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی

ہاں یہ درخواست پیش کی تھی کہ بحری بیڑا کے ذریعہ قبرص پر حملہ کی اجازت دی جائے مگر آپ نے اجازت نہ دی لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امر بہت زیادہ ہوا تو آپ نے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ آپ سمندر اور بادبانی جہازوں کی کیفیت مفصل طریقہ سے لکھ کر مجھے روانہ کر دو۔ انہوں نے لکھا کہ میں نے بادبانی جہاز کو دیکھا ہے جو ایک بڑی مخلوق ہے اور اس پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ جب وہ جہاز ٹھہر جاتا ہے تو لوگوں کے دل پھٹنے لگتے ہیں اور جب وہ چلتا ہے تو عقلمند لوگ بھی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اس میں اچھائی ان کم ہیں اور غریبیاں زیادہ ہیں۔ اس میں سفر کرنے والوں کی حیثیت کٹرے مکوڑوں جیسی ہے۔ اگر یہ سواری کسی طرف کو جھک جائے تو عموماً لوگ ڈوب جاتے ہیں اور اگر رخ جاتے ہیں تو اس حال میں ساحل تک پہنچتے ہیں کہ کانپتے رہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط اس مضمون کا پڑھا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ **وَاللّٰہُ لَا اُحِبُّ فِیْہِ مُسْلِمًا اَبَدًا**۔ یعنی قسم ہے خدا کے تعالیٰ کی میں ایسی سواری پر مسلمانوں کو کبھی سوار نہیں کر سکتا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱)

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں قبرص پر مسلمانوں کا حملہ نہیں ہو سکا۔ لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو ان کے حکم سے ۲۷ ہجری میں جہاز کے ذریعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر لیا کر قبرص پر حملہ کیا۔ اس کو فتح کر لیا اور جزیرہ لینے کی شرط منظور کر لی۔

جس لشکر نے بحری راستہ سے جا کر قبرص پر حملہ کیا تھا اس لشکر میں مشہور و معروف صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ عترت حضرت ام حرام بنت طحان انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ موجود تھے۔ آپ کی بیوی جانور سے گر کر اشغال گئیں تو ان کو وہیں قبرص میں دفن کر دیا گیا۔ اس لشکر کے متعلق اللہ کے محبوب دانا خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ

عبادہ بن صامت کی بیوی بھی اس لشکر میں ہوگی اور قبرص ہی میں اس کی قبر بنائی جائے گی۔
یہ پیشین گوئی حرت صحیح ہوئی۔ اور کیوں نہ ہو کہ ندی کا بہتا ہوا دھارا رک سکنا ہے
درخت اپنی جگہ سے ہٹ سکنا ہے بلکہ بڑا سے بڑا پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکنا ہے مگر
اللہ کے محبوب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ٹل سکنا۔

صلی اللہ علی النبی الہی والہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃ
وسلاما علیک یا رسول اللہ۔

اور اسی ۲۷ھ میں جرجان اور دینار فتح ہوئے۔ اور اسی سال جب حضرت
عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنایا تو انھوں
نے مصر پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے افریقہ پر حملہ کیا اور اسکو فتح کر کے
ساری سلطنتوں کو حکومت اسلامیہ میں شامل کر لیا۔ اس جنگ میں اس قدر مال غنیمت
مسلمانوں کو حاصل ہوا کہ ہر سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار اور بعض روایت کے مطابق
تین تین ہزار دینار ملے۔ دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ایک سکہ ہوتا ہے۔ اس فتح عظیم
کے بعد اسی ۲۷ھ میں اسپین یعنی ہسپانیہ بھی فتح ہو گیا۔ اور ۲۹ھ میں حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے اُصطخر، قسا اور ان کے علاوہ بعض دوسرے ممالک بھی فتح
ہوئے۔

اور ۳۰ھ میں جوہر، خراسان اور نیشاپور صلح کے ذریعہ فتح ہوئے۔ اسی طرح ملک
ایران کے دوسرے شہر طوس، سرخس، مرو، اور یسحق بھی صلح سے فتح ہوئے۔ اس قدر فتوحات
سے جب بے شمار مال غنیمت ہر طرف سے دار الخلافہ میں پہنچنے لگا۔ تو حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان مالوں کی حفاظت کے لئے کئی محفوظ خزانے بنوانے پڑے۔ اور
لوگوں میں اس فراخ دلی سے مال تقسیم فرمایا کہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ بدرہے
ملے جبکہ ایک بدرہہ دس ہزار درہم کا ہوتا ہے۔

آپ کی کرامتیں

یہاں اذکار اسلام حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
کئی کرامتوں کا ظہور ہوا ہے جن میں سے چند کرامتیں آپ حضرات
کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”طبقات“ میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص
نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ
شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص
کو دیکھ کر حضرت امیر المؤمنین نے نہایت ہی پر حلاں لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں
میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے جلہاں
کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آپ پر فوجی اثر نے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے
معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

امیر المؤمنین نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وہی تو ہو جس نے نازل ہوتا ہے لیکن میں نے جو کچھ
کہا ہے یہ بالکل ہی قول حق اور سچی بات ہے اور خداوند تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی فرانت
(نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات کو سام
کر رہتا ہوں۔ (ذکرات صحابہ رحمہ اللہ ج ۱ ص ۲۷۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک
برصیب اور نصیب النفس انسان جس کا نام ”جہادہ بخاری“ تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک
سے حصا بچھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے علم و حیا کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں
فرمایا لیکن خدا نے تعالیٰ کی تہاری و حیا کی نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ
سزا دی کہ اس کے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ کل رگڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک
سال کے اندر ہی مر گیا۔ (ذکرات صحابہ رحمہ اللہ ج ۱ ص ۲۷۲)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سڑوین میں تھا تو

واضح نشانیاں ہیں۔

آپ کی شہادت

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت کل باہر سال رہا۔ شروع کے چھ برسوں میں لوگوں کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی بلکہ ان برسوں میں وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ لوگوں میں مقبول و محبوب رہا۔ اسی لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج میں کچھ سختی تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سختی کا وجود نہ تھا آپ بہت بامروت تھے۔ لیکن آخری چھ برسوں میں بعض گورنروں کے سبب لوگوں کو آپ سے شکایت ہو گئی۔ آپ نے عبد اللہ بن ابی سرح کو مہر کا گورنر مقرر کیا۔ ابھی عبد اللہ کے تقرر کو صرف دو سال گزرے تھے کہ مہر کے لوگوں کو ان سے شکایتیں پیدا ہو گئیں۔ انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے داد دہی چاہی آپ نے بذریعہ تحریر عبد اللہ کو سخت تہنیت فرمائی اور تاکید کی کہ خبردار! آئندہ تمہاری شکایت میرے پاس نہ پہنچے۔ مگر عبد اللہ نے آپ کے خط کی کچھ پروا نہ کی بلکہ مہر کے جو لوگ دار الخلافہ مدینہ شریف میں شکایت لے کر آئے تھے ان کو قتل کر دیا۔ اس سے مہر کی حالت اور زیادہ خراب ہو گئی یہاں تک کہ وہاں سے سات سو افراد مدینہ شریف آئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عبد اللہ کی زیادتیاں بیان کیں اور دوسرے صحابہ کرام سے بھی شکایتیں کیں۔ تو بعض صحابہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سخت کلامی کی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ آپ کے پاس آئے ہیں اور عبد اللہ بن ابی سرح جس پر قتل کا الزام ہے اسکی معزولی اور برطرفی کا آپ سے مطالبہ کرتے ہیں مگر آپ ان کی باتوں پر توجہ نہیں کرتے۔ آپ کو چاہئے کہ ایسے شخص کو مناسب سزا دیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے انھوں نے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ یہ لوگ قتل ناحق کے سبب مہر کے گورنر کی معزولی چاہتے ہیں۔ آپ اس معاملہ میں انصاف کیجئے اور عبد اللہ بن ابی سرح کی جگہ پر کسی دوسرے کو گورنر مقرر

کہ میرا دوسرا حکمانہ پہنچے اپنے عہدہ پر برقرار رہو۔

اس خط کو پڑھ کر قافلہ والے سب لوگ دنگ رہ گئے۔ محمد بن ابوبکر نے اس خط پر ساتھ کے چند ذمہ دار لوگوں کی جہریں لگوا دیں اور اسے ایک شخص کی تحویل میں دیدیا اور سب لوگ وہیں سے مدینہ منورہ کو واپس ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے خط کھول کر سب کو پڑھوایا اور اس بھشی غلام کا سارا واقعہ سنایا۔ اس پر سب لوگ بہت سخت برہم ہوئے اور تمام صحابہ کرام غیظ و غضب میں بھرے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ مگر محمد بن ابوبکر اپنے قبیلہ بنو تمیم اور دیگر لوگوں کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کو گھیر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عمار اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ وہ خط، غلام اور اونٹنی بھی تھی جو راستے میں پکڑی گئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کیا یہ غلام آپ کا ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں یہ غلام میرا ہے۔ پھر انھوں نے پوچھا کیا یہ اونٹنی بھی آپ کی ہے؟ انھوں نے جواب میں فرمایا ہاں یہ اونٹنی بھی ہماری ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خط پیش فرمایا اور پوچھا کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ انھوں نے فرمایا نہیں۔ اور خدا کے قہر کی قسم کھا کے کہا کہ نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے، نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بڑے تمب کی بات ہے کہ اونٹنی آپ کی اور خط پر جہری آپ کی جسے آپ ہی کا غلام یہاں سے لیکر جا رہا تھا مگر آپ کو کوئی علم نہیں۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کے فرمایا کہ نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے، نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ میں نے غلام کو یہ خط دیکر

مصر کی طرف روانہ کیا ہے۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھا کر اپنی براءت ظاہر فرمائی تو ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ ان کا دامن اس جرم سے پاک ہے۔ لوگوں نے تحریر کو بغور دیکھا تو یہ خیال قائم کیا کہ تحریر مروان کی ہے اور ساری شرارت اسی کی ذات سے ہے۔ مروان اس وقت ایلیٰ کوزین کے مکان میں موجود تھا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیجئے۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ وہ لوگ غیظ و غضب میں پھرے ہوئے تھے مروان کو سزا دیتے اور اسے قتل کر دیتے۔ حالانکہ تحریر سے یقین کامل نہیں ہوتا اس لئے کہ **الْخَطُّ كُشِبَ** **الْخَطُّ** یعنی ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے۔ تو انھیں مروان کی تحریر ہونے کا صرف شبہ تھا اور شبہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کو ان کے سپرد نہیں کیا۔ علاوہ اس کے سپرد کرنے میں بہت بڑے فتنہ کا اندیشہ بھی تھا۔

بہر حال جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کو لوگوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو صحابہ کرام ان کے یہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عثمان کبھی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے مگر کچھ لوگ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ وہ شک سے بری نہیں ہو سکتے جب تک کہ مروان کو ہمارے سپرد نہ کر دیں اور ہم اس سے تحقیق نہ کر لیں اور یہ معلوم نہ ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابیوں کو قتل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ خط انھوں نے ہی لکھا ہے تو ہم انھیں خلافت سے الگ کر دیں گے۔ اور اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ حضرت عثمان کی طرف سے مروان نے خط لکھا ہے تو ہم اسے سزا دیں گے۔

جب اکابر صحابہ اپنے اپنے گھر چلے گئے تو بلوایوں نے محاصرہ میں اور سختی پیدا کر دی یہاں تک کہ ان پر پانی کو بند کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوپر سے جھانک کر مجمع سے دریافت فرمایا کیا تم

محاصرہ میں سختی

میں علی ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم میں سعد موجود ہیں؟ جواب دیا گیا کہ سعد بھی نہیں موجود ہیں۔ یہ جواب سن کر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا کوئی شخص علی کو یہ خبر پہنچا دے کہ وہ ہمارے لئے پانی مہیا کر دیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچ گئی تو انھوں نے آپ کے لئے پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے بھجوا دئے مگر وہ پانی بمشکل تمام آپ تک پہنچا کہ اس کے سبب بنی ہاشم اور بنی امیہ کے کئی غلام زخمی ہو گئے اس واقعہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے اپنے دونوں صاحبزادگان یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ تم دونوں اپنی اپنی تلواریں لیکر حضرت عثمان غنی کے دروازہ پر جاؤ پھر رے داروں کی طرح ہوشیار کھڑے رہو اور خبردار کسی بھی بلوائی کو اندر نہ گزرنے دو۔ اسی طرح حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے صاحبزادگان کو امیر المؤمنین کے دروازہ پر بھیج دیا جو برابر نہایت مستعدی کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے رہے۔

(ناربخ الخلفاء)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ جب بلوائیوں نے محاصرہ سخت کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چند مہاجرین کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت خانہ پر تشریف لائے اور ان سے کہنے لگے کہ یہ جس قدر بلوائی آپ پر چڑھ آئے ہیں یہ وہی ہیں جو ہماری تلواروں سے مسلمان ہوئے ہیں اور اب بھی ڈر کے مارے کپڑے ہی میں پاخانہ کئے دیتے ہیں۔ یہ سب شیخیاں اور اونچی اونچی اڑانیں اس سبب سے ہیں کہ کلمہ پڑھتے ہیں اور آپ کلمہ کی حرمت کا پاس و لحاظ کرتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم ان کو ان کی حقیقت معلوم کر دیں۔ اور انکی بھولی ہوئی بات پھر ان کو یاد دلادیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم ایسی بات نہ کہو صرف میری جان کی خاطر اسلام میں ہرگز پھوٹ نہ پیدا کرو۔

پھر آپ کے سارے غلام جو ایک فوج کے برابر تھے اسباب و ہتھیار سے تیار ہو کر آپ کے سامنے آئے اور بڑی یحینی و بیقراری کے ساتھ آپ سے کہنے لگے کہ ہم وہی تو ہیں جی تو اوروں کی تاب خراسان سے افریقہ تک کوئی نہ لاسکا۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم مغروروں کو ان کے کام کا تماشا دکھا دیں۔ گفتگو اور بات چیت سے ان کی درستی نہیں ہو سکتی۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ مکہ کی حرمت کے سبب ہمیں کوئی نہیں چھڑے گا اسی لئے وہ براہ راست پر نہیں آتے اور آپ کی نیز دیگر صحابہ کرام کی باتوں کو ذرہ برابر اہمیت نہیں دیتے۔ لہذا آپ ہمیں ان سے لڑنے کی اجازت دیجئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلاموں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ میری رضا و خوشنودی چاہتے ہو اور میری نعمت کا حق ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتھیار کھول دو اور اپنی اپنی جگہوں پر جا کر بیٹھو اور سن لو کہ تم لوگوں میں سے جو غلام بھی ہتھیار کھول دے اسکو میں نے آزاد کر دیا **وَاللّٰہُ لَا یُقْتَلُ قَبْلَ الدِّمَآءِ أَحَبُّ اِلَیَّ مَنْ اَنْ اُقْتَلَ** بَعْدَ الدِّمَآءِ۔ یعنی اللہ کی قسم خونریزی سے پہلے میرا قتل ہو جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خونریزی کے بعد قتل کیا جاؤں۔ مطلب یہ ہے کہ میری شہادت لکھ دی گئی ہے اور اللہ کے رسول پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی بشارت مجھ کو دیدی ہے۔ اگر تم لوگوں نے بلوایوں سے جنگ بھی کی تو بھی میں ضرور قتل کر دیا جاؤں گا۔ لہذا ان کو لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ (تحفہ اشاعرہ)

بلوایوں کا آپ کو شہید کر دینا | محمد بن ابوبکر نے جب دیکھا کہ دروازہ پر ایسا سخت پہرہ ہے کہ اندر پہنچنا

بہت مشکل ہے تو انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیر چلا تا شروع کیا جس میں سے ایک تیر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لگ گیا اور آپ زخمی ہو گئے۔ ایک تیر مروان کو بھی لگا۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہو گئے۔ اور ایک تیر سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام قنبر بھی زخمی ہو گئے۔ محمد بن ابوبکر نے جب ان لوگوں کو زخمی دیکھا تو ان کو رخت

لاحق ہوا کہ بنی ہاشم اگر حضرت حسن اور دوسرے لوگوں کو زخمی دیکھ لیں گے تو وہ بگڑ جائیں گے۔ اس طرح ایک نئی مصیبت پیدا ہو جائے گی۔ لہذا انھوں نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا کہ اگر بنی ہاشم اس وقت آگئے اور انھوں نے حضرت حسن کو زخمی حالت میں دیکھ لیا تو وہ ہم سے الجھ پڑیں گے اور ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا لہذا چاہیے ساتھ چلو ہم پڑوس کے مکان میں پہنچ کر حضرت عثمان کے گھر میں گود پڑیں گے اور انھیں قتل کر دیں گے۔ اس گفتگو کے بعد محمد بن ابوبکر اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک اتھاری کے مکان میں گھس گئے اور وہاں سے چھت پھاند کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں پہنچ گئے۔ ان لوگوں کے پہنچنے کی دوسرے لوگوں کو خبر نہ ہوئی اس لئے کہ جو لوگ گھر پر موجود تھے وہ چھت پر تھے۔ نیچے امیر المؤمنین کے پاس صرف ان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے محمد بن ابوبکر نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ کر ان کی دائرہ ہی پکڑ لی تو امیر المؤمنین نے ان سے فرمایا اگر تمہارے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجھے میرے ساتھ ایسی گستاخی کرتے ہوئے دیکھتے تو وہ کیا کہتے۔ اس بات کو سن کر محمد بن ابوبکر نے ان کی دائرہ ہی چھوڑ دی لیکن اسی درمیان میں ان کے دونوں ساتھی آگئے جو امیر المؤمنین پر چھپٹ پڑے اور ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔

لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم مِّن دُونِهَا

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ ہوا اور دشمن ان کو شہید کر رہے تھے اس وقت آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت چینی چلائیں لیکن بلوائیوں نے چونکہ بڑا شور و غوغا کر رکھا تھا اس لئے آپ کی چیخ و پکار کو کسی نے نہیں سنا۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ کوٹھے پر گئیں اور لوگوں کو بتایا کہ امیر المؤمنین شہید کر دئے گئے۔ لوگوں نے نیچے اتر کر دیکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا جسم خون آلود تھا اور انکی روح پرواز کر چکی تھی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ شہادت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے جب تلوار لگی تو آیت کریمہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر خون کے چند قطرات پڑے اور آپ کی بیوی صاحبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تلوار کے وار کو جب اپنے ہاتھوں سے روکا تو ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برہمگی

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں تھے اور دیگر صحابہ و اہل مدینہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو آپ کی شہادت کی خبر ملی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ آپ کے مکان پر آئے آپ کو شہید دیکھ کر سب نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ پڑھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس صورت حال سے اتنا غصہ پیدا ہوا کہ حضرت امام حسن کو ایک طمانچہ اور حضرت امام حسین کے سینہ پر ایک گھونسا مارا اور فرمایا كَيْفَ قُتِلَ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ اَنْتَ عَلَى الْمَبَابِ یعنی جب کہ تم دونوں دروازہ پر موجود تھے تو امیر المؤمنین کیسے شہید کر دے گئے۔ پھر آپ نے حضرت طلحہ کے صاحبزادے محمد اور حضرت زبیر کے صاحبزادے عبداللہ کو بھی سخت سست اور برا بھلا کہا۔

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ قاتل دروازہ سے نہیں داخل ہوئے تھے بلکہ پڑوس کے مکان سے کود کر آئے تھے تو آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ سے دریافت فرمایا کہ امیر المؤمنین کو کس نے شہید کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں ان لوگوں کو تو نہیں جانتی جنہوں نے امیر المؤمنین کو شہید کیا۔ البتہ ان کے ساتھ محمد بن ابوبکر تھے جنہوں نے امیر المؤمنین کی دائرہ بھی پکڑی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن ابوبکر کو بلا کر قتل کے بارے میں ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ سچ کہتی ہیں بیشک میں گھر کے اندر ضرور داخل ہوا تھا اور قتل کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن جب انہوں نے میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کیا تو میں ان کو چھوڑ کر

ہٹ گیا۔ میں اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔
خدا کی قسم میں نے ان کو قتل نہیں کیا ہے۔ ابن عساکر نے کناہ و غیرہ سے روایت کیا ہے کہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس نے شہید کیا وہ مہر کا رہنے والا تھا اس کی آنکھیں
نیلی تھیں اور اس کا نام ”حمار“ تھا۔ (تاریخ الخلفاء)

اور بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کے قاتل کا نام ”اسود“ تھا۔ بہت ممکن ہے
کہ محمد بن ابوبکر کے ساتھ دو بلوائی جو آپ کے مکان میں کودے تھے اس میں سے ایک کا
نام ”حمار“ اور دوسرے کا نام ”اسود“ رہا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۵ھ ماہ ذی الحجہ کے ایام تشریق میں شہید
ہوئے جبکہ آپ کی عمر بیاسی سال کی تھی آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے پڑھائی اور آپ حبش کو کب کے مقام پر حبش البقیع میں دفن کئے گئے۔

درخشور تر آں کی سلک بھی | زورج در نور عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قیص ہدی | حلقہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام
وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم سیدنا محمد و علی السو

اصحابہ اجمعین۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

حرمہ اللہ تعالیٰ وجرمہ الکریم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين
وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياته، واهل بيته اجمعين
ما بعد فقد قال الله تعالى في القرآن المجيد والفرقان الحميد
اعوذ بالله من الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم -
تحفہ رسول اللہ - والذین معہ أشدّاء على الکفار رحماء
يَسْتَهْزِئُونَ بِآيَاتِنَا كَمَا اسْتَهْزِئُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَبِآيَاتِهِ أَصْدَقَ اللَّهِ مَوْلَانَا الْعَظِيمِ - وصدق رسولہ الذی
الکریم الامین - علیہ وعلى آله افضل الصلوات واکمل
التسابیح -

ایک بار ہم سب نے گرامری کائنات کے آقا و مولیٰ بڑا اسم مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار قدر و قدر میں بلند آواز سے تجوم تجوم کر درود شریف کا تہلیلانہ
الہام برداشت کریں۔ صلی اللہ علی النبی الافی والہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلواتہ و سلاما علیک یا رسول اللہ۔

حضرت اہل دنیا میں بے شمار انسان پیدا ہوئے جن میں سے اکثر ایسے ہو کہ

ان میں کوئی کمال و خوبی نہیں اور بعض لوگ ایسے ہوئے جو صرف چند خوبیاں رکھتے تھے مگر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی وہ ذات گرامی ہے جو بہت سے کمال و خوبیوں کی جامع ہے کہ آپ شیر خدا بھی ہیں اور داماد مصطفیٰ بھی، حیدر کرام بھی ہیں اور صاحب ذوالفقار بھی، حضرت فاطمہ زہراء کے شوہر نامدار بھی اور حسین کریم کے والد بزرگوار بھی، صاحب سخاوت بھی اور صاحب شجاعت بھی، عبادت و ریاضت والے بھی اور فصاحت و بلاغت والے بھی، علم والے بھی اور حلم والے بھی، فاتح خیبر بھی اور میدان خطابت کے شہسوار بھی، غرض کہ آپ بہت سے کمال و خوبیوں کے جامع ہیں اور ہر ایک میں ممتاز و یگانہ روزگار ہیں اسی لئے دنیا آپ کو مظہر العجائب والغرائب سے یاد کرتی ہے اور قیامت تک اس طرح یاد کرتی رہے گی۔

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین — باب فضل و ولایت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن شاہ خیمہ شکن — پیر تو دست قدرت پہ لاکھوں سلام
نام و نسب | آپ کا نام نامی ”علی بن ابی طالب“ اور کنیت ”ابو الحسن و ابو طالب“ ہے۔ آپ سرکارِ قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے صاحبزادے ہیں یعنی حضور کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ اور یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۳)

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ علی بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ ۳۳ء عام الفیل میں پیدا ہوئے اور اعلان نبوت سے پہلے ہی مولائے کل سید المرسل جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش میں آئے کہ جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے تھے تو حضور نے ابوطالب پر عیال کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو لے لیا تھا۔ اس طرح حضور کے سائے میں آپ نے پرورش پائی اور انہیں کی گود میں ہوش سنبھالا، آنکھ کھلتے ہی حضور کا جمال جہاں آرا

دیکھا، انھیں کی باتیں سنیں اور انھیں کی عادتیں سیکھیں۔ اس لئے بتوں کی بنیاد سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا یعنی آپ نے کبھی بت پرستی نہ کی اور اسی لئے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کا لقب ہوا۔ (تذریۃ الکائنۃ الحیدریہ وغیرہ)

آپ کا قبول اسلام | حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تو عمر لوگوں میں سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے۔ تادم الخلفاء میں ہے کہ جب آپ ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک دس سال تھی بلکہ بعض لوگوں کے قول کے مطابق نو سال اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سال اور کچھ لوگ اس سے بھی کم بتاتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تذریۃ الکائنۃ الحیدریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت اسلام آپ کی عمر آٹھ دس سال تھی۔

آپ کے اسلام قبول کرنے کی تفصیل محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا دین ہے جس کو اس نے اپنے لئے منتخب کیا ہے اور اسی کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔ لہذا میں تم کو بھی ایسے عبود کی طرف بلانا ہوں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں تم کو اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کہا کہ جب تک میں اپنے باپ ابو طالب سے دریافت نہ کر لوں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ چونکہ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راند کا فاش ہونا منظور نہ تھا اس لئے آپ نے فرمایا اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو تو ابھی اس معاملہ کو پوشیدہ رکھو کسی پر ظاہر نہ کرو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ اس وقت رات میں ایمان نہیں لائے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایمان کو راسخ کر دیا تھا دوسرے روز صبح پہنچا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی پیش کی ہوئی ساری باتوں کو قبول کر لیا اور اسلام

لے آئے۔

آپ کی ہجرت | سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خدا کے تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خدا کے تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم پہنچا ہے لہذا میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو رہو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی ساری امانتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں ان کے مالکوں کو دے کر تم ہی مدینہ چلے آنا۔

یہ موقع بڑا ہی خوفناک اور نہایت خطرہ کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ کفار قریش سولے کی حالت میں حضور کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اسی لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے بستر پر سولے سے منع فرما دیا ہے۔ آج حضور کا بستر قتل گاہ ہے لیکن اللہ کے محبوب و امانے خفایا و فیوب جناب احمد مجتہد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ "تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی امانتیں دے کر تم ہی مدینہ چلے آنا" حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو پورا یقین تھا کہ دشمن مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے میں زندہ رہوں گا اور مدینہ ضرور پہنچوں گا۔ لہذا سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر جو آج بظاہر کانٹوں کا بھوننا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پہو یوں کی سیج بن گیا۔ اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ سورج پورب کی بجائے ہم سے نکل سکتا ہے مگر حضور کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آدم سے سویا صبح انھوں کو گول کی امانتیں ان کے مالکوں کو سو پنا شروع کر دیا اور کسی سے نہیں چھپا۔ اسی طرح مکہ میں تین دن رہا پھر امانتوں کے ادا کرنے کے بعد میں بھی مدینہ کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں بھی کسی نے مجھ سے کوئی تعارض نہ کیا یہاں تک کہ میں قبا میں پہنچا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تشریف فرما تھے میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔

ایک بار پھر ہم اور آپ سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کے مختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں بلند آواز سے درود شریف کی ڈالیاں پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی النہ

اخوت رسول

بِرَّادَرَاتُ مُلَّتْ! حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بہت

سی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داماد اور چچا زاد بھائی ہونے کے ساتھ ”عقد موافقہ“ میں

بھی آپ کے بھائی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مدینہ طیبہ میں اخوت یعنی

بھائی چارہ قائم کیا کہ دو دو صحابہ کو بھائی بھائی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے

ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے سارے صحابہ

کے درمیان اخوت قائم کی۔ ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی بنایا مگر مجھ کو کسی کا

بھائی نہ بنایا میں یوں ہی رہ گیا۔ تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتَ

اَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ یعنی تم دنیا اور آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴)

آپ کی شجاعت

بِرَّادَرَاتُ اِسْلَام! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

شجاعت اور بہادری شہرہ آفاق ہے، عرب و عجم میں

آپ کی قوت بازو کے سکے بیٹھے ہوئے ہیں، آپ کے رعب و دبدبہ سے آج بھی بڑے بڑے

پہلوانوں کے دل کانپ جاتے ہیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر فرمادیا تھا اس لئے اس میں حاضر نہ ہو سکے

باقی تمام غزوات و جہاد میں شریک ہو کر بڑی جانبازی کے ساتھ کفار کا مقابلہ کیا اور بڑے

بڑے بہادروں کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جنگ بدر میں جب حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسود بن عبد اللہ مخزومی کو
 کاٹ کر جہنم میں پہنچایا تو اس کے بعد کافروں کے لشکر کا سردار عقبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ
 بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عقبہ کو ساتھ لے کر میدان میں نکلا اور چلا کر کہا کہ اے محمد
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اشراف قریش میں سے ہمارے جوڑے آدمی بھیجے حضور نے یہ
 سن کر فرمایا اے بنی ہاشم! اٹھو اور حق کی حمایت میں لڑو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے
 تمہارے نبی کو بھیجا ہے۔ حضور کے اس فرمان کو سن کر حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت
 عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دشمن کی طرف بڑھے۔ لشکر کے سردار عقبہ حضرت حمزہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے مقابل ہوا اور ذلت کے ساتھ مارا گیا۔ ولید جسے اپنی بہادری پر بہت بڑا ناز
 تھا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ کے لئے مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا
 آگے بڑھا اور ڈینگیں مارتا ہوا آپ پر حملہ کیا مگر شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
 نے تھوڑی ہی دیر میں اسے مار گرایا اور ذالفقار حیدری نے اس کے گھنٹہ کو خاک و
 خون میں ملا دیا۔ اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ عقبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کر دیا ہے تو آپ نے جھپٹ کر اس پر حملہ کیا اور اسے بھی جہنم
 میں پہنچا دیا۔

اور جنگ احد میں جب کہ مسلمان آگے اور پیچھے سے کفار کے بیچ میں آگئے جس کے
 سبب بہت سے لوگ شہید ہوئے تو اس وقت سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی
 کافروں کے گھیرے میں آگئے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ اے مسلمانو! تمہارے نبی قتل
 کر دے گئے اس اعلان کو سن کر مسلمان بہت پریشان ہو گئے یہاں تک کہ ادھر ادھر تر
 تر ہو گئے بلکہ ان میں سے بہت لوگ بھاگ بھی گئے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
 فرماتے ہیں کہ جب کافروں نے مسلمانوں کو آگے پیچھے سے گھیر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم میری نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو پہلے میں نے حضور کو زندوں میں تلاش کیا
 مگر نہیں پایا پھر شہیدوں میں تلاش کیا وہاں بھی نہیں پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ

ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور میدان جنگ سے بھاگ جائیں لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک کو آسمان پر اٹھالیا۔ اس لئے اب بہتر یہی ہے کہ میں بھی تلوار لیکر کافروں میں گھس جاؤں یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے تلوار لیکر ایسا سخت حملہ کیا کہ کفار یحییٰ میں سے مٹتے گئے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو مجھے بے انتہا خوشی ہوئی اور میں نے یقین کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ اپنے حبیب کی حفاظت فرمائی۔ میں دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا کفار گروہ در گروہ حضور پر حملہ کرنے کیلئے آنے لگے۔ آپ نے فرمایا علی ان کو روکو، تو میں نے تنہا ان سب کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دئے اور کئی ایک کو قتل بھی کیا۔ اس کے بعد پھر ایک گروہ اور حضور پر حملہ کرنے کی نیت سے بڑھا آپ نے پھر میری طرف اشارہ فرمایا تو میں نے پھر اس گروہ کا اکیلے مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبریل نے آکر حضور سے میری بہادری اور مدد کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا اِنَّكَ صَيٌّ وَاَنَا مَيْتٌ یعنی بیشک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں مطلب یہ ہے کہ علی کو مجھ سے کمال قرب حاصل ہے بنی کریم علیہ الصلوٰۃ و الفضل التسلیم کے اس فرمان کو سن کر حضرت جبریل نے عرض کیا وَاَنَا مِنْكُمْ یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید ہو جانے کی نیت سے کافروں کے جھگھے میں تنہا گھس جانا اور حضور پر حملہ کرنے والے گروہ در گروہ سے اکیلے مقابلہ کرنا آپ کی بے مثال بہادری اور انتہائی دلیری کی خبر دیتا ہے ساتھ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے عشق اور سچی محبت کا بھی پتہ دیتا ہے۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنا

اور حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے روز عمرو بن عبدود (جو ایک ہزار سو ار کے برابر مانا جاتا تھا) ایک جھنڈا لئے ہوئے نکلا تاکہ وہ میدان جنگ کو دیکھے۔ جب وہ اور اس کے ساتھ

سوار ایک مقام پر کھڑے ہوئے تو اس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے
 عمرو! تو قریش سے اللہ کی قسم دے کر کہا کرتا تھا کہ جب کبھی مجھ کو کوئی شخص دو اچھے کاموں
 کی طرف بلانا ہے تو میں اس میں سے ایک کو ضرور اختیار کرتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں میں ایسا کہا تھا اور اب بھی
 کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور اسلام کی
 طرف بلانا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھے ان میں سے کسی کی حاجت نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا تو اب میں تجھ کو مقابلہ
 کی دعوت دیتا ہوں اور اسلام کی طرف بلانا ہوں۔ عمرو نے کہا اے میرے بھائی کے بٹے کس لئے
 مقابلہ کی دعوت دیتا ہے خدا کی قسم میں تجھ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ حضرت علی نے فرمایا لیکن خدا
 کی قسم میں تجھ کو قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر عمرو کا خون گرم ہو گیا اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر دونوں
 میدان میں گئے اور تھوڑی دیر مقابلہ ہونے کے بعد شیر خدا نے اسے موت کے گھاٹ اتار کر جہنم میں پہنچا دیا
 اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ عمرو بن عبدود میدان میں اس طرح پر نکلا کہ لوہے کی زر
 ہیں پہنے ہوئے تھا اور اس نے بلند آواز سے کہا۔ بے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے۔ اس
 آواز کو سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور مقابلہ کے لئے حضور سے
 اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ دوسری بار عمرو نے
 پھر آواز دی کہ میرے مقابلہ کے لئے کون آتا ہے؟ اور مسلمانوں کو ملامت کرنی شروع
 کی۔ کہنے لگا تمہاری وہ جنت کہاں ہے جس کے بارے میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ جو بھی تم
 میں سے مارا جائے وہ سیدھے اس میں داخل ہو جائے۔ میرے مقابلہ کیلئے کسی کو
 کیوں نہیں کھڑا کرتے ہو۔ دو بارہ پھر حضرت علی نے کھڑے ہو کر حضور سے اجازت طلب
 کی مگر آپ نے پھر وہی فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ تیسری بار عمرو نے پھر وہی آواز دی اور کچھ اشعار
 بھی پڑھے۔ راوی کا بیان ہے کہ تیسری بار حضرت علی نے کھڑے ہو کر حضور سے عرض کیا
 کہ یا رسول اللہ! میں اس کے مقابلہ کے لئے نکلوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ حضرت
 علی نے عرض کیا چاہے عمرو ہی کیوں نہ ہو۔ تیسری بار حضور نے آپ کو اجازت دیدی۔
 حضرت علی چل کر اس کے پاس پہنچے اور چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔

اے عمر و! جلدی ذکر۔ جو عاجز نہیں ہے وہ تیرے پاس تیری آواز کا جواب دینے والا
بھی نیت اور بصیرت کے ساتھ آگیا اور ہر کامیاب ہونے والے کو سچائی ہی نجات دیتی ہے۔
مجھے پوری امید ہے کہ میں تیرے جنازہ پر ایسی ضرب و صیغ سے نعرہ کرنے والیوں کو قیام کر دوں گا
کہ جس کا ذکر نوگوں میں باقی رہے گا۔

عمر و نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا عبد مناف کے بیٹے
ہو؟ آپ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں۔ اس نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! تیرے
چچاؤں میں سے ایسے بھی تو ہیں جو عمر میں تجھ سے زیادہ ہیں میں تیرا خون بہانے کو برا سمجھتا
ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا مگر خدا کی قسم میں تیرا خون بہانے کو قطعاً برا نہیں سمجھتا یہ سن کر
وہ غصہ سے تھلا اٹھا۔ گھوڑے سے اتر کر آگ کے شعلہ جیسی تلوار سونت لی حضرت علی کیطرن
پکا۔ اور ایسا زبردست وار کیا کہ آپ نے ڈھال پر روکا تو تلوار اسے پھاڑ کر گھس گئی
یہاں تک کہ آپ کے سر پر لگی اور زخمی کر دیا۔ اب شیر خدا نے سنبھل کر اس کے کندھے کی رگ
پر ایسی تلوار ماری کہ وہ گر پڑا اور غبار اڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعرہ لکیر
سنا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اسے جہنم میں پہنچا دیا۔ شیر خدا کی اس بہادری اور
شجاعت کو دیکھ کر میدان جنگ کا ایک ایک ذرہ زبان حال سے پکارا اٹھا۔

شاہ مرداں شیرِ یزدانِ قوت پروردگار

لَا قُوَّةَ إِلَّا بِعِزِّهِ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ

یعنی حضرت علی بہادروں کے بادشاہ، خدا کے شیر اور قوت پروردگار ہیں۔ انکے
سوا کوئی جوان نہیں اور ذو الفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔

ایک بار ہم سب لوگ مل کر پھر بلند آواز سے سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
بارگاہ میں درود شریف کا نذرانہ پیش کریں۔ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم
اسی طرح جنگ خیر کے موقع پر بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شجاعت اور
بہادری کے وہ جوہر دکھائے ہیں جس کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا اور لوگوں کے دلوں میں جوش

دولہ پیدا کرتا رہے گا۔

خیبر کا وہ قلعہ جو مرتب کا پایہ تخت تھا اس کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ اس قلعہ کو سر کرنے کے لئے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا اور دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا لیکن فاتح خیبر ہونا تو کسی اور کے لئے مقدر ہو چکا تھا اس لئے ان حضرات سے وہ فتح نہ ہوا جب اس ہم میں بہت زیادہ دیر ہوئی تو ایک دن سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھ پر خدا سے تعالیٰ فتح عطا فرمایا گیا وہ شخص اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ (جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضور کی اس خوشخبری کو سن کر صحابہ کرام نے وہ رات بڑی بیتیاری میں کاٹی اس لئے کہ ہر صحابی کی یہ تمنّا تھی کہ اے کاش! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل صبح ہمیں جھنڈا عنایت فرماتے تو اس بات کی سند ہو جاتی کہ ہم اللہ و رسول کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ و رسول ہمیں چاہتے ہیں اور اس نعمت عظمیٰ و سعادت کبریٰ سے بھی سرفراز ہو جاتے کہ فاتح خیبر بن جاتے۔ اس لئے کہ وہ صحابی تھے و باقی نہیں تھے۔ ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ کل کیا ہونے والا ہے حضور کو اس کی کیا خبر؟ بلکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد حنیفہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ کل ہو کر رہے گا۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہیں ہو سکتا۔

جب صبح ہوئی تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین امیدیں لئے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ دیکھنے لگے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آج کس کو سرفراز فرماتے ہیں۔ سب کی ادا مان بھری نگاہیں حضور کے لب مبارک کی جنبش پر قربان ہو رہی تھی کہ سرکار نے فرمایا اَیُّنَ عَلٰی بْنِ اَبِی طَالِبٍ یعنی علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں ان کی آنکھیں دھنکی

میں آپ سے قربا کرنا کہتا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے لے کر
رحمت عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی آنکھوں پر عذاب دیا تو وہ بالکل ٹھیک
ہو گیا۔ حضرت شریف نے اس واقعہ میں۔ *فَبَعَثَ الرَّسُولُ شَرْكَاءَ ثَلَاثِينَ نَذِيرًا*
عَنْبَاءُ وَنَذِيرًا مِّنْهُنَّ مَنَافِعُ۔ اور ان کی آنکھیں اس طرح ابھی ہو گئیں تو راکھی
ہی نہ تھیں۔ پھر حضور نے ان کو جہادِ غزوات فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا
یا رسول اللہ کیا میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ ہماری طرح سوس
نہ ہو جائیں۔ حضور علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نری سے کام لو پہلے انھیں اسلام کی طرف
بلاؤ اور پھر بتاؤ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر کیا حقوق ہیں۔ خدا کی قسم اگر تمہاری
کوشش سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو وہ تمہارے لئے سرخ انگوٹوں سے بھی بہر
ہو گا۔ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۱۵۹)

اسلام قبول کرنے یا صلح کرنے کی بجائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کرنے
کے لئے مَرَضَبٌ یہ دیر پڑھتا ہوا قلعہ سے باہر نکلا۔

فَذَعَلْتُمْ حَيْثُ بَوَّأْتُمُوسُوتَبْ

شَارِكِي الْبَيْتِ رَاجِعْ بِطَلِّ الْبُخْرُوتَبْ

یعنی بیشک خیر جانا ہے کہ میں مَرَضَب ہوں۔ ہتھیاروں سے ایسے بہادر اور بہتر بہادر
ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا۔

اَنَا الَّذِي سَعَيْتُنِي اُرْحَى حَيْدَ سَرَاةِ

مَكَايِثِ عَنَابَاتِ كَيُودِ الْمُنْظَرَةِ

یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام "شیر" رکھا ہے۔ میری صورت
بجائزوں میں رہنے والے شیر کی طرح خوقاک ہے۔

مَرَضَبُ بڑے گھمڑے آیا تھا لیکن شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس
زور سے تلواریں مار دی کہ اس کے سر کو کاٹی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر

ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فتح کا اعلان فرما دیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس روز آپ نے خیبر کا دروازہ اپنی پیٹھ پر اٹھالیا تھا اور اس پر مسلمانوں نے چڑھ کر قلعہ کو فتح کر لیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ جب لوگوں نے اسے گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالنا چاہا تو چالیس آدمیوں سے کم اسے اٹھانہ سکے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴)

اور ابن عساکر نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ خیبر میں قلعہ کا پھاٹک ہاتھ میں لے کر اس کو ڈھال بنالیا وہ پھاٹک ان کے ہاتھ میں برابر رہا اور وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں خیبر کو فتح فرمایا۔ اسکے بعد پھاٹک کو آپ نے پھینک دیا۔ لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے ساتھ کئی آدمیوں نے مل کر اسے پلٹنا چاہا مگر وہ نہیں پلٹا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴)

ایک بار آپ حضرات پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں۔ صلی اللہ علی الذبی

الامی الخ

آپ کا حلیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسم کے قریب تھے۔ اکثر خود استعمال کرنے کی وجہ سے سر کے بال اڑے ہوئے تھے۔ آپ نہایت قوی اور میانہ قدمائل ہستی تھے۔ آپ کا پیٹ دیگر اعضا کے اعتبار سے کسی قدر بھاری تھا۔ مونڈھوں کے درمیان کا گوشت بھرا ہوا تھا۔ پیٹ سے نیچے کا جسم بھاری تھا۔ رنگ گندمی تھا۔ تمام جسم پر لمبے لمبے بال۔ آپ کی ریش مبارک گھنی اور دراز تھی۔

مشہور ہے کہ ایک یہودی کی دائی بھی بہت مختصر تھی ٹھوڑی پر صرف چند گنتی کے بال تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دائی بھی مبارک بڑی گھنی اور لمبی تھی۔ ایک دن وہ یہودی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا اے علی! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں سارے علوم ہیں اور تم باب مدینہ العلم ہو تو بتاؤ قرآن میں تمہاری گھنی دائی بھی اور میری مختصر دائی بھی کا بھی ذکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں سورۃ اعراف میں

ہے وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتًا بِرِذْوَانِ رَبِّهِ وَالسَّيِّئُ خَبِيثٌ لَا
يَخْرِجُ إِلَّا تُحْتَكَاءَ۔ یعنی جو اچھی زمین ہے اس کی ہر پالی اللہ کے حکم سے خوب نکلتی ہے
اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتی مگر ٹھوڑی بشکل (پ ۱۴۷)

تو اے یہودی وہ اچھی زمین ہماری ٹھوڑی ہے اور خراب زمین تیری ٹھوڑی۔
معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم بہت وسیع تھا کہ اپنی گھنی دائرہ ہی اور
یہودی کی مختصر دائرہ ہی کا ذکر آپ نے قرآن مجید میں ثابت کر دکھایا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ
قرآن سارے علوم کا خزانہ ہے مگر لوگوں کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ایک
شاعر نے بہت خوب کہا ہے۔

جَمِيعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ لَكِنْ
تَقَاصُ عَنْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور احادیثِ کرمیہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں بلکہ امام احمد
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنی حدیثیں آپ کی فضیلت میں ہیں کسی اور صحابی کی
فضیلت میں اتنی حدیثیں نہیں ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم فرمایا اور اپنے ساتھ نہیں لیا تو
انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے یہاں غور توں اور بچوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے
جساتے ہیں۔ تو سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَمَّا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ
مِنْیَّ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰی۔ یعنی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ
میں تمہیں اس طرح چھوڑے جانا ہوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون
علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جانے کے وقت چالیس دن کے لئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اسی طرح جنگ تبوک کی روانگی کے وقت میں تم کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر جا رہا ہوں۔ لہذا جو مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا وہی مرتبہ ہماری بارگاہ میں تمہارا ہے۔ اس لئے اے علی! تمہیں خوش ہوتا چاہئے۔ تو ایسا ہی ہو کہ اس خوشخبری سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی ہو گئی۔

رافضی اس حدیث شریف سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلیفہ بلا فصل ہونے کا استدلال کرتے ہیں جو صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حضور نے ان کو خلیفہ مطلق نہیں بنایا تھا بلکہ ان کی خلافت محض خانگی امور کی نگرانی اور اہل دیہات کی دیکھ بھال کے لئے تھی اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ کو مدینہ طیبہ کا صوبہ دار، حضرت سباع عرفطہ کو مدینہ منورہ کا کو توال اور حضرت ابن ام مکتوم کو اپنی مسجد کا امام بنایا تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مزید جو آیات کے لئے تحفہ اشنا عشریہ کا مطالعہ کریں۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔ (ترمذی)

سبب صحت اللہ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا ہی بلند و بالا شان ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے محبت نہ کرنے کو منافق ہونے کی علامت ٹھہرایا اور آپ سے بغض و عداوت رکھنے کو مومن نہ ہونے کا معیار قرار دیا یعنی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت نہ کرے وہ منافق ہے اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے وہ مومن نہیں۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جنہوں نے اس کو موضوع کہا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۶)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي یعنی جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ وَمَنْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهَ۔ یعنی جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی)

اور بزار، ابویعلیٰ اور حاکم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تمہاری حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ یہودیوں نے ان سے یہاں تک دشمنی کی کہ ان کی والدہ حضرت مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس قدر حد سے بڑھ گئے کہ ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو کان کھول کر سن لو۔ میرے بارے میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک میری محبت میں حد سے تجاوز کرے گا اور میری ذات سے ان باتوں کو منسوب کرے گا جو مجھ میں نہیں ہیں! اور دوسرا گروہ اس قدر بغض و عداوت رکھے گا کہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس حدیث شریف کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی۔ بیشک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دو فرقے گمراہ ہو کر ہلاک ہوئے۔ ایک رافضی اور دوسرے خارجی۔ رافضی اس لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حد سے بڑھایا یہاں تک کہ ان کو خدا کہہ دیا (دیکھئے تحفہ اثنا عشریہ باب اول) اور خارجیوں نے ان سے اس قدر بغض و عداوت رکھا کہ ان کو کافر کہہ دیا۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

ابو تراب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کنیت ابو تراب بھی ہے جیسا کہ شروع میں بتایا جا چکا ہے۔ جب کوئی شخص آپ کو ابو تراب کہہ کر پکارتا

جنہوں نے اس کو موضوع کہا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۶)
 اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے فرمایا مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي یعنی جس نے علی سے محبت کی اس نے
 مجھ سے محبت کی۔ وَمَنْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی تو
 اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَبْغَضَنِي
 فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهَ۔ یعنی جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ اور جس نے
 مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی)

اور بزار، ابویعلیٰ اور حاکم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں
 نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تمہاری حالت حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام جیسی ہے کہ یہودیوں نے ان سے یہاں تک دشمنی کی کہ ان کی والدہ حضرت مریم
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس قدر حد سے
 بڑھ گئے کہ ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو کان
 کھول کر سن لو۔ میرے بارے میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک میری محبت میں حد
 سے تجاوز کرے گا اور میری ذات سے ان باتوں کو منسوب کرے گا جو مجھ میں نہیں ہیں! اور
 دوسرا گروہ اس قدر بغض و عداوت رکھے گا کہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس حدیث شریف کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی۔ بیشک حضرت علی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے بارے میں دو فرقے گمراہ ہو کر ہلاک ہوئے۔ ایک رافضی اور دوسرے خارجی۔
 رافضی اس لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حد سے بڑھایا
 یہاں تک کہ ان کو خدا کہہ دیا دیکھئے تحفۃ اثنا عشریہ باب اول، اور خارجیوں نے ان سے
 اس قدر بغض و عداوت رکھا کہ ان کو کافر کہہ دیا۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کنیت ابو تراب بھی ہے جیسا کہ
 شروع میں بتایا جا چکا ہے۔ جب کوئی شخص آپ کو ابو تراب کہہ کر پکارتا

ابو تراب

تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لطف و کرم کے سزا
 لیتے تھے اس لئے کہ یہ کنیت آپ کو حضور ہی سے عنایت ہوئی تھی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک
 روز آپ مسجد میں آکر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے جسم پر کچھ مٹی لگ گئی تھی کہ اتنے میں رسول
 اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کے بدن
 کی مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا **فَمُرَّ بِكَ آبُ نَجْرٍ**۔ یعنی اے مٹی والے! اٹھو اس روز سے
 آپ کی کنیت ابوتراب ہوگئی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

خُلَفَاءُ ثَلَاثَةٌ أَوْ رَحِمَتْ عَلَى رِضْوَانِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک کی خلافت کو بخوشی
 منظور فرمایا ہے اور کسی کی خلافت سے انکار نہیں کیا ہے جیسا کہ ابن عساکر نے حضرت حسن
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ تشریف
 لائے تو ابن الکواثر اور قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھڑے ہو کر آپ سے پوچھا کہ
 آپ ہمیں یہ بتلایئے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے
 وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے تو یہ بات کہاں تک سچ ہے اس لئے کہ آپ سے
 زیادہ اس معاملہ میں صحیح بات اور کون کہہ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا جب میں نے سب سے پہلے آپ کی
 نبوت کی تصدیق کی تو اب میں غلط بات آپ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اگر حضور صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح کا کوئی وعدہ مجھ سے کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت
 عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور کے منبر پر نہ کھڑا ہونے دیتا میں ان دونوں کو انھیں
 ہاتھوں سے قتل کر ڈالتا چاہے میرا ساتھ دینے والا کوئی نہ ہوتا۔ یہ تو سب لوگ جانتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچانک کسی نے قتل نہیں کیا اور نہ آپ کا یکا یک
 وصال ہوا بلکہ کئی دن تک آپ کی طبیعت ناساز رہی اور جب آپ کی بیماری نے زور پکڑا

اور مؤذن نے آپ کو ناز کے لئے بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناز پڑھانے کا حکم فرمایا اور مشاہدہ فرماتے رہے۔ مؤذن نے پھر آپ کو ناز کے لئے بلایا حضور نے پھر حضرت ابوبکر صدیق کو ناز پڑھانے کے لئے فرمایا۔ آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت سے باز رکھنا چاہا تو آپ نے ناراضگی ظاہر کی اور فرمایا کہ تم لوگ تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی جوڑتیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو ناز پڑھائیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصا ہو گیا تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کرنے کے بعد پھر انھیں کو اپنی دنیا کے لئے اختیار کر لیا جس کو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین یعنی ناز کے لئے منتخب فرمایا تھا چونکہ ناز دین کی اصل ہے اور حضور دین و دنیا دونوں کے قائم فرمانے والے تھے اسلئے ہم سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور سچی بات یہی ہے کہ وہی اس کے اہل بھی تھے۔ اسی لئے کسی نے آپ کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ کسی نے آپ کی خلافت سے روگردانی کی۔ اسی بنا پر میں نے بھی آپ کا حق ادا کیا اور آپ کی اطاعت کی۔ میں نے آپ کے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی۔ مال غنیمت یا بیت المال سے جو آپ نے زیادہ ہم نے بخشی قبول کیا۔ اور جہاں کہیں آپ نے مجھے جنگ کے لئے بھیجا میں گیا اور دل کھول کر لڑا یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں یعنی حد و جاری کئے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور وہ حضرت ابوبکر صدیق کے بہترین جانشین اور سنت نبوی پر عمل کرنے والے تھے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے بالکل اختلاف نہیں کیا اور نہ کوئی کسی کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوا اور ایک

فرد بھی آپ کی خلافت سے سزا نہیں ہوا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقوق بھی ادا کئے اور پورے طور پر ان کی اطاعت کی اور ان کے لشکر میں بھی شریک ہو کر دشمنوں سے جنگ کی۔ اور انھوں نے جو کچھ مجھے دیا میں نے خوشی سے لے لیا۔ انھوں نے مجھے لڑائیوں پر بھیجا میں نے دل کھول کر کافروں سے مقابلہ کیا اور آپ کے زمانہ خلافت میں بھی اپنے کو روئے سے مجرموں کو سزائیں دیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت، اسلام لانے میں سبقت، اور اپنی دوسری فضیلتوں کی جانب دل میں غور کیا تو مجھے یہ خیال ضرور پیدا ہوا کہ اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میری خلافت کے بارے میں کوئی اعتراض نہ ہو گا لیکن غالباً حضرت عمر کو یہ خوف ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کر دیں کہ جس کے اعمال کا خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں جواب دینا پڑے۔ اس خیال کے پیش نظر انھوں نے اپنی اولاد کو بھی خلافت کیلئے نامزد نہیں فرمایا بلکہ خلیفہ کے مقرر کرنے کا مسئلہ چھ قریشیوں کے سپرد کیا جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ جب ان چھ ممبروں نے انتخاب خلیفہ کے لئے کمیٹی طلب کی تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ اب خلافت میرے سپرد کر دی جائے گی، یہ کمیٹی میرے برابر کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دیگی اور مجھی کو خلیفہ منتخب کرے گی۔ جب کمیٹی کے سب افراد جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ہم لوگوں سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ مقرر فرما دے ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکام کو خوشی سے بجالائیں گے۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آگئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ اصل میں دوسرے کی بیعت کے لئے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی اور خلیفہ اول و دوم کی طرح ان کی اطاعت بھی قبول کر لی۔ ان کے

حق ادا کئے، ان کی سرکردگی میں جنگیں لڑیں، ان کے عطیات کو قبول کیا اور مجرموں کو شرعی سزائیں بھی دیں۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ وہ دونوں خلیفہ کہ جن سے میں نے نماز کے سبب بیعت کی تھی وصال فرما چکے اور جن کے لئے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی رخصت ہو گئے۔ لہذا یہ سوچ کر میں نے بیعت لینی شروع کر دی۔ مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے باشندوں نے اور کوفہ و بصرہ کے رہنے والوں نے میری بیعت کر لی۔ اب خلافت کے لئے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہوا ہے (یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو قرابت، علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر نہیں اس لئے میں اس شخص کے مقابلہ میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس تفصیلی بیان سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد ان کو خلافت کے لئے نامزد نہیں فرمایا تھا اور نہ ان سے اس قسم کا کوئی وعدہ فرمایا تھا اسی لئے آپ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت سے انکار نہیں کیا اور نہ ان کی مخالفت کی بلکہ ہر طرح سے ان کا تعاون کیا اور ان کے عطیات کو قبول فرمایا۔

در اصل رائہ یہ ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بلا فصل خلیفہ منتخب ہو جاتے تو خلفائے ثلاثہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت کی نعمت سے سرفراز نہ ہو پاتے سب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد ہی میں انتقال کر جاتے حالانکہ علم الہی میں یہ مقدر ہو چکا تھا کہ وہ تینوں حضرات بھی حضور کی نیابت سے سرفراز ہوں گے۔ تو خداے تعالیٰ نے صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اسی ترتیب سے خلیفہ منتخب کریں کہ جس ترتیب کے ساتھ وہ دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں تاکہ ان میں سے کوئی حضور کی نیابت سے محروم نہ رہے۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ کا علم

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ علم کے اعتبار سے بھی علمائے صحابہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ سرکارِ اندس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ آپ کے فتوے اور فیصلے اسلامی علوم کے انمول جواہر پارے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی آپ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست ہی جواب پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ علی سے زیادہ ساری شریعہ کا جانتے والا کوئی اور نہیں ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں علم فرائض اور مقدمات کے فیصلہ کرنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کوئی مشکل مقدمہ پیش ہوتا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمہ کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔ تاریخ الخلفاء مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک ایسی صورت پیش کی گئی کہ جسے زنا کا حمل تھا۔ ثبوت شرعی کے بعد آپ نے اس کے سنگسار کا حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد دلایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے۔ اس لئے کہ زنا کرنے والی عورت اگرچہ گنہگار ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ کا بچہ بے قصور ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد دہانی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا۔

اور فرمایا لَا عِلَّیَّ لَهْلَکَ عُمَرُ یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ عیسیٰ کی
موجودگی نے عمر کو ہلاکت سے بچا لیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

آپ کے فیصلے

بَرَکَاتُ دُرِّ مُلَّتْ! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے ایسے عجیب و غریب اور
نادردرد گذار ہیں کہ جنہیں پڑھ کر بڑے بڑے عقلمندوں اور دانشوروں کی عقلیں حیران ہیں۔
اور یہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک اور ان کی دعا کی برکت ہے۔
خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مجھے مین کی جانب
قاضی بنا کر بھیجا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ابھی نا تجربہ کار جوان ہوں معاملات
طے کرنا نہیں جانتا ہوں اور آپ مجھے مین بھیجتے ہیں۔ یہ سن کر حضور نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور
فرمایا اَلَمْ الْعَالَمِیْنَ! اس کے قلب کو روشن فرمادے اور اس کی زبان میں تاثیر عطا
فرمادے، قسم ہے اس ذات کی جو چھوٹے بیج سے بڑا درخت پیدا کرتا ہے اس دعا کے بعد
سے پھر کبھی مجھے کسی مقدمہ کے فیصلہ میں کوئی تردد نہیں رہا بغیر کسی شک و شبہ کے میں نے
ہر مقدمہ کا تصفیہ کر دیا۔

اب آپ حضرات سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند فیصلے ملاحظہ فرمائیں۔

آغا اور غلام | حضرت برابر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مین
کے ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنے لڑکے کے ساتھ کوفہ بھیجا۔
اتفاق سے راستہ میں دونوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ لڑکے نے غلام کو مارا اور غلام نے
اسے گالیاں دیں۔ کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور اسے بھیجا چاہا۔

یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں پہنچا۔ آپ نے خادمِ قبر سے فرمایا کہ اس کمر کی دیوار میں دو بڑے بڑے سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو کہ اپنے اپنے سرانِ سوراخوں سے باہر نکالیں۔ جب یہ سب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اسے قبر! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار لاؤ۔ جب حضرت قبر تلوار لے آئے تو آپ نے فرمایا فوراً غلام کا سر کاٹ لو۔ اتنا سنتے ہی غلام نے فوراً اپنا سر اندر کھینچ لیا اور دوسرا نو جوان اپنی حالت پر قائم رہا۔ اس طرح آپ کے اجلاس میں بغیر کسی گواہ و شہادت کے فیصلہ ہو گیا کہ آفا کون ہے اور غلام کون ہے۔ آپ نے غلام کو سزا دی اور اسے یمن بھیج دیا۔ (عشرۃ مبشرہ)

حقیقی ماں

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک مرتبہ دو عورتیں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا کرتی ہوئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں دونوں کا کہنا تھا کہ یہ لڑکا ہمارا ہے۔ آپ نے پہلے ان دونوں کو بہت سمجھایا لیکن جب ان کی ہنگامہ آرائی جاری رہی تو آپ نے حکم دیا آدھ لاؤ۔ انھوں نے پوچھا آدھ کس لئے منگا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو آدھا آدھا دوں گا۔ حقیقت میں اس لڑکے کی جو ماں تھی یہ سن کر بقیارہ ہو گئی اور اس کے چہرہ سے غمگینی ظاہر ہوئی۔ اس نے نہایت عاجزی سے عرض کیا یا امیر المؤمنین! میں اس لڑکے کو نہیں لینا چاہتی۔ یہ اسی عورت کا ہے آپ اسی کو دیدتے تھے مگر خدا کے واسطے اس کو قتل نہ کیجئے۔ آپ نے وہ لڑکا اسی بقیارہ عورت کو دیدیا اور جو عورت خاموش کھڑی رہی آپ نے اس سے فرمایا کہ تم کو شرم آنی چاہئے کہ تم نے میرے اجلاس میں جھوٹا بیان دیا۔ یہاں تک کہ اس عورت نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ (عشرۃ مبشرہ)

ایک شخص کی وصیت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مرتے وقت اپنے ایک دوست کو دس ہزار درہم دے دیے اور وصیت کی کہ جب تم سے اور میرے

لڑکے سے ملاقات ہو تو اس میں سے جو تم چاہو وہ اس کو دیدینا اتفاق سے کچھ روز بعد اس کا
لڑکا وطن میں آگیا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کہ بتاؤ تم
مرحوم کے لڑکے کو کتنا دو گئے؟ اس نے کہا ایک ہزار و ستم۔ آپ نے فرمایا اب تم اس کو
نو ہزار دوہ اس لئے کہ جو تم نے چاہا وہ نو ہزار ہیں اور مرحوم نے یہ وصیت کی ہے کہ جو تم چاہو
وہ اس کو دیدینا۔ (عشرہ مبشرہ)

سترہ اونٹ | حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں تین شخص آئے۔
ان کے پاس سترہ اونٹ تھے۔ ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ
ان اونٹوں کو آپ ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ ہم میں ایک شخص آدھے کا حصہ دار ہے دوسرا
تہائی کا اور تیسرا نوویں حصہ کا۔ مگر شرط یہ ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں۔ کاٹ کر
تقسیم نہ کریں اور نہ کسی سے کچھ پیسہ دلائیں۔

بڑے بڑے دانشور جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے آپس میں کہا یہ کیسے
ہو سکتا ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں اور وہ کاٹے نہ جائیں نہ کسی سے کچھ پیسہ
دلائے جائیں۔ اس لئے کہ جو شخص آدھے کا حصہ دار ہے اسے سترہ میں ساڑھے آٹھ (۸ ۱/۲)
ملے گا اور جو شخص تہائی کا حصہ دار ہے ۵ ۱/۳ ہی اونٹ پائے گا۔ سترہ میں سے پورا چھ اسے بھی
نہیں ملے گا۔ اور جس کا حصہ نوواں ہے سترہ میں سے وہ بھی دو سے کم ہی پائے گا۔ تو ایک دو
نہیں بلکہ تین اونٹوں کو ذبح کئے بغیر سترہ اونٹوں کی تقسیم ان لوگوں کے درمیان ہرگز نہیں
ہو سکتی۔

مگر قربان جائیے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی عقل و دانائی اور ان کی قوت
فیصلہ پر کہ آپ نے بلا تامل فوراً ان کے اونٹوں کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا اور اپنے خادم سے
فرمایا کہ ہمارا ایک اونٹ اسی لائن کے آخر میں لا کر کھڑا کر دو۔ جب آپ کے اونٹ کو ملا کر کل
اٹھارہ اونٹ ہو گئے۔ تو جو شخص آدھے کا حصہ دار تھا آپ نے اسے اٹھارہ میں سے نو دیا اور

جہاں حصہ والے کو اٹھارہ میں سے چھ - پھر نوویں کے حصہ دار کو اٹھارہ میں سے دو دیا۔ اور اپنے اورٹ کو پھر اپنی جگہ پر بھجوا دیا۔

اس طرح آپ نے نہ تو کوئی اورٹ کاٹا اور نہ ہی کسی کو کچھ نقد پیسہ دلوایا اور سترہ اونٹوں کو ان کی شرط کے مطابق تقسیم فرما دیا جس پر کسی شخص کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ آپ کے اس فیصلہ کو دیکھ کر سارے حاضرین دنگ ہو گئے اور سب بیک زبان پکار اٹھے کہ بیشک آپ کا سینہ فضل و کمال کا خزینہ، حکمت و عدالت کا سفینہ اور علم نبوت کا مدینہ ہے۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

اکھڑوٹیاں دو آدمی سفر میں ایک ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔ ان میں سے ایک کی پانچ روٹیاں تھیں دوسرے کی تین۔ اتنے میں ایک شخص اُدھر سے گذرا اس نے ان دونوں سے سلام کیا۔ انھوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالیا اور تینوں نے مل کر وہ سب روٹیاں کھائیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس تیسرے شخص نے آٹھ درہم دے اور کہا آپس میں بانٹ لینا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تم تین درہم لو کہ تمہاری تین ہی تھیں۔ تین روٹی والے نے کہا نہیں بلکہ آدھے درہم ہمارے ہیں اور آدھے تمہارے اس لئے کہ ہم دونوں نے مل کر روٹیاں کھائی ہیں۔ لہذا دونوں کا حصہ برابر چار چار درہم ہو گا۔ جب دونوں میں معاملہ طے نہ ہوا تو اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے دونوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجلاس میں پہنچے۔ آپ نے سارا واقعہ سننے کے بعد تین روٹی والے سے فرمایا کہ تمہارا ساتھی جو تین درہم تم کو دے رہا ہے لے لو۔ اس لئے کہ تمہاری روٹیاں کم تھیں تین روٹیوں والے نے کہا کہ اس غیر منصفانہ فیصلہ پر راضی نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ غیر منصفانہ فیصلہ نہیں ہے۔ حساب سے تو تمہارا ایک ہی درہم ہوتا ہے۔ اس نے کہا آپ حساب نہیں سمجھا دیجئے تو ہم ایک ہی درہم لے لیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کان کھول کر سنو! تمہاری تین روٹیاں تھیں اور اس کی پانچ۔ کل آٹھ روٹیاں ہوئیں۔ اور کھانے والے کل تین تھے۔ تو ان آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کر دو تو کل چوبیس ٹکڑے ہوئے۔ اب ان چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں پر تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصے میں آئے یعنی آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے آٹھ تمہارے ساتھی نے اور آٹھ اس تیسرے شخص نے۔ اب غور سے سنو! تمہاری تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو تو ٹکڑے بنتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں۔ تو تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا بچا جو اس تیسرے شخص نے کھایا لہذا تمہارا صرف ایک درہم ہوا۔ اور تمہارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اس کے سات ٹکڑے اس تیسرے شخص نے کھائے لہذا سات درہم اس کے ہوئے۔ یہ فیصلہ سن کر تین روٹی والا حیران ہو گیا۔ مجبوراً اسے ایک ہی درہم لینا پڑا۔ اور دل میں کہنے لگا اے کاش! میں تین درہم لے لیا ہوتا تو اچھا تھا۔

ایک مرتبہ آپ حضرات پھر بلند آواز سے درود شریف کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں
صلی اللہ علی النبی الامی الخ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامتیں

برادران اسلام! امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا وجہ سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا ہے جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر آپ لوگوں کے سامنے کیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کوثر میں ایک روز

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پر جاؤ
وہاں ایک مسجد ہے جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے اس میں ایک مرد ایک عورت آپس
میں لڑتے ہوئے ملیں گے انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔ وہ شخص وہاں پہنچا تو دیکھا واقعی وہ دونوں
آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ آپ کے حکم کے مطابق ان دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آج رات تم دونوں میں بہت لڑائی ہوئی۔ نوجوان نے کہا اے
امیر المؤمنین! میں نے اس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو اسکی صورت
سے مجھے سخت نفرت ہو گئی۔ اگر میرا بس چلنا تو اس عورت کو میں اسی وقت اپنے پاس سے
دور کر دیتا۔ اس نے مجھ سے جھگڑنا شروع کر دیا اور صبح تک لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ آپکا
بھیجا ہوا آدمی ہمیں بلانے کے لئے پہنچا۔ حاضرین کو آپ نے جانے کا اشارہ فرمایا وہ چلے گئے
اس کے بعد آپ نے اس عورت سے پوچھا تم اس جوان کو پہچانتی ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ صبر
انتہا جانتی ہوں کہ یہ کل سے میرا شوہر ہے۔ آپ نے فرمایا اب تو اچھی طرح جان لے گی مگر سچ
سچ کہنا جھوٹ ہرگز نہیں بولنا۔ اس نے کہا میں وعدہ کرتی ہوں جھوٹ قطعی نہیں بولوں گی۔ آپ نے
فرمایا تم فلاں کی بیٹی فلاں ہو؟ اس نے کہا ہاں حضور! میں وہی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارا
چچا زاد بھائی تھا جو تم پر عاشق تھا اور تو بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس نے اس بات
کا بھی اقرار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا تو ایک دن کسی ضرورت سے رات کے وقت گھر سے باہر نکل
تو اس نے تجھے پکڑ کر تجھ سے زنا کیا اور تو حاملہ ہو گئی۔ اس بات کو تو نے اپنے باپ سے چھپا
رکھا۔ اس نے کہا بیشک ایسا ہی ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا مگر تیری ماں سارا واقعہ جانتی تھی۔
اور جب بچہ پیدا ہونے کا وقت آیا تو رات تھی۔ تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی تجھے لڑکا پیدا
ہوا تو نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا اتفاق سے وہاں ایک کتا
پہنچ گیا جس نے اسے سونگھا تو نے اس کتے کو ایک پتھر مارا جو بچے کے سر پر لگا جس سے وہ
زخمی ہو گیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑا پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا پھر تم دونوں

واپس چلی آئیں اور پھر تمہیں اس لڑکے کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس عورت نے جواب دیا یا ہاں محفوظ
ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر اے امیر المؤمنین! اس واقعہ کو میرے اور میری ماں کے علاوہ کوئی تیسرا
نہیں جانتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اٹھا کر
لے گیا اور اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا کوفہ شہر میں آیا اور اب تجھ سے شادی
کر لی۔ پھر آپ نے اس نوجوان سے کہا اپنا سر کھولو۔ اس نے اپنا سر کھولا تو زخم کا اثر ظاہر ہوا۔
آپ نے فرمایا یہ تہاد الزکا ہے۔ خدائے عزوجل نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا۔ فرمایا اے
اپنے ساتھ لے جا۔ تو اس کی بیوی نہیں ماں ہے اور یہ تیرا شوہر نہیں بیٹا ہے۔ (شواہد النبوة)
اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے محبوب بندے عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے
بلکہ ان کے اندر ایسا کمال ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے سارے حالات جانتے ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ
والرضوان فرماتے ہیں۔ حال تو دانتدیک یک موبہ زانکہ پرہستند از اسرارہ ہو یعنی اللہ کے محبوب
تہادے ہر حال سے ذرہ ذرہ آگاہ ہیں اس لئے کہ ان کے اندر اسرار ربانی بھرے ہوئے ہیں۔

فِرَاتِ مِیْن طَغْیَانِ

کوفہ والوں نے آپ سے عرض کیا اے امیر المؤمنین! اس ماں
دریائے فرات کی طغیانی کے سبب ہماری کھیتیاں برباد ہو رہی
ہیں کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔ آپ اٹھ کر مکان کے
اندر تشریف لے گئے۔ لوگ گھر کے دروازہ پر آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک آپ سرکار
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ پہنے، عمامہ سر پہ باندھے اور عصائے مبارک ہاتھ میں لئے
ہوئے باہر تشریف لائے ایک گھوڑا منگا کر اس پر سوار ہوئے اور فرات کی طرف روانہ ہوئے
عوام و خواص میں سے بہت لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چلے۔ جب آپ فرات کے کنارے پہنچے تو
گھوڑے سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لیا اور فرات کے پل پر
اگئے اس وقت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ تھے آپ نے عصائے پانی کی طرف

اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک ہاتھ کم ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کیا اتنا کافی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ نے پھر عصل سے پانی کی طرف اشارہ کیا پانی ایک ہاتھ پھر کم ہو گیا۔ اس طرح جب تین فٹ پانی کی سطح نیچے ہو گئی تو لوگوں نے کہا یا امیر المؤمنین! بس اتنا کافی ہے۔ (شواہد النبوة)

سبح فرمایا مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان نے کہ

یاد او گر مونس جانت بود

ہر دو عالم زیرت سرامت بود

یعنی خدائے تعالیٰ کی یاد اگر تمہارے جان کی ساتھی بن جائے تو دونوں عالم تمہارے تابع

فرمان ہو جائیں۔

پانی کا چشمہ

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں مشغول تھے آپ کے ساتھیوں کو پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگوں نے بہت دوڑ دھوپ کی مگر پانی دستیاب نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا اور آگے چلو۔ کچھ دور چلے تو ایک گرجا نظر آیا۔ آپ نے اس گرجا میں رہنے والے سے پانی کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ ہیں اجازت دیجئے شاید ہم اپنی قوت کے ختم ہونے سے پہلے پانی تک پہنچ جائیں۔ آپ نے فرمایا اس کی حاجت نہیں۔ پھر اپنی سواری کو پیچم کی طرف موڑا اور ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہاں سے زمین کھودو۔ ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تھی کہ نیچے ایک بڑا پتھر ظاہر ہوا جسے ہٹانے کے لئے کوئی ہتھیار بھی کارگر نہ ہو سکا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ پتھر پانی پر واقع ہے کسی طرح اسے ہٹاؤ۔ آپ کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی مگر اسے اپنی جگہ سے ہلانے کے لئے اب شیر خدا نے اپنی آستین پڑھا کر انگلیاں اس پتھر کے نیچے رکھ کر زبردستی اٹھوا پتھر ہٹ گیا اور اس کے نیچے نہایت ٹھنڈا میٹھا اور صاف پانی ظاہر ہوا جو اتنا اچھا تھا کہ پورے سفر میں انھوں نے ایسا پانی نہ پایا تھا۔ سب نے شکم سیر ہو کر پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا اس پر

مٹی ڈال دو۔ جب راہب نے یہ دیکھا تو آپ کی خدمت میں کھڑے ہو کر نہایت ادب سے پوچھا کیا آپ پیغمبر ہیں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا کیا آپ فرشتہ مقرب ہیں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا تو پھر آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں سیدنا محمد رسول اللہ کا داماد اور ان کا خلیفہ ہوں۔ راہب نے کہا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر دوں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو راہب نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

آپ نے راہب سے دریافت فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم مدت سے اپنے دین پر قائم تھے اور آج تم نے اسلام قبول کر لیا۔ اس نے کہا حضور! یہ گرجا اسی ہاتھ پر فتح ہونا تھا جو اس چٹان کو ٹھا کر حشرہ نکالے۔ اور ہماری کٹابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اس چٹان کا ہٹانے والا یا تو پیغمبر ہوگا اور یا تو پیغمبر کا داماد۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ نے اس پتھر کو ہٹا دیا تو میری مراد پوری ہو گئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مل گئی۔ جب راہب سے آپ نے یہ بات سنی تو اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ پھر فرمایا سب تعریف خدائے تعالیٰ کے لئے ہے کہ میں اس کے یہاں بھولا بسرا نہیں ہوں بلکہ میرا ذکر اس کی کٹابوں میں موجود ہے۔ (شواہد النبوة)

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں کہاں کیا چیز ہے۔ اور یہ درحقیقت علم غیب ہے جو سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے و طویل میں انہیں حاصل ہوتا ہے۔

آپ کی خلافت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے روز حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ مدینہ طیبہ کے سب رہنے والوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ امیر المؤمنین ہو گئے۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بصرہ پہنچ کر قاتلین حضرت عثمان غنی سے قصاص لینے کا مطالبہ آپ سے شروع کیا اور بہت سے لوگ اس مطالبہ میں شریک ہو گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے بصرہ راستے میں ہی پڑتا تھا یہاں ”جنگ جمل“ ہوئی جس میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید

ہو گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی دونوں طرف کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ بصرہ میں آپ نے پندرہ روز قیام فرمایا اور پھر کوفہ تشریف لے گئے۔

آپ کے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ پر خروج کیا ان کے ساتھ شامی لشکر تھا۔ کوفہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑھے اور صفین کے مقام پر کئی روز لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر یہ جنگ ایک معاہدہ پر ختم ہوئی۔ طرفین کے لوگ اپنے اپنے مقام کو واپس ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ واپس چلے آئے۔

جب آپ کوفہ تشریف لائے تو ایک جماعت جس کو ”خارجی“ کہا جاتا ہے آپ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئی اور آپ کی خلافت سے انکار کر کے لاکھ حکمہ اللہ کا نعرہ بلند کیا یہاں تک کہ آپ سے جنگ کرنے کے لئے لشکر تیار کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا سر کچلنے کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا طرفین میں جنگ ہوئی خارجی شکست کھا کر کچھ تو علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے اور کچھ بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پہنچ کر لوٹ مار شروع کر دی۔ آخر شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں جا کر ان کو تیر تیر کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

خارجیوں کی سازش | تین خارجی یعنی عبدالرحمن بن ملجم، برک بن عبد اللہ اور عمرو بن عبیدہ مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ فیصلہ

کیا کہ ہم تینوں آدمی تین افراد حضرت علی بن ابی طالب، معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص کو قتل کر دیں۔ چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، برک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور عمرو بن عبیدہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہی معین نارتخ پر قتل کرنے کا عہد کیا اور یہ تینوں بد بخت ان شہروں کو روانہ ہو گئے جہاں جہاں ان کو اپنے اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنا تھا۔ ان میں سب سے پہلے ابن ملجم کوفہ پہنچا وہاں خارجیوں سے رابطہ

قائم کر کے ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ۱۷ رمضان سنہ ۱۰ کی رات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دے گا۔

امام سُندی فرماتے ہیں کہ ابنِ بلجم ایک غامبیہ عورت پر عاشق ہو گیا تھا جس کا نام قُطَام تھا اس نے اپنا ہر تین ہزار درہم، ایک غلام ایک باندی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل رکھا تھا۔ فرزدق شاعر نے اپنے ان اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فَلَمَّا رَكِبْتَ اسَاقِفًا ذُو سَمَاحَةٍ كَمْ هُنَّ قُطَامٌ بَيْنَ غَيٍِّ مُعْجَمٍ
ثَلَاثَةُ الْاَافِ وَعَبْدٌ وَقَيْتَنَاتُ وَصَدَبٌ عَنِّي بِالْحُسَامِ الْمُصَمِّمِ
فَلَا مَهْرَ اَعْلَى مِنْ عَنِّي وَإِنْ عَلَا وَلَا فَنَّاكَ إِلَّا دُونَ فَتَاكَ ابْنِ مُلْجَمٍ

یعنی میں نے کسی سخاوت کرنے والے کو ایسا ہر دیتے نہیں دیکھا جیسا مہر کہ قُطَام کا مقرر ہوا تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک باندی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل۔ تو آپ کے قتل سے بڑھ کر کوئی مہر نہیں ہو سکتا۔ اور ابنِ بلجم نے جو آپ کو دھوکے سے قتل کیا تو اس سے بڑھ کر کوئی قتل نہیں ہو سکتا۔

آپ کی شہادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۱۰ کو علی الصبح بیدار ہو کر اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آج رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی امت نے میرے ساتھ کج روی اختیار کی ہے اور سخت نزاع برپا کر دیا ہے۔ حضور نے فرمایا تم ظالموں کے لئے دعا کرو۔ تو میں نے اس طرح دعا کی یا اللہ العالمین! تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے۔ اور میری جگہ ان لوگوں پر ایسا شخص مسلط کر دے جو برا ہو۔ ابھی آپ یہ بیان ہی فرما رہے تھے کہ ابنِ نباح مؤذن نے آواز دی اَلصَّلَاةُ اَلصَّلَاةُ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے کے لئے گھر سے چلے۔ راستے میں لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے دے کر آپ جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ابنِ بلجم آپ کے سامنے

آگیا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا بھرپور وار کیا اور اتنا سخت تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی لگ کر ٹک گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری۔ شمشیر لگتے ہی آپ نے فرمایا **فَزُتْ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ**۔ یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ آپ کے زخمی ہوتے ہی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑ لیا۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کی وصیت

حضرت عقبہ بن ابی مہبہ کہتے ہیں کہ جب بدعت ابن طحتم نے آپ پر تلوار کا وار کیا یعنی آپ زخمی ہو گئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا بیٹے! میری چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یاد رکھنا۔ حضرت امام حسن نے عرض کیا وہ کیا ہیں فرمائیے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ اول سب سے بڑی تو نگر می عقل کی توانائی ہے۔ دوسرے یہ قوفی سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگ دستی نہیں۔ تیسرے غرور و گھنڈ سب سے سخت و سخت ہے۔ چوتھے سب سے عظیم خلق کرم ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں بھی بیان فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اول احمق کی محبت سے بچو۔ اس لئے کہ نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن نقصان پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے جھوٹے سے پرہیز کرو۔ اس لئے کہ وہ دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور کر دیتا ہے۔ تیسرے بخیل سے دور رہو۔ اس لئے کہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جسکی تم کو حاجت ہے۔ چوتھے فاجر سے کنارہ کش رہو۔ اس لئے کہ وہ تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے میں فروخت کر ڈالے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت زخمی ہونے کے باوجود جمعہ و سینچر تک بقید حیات رہے لیکن اتوار کی رات میں آپ کی روح بارگاہ قدس میں پروانہ کر گئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی شب میں آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان شب یکشنبہ ۳۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ **إِنَّا نَشِيرُ وَإِنَّا إِلَيْهِ مَرَّاجِعُونَ ط**

چار برس آٹھ ماہ نو دن آپ نے امور خلافت کو انجام دیا اور ترستھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور آپ کی نماز جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد امیر المؤمنین کے قاتل عبدالرحمن بن ملجم کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کر دیا پھر اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر ایک ٹوکری میں ڈال دیا اور اس میں آگ لگا دی جس سے اس کی لاش جل کر زاکہ ہو گئی۔

آپ کا مزار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا گیا اور ایک مصیبت سے آپ کا مزار لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا اس لئے وہ کہاں ہے اس میں اقوال مختلف ہیں۔ ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ آپ کی قبر شریف کو اس لئے نہیں ظاہر کیا گیا تھا کہ خارجی بدعت کہیں اس کی بھی بے حرمتی نہ کریں۔ شریک کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جسم مبارک کو دارالامارۃ کوفہ سے مدینہ طیبہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ میر نے محمد بن حبیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کی جانے والی پہلی نعش حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔ اور ابن عساکر سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم شہید ہو گئے تو آپ کے جسم مبارک کو مدینہ منورہ لے جانے لگے تاکہ وہاں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن کریں نعش ایک اونٹ پر رکھی ہوئی تھی رات کا وقت تھا وہ اونٹ راستہ میں کسی طرف کو بھاگ گیا اور اس کا پتہ نہیں چلا اسی لئے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں تشریف فرما ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد وہ اونٹ سرزمین طے میں مل گیا اور آپ کے جسم مبارک کو اسی سرزمین میں دفن کر دیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۰)

آپ کی بیویاں اور اولاد | حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مختلف وقتوں میں آٹھ عورتوں

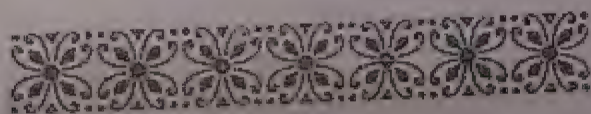
سے نکاح کیا۔ اس طرح آپ کی کل نو بیویاں ہوئیں جن سے پندرہ صاحبزادگان اور سترہ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ان سب کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

بیویاں۔ سیدہ فاطمہ، خولہ، لیثہ، ام البنین، ام ولد، اسماء، ام حبیبہ، امائمہ، ام سعد۔
صاحبزادگان حسن، حسین، محسن، محمد اکبر المعروف محمد بن حنفیہ، عبد اللہ اکبر، ابوبکر، عباس اکبر، عثمان، جعفر، عبد اللہ اصغر، محمد اوسط، یحییٰ، عون، عمر اکبر، محمد اصغر۔

صاحبزادیاں۔ ام کلثوم، زینب الکبریٰ، رقیہ، ام الحسن، رملہ الکبریٰ، ام ہانی، میمونہ، رملہ الصغریٰ، ام کلثوم صغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الخیر، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ، تقیہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کے اقوال زرین | آپ کے بہت سے اقوال ہیں جو آپ زہرے لکھنے کے قابل ہیں۔ ان میں سے چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

- ① علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔
- ② عالم وہی شخص ہے جو علم پر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے۔
- ③ حلال کی خواہش اسی شخص میں پیدا ہوتی ہے جو حرام کمائی چھوڑنے کی مکمل کوشش کرتا ہے۔
- ④ تقدیر بہت گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ۔
- ⑤ خوش اخلاقی بہترین دوست ہے اور ادب بہترین میراث ہے۔
- ⑥ جاہلوں کی دوستی سے بچو کہ بہت سے عقلمندوں کو انھوں نے تباہ کر دیا ہے۔
- ⑦ اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو کہ ہر خیر خواہ کے لئے کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔



فضائل اہلبیت

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على نبينا سيد المرسلين
وعلى آل الطيبين الطاهرين - اما بعد فقد قال الله تعالى في القرآن
المبين - اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ -
إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا
(پ ۱ ع ۱) صدق الله مولانا العظيم وصدق رسوله النبي الكريم و
نحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب
العالمين -

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر بلند آواز سے مکہ کے سرکار مدینہ کے تاجدار
دونوں عالم کے مالک و مختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار
درہ بار میں درود و سلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں صلی اللہ علی النبی الامی و
آلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما علیک یا رسول اللہ -

برادرات اسلام! آج ہم اہلبیت کرام علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کے متعلق
بیان کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں - لہذا احمد و صلاۃ اور آیت کریمہ درود شریف
پڑھنے کی برکت حاصل کرنے کے بعد ہم آپ کے سامنے اہلبیت کی شان میں اعلیٰ حضرت
امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بھائی حضرت حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ

قہار کی مٹی کی مٹی ہوئی ایک منقبت پیش کرتے ہیں اسے سہاوت فرمائیں مگر اس سے پہلے ایک مرتبہ
اور بلند آواز سے درود شریف پڑھیں.....

کس زبان سے ہو بیان مدح خوانِ اہلبیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوانِ اہلبیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
"آیہ تطہیر" سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت
ان کے گھر میں بے اجازت ہر میل آتے نہیں
قدروائے جانتے ہیں عروشانِ اہل بیت

رزم کا میدان بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کر بلا میں ہونہا ہے امتحانِ اہل بیت
پھول زخموں کے گھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینہ چا گیا ہے گلستانِ اہل بیت

سوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
خوب رو دو رہا بنا ہے ہر جوانِ اہل بیت
اے شباب فصل گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہا نا بوستانِ اہل بیت

کس شفیق کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت
قافلہ کے لاڈلے کا آہنری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہل بیت

وقت رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملنا سہاگ

لو سلام آخری اسے بیوگان اہل بیت

گھر لٹانا سرکٹانا کوئی تجھ سے سیکھ جائے

جان عالم ہو خدا سے خاندان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرتے کو سنا دے اے حسن

یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہلبیت

ایک مرتبہ پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں۔ اللہم صل علی سیدنا و مولانا

محمد و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

بِرَادَرَاتٍ مِلَّتْ! شروع میں جس آیت کریمہ کے پڑھنے کا شرف ہم نے حاصل کیا ہے
یعنی اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيرًا اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اہلبیت یعنی اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا
ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھر کر دے۔

اس آیت کریمہ میں سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلبیت کرام کی عظمت و فضیلت
اور ان کے درجات و مراتب کا واضح طور پر بیان ہے۔

حضرت امام ابو جعفر محمد بن جریر باقری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں
فرماتے ہیں کہ اے آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سب ساری
باتوں اور فحش چیزوں کو دور رکھے اور تمہیں گناہوں کے میل پچیل سے صاف رکھے لے

اور حضرت سعید بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ
اس آیت کریمہ سے اہلبیت مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر برائی سے پاک رکھا اور اپنی

مفسرین رحمت سے نوازا ہے

حضرت علامہ ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں جو رجس کا لفظ ہے وہ گناہ، خدایا
نماستوں اور تقاضوں کے معانی پر بولا جاتا ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں
اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے دور فرما دیں ۳۱
اور امام زہری نے فرمایا کہ رجس ناپسندیدہ چیز کو کہتے ہیں چاہے وہ عمل ہو یا غیر عمل۔
تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے اہل بیت کرام سے ہر قسم کی ناپسندیدہ چیزیں دور
فرما دیں ۳۲

اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے بارے میں مفسرین کرام کا
اختلاف ہے۔ امام بغوی، خازن اور بہت سے دوسرے مفسرین کے مطابق ایک جماعت جنہیں
صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین میں سے حضرت مجاہد اور
حضرت قتادہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اس طرف گئی ہے کہ اہلبیت سے مراد ہیں اہل عبا
یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۳۳

اور دوسری جماعت جس میں صحابی رسول حضرت ابن عباس اور حضرت عمرؓ جو تابعی
ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ اہلبیت سے امہات المؤمنین مراد ہیں۔ اس لئے کہ يَا أَيُّهَا
النَّبِيُّ قُلْ لِّأَهْلِ بَيْتِي وَاجِبُكَ سے إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا تک مسلسل
سات آیتیں امہات المؤمنین سے متعلق ہیں تو بیچ میں ایسا کلام کیسے آجائے گا جو ان سے
متعلق نہ ہو۔

جو لوگ کہ أَهْلُ الْبَيْتِ سے اہل عبا یعنی نچترن پاک مراد لیتے ہیں وہ دوسری

جماعت کو جواب دیتے ہیں کہ یہ جملہ معترضہ کے طور پر آیا ہے جو کلام عرب میں عام ہے۔ اور کہتے ہیں کہ متعدد صحیح طریقوں سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ ان کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہرا اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور ہر ایک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لائے۔ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ زہرا کو قریب کیا اور اپنے سامنے بٹھایا اور حسنین کریمین کو ایک ایک ران پر بٹھایا پھر ان پر اپنی چادر مبارک لپیٹی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یوں فرمایا اللّٰهُمَّ هُوَ لَا يَزِيلُ رِجْسًا عَنْ اَهْلِ بَيْتِي فَاذْهِبْ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا۔ یعنی یا الہی! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ہر ناپاکی دور فرما اور انھیں پاک کر کے خوب ستھر کر دے۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چادر اٹھائی تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ سے چادر کھینچ لی۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں۔ حضور نے فرمایا اِنَّكَ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَلٰی خَیْرِ۔ یعنی تم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ہو بھلائی پر ہو لے۔

جو لوگ کہ اَہْلُ الْبَيْت سے بچتے پاک مراد لیتے ہیں وہ اپنے دعویٰ کی دلیل میں یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ حسن اور صحیح طریقوں سے مروی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد جب فجر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کے

پاس سے گذرتے ہوئے فرماتے الصَّلَاةُ أَهْلَ الْبَيْتِ یعنی اے اہلبیت! نماز پڑھو۔
 پھر آیت کریمہ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ آخر تک تلاوت فرماتے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کے
 نازل ہونے کے بعد چالیس روز تک صبح کے وقت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
 دروازہ پر تشریف لائے۔ اور فرمایا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَمَحَبَّةُ اللَّهِ
وَبَرَكَاتُهَا۔ الصَّلَاةُ رَحِمَكُمْ اللَّهُ یعنی اے اہلبیت! تم پر خدا کے تعالیٰ کی سلامتی
 رحمت اور برکت ہو۔ نماز پڑھو تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ پھر آیت کریمہ إِنَّمَا يُرِيدُ
اللَّهُ اللہ تلاوت فرمائی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ
 حضور کا یہ طریقہ سات مہینے تک جاری رہا اور ایک روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے تک۔ اور
 یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے تہنیت ہو گئی کہ آیت مبارکہ میں اہلبیت سے مراد
 پنجتن پاک ہیں اے

بہر حال أَهْلَ الْبَيْتِ سے اہمات المؤمنین مراد لینے والے اور پنجتن پاک مراد لینے
 والے دونوں گروہ کے پاس دلائل ہیں۔ لہذا جہور علمائے امت نے فرمایا کہ آیت مبارکہ میں
أَهْلَ الْبَيْتِ سے اہمات المؤمنین اور پنجتن پاک دونوں مراد ہیں۔ اور یہ انھوں نے
 اس لئے فرمایا تاکہ سارے دلائل پر عمل ہو جائے۔

۱۰ اس سلسلے میں حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ
 تعالیٰ علیہ نے سوانح گریبا میں بہت خوب لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دولت سرامے اقدس میں
 سکونت رکھنے والے اس میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں چونکہ اہلبیت نسب
 کا مراد ہونا ثقی تھا اس لئے اُن سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک

سے (یعنی چادر میں لپٹا کر) بیان فرمادیا کہ مراد اہل بیت سے عام ہیں خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج یا بیت نسب کے اہل بنی ہاشم و مطلب۔ اھ

چنانچہ امام ثعلبی نے فرمایا کہ بعض حضرات نے کہا اَھْلُ الْبَيْتِ سے مراد بنی ہاشم ہیں۔ اس لئے کہ بیت سے مراد بیت نسب ہے۔ لہذا حضرت عباسؓ، حضورؐ کے دوسرے مسلمان چچا اور چچا زاد بھائی سب اہل بیت میں سے ہوں گے۔ یہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جیسا کہ تفسیر خازن وغیرہ میں ہے لے

اور علامہ خطیب نے اپنی تفسیر میں اس سے بھی زیادہ عام فرمایا۔ وہ لکھتے ہیں کہ اہلبیت میں اختلاف ہے اور بہتر وہ ہے جو امام بقاعی نے فرمایا کہ اہلبیت وہ سب حضرات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص وابستگی رکھتے ہیں۔ مرد، عورتیں ازواج مطہرات کنیزیں اور قریبی رشتہ دار۔ ان میں سے جو شخص زیادہ قریب ہوگا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص تعلق رکھنے والا ہوگا وہ مراد ہونے کے زیادہ لائق ہے لے

حضرت امام بقاعی کے قول کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے اس لئے کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں روایت میں یوں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چادر اٹھا کر اپنا سر اندر داخل کر لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں تو حضورؐ نے دو مرتبہ فرمایا اِنَّكَ عَلٰی خَيْرٍ۔ یعنی تم بھلائی پر ہو لے

اور یہی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنی کالی کالی میں لپٹایا اور آیت تطہیر تلاوت فرمائی تو حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اصحاب صفہ میں سے ہیں انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا وَأَنْتَ مِنْ أَهْلِ یعنی ہاں تم بھی میرے اہل میں سے ہو۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ یعنی سلمان ہم میں سے اہل بیت میں سے ہیں۔

اور اسی لئے امام العارفین شیخ اکبر حجتی الدین بن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ کے انیسویں باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ قیامت تک سادات کرام، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اور جو اہل بیت میں سے ہیں مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب اس آیت کے حکم میں داخل ہیں۔

حضرت علامہ بیہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر صوفیہ کے امام ہیں ان کا ارشاد حجت کی حیثیت رکھتا ہے ۷

ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ یکس پناہ میں درود و سلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی الذی الامی النہ **حضرات! سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سارے اہل بیت چاہے اہل بیت نسب ہوں یا اہل بیت مکنی یا اہل بیت ولادت یا اور کسی کو اہل بیت میں شامل کر لیا گیا ہو سب عزت و عظمت والے ہیں لیکن حضور جن کو ہر خاص موقع پر علیحدہ کر کے فرماتے ہیں وہ یہی چار نفوس قدسیہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین ہیں۔** رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اسی لئے اہل بیت کا لفظ انہی چار حضرات کے لئے شائع و مشہور ہے ۸۔ اب آپ حضرات ایک آیت کریمہ اور ملاحظہ فرمائیں جس سے اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فضیلت و منزلت ظاہر ہوتی ہے۔ پارہ ۳ رکوع ۱۴ میں ہے فَمَنْ

۲۲۷

۱۔ برکات آل رسول ۷۸ اشرف الؤبدال آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۳

۲۔ اشعۃ اللمعات ۶۸۱ میں ہے اطلاق اہلبیت بریں چہارتن پاک شائع و مشہور دست ۱۲

لَا تَجْعَلُ فِيهِ مِنْ مَعْدِنٍ مَّا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُوا أَبْنَاءَنَا
وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ إِنَّ هَٰذَا كَانَ خَلْقًا
مُتَعَدِّدًا عَلَىٰ أَلْسِنَةٍ رِّبِيٍّ سَمِعْنَا أَوْ كُتِبَ عَلَيْنَا أَوْ بِأَنفُسِنَا أَوْ
بِرِسَالَةٍ إِلَىٰ جِهَدٍ أُمُرٍ مِّنَ اللَّهِ مَلِكٌ مُّسْتَقِيمٌ أَمَّا إِلَهُكُمْ فَهوَ اللَّهُ
يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ أَلَدُّ الْإِشْرَاقِ ۚ

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ خیران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول کا نکاحات
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متاخرہ کرنے کے لئے مدینہ طیبہ آیا اور حضور سے کہا کہ آپ گمان کرتے
ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں بیشک وہ اللہ کے بندے،
اس کے رسول اور اس کے کلمے ہیں جو کنواری مریم کی طرف القاد کے لئے رہے سن کر عیسائی
بہت غصہ میں ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کیا آپ نے کبھی بے سوا
کا انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ تو میری بغیر باپ ہمارے پیدا کئے گئے اور
حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہمارے اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کئے گئے تو جب انہیں
اللہ رب العزت کا بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ مانتے ہیں کیا تعجب
ہے۔؟

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح دلیل کے ساتھ حق کو بیان فرمایا مگر
عیسائی برابر جھگڑتے رہے اور اپنی معاندانہ روش سے باز نہ آئے تو اللہ رب العزت نے
یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ عیسائیوں کو مباہلہ
کی دعوت دو۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کے فرمان کے مطابق نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی اور آیت کریمہ پڑھ کر سنائی تو عیسائی کہنے لگے کہ ہم غور اور مشورہ کر لیں پھر کل آپ کو جواب دیں گے۔ جب وہ لوگ جمع ہوئے تو انھوں نے اپنے سب سے بڑے پادری اور صاحب الرائے شخص عاقب سے کہا کہ اے عبد المسیح! اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ اے جماعت نصاریٰ! تم پہچان چکے ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نبی مرسل ضرور ہیں تو اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب اگر عیسائیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انھیں چھوڑ دو اور گھر کو لوٹ چلو۔

یہ مشورہ کرنے کے بعد عیسائی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ حضور کی گود میں امام حسین ہیں اور دست مبارک میں امام حسن کا ہاتھ ہے اور حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور کے پیچھے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے پادری عبد المسیح نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے جماعت نصاریٰ اِنِّیْ لَا سَیَّ وَجُوْہًا لَّوَسَّاءُ لَّوَاللّٰہُ اَنْ یَّزِیْلَ جَبَلَ مِّنْ مَّکَانِہٖ لَا زَالَہٗ یعنی بیشک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے پہاڑ کو ہٹانے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے گا۔

پھر پادری نے کہا کہ اگر ان سے مباہلہ کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔

عیسائیوں نے پادری کی بات مان لی اور جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوئے۔ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ

جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ نجران والوں پر عذاب بالکل قریب آچکا تھا۔
 اگر وہ ہم سے مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوئروں کی صورت میں مسخ کر دئے جاتے اور عذاب
 الہی کی آگ سے جنگل جل جاتے۔ نجران اور وہاں کے رہنے والے چر و پرند تک نیست
 و نابود ہو جاتے اور ایک سال کی مدت میں تمام روئے زمین کے عیسائی ہلاک و برباد ہو جاتے
 (تفسیر خزائن العرفان)

بِرَادَرَاتِ اِسْلَامِ! غور کیجئے کہ فرمان خداوندی کے مطابق عیسائیوں سے طے یہ
 ہوا تھا کہ تم اپنے بیٹوں کو لیکر نکلو اور ہم اپنے بیٹوں کو۔ تم اپنی عورتوں کو لیکر میدان میں آؤ
 اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم خود بھی آؤ اور ہم بھی آئیں۔ اس موقع پر سرکارِ اقدس صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے پوری دنیا سے اسلام میں سے جن پاک اور برگزیدہ ہستیوں کا انتخاب
 فرمایا وہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہیں۔ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
 ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا هَذَا ابْنُ اِيٍّ یعنی یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اے
 یہی وجہ ہے کہ جب مباہلہ کے لئے اپنے بیٹوں کو لیکر میدان میں نکلا ہوا تو حسین کریمین
 کو لے کر آئے اور اسی سبب سے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما آج تک ابن رسول اللہ کہے جاتے ہیں اور قیامت تک ایسے ہی کہے جائیں گے۔
 مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے
 ہیں ان کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ان حضرات کو ہمراہ لے کر مباہلہ

کے لئے مکان سے باہر نکلے تو یہ فرمایا اَللّٰهُمَّ هُوَ لَا اَهْلٌ بَبَيْتِيْ یعنی اے اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں اے

ایک مرتبہ پھر آپ حضرات نہایت خلوص و محبت کے ساتھ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور اہل بیت کرام پر بلند آواز سے درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَهْلِ بَيْتِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

بِرَادَرَاتِ اِسْلَام! اہل بیت کرام کی شان میں اور بھی آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں تفسیر خازن و حاکم التفسیر وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حسین کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام عیادت کے لئے گئے کسی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ نذر مانتیں۔ اگر خدائے تعالیٰ ان کو شفا عطا فرمائے تو نذر پوری کریں۔ حضرت علی نے تین روزے رکھنے کی منت مانی۔ اسی طرح حضرت سیدہ فاطمہ اور آپ کی کثیرہ فتنہ نے بھی تین تین روزے رکھنے کی نذر مانی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ خلیفہ عزوجل نے حضرات حسین کو شفا عطا فرمائی۔ اب نذر پوری کرنے کا وقت آیا۔ سب لوگوں نے روزے رکھے مگر کاشانہ حیدری میں کوئی چیز روزہ افطار کرنے کے لئے نہ تھی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ایک یہودی کے یہاں سے تھوڑا جو قرض کے طور پر باعوض اجرت لائے۔ جو کا ایک تہائی حصہ پسیا گیا اور شام کے وقت روٹیاں تیار کی گئیں۔ جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں کھانے کے لئے سامنے رکھی گئیں تو اچانک دروازہ پر ایک شخص نے آواز دی کہ اے اہل بیت رسول اللہ! میں مسکین ہوں بھوکا ہوں کچھ اللہ کے نام پر دیجئے۔ تو سب روٹیاں اسے دیدی گئیں اور خود سادہ پانی پی پی کر سب

لوگوں نے روزہ افطار کیا۔ پھر دوسرے روز ایک تہائی بھوکے روٹیاں بنائی گئیں اور جب اہل بیت کرام افطار کے لئے بیٹھے تو پھر دروازہ پر دستک ہوئی۔ آواز آئی کہ اے رسول اللہ کے گھرانے والو! میں بھوکا ہوں یتیم ہوں۔ تو دوسرے روز بھی سب روٹیاں اٹھا کر اسے دیدی گئیں اور صرف پانی سے روزہ افطار کر لیا گیا۔ تیسرے دن پھر روزہ رکھا گیا اور باقی تہائی بھوکے روٹیاں بنائی گئیں اور جب افطار کے وقت سب لوگ کھانے کے لئے بیٹھے تو پھر ایک سائل نے آواز دی کہ اے اہل بیت کرام! میں اسیر ہوں بھوکا ہوں تو تیسرے دن بھی جب کل روٹیاں اسے دیدی گئیں اور سادہ پانی پی پی کر روزہ افطار کیا گیا تو اہل بیت رسول اللہ کی شان میں یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِمْ مُسْكِنِينَ وَتَبْتَغُوا أَسْوَارَ أَمَّا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا شُرَيْدَ مِنْكُمْ فَجَزَاءٌ وَلَا شُكُورًا یعنی اور وہ لوگ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو۔ اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ (پ ۲۹ ع ۱۹)

اللہ اللہ! یہ ہے سخاوت اہل بیت رسول اللہ کی جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی کہ تین دن مسلسل صرف پانی پی پی کر روزہ افطار کرتے ہیں مگر سائلوں کو اپنے دروازہ سے محروم نہیں فرماتے اور ان پر یہ بات بھی واضح کر دیتے ہیں کہ اس بھلائی کا وہ ان سے کوئی بدلہ نہیں طلب کریں گے بلکہ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور لوگوں کے سامنے ان کی سخاوت کا چرچا کیا جائے اس لئے کہ یہ کام انہوں نے خالصاً لوجہ اللہ صرف اپنے رب کریم کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔

اور حضرت عبدالوہاب شعرائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبین کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ میں سادات کرام کی بے حد تعظیم کرتا ہوں اگرچہ لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے ہوں۔ میں اس تعظیم کو اپنے اوپر ان کا حق تصور کرتا ہوں۔ اسی طرح علما و اولیاء کی اولاد کی تعظیم شرعی طریقے سے کرتا ہوں۔ پھر میں سادات کی کم از کم اتنی تعظیم و تکریم کرتا ہوں جتنی والی مہر کے کسی بھی نائب یا شکر کے قاضی کی ہو سکتی ہے۔

سادات کرام کے آداب میں سے یہ ہے کہ ہم ان سے عمدہ بستر، اعلیٰ مرتبہ اور بہتر طریقے پر رہ بیٹھیں۔ ان کی مطلقہ یا بیوہ عورت سے نکاح نہ کریں۔ اسی طرح کسی سید زادی سے نکاح نہ کریں ہاں اگر ہم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہم ان کی تعظیم کا حق واجب ادا کر سکتے ہیں اور ان کی مرضی کے مطابق عمل کر سکتے ہیں تو پھر ان سے نکاح کر سکتا ہے لے

اور یہی حضرت علامہ عبدالوہاب شعرائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "البحر المورود فی المواعظ والمواعظ" میں فرماتے ہیں۔ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم ہرگز سید زادی سے نکاح نہ کریں مگر اس وقت کہ ہم اپنے آپ کو ان کا خادم تصور کریں کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت جگر ہیں۔ جو شخص اپنے آپ کو ان کا غلام تصور کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اگر میں ان کی نافرمانی کروں گا تو میں نافرمان غلام اور گنہگار ہوں گا تو وہ نکاح کرے ورنہ اسے لائق نہیں ہے۔ جو شخص تبرک کے لئے ان سے نکاح کرے اسے کہا جائے گا کہ سلامتی غنیمت سے مقدم ہے یعنی یہ خطرہ بہر حال باقی رہے گا کہ ممکن ہے ان کی تعظیم کا حق ادا نہ ہو سکے اس لئے اجتناب ہی بہتر ہے۔ رہی برکت کی بات تو وہ نکاح کے بغیر ان کی خدمت کرنے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اگر ہماری بیٹی یا بہن کا جہیز بے شمار ہو اور کوئی ایسے سید اس کے نکاح کا پیغام دیں جن کے پاس اس کے مہر اور صبح و شام کھانے کے علاوہ کچھ نہ ہو۔

اہل بیت اور احادیثِ کریمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ! اہل بیت کرام کی تعریف و توصیف اور ان کی مدح و ستائش میں سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث وارد ہیں۔ مسلم شریف میں ہے۔ صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان (مقامِ حُفَہ میں) غدیر خم کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا تو پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنایاں کی۔ پھر آپ نے ہم لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔

اے لوگو! میں انسان ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ یعنی ملک الموت میرے پاس آئے تو میں خدائے تعالیٰ کے حکم کو قبول کروں وَأَنَا تَابِعٌ لِّمَنْ أَمَرَ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ اور میں تم میں دونوں میں اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالتُّبُورُ ان میں سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو خدائے تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔ راوی حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن پاک کے بارے میں لوگوں کو ابھارا اور رغبت دلائی پھر اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا وَأَهْلُ بَيْتِي أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي یعنی اور دوسری گراں قدر چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلانا ہوں اور اس سے ڈرانا ہوں۔ اور

اس جملہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبار فرمایا مطلب یہ ہے کہ میں تاکید کے ساتھ تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دروان کے حق کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرو۔

اور ترمذی شریف میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے میں نے سنا آپ یہ فرما رہے تھے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اخَذْتُمُ بِهِ لَنْ تُضْلَوْا كِتَابَ اللَّهِ وَعِزَّتِي أَهْلَ بَيْتِي** یعنی اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو بچو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ چیز ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے میری اولاد و ذریت میری اہلیت ہے اور طبرانی شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَتَكُونَ عِزَّتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ عِزَّتِهِ وَأَهْلِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَذَانِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهِ** یعنی کوئی بندہ مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھے اپنی جان سے، میری اولاد و ذریت و غیرہ کو اپنی اولاد سے، میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے ۷

اور امام احمد روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھوں کو بچھا کر فرمایا **مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَذَيْنِ وَأُمَّهُمَا وَأَبَاهُمَا كَانَ مَعِيَ فِي ذُرِّيَّتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ** یعنی جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی تو وہ قیامت کے دن میرے

ساتھ میرے درجہ میں ہو گا لے

یعنی پختن پاک سے محبت رکھنے والا بصورتِ خدا تبارِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجہ میں دکھائی دے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا مقام بھی وہی ہو گا۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ **اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةٍ نُّوْجٍ مِّنْ سَرَكٍ يَّهَابِجًا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ لَّهٗ**

یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ میرے اہل بیت تم لوگوں کے لئے نوح (علیہ السلام) کی کشتی کے مانند ہیں۔ جو شخص کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو کشتی میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اَصْحَابِيْ كَالنَّجْوْرِ قِبَا يَّتْهَمُ اِقْتَدَايْتُمْ اِهْتَدَايْتُمْ** یعنی میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں تو ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پائو گے لے

حضرت علامہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ محمد اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت و جماعت محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار ہیں اور ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہدایت پائے۔ لہذا ہم لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے لے

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار نہیں ہوئے جیسے خارجی کہ انھوں نے محبت کے بجائے اہل بیت سے دشمنی کی تو وہ ہلاک ہو گئے اور رافضی جو اس کشتی میں سوار تو ہوئے مگر ہدایت کے ستارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہدایت نہیں حاصل کئے تو

وہ بھی کفر و ضلالت کی تاریکی میں کھو گئے۔

اور حدیث صحیح میں ہے جسے بہت سے اہل سنن نے روایت کیا ہے کہ جب ابولہب کی صاحبزادی مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائیں تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہاری ہجرت تمہیں بے نیاز نہیں کرے گی۔ اس لئے کہ تم جہنم کے ایندھن کی بیٹی ہو۔ انھوں نے یہ بات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کی تو آپ بہت سخت ناراض ہوئے پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُؤْذِيْنَ فِيْ نَسَبِيْ وَذَوِيْ سَرَحِمِيْ أَلَا وَمَنْ أَذَى نَسَبِيْ وَذَوِيْ سَرَحِمِيْ فَقَدْ أَذَىٰ اِذَا اِنِّيْ فَقَدْ أَذَىٰ لِلّٰہِ یعنی ان لوگوں کا کیا حال ہے جو مجھے میرے نسب اور رشتہ داروں کے بارہیں اذیت دیتے ہیں خبردار جس نے میرے نسب اور رشتہ داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی لے

اور طبرانی و حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کا نانا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ اَنَّ سَاجِدًا صَعِدَ بَيْنَ السَّكَنِ وَالْمَقَامِ فَصَلَّىٰ وَصَامَ ثَمَّ مَاتَ وَهُوَ مُبْغَضٌ لَا هَلَّ بِبَيْتِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَلَا وَسَلَّمْ دَخَلَ النَّارَ یعنی اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کے ایک گوشہ اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت کی دشمنی پر مر جائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ ۲

اہلبیت کی دشمنی سے خدا کی پناہ کہ بیت اللہ شریف کے سایہ میں مقام ابراہیم جیسی متبرک جگہ پر نمازیں پڑھنے والا اور روزہ رکھنے والا بھی اگر اہل بیت رسول اللہ سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ بھی جہنم کا ایندھن بنے گا اور کوئی بھی نیک عمل اسے عذاب الہی سے نہیں بچا سکے گا۔

العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ایک مرتبہ پھر آپ حضرات نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ آٹائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور اہل بیت پر درود و سلام کی ڈالیاں پٹھا و رکریں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاٰہْلِ بَیْتِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اہلبیت اور اکابرین سلف و خلف کے ارشادات

برادران اسلام! اکابرین سلف و خلف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اہلبیت رسول اللہ کی تعریف و توصیف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔ لوگوں کو ان سے محبت رکھنے کی تاکید فرماتے رہے اور خود ان سے بے انتہا محبت رکھتے تھے۔

اس امت کے سید الاکابرین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں صَلَّۃُ قَرَابَۃٍ مَّا سُوَّلَ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَحَبُّ اِلَیَّ مَنْ صَلَّی قَرَابَۃً۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی خدمت کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے لہ

اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جلیل القدر صحابی اور سابقین اولین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں حُبُّ اَلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَۃٍ سَنَۃً۔ یعنی آل رسول کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے لہ

صحابی رسول کے اس قول سے معلوم ہوا کہ جو شخص پوری زندگی اہلبیت کی محبت میں گزارے گا وہ قیامت کے دن عظیم ثوابوں والا ہوگا۔

حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل تبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت
امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابراہیم بن عبد اللہ محض بن حسن شیبی بن حضرت
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حمایت کی اور لوگوں کو فتویٰ دیا کہ لازمی طور پر ان کے ساتھ
اور ان کے بھائی محمد کے ساتھ رہیں۔ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قید و بند اہل
میں اسی بنا پر تھی اگرچہ ظاہر میں سبب یہ تھا کہ انھوں نے قاضی کا منصب قبول کرنے سے
انکار کر دیا تھا۔

اور روایت ہے کہ جعفر بن سلیمان نے جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوڑے لگوائے
اور جو سزا دینی تھی دی اور انھیں پہنوشی کی حالت میں اٹھا کر لے جایا گیا لوگ آپ کے پاس
آئے جب افاقہ ہوا تو فرمایا میں آپ لوگوں کو گواہ بنانا ہوں کہ میں نے مارنے والے کو معاف
کر دیا۔ بعد میں آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا مجھے خوف ہے کہ مرنے کے بعد بارگاہ رسالت
میں حاضری ہوگی تو مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حیا آئے گی کہ میری وجہ سے آپ کی آل
کے ایک فرد سے مواخذہ ہو۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں جعفر سے آپ کا
بدلہ دلوانا ہوں۔ تو امام نے فرمایا خدا کی پناہ۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم جب چاہک میرے
جسم سے اٹھتا تھا تو میں انھیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کے سبب معاف کر دیتا تھا۔
اور حضرت علامہ تبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پاک سے بہت محبت کرنے کے سبب اس
حال میں بغداد لے جائے گئے کہ ان کے پیروں میں پٹریاں پڑی تھیں۔ بلکہ اہلبیت رسول اللہ
سے ان کی محبت یہاں تک پہنچی کہ کچھ لوگوں نے انھیں رافضی کہہ دیا تو آپ نے ان کو جواب

دیتے ہوئے فرمایا۔

لَوْ كَانَ مِنْ قَضَائِ حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلَيْسَتْ هَذِهِ الشَّقَلَانِ آتَى مَرَا فِضَى

یعنی اگر آل رسول کی محبت ہی کا نام مرا فاضی ہونا ہے تو جن انسان گواہ ہو جائیں کہ اس
معنی میں بیشک میں "مرا فاضی" ہوں۔

اور جوش عقیدت و جذبہ محبت میں اہل بیت رسالت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ حُبُّكُمْ
فَرَضَ مِّنَ اللَّهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَنَا

یعنی اے رسول اللہ کے اہل بیت! آپ لوگوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے
اور یہ حکم خدائے ذوالجلال نے قرآن مجید میں نازل فرما دیا ہے اور وہ آیت کریمہ یہ ہے قُلْ لَّا
أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ یعنی اے محبوب! تم فرماؤ کہ میں اس پر
تم لوگوں سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قربت کی محبت۔ (پ ۲۵ ع ۳)

آل رسول کی عظمت و بزرگی ظاہر کرتے ہوئے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں

يَكْفِيكُمْ مِنْ عَظِيمِ الْفَخْرِ أَنْتُمْ
مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَكُمْ

یعنی اے آل رسول! آپ لوگوں کے لئے یہ عظیم فخر کافی ہے کہ جو شخص آپ پر درود نہیں
بھیجتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

علامہ صبیان نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ آل رسول پر درود نہ پڑھنے والے کی نماز کامل
نہیں ہوتی اور امام شافعی کے مرجوح قول کے مطابق نماز صحیح نہیں ہوتی لہ

تو ہم ان سے نکاح کر دیں اور انھیں بائوس نہ کریں کیونکہ فقر عجیب نہیں ہے جس کی بنا پر ہمیں نکاح رد کر دیا جائے بلکہ یہ تو شرافت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی آرزو کی ہے بلکہ اپنے رب کریم جل مجدہ سے دعا کی ہے کہ آپ کو قیامت کے دن فقر اور مساکین کے گروہ میں اٹھائے۔ اور دعا کی ہے کہ اے اللہ! میرے اہل کا قوت بنا۔ یعنی اتنا کھانا عطا فرما کہ صبح و شام اس سے کچھ نہ بچے۔

تو جس چیز کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اولاد اور اہل بیت کے لئے پسند فرمایا ہے وہ انتہائی فضیلت والی ہے۔ لہذا جو شخص نادار رسید کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کرے اس پر خدا کے عذاب جل کی ناراضگی کا خون ہے۔

اور علامہ شعرائی فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب ہم راستے میں کسی سیر یاسیدہ کے پاس سے گزریں جو لوگوں سے سوال کر رہے ہوں تو ہم انھیں اپنی طاقت کے مطابق پیسے، کھانا یا کپڑے پیش کریں۔ یا ان سے عرض کریں کہ ہمارے پاس قیام کیجئے تاکہ حسب استطاعت آپ کی ضروریات شرعیہ پوری کی جائیں۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ رکھتا ہے اس کے لئے یہ بات کس قدر بری ہے کہ وہ آپ کی اولاد کے پاس سے گزرے اور وہ راستے میں سوال کر رہے ہوں مگر یہ شخص انھیں کچھ پیش نہ کرے لے

ایک مرتبہ آپ حضرات پھر بلند آواز سے تمام عالم کے محسن اعظم، رحمت عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور اہل بیت پر درود و سلام کی ڈالیاں پیش کریں۔ اللہم صل علی سیدنا محمد و آلہ

مخصوصیات اہل بیت

بِرَادَرَاتِ اسْلَامًا اب آپ حضرات اہل بیت رسول اللہ کی وہ خصوصیات ملاحظہ فرمائیں جو ان کے علاوہ کسی دوسرے میں ہرگز نہیں پائی جاتی ہیں۔

پہلی خصوصیت ہے زکاة کا حرام ہونا۔ یعنی اہل بیت کرام کو زکاة اور صدقہ واجبہ دینا اور لینا حرام ہے اگرچہ وہ مالک نصاب نہ ہوں۔ رسول شریف میں حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اَشْكَاهُ اَوْ سَاخُ النَّاسِ وَاَنْهٰ لَا يَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ یعنی زکاة کے مال لوگوں کی میل ہیں اور وہ محمد اور آل محمد بنی ہاشم کے لئے جائز نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم لے

حضور کے اس کلام میں بہترین تشبیہ ہے کہ آپ نے زکاة کو اَوْ سَاخُ النَّاسِ۔ یعنی لوگوں کی میل اس لئے کہ فرمایا وہ ان کی آلودگیوں کو پاک کرتی ہے اور ان کے اموال و نفوس کو صاف کرتی ہے۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔ یعنی اے محبوب! ان کے مال میں سے زکاة لو۔ اس زکاة کے ذریعہ انھیں پاک و صاف کرو (پ ۱۷ ع ۲)

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکاة کی ایک کھجور اٹھائی اور منہ میں رکھ لی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کُحْ کُحْ۔ یعنی چھی چھی اسے پھینک دو۔ اس کے بعد فرمایا اَمَّا شَعْرَتُ

اَنَا لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ زکاۃ نہیں کھایا کرتے۔
 اور ولی کبیر حضرت شیخ عبد الوہاب شرعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "البحر المورود" میں تحریر فرماتے
 ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ
 مجھے زکاۃ وصول کرنے پر مقرر فرمادیں تو حضور نے ان سے فرمایا مَعَاذَ اللَّهِ اَنْ اَسْتَعْمَلَكَ
 عَلَى غَسَاكَةِ ذُنُوبِ النَّاسِ یعنی خدا کی پناہ کہ میں تمہیں لوگوں کے گناہوں کے دھوون
 وصول کرنے پر مقرر کر دوں۔

اور ترمذی و ابوداؤد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے بنو مخزوم کے ایک شخص کو زکاۃ وصول کرنے کیلئے
 مقرر فرما کے بھیجا تو انہوں نے ابورافع سے کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں تاکہ آپ کو بھی زکاۃ
 میں سے کچھ حصہ حق المحتل مل جائے۔ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تک میں
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دریافت نہ کروں گا آپ کے ہمراہ
 اس کام کے لئے نہ جاؤں گا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
 اس شخص کے ساتھ زکاۃ وصول کرنے کے لئے جانے کی اجازت طلب کی تو حضور نے فرمایا اِنَّ
 الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ مَوَالِيَ الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ یعنی زکاۃ ہم بنی ہاشم
 کے لئے جائز نہیں۔ اور بنی ہاشم کا آزاد کردہ غلام بنی ہاشم ہی کے حکم میں ہے جب ہمارے لئے
 زکاۃ جائز نہیں تو ہمارے آزاد کردہ غلام کے لئے بھی جائز نہیں۔

اسی لئے فقہ حنفی کی کتابوں میں ہے کہ بنی ہاشم کو زکاۃ نہیں دے سکتے۔ نہ دوسرا کوئی شخص
 انہیں دے سکتا ہے نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔ یہاں تک کہ بنی ہاشم کے آزاد کئے ہوئے

غلام کو بھی نہیں دے سکتے۔ بنی ہاشم سے مراد ہیں حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبد المطلب کی اولاد یعنی ان سب کی اولاد کو زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں۔ البتہ صدقہ نافلہ اور اوقاف کی آمدنی ان کو دینا جائز ہے۔

یہ ہے کہ اہل بیت حسب و نسب میں سارے انسانوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

دُوسری خصوصیت

سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے قبیلہ کنانہ کو منتخب فرمایا۔ کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو اس میں سے بنی آدم کو منتخب فرمایا پھر بنی آدم میں سے عرب کو عرب میں سے مضر کو۔ مضر میں سے قریش کو۔ قریش میں سے بنی ہاشم کو پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ تو میں بہترین لوگوں سے بہترین لوگوں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے۔

اور امام احمد امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین نے مجھ سے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب الٹ ڈالے لیکن میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل کسی کو نہ پایا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

یہی بولے سدرہ والے چنین جہاں کے تھامے

سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا۔ تجھے یک نے یک بنایا

اور حضرت جبریل نے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان ڈالے مگر مجھے بنی ہاشم

سے زیادہ فضیلت والے کسی باپ کے بیٹے نہیں ملے لے

اور حضرت جعفر صادق اپنے والد ماجد حضرت محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ میں نے زمین کے مشرق و مغرب، نرم زمین اور پہاڑوں میں پھر اتو میں عرب سے افضل کوئی خاندان نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم فرمایا تو میں عرب میں پھر اچھے مضر سے افضل کوئی قبیلہ نہیں ملا۔ پھر مجھے حکم دیا میں مضر میں پھر اتو میں کنانہ سے افضل کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم فرمایا میں کنانہ میں پھر اتو میں نے قریش سے بہتر کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے حکم دیا میں قریش میں پھر اتو میں نے بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے ان میں سے کسی کے منتخب کرنے کا حکم دیا تو میں نے آپ سے افضل کسی کو نہ پایا لے

اور طبرانی و دارقطنی میں ہے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں اپنی امت میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر دوسرے لوگوں کی۔ اور میں جس کی پہلے شفاعت کروں گا وہ زیادہ فضیلت والا ہے مَنْ أَشْفَعُ لَهُ أَوَّلًا فَهُوَ أَفْضَلُ لے

یہ تمام حدیثیں واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں کہ اہل بیت کرام حسب و نسب میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور اگلائے دوسرے لوگ نکاح میں ان کے کفو نہیں۔ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خضائن کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کوئی مخلوق نکاح میں آپ کے اہل بیت کا ہمسر نہیں ہے لے

یہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رشتہ داری اور نسب کے علاوہ قیامت کے دن ہر رشتہ داری اور نسب منقطع ہو جائے گا۔ حدیث شریف ہے كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

إِلَّا سَبَبِيَّ وَتَسَبِيَّ لَهُ

روایت صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ام کلثوم بنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ان کی کم سنائی کا غدر پیش کیا اور یہ فرمایا کہ میں ان کا نکاح اپنے بھائی حضرت جعفر کے صاحبزادے کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امر الکرہ کیا پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا۔

اے لوگو! میں نے حضرت علی سے ان کی صاحبزادی کے بارے میں اس لئے امر الکرہ کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے كُلُّ سَبَبٍ وَتَسَبٍ وَصَهْرٌ يَنْقُطُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِيَّ وَتَسَبِيَّ وَصَهْرِي، یعنی قیامت کو دن میرے تعلق، نسب اور رشتے کے علاوہ ہر تعلق، نسب اور رشتہ منقطع ہو جائے گا۔

تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت فاروق اعظم سے کر دیا ان سے حضرت زید پیدا ہوئے جو جو ان ہو کر انتقال کئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث اور اس طرح کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے رشتہ قائم کرنے میں بہت فائدہ ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | اگر کوئی شخص کہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اپنے چچا حضرت عباس، اپنی پھوپھی حضرت صفیہ اور دیگر عزیز و اقارب سے فرمایا لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا، یعنی میں تمہیں خدا کے عذاب سے کچھ بے نیاز نہیں کر سکتا یہ ہرگز کہ اپنی محنت جو نور نظر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا فَاطِمَةُ بَدَتْ مُحَمَّدٌ سَبَبِيَّ مَا شِئْتُ مِنْ مَّائِي لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، یعنی اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم، میرے مال میں سے جو تم چاہو مانگ لو لیکن خدائے تعالیٰ کا عذاب اور اس کی گرفت ہو تو میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کے کام نہیں آسکتے۔ اور جب حضور اپنے اہل بیت کے کام نہیں آسکتے تو اہل بیت کی رشتہ داری دوسروں کے کیا کام آسکتی ہے؟

اس شبہہ کے جواب میں حضرت شیخ جوادی محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ کلام خدائے تعالیٰ سے خوف دلانے اور ڈرانے میں انتہائی برا لقمہ ہے اس لئے کہ اہل بیت کی فضیلت و بزرگی، ان کے لئے حضور کی شفاعت اور ان کا جنتی ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اور عجیب طبعی نے یہ جواب دیا ہے کہ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از خود کسی کے نفع و ضرر کے مالک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اہل بیت اور عزیز و اقارب بلکہ تمام امت کو شفاعت عامہ اور خاصہ سے نفع پہنچانے کا مالک بنادے گا۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ خطاب اس وقت کا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابھی اس بات سے آگاہ نہیں فرمایا تھا کہ آپ کی نسبت فائدہ دینے والی ہے۔

ایک مرتبہ پھر آپ لوگ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور اہل بیت کرام پر نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ بلند آواز سے درود و سلام کی ڈالیاں پیش کریں۔ اللہُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَآصْحَابِهِ وَآهْلِ بَيْتِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

حضرت علامہ تہبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب اور

ان کی رشتہ داری کا فائدہ بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہو اسے مناسب نہیں کہ جو کچھ ذکر ہو اس پر کلی اعتماد کرے اور علم و عمل کی ضرورت محسوس نہ کرے اس لئے کہ یہ ساری باتیں اس کے لئے ہیں جو واقعی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھتا ہو اور آپ کے اہل بیت میں سے ہو۔ اور اس کا یقین کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ ممکن ہے کچھ عورتوں سے نفرت ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آبا و اجداد میں سے کسی شخص نے منسوب ہونے میں غلط بیانی کی ہو اگرچہ یہ احتمال ظاہر کے خلاف ہے لیکن اسے بالکل نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ انہی اہل بیت کے اکابر سے منقول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شدید خشیت، اس کے عذاب کے عظیم خوف اور معمولی سی کوتاہی پر بہت زیادہ افسوس کرنے کے نوکر تھے۔

اور علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں پر عموماً اور اہل بیت پر خصوصاً چند امور کی رعایت لازم ہے۔ اول علوم شرعیہ کے حاصل کرنے کا اہتمام کرنا اس لئے کہ علم کے بغیر نسب کا کامل فائدہ نہیں ہے۔ دوم باپ دادا پر فخر نہ کرنا اور تقویٰ و پرہیزگاری کے بغیر محض ان پر اعتماد نہ کرنا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۝ یعنی تم میں سے بارگاہ الہی میں زیادہ مغزور وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں اصطلاح یہ تھی کہ اشرف کا لفظ صرف اہل بیت پر بولا جاتا

تھا دوسروں پر نہیں۔ پھر یہ لقب حسنی اور حسینی سادات کے لئے مخصوص ہو گیا۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ زینبیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے زمانے میں شریف اسید کا لفظ ہر اس فرد پر بولا جاتا تھا جو اہل بیت رسالت سے ہو۔ چاہے وہ حسنی حسینی ہو یا علوی، حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں سے ہو یا حضرت علی۔

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی دیگر اولاد سے۔ اور حضرت جعفر یا حضرت عقیل کی اولاد سے ہو یا حضرت عباس کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پھر جب مہر میں قاضی حضرت تخت و خلافت کے مالک ہوئے تو انھوں نے شریف (سید) کا لفظ حضرت حسن و حضرت حسین کی اولاد کے ساتھ خاص کر دیا اور مہر میں آج تک یہ اصطلاح جاری ہے۔^۱

حضرت علامہ تہرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت یہ اصطلاح مشرق و مغرب کے اسلامی شہروں میں مشہور ہے۔ جب عربی میں شریف کا لفظ بولا جائے گا تو اس سے حسن یا حسینی سید مراد ہوں گے۔ بہت سے شہروں میں یہ اصطلاح بھی عام ہے کہ سید کا لفظ صرف حسینی اور حسینی سادات پر بولا جاتا ہے۔ جب یہ لفظ بولا جائے گا تو ان کے سوا کوئی دوسرا مراد نہیں ہوگا۔ یہ اہل حجاز کے ماسوا کی اصطلاح ہے۔ اہل حجاز کی اصطلاح یہ ہے کہ شریف کا استعمال حسینی سادات کے لئے اور سید کا استعمال حسینی سادات کے لئے کرتے ہیں تاکہ دونوں میں واضح فرق ہو جائے۔^۲

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی چیز اشرف کے لئے وقف کی گئی یا ان کے لئے وصیت کی گئی تو حضرت حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کے علاوہ دوسرے کوئی ان میں داخل نہ ہوگا۔ اسی لئے کہ وقف اور وصیت کا دار و مدار شہر کے عرف پر ہے۔^۳

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ بیان حق ہے مگر اب شہروں کا عرف بدل رہا ہے۔ حضرت علامہ تہرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں سید کا لفظ اشرف کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس شہر کے ہر اقدار بازار میں جا کر دیکھئے تو شاید ہی کوئی ایسی مہر نظر آئے کہ جس پر سید نہ لکھا ہو سوائے اس شخص کے جو سید صبح النسب ہو یا دیندار و با حیا آدمی ہو۔ اشرف اپنی مہروں میں لفظ سید نہیں لکھتے اس خوف سے کہ ان کے نسب میں لوگوں کو شبہ نہ ہو جائے۔^۴

یہی حال عقرب اس ملک میں بھی ہونے والا ہے کہ جو سید حج النسب ہوگا وہ اپنے نام کے ساتھ سید نہیں لکھے گا اس لئے کہ اب بہت سے دوسرے لوگ اپنے کو سید لکھنے لگے ہیں تو وہ اپنے نسب کو اشتباہ سے بچانے کے لئے اپنے نام کے ساتھ سید لکھنے سے پرہیز کریں گے جیسے کہ بہت سے لوگوں نے جب اپنے نام کے ساتھ انصاری لکھنا شروع کر دیا تو مدینہ طیبہ کا انصاری خاندان جو اس ملک میں ہے اس نے انصاری لکھنا چھوڑ دیا۔

جو لوگ اپنا نسب غلط بتاتے ہیں وہ اس حدیث شریفہ سے نصیحت حاصل کریں جو بخاری سلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنِ ادَّعى اِلٰی غَيْرِ اَيْمِهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَاَرَاكَ عَدُوًّا لِّغَيْرِ اَيْمِهِ جَوَابُ بَابِ كَيْفَ يَكُونُ اس کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ قسم قبول کرے گا اور نہ نقل لے

پانچویں خصوصیت | یہ ہے کہ اہل بیت میں سے جو بے عمل ہوں ان کی بھی تعظیم کا حکم ہے مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ”سید سے جب تک کفر نہ صادر ہو واجب التعظیم ہے“ اور یہ اس لئے کہ ان کا گناہ بخشا جائے گا اور خدا سے عروجل ان کی غلطیوں سے درگزر فرمایا اگرچہ اس طرح کہ انھیں موت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ارشاد خداوندی ہے اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ یعنی اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں دہر قسم کے گناہوں سے پاک کر کے خوب ستھر کر دے۔

اور سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ فَاطِمَةَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا
فَحَرَّمَ مَعَهَا اللّٰهُ وَذُرِّيَّتُهَا عَنْ الْبَكَارِ یعنی بیشک فاطمہ نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت
کی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو جہنم پر حرام فرما دیا ہے

اہل بیت کے فاسق کی عزت ان کے فسق اور بے عملی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ انکی بڑا
نسبت کی بنا پر ہے۔ اور یہ خوبی جیسے کہ ان کے نیک لوگوں میں ہے ویسے ہی ان کے نفاق میں
بھی موجود ہے یعنی کسی کا فاسق ہونا اسے اہل بیت نبوت سے خارج نہیں کر دے گا اس لئے کہ
اہل بیت کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں۔ لہذا فسق ان کے نسب میں خلل انداز نہیں ہوگا
البتہ صاحبین کے درمیان ان کے مقام کو کم کر دیتا ہے۔

حضرت ابو محمد فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے بعض حسینی
سیدوں سے بغض رکھتا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ خلاف سنت افعال کے مرتکب ہیں۔ میں
ایک دن مسجد نبوی میں روضہ مبارکہ کے سامنے سو گیا۔ مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
زیارت ہوئی۔ حضور نے مجھ سے میرا نام لے کر فرمایا کیا باث ہے میں دیکھتا ہوں کہ میری اولاد
سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا کی پناہ میں انہیں ناپسند نہیں رکھتا۔
مجھے سنت کے خلاف ان کا عمل ناپسند ہے۔ حضور نے فرمایا کیا یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ نافرمان
اولاد نسب سے وابستہ رہتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا یہ نافرمان اولاد ہے۔ حضرت
ابو محمد فاسی فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو میرے دل سے ان کی عداوت دور ہو چکی تھی۔
پھر تو میں ان میں سے جس کسی سے بھی ملنا ان کی خوب تعظیم و تحکیم کرتا۔

سید حضرات ملاحظہ فرمائیں کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنت کے خلاف
عمل کرنے والے کو نافرمان اولاد فرمایا۔ اور جبکہ عام والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے تو
سادات کا اپنے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نافرمانی پر کیا حال ہوگا۔

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ کے خاتمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے قائم ہو اس کا پڑا جرم اور دیانت و پرہیزگاری سے عاری ہونا اسے نسب عالی سے خارج نہیں کر دے گا۔ اسی لئے بعض محققین نے فرمایا کہ (خدا خواستہ) اگر کسی سید سے زنا، شراب نوشی یا چوری سرزد ہو جائے اور ہم اس پر حد جاری کریں۔ تو اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کھئی امیر یا بادشاہ کے پاؤں کو غلاظت لگ جائے اور اس کا کوئی خادم اسے دھو ڈالے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کی سیادت یقینی ہو اور اس کا نسب ثابت ہو تو سیادت کے پیش نظر اس کی تعظیم و تحريم کی جائے گی اور اس کے غلط کاموں پر ناپسندیدگی ظاہر کی جائے گی اور اگر اس کا نسب ثابت نہیں ہے مگر وہ اس نسب کا دعویٰ کر رہا ہے اور اس کا جھوٹ ہونا معلوم نہیں ہے تو اس کی تکذیب میں توقف کیا جائے گا کہ ہر شخص اپنے نسب کا ذمہ دار ہے اگر جھوٹ بولتا ہے تو سختی لعنت ہے مگر دوسرے لوگ اسے بغیر ثبوت جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ہونے کے باوجود رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کہلاتے ہیں اور صحیح نسب کے ساتھ آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔ امام طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّيَّتَهُ كُلَّهَا نَبِيًّا فِي صُلْبِهِ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي صُلْبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ** یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر ماں کی اولاد اپنے پدری رشتہ داروں

کی طرف منسوب ہوتی ہے ماسوا اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا ولی ہوں اور ان کا عصہ ہوں لہ
اسعاف الراغبین میں ہے کہ یہ خصوصیت صرف حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کی اولاد کے لئے ہے۔ دوسری صاحبزادیوں کی اولاد کے لئے نہیں ہے یعنی اگر ان کی اولاد
زندہ رہتی تو ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے باپ
ہیں اور وہ آپ کے بیٹے ہیں جس طرح کہ یہ بات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی
اولاد کے لئے کہی جاتی ہے لہ

ساتویں خصوصیت

یہ ہے کہ اہل بیت کا زمین میں موجود ہونا زمین والوں
کے لئے باعث امن ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے
کہ سرکارِ قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلتُّجُوُّ مَا مَانَ لِأَهْلِ السَّمَاءِ
وَأَهْلِ بَيْتِي أَمَانَ لِأَهْلِ الْأَرْضِ یعنی ستارے آسمان والوں کیلئے باعث
امن ہیں اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے باعث امن ہیں۔ اور ایک روایت میں
ہے أَمَانٌ لِمَنْ مَنِ مَعِيَ اہلبیت میری امت کے لئے باعث امن ہیں لہ

آٹھویں خصوصیت

یہ ہے کہ وہ پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ امام ثعلبی
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔
انہوں نے فرمایا کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو حضور سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم چار میں سے چوتھے ہو؟
سب سے پہلے جنت میں میں، تم اور حسین کریمین داخل ہوں گے، ہماری ازواج مطہرات
ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری ازواج کے پیچھے ہوگی لہ

نویں خصوصیت

علامہ صہبان نے ان کی یہ خصوصیت شمار کی ہے کہ ہر شخص
ان میں سے کسی پر احسان کرے گا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لے برکات آل رسول ص ۱۱۱ لہ ایضاً ص ۱۱۱ لہ الشرف الموبد ص ۳۷ لہ برکات آل رسول ص ۱۰۹

قیامت کے دن اسے بدلہ عطا فرمائیں گے جیسا کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وسیلہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میری بارگاہ میں اس کی کوئی خدمت ہو جس کے سبب میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں اسے چاہئے کہ میرے اہل بیت کی خدمت کرے اور انہیں خوش کرے۔

دسویں خصوصیت

علامہ صہبان نے فرمایا ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی محبت درازی عمر اور قیامت کے دن چہرہ سفید ہونے کا سبب ہے اور ان کا بغض اس کے برعکس اثر رکھتا ہے جیسا کہ صواعق محرقہ میں حدیث شریف نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص پسند کرتا ہو کہ اس کی عمر دراز ہو اور اپنی آرزوؤں سے بہرہ ور ہو اسے میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھی طرح پیش آنا چاہئے۔ اور جو میرے بعد ان سے اچھی طرح پیش نہیں آئے گا اس کی عمر قطع کر دی جائے گی اور قیامت کے دن اس حالت میں میرے پاس آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گا۔“

دعا ہے کہ خدائے عزوجل ہم سب لوگوں کو مجبین اہل بیت کے گروہ میں شامل فرمائے اور ان کے جہد کریم علیہ افضل الصلوٰات واکمل التسلیم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

پارہائے صفحہ غنہائے قدس	اہلبیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیرے جس میں پودے جسے	اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیرالہرل سے ہے جن کا خمیر	ان کی بے لوث طہنت پہ لاکھوں سلام

وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَسَلَّمْ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ وَاَهْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

مناقب اہلبیت

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عباده الذين اصطفى
خصوصاً على سيد المرسلين نبينا محمد المجتبیٰ وعلى آله واصحابه
ذوی الدرجات العلیی۔ اما بعد! قَاعُوْذُ بِاِللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ
فِي الْقُرْبٰی (پ ۴۶) صدق الله العلي العظيم وصدق رسول
الامين الكريم۔ ونحن على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين
والحمد لله رب العلمين۔

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر انتہائی خلوص و محبت کے ساتھ تمام عالم کے
محسن اعظم، رحمت عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار گہر بار میں درود و سلام کی
ڈالیاں پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلوات و سلاما علیک یا رسول اللہ۔

یٰۤاَۤادْرَاۤتُ مَا کُنْتُ اِخْطُبُہُ کے بعد جس آیت مبارکہ کے پڑھنے کا شرف ہم نے حاصل کیا
ہے آپ حضرات پہلے اس کا ترجمہ سماعت فرمائیں۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے اے محبوب
قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا۔ تم فرماؤ کہ میں اس پر یعنی تبلیغ رسالت اور ارشاد
و ہدایت پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی۔ مگر قربت کی محبت۔ یعنی

میں تم سے قرابت کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں۔ (۲۵: ۴۴)

حضرت صدر الافاضل مولانا بہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور کے حقوق و احسانات یاد کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کے مصارف بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم یہ مال خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کے لئے لائے ہیں قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ اموال واپس فرمادئے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

اور حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور تصنیف درنشر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں مروی ہے۔ انصاری صحابہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت نبوت نے ہم لوگوں کے قول و فعل سے فخر محسوس کیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں تم لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ جب یہ بات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ ان لوگوں کی مجلس میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے گرو انصار کیا تم لوگ بے عزت نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعہ عزت عطا فرمائی؟ انصار نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ حضور نے فرمایا کیا تم مجھے جواب نہیں دیتے؟ انصار نے عرض کیا حضور ہم کیا کہیں؟ فرمایا کیا تم لوگ یہ نہیں کہتے کہ کیا آپ کی قوم نے آپ کو نہیں نکال دیا تھا تو ہم نے آپ کو پناہ دی؟ کیا انہوں نے آپ کو نہیں جھٹلایا تھا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی؟ کیا انہوں نے آپ کو نہیں پھوڑ دیا تھا تو ہم نے آپ کی امداد کی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ انصار گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور

عرض کیا اَمْوَالَنَا وَمَا فِيْ اَيْدِيْنَا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ۔ یعنی ہمارے مال اور ہماری
سب ملکیت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ
عَلَيْهَا جَزًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ لَا فِي الْقُرْبٰی لہ

حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ دار مراد
ہیں۔ اول مقرر فرمایا مفسرین کی ایک جماعت نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "اے
حبیب! اپنے پیروکار مومنوں کو فرمادو کہ میں تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے
اس کے کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت رکھو۔ اور حضرت ابو العالیہ حضرت سعید بن جبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اِلَّا الْمَوَدَّةَ لَا فِي الْقُرْبٰی یہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔ اور ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن شعوب
سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا "قربیٰ سے مراد نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں لہ

رہا یہ سوال کہ رشتہ دار سے کون سے رشتہ دار مراد ہیں تو علامہ جلال الدین سیوطی
نے درمشور میں اور بہت سے دیگر مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے
وہ کون سے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا علی، فاطمہ اور ان کی اولاد
رضی اللہ تعالیٰ عنہم لہ

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص کہے کہ تبلیغ دینی پر
قوم سے معاوضہ طلب کرنا جائز

نہیں اسی لئے پارہ ۱۹ سورہ شعراء میں کئی جگہوں پر مختلف انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

کا یہ اعلان مذکور ہے کہ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ یعنی انھوں نے اپنی قوموں سے فرمایا کہ میں تبلیغ وحی اور ارشاد و ہدایت پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ اور جب دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنی قوموں سے کسی اجر ت کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ کسی فائدہ کی خواہش کی تو سید الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں انھیں تبلیغ دین پر بدرجہ اولیٰ اجر ت نہیں طلب کرنی چاہئے۔ اور پھر تبلیغ آپ پر واجب تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ یعنی جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا اسکی تبلیغ کرو (پ ۱۲۷) اور واجب کے ادا کرنے پر اجرت کا طلب کرنا مناسب نہیں۔

اور پھر یہودی اور عیسائی وغیرہ ہمیں طعنہ دے سکتے ہیں کہ ہمارے رہنماؤں نے تو یہ اعلان کیا مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ میں تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ اور تمہارے رسول نے رشتہ داروں کی محبت کا مطالبہ کر کے اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ طلب کیا جیسا کہ آیت کریمہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بیشک تبلیغ وحی پر اجر طلب کرنا جائز نہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ارشاد و ہدایت پر اپنی قوم سے کسی معاوضہ کو طلب نہیں کیا اور نہ ان سے کسی فائدہ کی خواہش کی جیسا کہ پ ۱۲۷ کی آیت مبارکہ ہے قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ یعنی تم فرادو کہ میں تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ لہذا آیت مبارکہ میں إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى تو حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اس قبیل سے ہے جو کسی کہنے والے نے کہا ہے

لَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سَيُوقَهُمْ

بِهَا مِنْ قِرَاعِ الدَّارِ عَيْنَ قُلُوبِ

یعنی ان لوگوں میں علاوہ اس کے اور کوئی عیب نہیں ہے کہ ان کی تلواروں میں
 زرہ پوش دشمنوں سے ٹکرانے کے سبب دندانے ہیں (یعنی جبکہ یہ ان کا عیب ہے تو عیب
 نہیں ہے بلکہ خوبی ہے) اسی طرح آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے اس کے سوا کچھ
 اجر نہیں چاہتا اور یہ حقیقت میں اجر نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں کے درمیان محبت واجب
 ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ یعنی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔
 (پتہ ۱۵) اور سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے وَالْمُؤْمِنُونَ
كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُمُ بَعْضًا یعنی مسلمان ایک عمارت کی طرح ہیں جس کا
 ہر ایک حصہ دوسرے حصہ کو طاقت و قوت دیتا ہے اور مرد پہنچاتا ہے۔ اور جب مسلمانوں میں
 باہمی محبت واجب ہوئی تو اشرف المسالین اور ان کے اکابر یعنی اہل بیت کرام رضوان اللہ
 تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت بدرجہ اولیٰ واجب ہے لے

خلاصہ یہ ہوا کہ میں ہدایت و ارشاد پر کوئی معاوضہ نہیں طلب کرتا لیکن میرے رشتہ داروں
 کی محبت جو تم پر واجب ہے اس کا خیال رکھنا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں استثناء منقطع ہے یعنی قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ
عَلَيْهِ أَجْرًا پر کلام پورا ہو گیا اس کے بعد فرمایا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ لیکن میں
 تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرو لے

امام صدیق ابوالدین سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام زین العابدین علی بن حسین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گرفتار کر کے لایا گیا اور انھیں دمشق کے راستے میں کھڑا کیا گیا تو وہاں کا
 ایک باشندہ آیا اور کہنے لگا۔ خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا، تمہارا استیصال و خاتمہ
 کیا اور قتل کی سینگ کاٹ دی۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے

فرمایا کیا تو نے قرآن پاک پڑھا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو نے آلِ حم پڑھی ہے؟
اس نے کہا میں نے قرآن پڑھا ہے لیکن آلِ حم نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا تم نے آیت قُلْ
لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا وہ لوگ
آپ ہی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

حضرت علامہ تنہائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس واقعہ کو لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ میں
اس شخص کو ایمان والا نہیں سمجھتا۔ ہاں اس کا ایمان بتوں اور مضموعی خداؤں پر تھا اسلئے
کہ اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والوں کی زبان سے
ایسی کجواہر صادر نہیں ہو سکتی۔ اس شخص کے دل میں ایمان کیسے ٹھہر سکتا ہے جو اہل بیت
مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہید کئے جانے پر خدا کا شکر ادا کرے۔ میں اللہ و رسول
کا اس ملحد سے زیادہ دشمن ابو جہل کو نہیں سمجھتا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس زمانے میں بھی ایسے لوگ بہت ہیں جو اہل بیت نبوت و خاندانِ رسالت
سے نفرت کرتے ہیں، ان کے فضائل و مناقب نہیں سن سکتے۔ اگر کوئی محبت والا ان حضرات
کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہے تو ان کی پیشانیوں میں بل پڑ جاتے ہیں، چہرے کا رنگ بدل
جاتا ہے اور فوراً زید خبیث کی حمایت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، اسے حق پر بتاتے ہیں
اور امیر المؤمنین و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اسے یاد کرتے ہیں اور نواسہ رسول حضرت
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اقدار کی ہوس کا الزام لگاتے ہیں اور انھیں باغی قرار دیتے
ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

اور وہ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے پیارے محبوب و انائے خفایا و غیوب جناب احمد
محبیہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرتے ہیں، ان کے علم
کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کے برابر بتاتے ہیں۔

اور شیطان و ملک الموت سے حضور کا علم کم ٹھہراتے ہیں لے
تو ایسے لوگ اگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اقتدار کی ہوس کا الزام لگائیں
اور ان کو باغی قرار دیں تو کوئی تعجب نہیں کہ اللہ کے پیاروں کی توہین و گستاخی یہی ان کا مذہب
ہے۔ حضور اور ان کے اہل بیت کی محبت جو مدار ایمان ہے اس سے ان کے قلوب خالی ہیں،
ان کے دلوں میں ایمان نہیں کہ ایمان والے کبھی ایسی بکواس نہیں کر سکتے۔

خدائے عزوجل ان کو ایمان عطا فرمائے، یزید پلید جیسے فاسق و فاجر کی محبت اور حضرت
امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض و عداوت سے ان کے دلوں کو پاک فرمائے اور امام
عالی مقام کی محبت ان کو نصیب فرمائے تاکہ ان کی سمجھ میں آجائے کہ

یتیم بہر عزت دین ست و بس

مقصدا و حفظ آئین ست و بس

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است

پس بنائے لالہ اگر دیدہ است

(ڈاکٹر اقبال)

ایک مرتبہ پھر آپ حضرات بلند آواز سے رحمت عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور ان کی آل و اصحاب پر درود و سلام کا تہذیبانہ پیش کریں۔ اللہ صل علی سیدنا
محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

آیت کریمہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

کی تفسیر میں حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر کشاف سے ایک طویل حدیث
نقل کرتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مَن مَاتَ عَلَى حُبِّ
آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اس نے شہادت کی

موت پائی۔ اور فرمایا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُورًا لِّلّٰہِ
 آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت میں فوت ہوا وہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے
 گناہ بخش دے گئے۔ پھر فرمایا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا۔
 سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا وہ تائب ہو کر فوت ہوا۔ اور فرمایا اَلَا وَمَنْ
 مَاتَ عَلَى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُّسْتَكْمِلًا اَلَدِّیْمَاتِ۔ خبردار ہو کر سن
 لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہو گا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہو گا۔ پھر فرمایا اَلَا
 وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ بَشَرًا مَلَكَ الْمَوْتَ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مَنَّكَوْ
 نَکِیْرًا۔ کان کھول کر سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اسے حضرت عزرائیل
 علیہ السلام اور پھر منکر نیکر جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اور فرمایا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى
 حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ یُزَفُّ اِلَى الْجَنَّةِ کَمَا تُزَفُّ الْعُرُوسُ اِلَى بَیْتِ زَوْجِہَا
 آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اسے ایسی عزت کے ساتھ جنت روانہ
 کیا جاتا ہے جیسے دولہن دولہا کے گھر بھیجی جاتی ہے۔ پھر فرمایا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ اِلِ
 مُحَمَّدٍ فَنَکَبَتْہُ فِی قَبْرِہٖ بِاَبَانٍ اِلَى الْجَنَّةِ۔ جہاں لو! جو شخص اہل بیت کی محبت
 پر فوت ہوا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دے جاتے ہیں۔ اور فرمایا اَلَا وَ
 مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰہُ قَبْرَہٗ مَرَامًا مَلَائِکَۃِ الرَّحْمَۃِ
 آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو ملائکہ رحمت کی
 زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد آفائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَلَا
 وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ اِلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى الشُّہَدَیِّ وَالْجَمَاعَۃِ۔ خبردار ہو کر
 سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر فوت
 ہوا ہے

یہ ساری خوش خبریاں اور بشارتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو اہل بیت نبوت و خاندان رسالت سے محبت رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ کہ ان حضرات سے دشمنی اور بغض و عداوت رکھتے ہیں ان کا حال کیا ہوگا اس کے بارے میں سرکارِ دو عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں۔
 اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ اِلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوبًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ اَيْسُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ۔ اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ اِلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا
 اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ اِلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشْمَعْ رَاحَةَ الْجَنَّةِ یعنی خبردار ہو کہ سن لو۔ جو شخص اہل بیت کی بغض و عداوت پر مرا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئیگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید“ اور آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی بغض و عداوت پر مرا وہ کافر مرا۔ اور کان کھول کر سن لو! جو شخص اہل بیت کی بغض و عداوت پر مرا وہ جنت کی خوشبو سے محروم کر دیا جائے گا۔
 پوری حدیث شریف میں آل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ترجمہ اہل بیت اس لئے کیا گیا کہ اہل بیت کے آل رسول ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں اور دوسروں کا آل رسول ہونا اختلافی ہے۔

حضرت علامہ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں بعض لوگوں نے کہا کہ آل سے مراد آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور بعض لوگوں نے کہا کہ وہ آپ کی امت ہیں۔ اگر ہم آل کو قریبی رشتہ داروں پر محمول کریں تو اہل بیت ہی آل رسول ہیں اور اگر اس امت پر محمول کریں جس نے آپ کی دعوت و تبلیغ کو قبول کیا تو بھی اہل بیت آل رسول میں داخل ہیں۔ ثابت ہوا کہ وہ بہر صورت آل رسول ہیں اور دوسروں کا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی آل میں داخل ہونا اختلافی ہے۔
 خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل بیت کرام کی محبت میں فوت ہونے والا اللہ و رسول کا

پیارا ہے اور ان کی دشمنی میں مرنے والا اللہ و رسول کا دشمن ہے۔ جل جلالہ و صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔

اہل بیت نبوت میں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا مفصل بیان پہلے ہو چکا
ہے۔ اب حضرت فاطمہ زہراء اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کچھ فضائل اور حالات
الگ الگ ملاحظہ فرمائیں۔

حَضْرَتِ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

نام و لقب اور سال پیدائش | آپ کا نام ”فاطمہ“ اور لقب ”

زہراء و بتول“ ہے۔ سرکارِ دو عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی لیکن سب سے زیادہ پیاری
اور لاڈلی ہیں۔ آپ کی پیدائش کے سال میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ جب
نبی کریم علیہ افضل الصلوٰات و اکمل التسلیم کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی، آپ پیدا ہوئیں
اور کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ اعلان نبوت سے ایک سال قبل ان کی ولادت ہوئی۔ اور علامہ
ابن جوزی نے تحریر فرمایا ہے کہ اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے جبکہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی
تھی آپ پیدا ہوئیں۔

آپ کا نکاح | مشہور روایت کے مطابق ۱۸ سال اور بعض روایتوں کے مطابق
ساتھ پندرہ سال کی عمر ۷ھ میں ان کا نکاح شیر خدا علی مرتضیٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔

امام نسائی کی روایت ہے کہ پہلے حضرت ابو بکر صدیق اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کے بارے میں پیغام بھیجا مگر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منظور نہیں فرمایا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے پیام بھیجا تو حضور نے ان کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔

مہر کہ جس پر عقد اقدس ہوا چار سو شفاں چاندی تھی یعنی پورے ایک سو ساٹھ روپے

بھرے

آپ کا جہیز شہنشاہ کو نین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیاری اور لاڈلی بیٹی کو جو جہیز دیا وہ بان کی ایک چار پائی تھی اور چمڑے کا ایک گدا جس میں روئی کی جگہ پر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے اور ایک چھاگل، ایک مشک دو چکیاں اور مٹی کے دو گھڑے۔

اتک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے شادی کے بعد الگ گھر کی ضرورت ہوئی تو حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ایک مکان ان کو دیدیا۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس نئے گھر میں گئیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر اجازت طلب کی پھر اندر گئے۔ ایک برتن میں پانی منگو کر دونوں ہاتھ اس میں ڈالا اور وہ پانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ اور بازو پر چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا کر ان پر بھی چھڑکا اور فرمایا کہ میرے خاندان میں جو شخص سب سے بہتر ہے میں نے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے (آذرقانی وغیرہ)

آپ کی گھر بنو زندگی شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہونے کے باوجود حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کا کاروبار خود کرتی تھیں، جھاڑو اپنے ہاتھ سے دیتی تھیں، خود کھانا پکاتی تھیں

بلکہ کچھ بھی اپنے ہاتھ سے پیستی تھیں اور مشک میں پانی بھر کر لایا کرتی تھیں جس سے ہاتھ پر چھالے اور بدن پر گھٹے پڑ گئے تھے۔ ایک بار مال غنیمت میں کچھ باندی و غلام آئے ہوئے تھے۔ آپ نے ڈرتے ڈرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گھر لوکارو بار کے لئے ایک لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو حضور نے فرمایا جان پدرا! بدر کے یتیم بچے تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔ (سیرت الصحابیات)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے غلام طلب کیا تو حضور نے فرمایا بخدا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمہیں غلام عطا کر دوں اور اہل صفہ بھوک کے سبب پیٹ پر تھیرا بندھ رہے ہوں (برکات آل رسول)

آپ کے فضائل حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں جن میں سے چند روایتیں

ملاحظہ ہوں۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِي وَفِي رِوَايَةٍ يَرْيُبُنِي مَا اَرَا بَهَا وَ يُؤْذِيَنِي مَا اَذَاَهَا یعنی فاطمہ میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ تو جس شخص نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ناراض کرتی ہے مجھ کو وہ چیز جو فاطمہ کو ناراض کرتی ہے اور اذیت دیتی ہے مجھ کو وہ چیز جو فاطمہ کو اذیت دیتی ہے لے

لہذا جس نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دیا اور جن لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا کے رگیں میں شہید کیا۔ ان لوگوں نے بیشک حضرت فاطمہ کو اور حضور کو اذیت دی۔ اور حضور کو اذیت دینا اللہ کو اذیت دینا ہے۔ اور اللہ و رسول کو اذیت دینے والے پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔ ارشاد خداوندی

ہے اِنَّ السَّيِّئِينَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ یعنی بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت
دیتے ہیں دنیا و آخرت میں ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے ذلت کا عذاب
تیار کر رکھا ہے۔ (پاک ۴۶)

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ
الْجَنَّةِ یعنی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جتنی عورتوں کی سردار ہیں اے
اور ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ افضل الصلوات واکمل التسليم
نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا يَا بُنَيَّةُ اَلَا كَرِّضَيْنِ اَنْتِ سَيِّدَةُ
نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ یعنی اے بیٹی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم سارے جہان کی
عورتوں کی سردار ہو؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا يَا اَبَتِیْ فَكَيْفَ مَرْکَمِیْ۔ ابا جان پھر حضرت
مریم کا کیا مقام ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ
وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں۔ ۱۷

علامہ بہائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سے محققین جن میں علامہ
تقی الدین سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ بدر الدین زکریا اور علامہ تقی الدین مقرر
شامل ہیں۔ تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ جہان کی تمام عورتوں سے یہاں تک کہ حضرت مریم
سے بھی افضل ہیں ۱۸

اور علامہ ابن الوداعی دسے جب اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا
کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے جسم کا ٹکڑا فرمایا
ہے تو میں کسی کو حضور کے پارہ جسم کے برابر نہیں قرار دے سکتا ۱۹
ڈاکٹر اقبال نے بہت خوب کہا ہے۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیر
نور چشم رحمتہ للعالمین
آن امام اولین و آخرین
مر قنصل، مشکل کشا، شیر خدا
مادر آل مرکز پرکار عشق
مادر آل و تافلہ سالار عشق

اور حضرت ابوسہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اَیُّنَا أَحَبُّ إِلَیْكَ اَنَا أَمْ فَاطِمَةُ؟ ہم میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے۔ میں یا فاطمہ؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فَاطِمَةُ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَعَزُّ عَلَیَّ مِنْهَا۔ فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک ان سے زیادہ عزت والے ہو گے

اور حضرت ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا باطن عرش سے ندا کرے گا یا اَہْلَ الْجَمْعِ نَکْسُوا سُرُوسَکُمْ وَغَضَبُوا أَبْصَارَکُمْ حَتَّى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ عَلَی الصِّرَاطِ یعنی اے عشر والو! اپنے سروں کو جھیکا لو۔ اور اپنی آنکھوں کو بند کر لو تاکہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہل صراط سے گذر جائیں۔ فَتَمُرُّ مَعَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ جَارِیَةٍ مِنَ الْحَوَارِ الْعَیْنِ کَمَرِ الْبَرْقِ۔ تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں بجلی کو ندے کی طرح پہل صراط سے گذر جائیں گی ۱۷

اور امام انسانی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ ابْنَتِیْ فَاطِمَةَ حَوْرًا اَدَمِیَّةً لَمْ تَحْضَنْ وَلَمْ تَطْمُثْ یعنی میری بیٹی فاطمہ انسانی خور ہے جسے کبھی حیض نہیں آیا ۱۸

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خطائے کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ انھیں کبھی حیض نہیں آتا تھا جب ان کے یہاں بچہ پیدا ہوتا تو ایک گھڑی کے بعد نفاس سے پاک ہو جاتیں یہاں تک کہ ان کی نازقضا نہ ہوتی۔ اسی لئے ان کا نام زہرا رکھا گیا۔ اور جب انھیں بھوک محسوس ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر دست مبارک رکھا تو اس کے بعد انھیں بھوک کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے خود غسل کیا اور وصیت کی کہ کوئی انھیں منکشف نہ کرے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں اسی غسل کے ساتھ دفن کر دیا ہے۔

آپ کی وفات

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کا آپ کو ایسا سخت صدمہ ہوا کہ اس واقعہ کے بعد کبھی آپ منستی ہوئی

نہیں دیکھی گئیں یہاں تک کہ چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی رات میں آپ نے وفات پائی اس طرح اللہ کے محبوب دانائے خایا و غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی اگر مجھ سے ملو گی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تجہیز و تکفین میں ایک خاص قسم کی جدت کی گئی اس لئے کہ اس زمانہ میں رواج یہ تھا کہ مردوں کی طرح عورتوں کا جنازہ بھی بے پردہ نکالا جاتا تھا مگر حضرت سیدہ کے مزاج اقدس میں چونکہ انتہائی شرم و حیا تھی اس لئے انھوں نے قبل وفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کھلے ہوئے جنازہ میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جسے میں ناپسند کرتی ہوں تو انھوں نے حضرت سیدہ کے لئے نلکڑیوں کا ایک گہوارہ بنایا جسے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئیں۔ عورتوں کے جنازہ پر آجکل جو پردہ لگانے کا دستور ہے اس کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی۔ حضرت علی یا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کی ناز جنازہ پڑھائی اور صحیح

و غنا و قول یہی ہے کہ آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (مدارج النبوة وغیرہ)

آپ کی اولاد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چھ اولاد ہوئیں۔ تین صاحبزادے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عثمان۔

صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم، حضرت زینب اور حضرت رقیہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حضرت حسن اور حضرت رقیہ تو بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے حضرت زید اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہ پیدا ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور تیسری صاحبزادی جو حضرت زینب تھیں ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر سے ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ قیامت تک حضرت سیدہ فاطمہ ہی کے صاحبزادگان سے جاری رہے گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اس بتولِ جگر پارہ مصطفیٰ تجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہر نے اس رداے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ جان آمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

اب قبل اس کے کہ میں تو اسے رسول حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر جمیل

کروں آپ سب حضرات سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور

اہل بیت کرام پر نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ ایک بار بلند آواز سے درود شریف کا

نذرانہ پیش کریں۔ اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و

اصحابہ و اہل بیتہ و بارک و سلم۔

امیر المؤمنین حضرت امام حسن

مرحومہ اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ۱۵ رمضان المبارک ۳۰ میں پیدا ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اس بچے کا نام رکھو۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا نام آپ رکھیں۔ حضور نے فرمایا میں اس بچے کا وہ نام رکھوں گا جو خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خدا تعالیٰ عرض جل اس صاحبزادہ کی پیدائش پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادہ شبر کا نام رکھو جس کے معنی ہیں حسن۔ تو حضور نے آپ کا نام حسن رکھا اور کنیت ابو محمد۔ پھر پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عیقہ کیا، بال منڈوائے اور حکم فرمایا کہ بالوں کے وزن برابر چاندی صدقہ کی جائے۔

(نزدیکہ الجالس وغیرہ)

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر صرف ساڑھے سات سال کی تھی اس کے باوجود آپ سے متعدد حدیثیں مروی ہیں۔ صاحب تاریخ نے آپ کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے کہ جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ ساڑھے سات سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے اس وقت کی اتنی حدیثوں کا یاد رکھنا اور نقل کرنا آپ کے حافظہ کا کمال ہے۔

آپ شکل و صورت میں اپنے نانا جان پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اَلْحَسَنُ اَشْبَهَ رَسُولَ اللّٰهِ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ بِمَعْنَى حَضْرَتِ حَسَنِ
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سر سے لیکر سینہ تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں
 وَالْحُسَيْنِ أَشْبَاهَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اسْفَلَ
 مِنْ ذَلِكَ۔ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس
 کے زیریں حصہ سے بہت مشابہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک

حسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں

خطِ توأم میں لکھا ہے یہ دو دروتہ نور کا

اور ارشاد فرماتے ہیں

مردم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین ؛ اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسین
 تمثیل نے اس سایہ کے درجہ کئے ؛ اُدھے سے حسن بنے ہیں اُدھے سے حسین

حضرت امام حسن مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں بہت
 سی حدیثیں مروی ہیں جن میں سے کچھ پیش کی جاتی ہیں۔

آپ کے فضائل

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منبر پر رونق افروز ہیں اور حضرت حسن آپ کے پہلو میں
 ہیں۔ آپ کبھی صحابہ کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی ان کی طرف۔ اور فرمایا اِبْنُیْ هَذَا اَسِيْدُ
 وَلَعَلَّ اللَّهُ اَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ میرا بیٹا میرے وارث ہے
 امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دیگا
 اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے اور حضرت حسن آتے تو آپ کی گردن مبارک یا پشت مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ انھیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو آپ انھیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو اپنے پیروں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دیتے کہ حضرت حسن ان کے درمیان سے دوسری طرف گزر جاتے اے

اور حضرت برادر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبُّہٗ۔ یعنی اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ لے

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیم حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے کسی صحابی نے کہا نَعْمَ الْمَرْکَبُ سَرِکِبْتُ یَا عَلَیْمًا۔ اے صاحب خدادے تیری سواری بہت اچھی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وَنِعْمَ الرَّاکِبُ هُوَ۔ اور سوار بھی تو بہت اچھا ہے اے یعنی اے صحابی! یہ تو تو نے دیکھا کہ سواری کتنی اچھی ہے لیکن یہ بھی تو دیکھ کہ سوار کتنا اچھا ہے۔

ایک دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قریش اور دیگر قبیلوں کے بڑے لوگ جمع تھے۔ انھوں نے فرمایا مجھے بتاؤ ماں اور باپ، چچا اور کچھو کچھ، خالہ اور ماموں نانا اور نانی کے اعتبار سے سب سے زیادہ معزز کون شخص ہے؟ حضرت مالک بن نجیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے والد امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ ان کی

والدہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ان کی نانی
 ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں اور نانا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے
 چچا حضرت جعفر ہیں جو جنت میں پرواز کرتے ہیں اور چھوٹی حضرت ام ہانی بنت ابی طالب ہیں
 اور ان کے ماموں اور خالا ہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزاد اور صاحبزادی
 ہیں۔ پھر مالک بن عجلان نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا میں نے صحیح
 کہا ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں۔ اے اللہ! یہ سچ ہے اے

حاکم کی روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر سواری کے پیدل
 پچیس^{۲۵} حج ادا فرمائے حالانکہ اعلیٰ قسم کے اونٹ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے لیکن آپ ان پر
 سوار نہیں ہوتے تھے اور پیادہ راستہ طے فرماتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ سخاوت میں بے مثال تھے کہ بسا اوقات ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم
 عطا فرمادیتے تھے۔ ابن سعد علی بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے تین بار آدھا مال خدا کی راہ میں دیدیا اور دو مرتبہ اپنا پورا مال اللہ کے
 راستے میں خرچ کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ بہت بڑے بردبار اور حلیم الطبع تھے۔ ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ مروان جب
 مدینہ منورہ میں حاکم تھا تو وہ منبر پر علی الاعلان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا
 اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لٹل کے ساتھ اس کی گستاخوں کو برداشت کر لیتے
 تھے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ اس گستا
 خ نے آپ کے سامنے ہی آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا مگر آپ خاموش رہے۔ اسی درمیان
 مروان نے اپنے داہنے ہاتھ سے ناک صاف کی تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 اس سے فرمایا افسوس تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کہ داہنا ہاتھ اس کام کے لئے نہیں ہے۔ بایں

ہاتھ سے ناک صاف کرنا چاہئے۔ یہ سن کر مروان خاموش رہا۔ (تاریخ الخلفاء)
 اپنی برائی سن کر تو آپ خاموش رہے لیکن جب غلط بات آپ نے دیکھی تو فوراً تنبیہ
 فرمائی۔ یہ آپ کی حق گوئی ہے عیب جوئی نہیں۔ بعض مدعیان علم جو طرح طرح کی برائیوں میں
 مبتلا ہیں اس قسم کی تنبیہ کو عیب جوئی قرار دیتے ہیں۔ خدا کے عزوجل انھیں حق گوئی اور
 عیب جوئی کا فرق سمجھنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہادت

خِلافتِ اُور اس لئے دست برداری

کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ چالیس ہزار
 اہالیان کوفہ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ چھ ماہ تک منصب خلافت پر
 فائز رہے اس کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس کوفہ آئے تو
 مندرجہ ذیل تین شرطوں کے ساتھ آپ نے خلافت ان کے سپرد کرنا منظور فرمایا۔
 (۱) بروقت امیر معاویہ خلیفہ بنائے جاتے ہیں لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن
 خلیفہ المسلمین ہوں گے۔

(۲) مدینہ شریف اور حجاز و عراق وغیرہ کے لوگوں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
 کے زمانہ کے متعلق کوئی مواخذہ اور مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

(۳) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ جو دیون ہیں ان سب کی ادائیگی
 حضرت امیر معاویہ کریں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان تمام شرطوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول کیا تو آپس میں صلح
 ہو گئی اور اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ معجزہ ظاہر ہوا
 جو آپ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ فرزند اہل جنت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صلح کے بعد تخت خلافت حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خالی کر دیا۔ دست برداری کا یہ واقعہ ربيع الاول ۴۰ھ میں

ہوا۔ (تاریخ الخلفاء)

خلافت سے دستبردار ہونا آپ کے بہت سے ہم ذراؤں کو ناگوار ہوا انہوں نے طرح طرح سے آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا یہاں تک کہ بعض لوگ آپ کو "عار المسلمین" کہہ کر پکارتے تو آپ ان سے فرماتے اَلْعَامِرُ خَيْرٌ مِّنَ الشَّارِ۔ عارِ نار سے بہتر ہے۔

امر خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کرنے کے بعد آپ کوفہ سے مدینہ طیبہ چلے گئے اور وہیں قیام پذیر رہے۔ جعفر بن نفیر کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں آپ پھر خلافت کے خواستگار ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھوں میں تھے یعنی اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے وہ مجھ سے بیعت کر چکے تھے اس زمانہ میں ہم جس سے چاہتے ان کو لڑا دیتے لیکن میں اس وقت محض اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے خلافت سے دستبردار ہو گیا اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحمید کا خون نہیں بہنے دیا۔ تو جس خلافت سے میں صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے دست بردار ہو گیا ہوں اب لوگوں کی خوشی کے لئے میں اسے دوبارہ نہیں حاصل کر سکتا۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کی کرامتیں | آپ کی بہت سی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ حج کے لئے پیدل سفر کر رہے تھے کہ آپ کے پیروں میں درم آگیا۔ آپ کے کسی غلام نے عرض کیا کاش آپ کسی سواری پر سوار ہو جائیں تاکہ درم کم ہو جائے آپ نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور فرمایا جب تم منزل پر پہنچو گے تو تمہیں ایک حبشی نے گا جس کے پاس کچھ تیل ہو گا تم اس سے خرید لینا۔

جب منزل پر پہنچے تو حبشی دکھائی دیا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا یہ ہے وہ حبشی جس کے متعلق میں نے بتایا تھا۔ جاؤ اور اس سے تیل خرید لاؤ اور قیمت ادا کر آؤ۔ جیسے ہی وہ غلام حبشی کے پاس گیا اور اس سے تیل طلب کیا تو اس نے پوچھا یہ تیل کس کے لئے خرید رہے ہو؟ غلام نے کہا حضرت حسن کے لئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلو میں ان کا غلام ہوں جب وہ حبشی آپ کی خدمت میں پہنچا تو کہیں آپ کا غلام ہوں تیل کی قیمت نہیں لوں گا۔ آپ بس میری بیوی کے لئے جو در درہ میں مبتلا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صحیح الاعضاء بچہ عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا فرمائے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ ہمارا پیروکار ہو گا حبشی گھر گیا تو آپ کے فرمانے کے مطابق بچہ پیدا ہوا۔ (شواہد النبوة ص ۳۰۲)

آپ کی دوسری مشہور کرامت یہ ہے کہ ایک بار آپ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آپ کا گزر کھجوروں کے ایک ایسے باغ میں ہوا کہ جس کے سب درخت خشک ہو گئے تھے آپ نے اسی باغ میں ڈیرا ڈال دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے باغ کے ایک درخت کی جڑ میں اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے دوسرے درخت کی جڑ میں فرسٹ بچھایا گیا۔ حضرت ابن زبیر نے فرمایا اے کاش! اس نخلستان میں تازہ کھجوریں ہوتیں جنہیں ہم کھاتے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تازہ کھجوریں چاہتے ہو؟ حضرت ابن زبیر نے کہا ہاں۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور زبیر کچھ کہا جو کسی کو معلوم نہ ہوا۔ فوراً کھجور کا ایک درخت تروتازہ اور بار آور ہو گیا اس میں تازہ کھجوریں لگ گئیں۔ ان کا ساتھی شتر بان بولا واللہ یہ جادو ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ جادو نہیں ہے بلکہ فرزند رسول اللہ کی دعائے مستجاب کا اثر ہے۔ پھر لوگوں نے کھجوروں کو درخت سے توڑا اور سب نے خوب حکم سیر ہو کر کھایا۔ (شواہد النبوة ص ۳۰۳)

آپ کی شہادت

ابن سعد حضرت عمر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" لکھا ہوا ہے۔ جب آپ نے یہ خواب بیان فرمایا تو اہل بیت بہت خوش ہوئے لیکن جب حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ خواب بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اگر آپ کا

یہ خواب سچا ہے تو آپ کی زندگی کے صرف چند روز اور باقی رہ گئے ہیں یہ تعبیر صحیح واقع ہوئی کہ ایسا خواب دیکھنے کے بعد آپ صرف چند روز ترقی حیات رہے پھر نہر دے کر شہید کر دیے گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

نہر خورانی کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ پہلے آپ کو شہر میں ملا کر نہر دیا گیا جس سے آپ کے شکم مبارک میں درد پیدا ہوا رات بھر آپ مایہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے صبح اپنے جدِ امجد پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے دعا فرمائی تو خدائے عزوجل نے انھیں شفا سے کلی عطا فرمائی۔

دوسری بار آپ کو نہر آلود کھجوریں کھلائی گئیں چھ سات کھجوریں کھاتے ہی آپ کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اپنے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لائے اور رات بھر بقیارہ رہے سویرے پھر اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور دعا فرمائی تو اس بار بھی خدائے تعالیٰ کی رحمت اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے نہر کا اثر جانا رہا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اسی طرح آپ کو پانچ بار نہر بلاہل دیا گیا مگر ہر بار اس کا اثر زائل ہوتا رہا چھٹی بار نہر کے کی کئی پیسی ہوئی آپ کی مراحی میں ڈالی گئی جس کا پانی پیتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ حلق سے ناف تک پھٹ گیا اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آپ بے قراری میں مرغِ نسل کی طرح تڑپنے لگے مسلسل تڑپتے ہوئے لگی اور دست بھی جادی ہوا جس کے ساتھ جگر اور استرلیوں کے ٹکڑے کٹ کر گرنے لگے۔

وفات کے قریب آپ کے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ کو نہر کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم اسے قتل کرو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیشک میں اسے قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر حقیقت میں وہی نہر دینے والا ہے تو خدائے ذوالجلال منقسمِ حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے۔ اور جس کے بارے میں میرا گمان

ہے اگر وہ نہ ہر دینے والا نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل کیا جائے۔

سبحان اللہ۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فضل و کمال کتنا بلند و بالا ہے آپ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں اسہال بکری لاحق ہے آنٹوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر نکل رہے ہیں اور نزع کی حالت ہے مگر اس وقت بھی انصاف کا یاد شاہ اپنے انصاف و عدالت کا نہ مٹنے والا نقش صفحہ تاریخ پر ثبت فرمانا ہے اور اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کے بارے میں گمان ہے اس کا نام لینا گوارا کیا جائے۔

وفات کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضرت امام حسن کو بے قراری اور گھبراہٹ زیادہ ہے تو آپ نے ان کی تسلی کے لئے عرض کیا کہ اے برادرِ محترم یہ گھبراہٹ اور بے قراری کیسی ہے؟ آپ تو اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اپنے بابا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا رہے ہیں۔ اپنی جدہ کریمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ اور والدہ محترمہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کریں گے اور اپنے چچا حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملیں گے اور اپنے ماموں حضرت قاسم و حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ملاقات کریں گے۔

حضرت امام حسن نے فرمایا اے برادرِ عزیز! میں ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں کہ جس کی مثل میں اب تک نہیں داخل ہوا تھا اور میں اللہ کی مخلوق میں سے ایسی مخلوق دیکھ رہا ہوں کہ جس کی مثل کبھی نہیں دیکھا۔ (تاریخ الخلفاء)

بیننالیس سال چھ ماہ چند روز کی عمر میں بمقام مدینہ طیبہ ۵ ریح الاول سنہ ۴۹ میں آپ نے وفات پائی اور جنت البقیع میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا : راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام
شہدِ خواہد لعابِ زبانِ نبی : چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

زہر خورانی دیا | بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے آپ کو زہر دیا تھا مگر لکھنا صحیح ہے یا نہیں۔

اس کے بارے میں حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو محققانہ مضمون تحریر فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ مورخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی باغواڑے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا اس طع میں اگر اس نے حضرت امام کو زہر دیا۔ لیکن اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مورخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتبر حوالہ کے لکھ دیا ہے یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہو سکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو کسی تحقیق ہو خاص کر جبکہ واقعہ اتنا اہم ہو۔ مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے اس امام حلیل کا قتل اس قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہتر نہیں ہے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا نام لیتے انھوں نے ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کے لئے معین کرنے والا کون ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا امایین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا۔ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ سازباز کرنے کی شیعہ تہمت کے ساتھ تہم کیا جاتا ہے یہ ایک بدترین تبرہ ہے

عجب نہیں ہے کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کے افتراءات ہوں جبکہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دوشب ہی کے بعد طلاق دیدیتے تھے۔ اور حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن کی عادت ہے یہ طلاق دیدیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کثیر ہونے کا شرف حاصل ہو جائے۔ اسی کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن بن عورتوں کو طلاق دیدیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں شیدائے گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گذرتا تھا۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور زید پلید کی ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (سوانح کربلا)

عَیْبُ یَا خُوئی | حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اکثر ایک دوشب ہی کے بعد طلاق دیدینا عیب نہیں تھا۔ اگر عیب ہوتا تو پھر کوئی عورت ان کے نکاح میں آنے کو قبول نہ کرتی اور نہ کسی عورت کے خاندان والے اس پر راضی ہوتے بلکہ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوبی تھی کہ وہ لوگوں کو اپنے ذریعہ حضور پر نور شائع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رشتہ داری سے مشرف فرماتے تھے اور اگر مسلمان بیبیوں کو خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہو ہونے کی عزت بخشتے تھے تاکہ یہ رشتہ انھیں قیامت کے دن کام آئے اور ان کی بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کثرت تزوج کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کو میری وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رشتہ ہو جائے جو قیامت کے دن انھیں کام

آئے تھے

اور مسلمان بھی اسی لالچ سے اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں دیتے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا کہ اے کوفہ والو! حسن کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی مت کرو کہ وہ طلاق دینے کے عادی ہیں۔ یہ سن کر ایک ہمدانی نے کہا خدا کی قسم ہم ان سے اپنی بیٹیوں کی شادی ضرور کریں گے جسے وہ چاہیں رکھیں اور جسے چاہیں طلاق دیدیں ۲۔

ایک مرتبہ پھر ہم اور آپ سب لوگ مل کر رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب پر جھوم جھوم کر درود و سلام کی ڈالیاں پچھاؤں کریں۔ اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

تعظیم اہل بیتؑ کے چند واقعات

حضرات! اب ہم اہل بیتؑ کے چند واقعات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ صحابہ کرام اور دیگر سلف صالحین و بزرگان دین اہل بیتؑ کی کیسی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

حافظ ابن جریر عسقلانی نے اصحاب میں فرمایا۔ یحییٰ ابن سیدان صاری عبید بن حنین سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا۔ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا اَنْزِلْ عَنْ مَنْبَرِ اَبِي وَادَّهَبْ اِلٰی مَنْبَرِ اَبِيكَ۔ یعنی

میرے باپ کے منبر سے اترے اور اپنے باپ کے منبر پر جایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اَلَمْ يَكُنْ لِابْنِي مُنْبِئُكَ میرے باپ کا منبر نہیں تھا۔ اور مجھے پکارا کہ اپنے پاس بٹھالیا۔ میں اپنے پاس پڑی ہوئی کنکریوں سے کھیلنا رہا۔ جب آپ منبر سے اترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے پھر مجھ سے فرمایا کتنا اچھا ہوا کہ آپ کبھی کبھی تشریف لاتے رہیں۔ لے

اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے پاس گیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں باتیں کر رہے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دروازے پر کھڑے تھے۔ ابن عمر واپس ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس ہو گیا۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمایا کیا بات ہے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا امیر المؤمنین! میل آیا تھا آپ حضرت معاویہ سے گفتگو فرما رہے تھے تو میں عبداللہ بن عمر کے ساتھ واپس آ گیا۔ انھوں نے فرمایا آپ ابن عمر سے زیادہ حقدار ہیں ہمارے سروں کے بال اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے اکائے ہیں لے

ابوالفرح اصفہانی عبید اللہ بن عمر قواریری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ ابن سعید نے سعید بن ابان قرشی سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تشریف لے گئے وہ تو عمر تھے ان کی بڑی بڑی زلفیں تھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں اونچی جگہ بٹھایا ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی ضرورتیں پوری کیں۔ جب وہ تشریف لے گئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی قوم نے ان کی ملامت کی اور کہا کہ آپ نے ایک نو عمر بچے کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا۔ انھوں نے فرمایا مجھ سے معتبر آدمی نے بیان کیا گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے سن رہا ہوں آپ نے فرمایا اَمَّا فَاَطْمَعْتُ بِصُغُرٍ مِّسْرِي يُمَسِّرُنِي

مناہیستہ کا یعنی فاطمہ میری نحت جگر ہیں ان کی خوشی کا سبب میری خوشی کا باعث ہے۔
اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما ہوتیں تو میں نے
جو کچھ ان کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے اس سے ضرور خوش ہوتیں لے

شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف ”مسامرات الاخیاء“

میں اپنی سند متصل سے حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں کہ بعض متقدمین
کو حج کی بڑی آرزو تھی انھوں نے فرمایا مجھے ایک سال بتایا گیا کہ حاجیوں کا ایک وفد
بعد از شریف میں آیا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ حج کے لئے جانے کا ارادہ کیا پانچ سو
دینار لے کر میں بازار کی طرف نکلا تاکہ حج کی ضروریات خرید لاؤں۔ میں ایک راستے پر جا رہا
تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آئی۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے میں سید زادی
ہوں میری بچیوں کے لئے تن ڈھانپنے کا کپڑا نہیں ہے اور آج جو تھا دن ہے کہ میں نے
کچھ نہیں کھایا ہے۔ اس کی گفتگو میرے دل میں اتر گئی میں نے وہ پانچ سو دینار اس کے
دامن میں ڈال دیے اور ان سے کہا کہ آپ اپنے گھر جائیں اور ان دیناروں سے اپنی ضرورت
پوری کریں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھ کو ایک سید زادی کی امداد کی
توفیق عطا فرمائی اور واپس آ گیا۔ میں کئی سال حج کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بار حج پر
جانے کا شوق میرے دل سے نکال دیا۔ دوسرے لوگ چلے گئے حج کیا اور واپس چلے آئے
میں نے سوچا کہ دوستوں سے ملاقات کر آؤں اور انھیں مبارکباد پیش کر دوں چنانچہ میں
گیا جس دوست سے ملنا اسے سلام کرتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہارا
کوشش کی بہترین جزا عطا فرمائے تو وہ مجھ سے کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا بھی حج قبول فرمائے۔
کئی دوستوں نے اسی طرح کہا اور جب رات کو سویا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
زیادت ہوئی۔ آپ نے فرمایا لوگ تمہیں حج کی جو مبارکباد پیش کر رہے ہیں اس پر تعجب

نہ کرو تم نے میری ایک کمزور اور ضرورت مند بیٹی کی امداد کی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی
 اس نے ہو ہو ہوتے ہو جیسا ایک فرشتہ پیدا فرمایا جو ہر سال تمہاری طرف سے حج کرتا رہے گا
 شیخ عدوی نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں ابن جوزی کی تصنیف منقذ سے
 نقل کیا کہ بلخ میں ایک علوی قیام پذیر تھا اس کی بیوی اور چند بیٹیاں تھیں۔ قضاۃ الہی
 سے وہ شخص فوت ہو گیا۔ ان کی بیوی کہتی ہیں کہ میں شہادت اعداء کے خوف سے سمرقند
 چلی گئی۔ میں وہاں سنت سردی میں پہنچی۔ میں نے اپنی بیٹیوں کو مسجد میں لے جا کر بیٹھا
 دیا اور خود خود راک کی تلاش میں نکل پڑی۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع
 ہیں۔ میں نے اس کے بالے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ رئیس شہر ہے۔ میں اس کے
 پاس پہنچی اور اپنا حال زار بیان کیا۔ اس نے کہا اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو۔ اس نے
 میری طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ میں مسجد کی طرف واپس چل پڑی۔ میں نے راستے میں بلند جگہ
 پر ایک بڑھا بیٹھا ہوا دیکھا جس کے گرد کچھ لوگ جمع تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں
 نے کہا یہ محافظ شہر ہے اور مجوسی ہے۔ میں نے سوچا ممکن ہے اس سے کچھ فائدہ حاصل ہوگا
 چنانچہ میں اس کے پاس پہنچی اپنی سرگزشت بیان کی اور رئیس شہر کے ساتھ جو واقعہ پیش
 آیا تھا اسے بھی بیان کیا اور اسے بتایا کہ میری بچیاں مسجد میں ہیں اور ان کے کھانے پینے کیلئے
 کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے اپنے غلام کو بلایا اور کہا اپنی مالکہ (یعنی میری بیوی) سے کہہ کہ وہ
 کپڑے پہن کر اور تیار ہو کر آجائے چنانچہ وہ آگئی اور اس کے ساتھ چند کتیریں بھی تھیں
 بوڑھے نے اپنی بیوی سے کہا اس عورت کے ساتھ فلاں مسجد میں چلی جا اور اس کی بیٹیوں
 کو اپنے گھر لے آ۔ وہ میرے ساتھ گئی اور بچیوں کو اپنے گھر لے آئی۔ شیخ نے اپنے گھر میں
 ہمارے لئے الگ رہائش گاہ مقرر کیا غسل کا انتظام کیا ہمیں بہترین کپڑے پہنائے۔ اور
 طرح طرح کے کھانے کھلائے۔

جب اُدھی رات ہوئی تو رئیس شہر نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور
 لواءِ احمد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرانور پر لہر رہا ہے۔ آپ نے اس
 رئیس سے اعراض فرمایا اس نے عرض کیا حضور آپ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں حالانکہ
 میں مسلمان ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَقْبِ الْبَيْتَ عِنْدِي اَنْتَ
 مُسْلِمٌ۔ اپنے مسلمان ہونے پر گواہ پیش کرو۔ وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا۔ رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس علوی عورت سے جو کچھ کہا تھا اسے بھول گیا۔
 یہ محل جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے یہ اس شیخ کا ہے جس کے گھر میں اس وقت عورت

ہے۔

رئیس بیدار ہوا تو درہا تھا اور اپنے منہ پر طابخے مار رہا تھا اس نے اپنے غلاموں کو
 اس عورت کی تلاش میں بھیجا اور خود بھی تلاش میں نکلا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ عورت مخوسی
 کے گھر میں قیام پذیر ہے۔ یہ رئیس اس مخوسی کے پاس گیا اور کہا وہ علوی عورت کہاں
 ہے؟ اس نے کہا میرے گھر میں ہے۔ رئیس نے کہا اسے میرے یہاں بھیج دو۔ شیخ نے کہا
 یہ نہیں ہو سکتا۔ رئیس نے کہا مجھ سے یہ ہزار دینار لے لو۔ اور اسے میرے یہاں بھیج دو۔
 شیخ نے کہا لَا وَاَنْشَا وَلَا بِمِائَةِ اَلْفٍ دِينَارٍ۔ قسم خدا کی ایسا نہیں ہو سکتا
 اگرچہ تم لاکھ دینار بھی دو۔ جب رئیس نے زیادہ اصرار کیا تو شیخ نے اس سے کہا جو
 خواب تم نے دیکھا ہے میں نے بھی دیکھا ہے اور جو محل تم نے دیکھا ہے وہ واقعی میرا
 ہے تم اس لئے مجھ پر فخر کر رہے ہو کہ تم مسلمان ہو۔ بخدا وہ علوی خاتون جیسے ہی ہمارے
 گھر میں آئیں ہم سب ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ ان کی برکتیں ہمیں حاصل ہو چکی ہیں۔
 مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے مجھ سے
 فرمایا هَذَا الْقَصْرُ لَكَ وَاَهْلِكَ بِمَا فَعَلْتَ مَعَ الْعَلَوِيَّةِ وَاَنْتُمْ مِنْ
 اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ چونکہ تم نے اس علوی خاتون کی تعظیم و تکریم کی ہے
 اس لئے یہ محل تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے ہے۔

اور تم جنتی ہو سہ

سیدی عبدالوہاب شمرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ سید شریف نے حضرت خٹاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ میں بیان کیا کہ کاشف البیہرہ نے ایک سید کو مارا تو اسی رات خواب میں اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ اس سے اعراض فرما رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کیا گناہ ہے؟ فرمایا تَصْرِيْفِي وَاَنْ شَفِيعُكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔ تو مجھے مارتا ہے حالانکہ میں قیامت کے دن تیرا شفیع ہوں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو مارا ہو۔ آپ نے فرمایا اَمَّا ضَرَبْتُ وَلَدِي۔ کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا مَا وَقَعْتُ ضَرْبَكَ اِلَّا عَلَى ذَرْعِي هَذَا۔ تیری ضرب میری ہی کلائی پر پڑی ہے۔ پھر آپ نے اپنی کلائی نکال کر دکھائی جس پر درم تھا جیسے کہ شہد کی مکھی نے ڈنک مارا ہو۔

علامہ مقرئیزی فرماتے ہیں مجھ سے رئیس شمس الدین محمد بن عبداللہ عمری نے بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی جمال الدین محمود گجی کی خدمت میں حاضر ہوا جو قاہرہ کے گورنر تھے وہ اپنے نائبوں اور خادموں کے ہمراہ سید عبدالرحمن طباطبائی مؤذن کے گھر تشریف لے گئے ان سے اجازت طلب کی وہ اپنے گھر سے باہر آئے تو انھیں گورنر کے اپنے یہاں آنے پر سخت حیرت ہوئی۔ وہ انھیں اندر لے گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ اندر چلے گئے اور سید عبدالرحمن کے سامنے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق بیٹھے۔ سب لوگ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو گورنر نے سید صاحب سے کہا کہ حضرت مجھے معاف فرمادیجئے۔ انھوں نے کہا جناب کیا چیز معاف کر دوں؟ انھوں نے کہا کل رات میں قلعہ پر گیا اور بادشاہ یعنی ملک ظاہر برقوق کے سامنے بیٹھا تو آپ تشریف لائے اور مجھ سے بلند جگہ پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے دل

میں کہا یہ یاد رکھنا کہ مجلس میں مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے ہیں ؟ رات کو میں سو رہا تو مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ۔ آپ نے مجھ سے فرمایا یا محمدؐ قَدْ أَفْضَلُ أَنْ تَجْلِسَ تَحْتَ وَكِدِي ۔ محوود ! تو اس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ میری اولاد سے نیچے بیٹھے ۔ یہ سن کر حضرت سید عبد الرحمن روپڑے اور کہا جناب میں ایسا کہاں ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے یاد فرمائیں ۔ یہ سننا تھا کہ تمام حاضرین بھی روپڑے اور سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں ۔ سب نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی اور واپس آگئے ۔

تعظیم آل رسول سے متعلق اعلیٰ حضرت پیشوا اے اہلسنت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک ایمان افروز واقعہ ہمیں القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کے الفاظ میں سماعت فرمائیں ۔

امام اہلسنت کی سواری کے لئے پالکی دروازے کے سامنے لگا دی گئی تھی سیکڑوں مشائقان دیدہ انتظار میں کھڑے تھے ۔ وضو سے فارغ ہو کر کپڑے زیب تن فرمائے ۔ عمامہ باندھا اور عالمانہ وقار کے ساتھ باہر تشریف لائے ۔ چہرہ انور سے فضل و تقویٰ کی کرن پھوٹ رہی تھی ۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا طلعت جمال کی دلکشی سے مجمع پر ایک رقت انگیزے خود غی کا عالم طاری تھا گویا پروانوں کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور عندلیبان شوق کی انجن میں ایک گل رعنا کھلا ہوا تھا ۔

بڑی شکل سے سواری تک پہنچنے کا موقع ملا ۔ پاپوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہا روں نے پالکی اٹھائی ۔ آگے چمپے ، دابنے بائیں نیا ز مندوں کی بھیڑ ہمراہ چل رہی تھی ۔ پالکی لیکر تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ امام اہل سنت نے آواز دی ۔ ” پالکی روک دو ”

حکم کے مطابق پالکی روک دی گئی ۔ ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رک گیا ۔ اضطراب کی

حالت میں یا ہر تشریف لائے۔ کہا روں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آوائی میں دریافت کیا: ”آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں ہے؟ اپنے جدِ اعلیٰ کا واسطہ دے بتائیے میرے ایمان کا ذوق لطیف ”تن جاناں“ کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ اس سوال پر اچانک ان میں سے ایک شخص کے پہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ پیشانی پر غیرت و بیشیانی کی لکیریں ابھر آئیں۔ بے نوائی، آشفۃ حالی اور گردشِ ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔ کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکاتے ہوئے دبی زبان سے کہا: ”مزدور سے کام لیا جاتا ہے۔ ذاتِ پات نہیں پوچھا جاتا۔ آہ! آپ نے میرے جدِ اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سر بستہ راز افاش کر دیا سمجھ لیجئے کہ میں اسی جن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشام جاں مسطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بدل سکتا۔ اس لئے آل رسول ہونے سے انکار نہیں ہے لیکن اپنی خاناں برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چند جہینے سے آپ کے اس شہر میں آیا ہوں کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اسے اپنا ذریعہ معاش بناؤں۔ پالکی اٹھانے والے مزدوروں سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ ہر روز سویرے ان کے جھنڈ میں آکر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصہ کی مزدوری لے کر اپنے بال بچوں میں پہنچ جاتا ہوں۔

ابھی اس کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور دہرتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر التجا کر رہا تھا۔

معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دو۔ لاٹلی میں یہ خطا سرزد ہو گئی ہے۔ ہائے غضب ہو گیا جن کے کفش پا کاٹاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے انکے کاندھے پر میں نے سواری کی۔ قیامت کے دن اگر کہیں سرکار نے پوچھ لیا کہ ”اے احمد رضا کیا میرے فرزندوں کا دوش ناز نہیں اسی لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائیں؟ تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس وقت بھرے میدانِ شہر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی

رسوائی ہو گئی ؟

اے! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جادہا ہے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر روٹھے ہوئے محبوب کو منانا ہے بالکل اسی انداز میں وقت کا ایک عظیم المرتبت امام اس کی منت و سماجت کرتا رہا اور لوگ بھیٹے آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز تماشہ دیکھتے رہے۔

یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کر لینے کے بعد امام اہلسنت نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔ چونکہ راہ عشق میں خون جگر سے زیادہ وجاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے اس لئے لاشعوری کی اس تقصیر کا کفارہ بھی ادا ہو گا کہ تم پاکی میں بیٹھو اور میں اسے کاندھے پر اٹھاؤں۔

اس التجا پر جذبات کے مظلوم سے لوگوں کے دل ہل گئے۔ و فوراً اثر سے فصا میں چیخیں بلند ہو گئیں۔ ہزار انگار کے باوجود آخر سید زادہ کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی پڑی۔

اے! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا جب اہل سنت کا جلیل القدر امام کہا روں کی قطار سے لگ کر اپنے علم و فضل، جہ و دستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب کے لئے ایک گنام مزدور کے قدموں پر شمار کر رہا تھا۔

شوکت عشق کا یہ ایمان افزہ نظارہ دیکھ کر پتھروں کے دل پگھل گئے۔ کدورتوں کا غبار چھٹ گیا، غفلتوں کی آنکھ کھل گئی اور دشمنوں کو بھی مان لینا پڑا کہ آل رسول کیساتھ جس کے دل کی عقیدت و اخلاص کا یہ عالم ہے رسول کے ساتھ اس کی وارفتگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اہل انصاف کو اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی ناہل نہیں ہوا کہ نجد سے لے کر سہارنپور تک رسول پاک کے گستاخوں کے خلاف احمد رضا کی برہمی قطعاً حق بجانب ہے۔

صوائے عشق کے اس روٹھے ہوئے دیوانے کو اب کوئی نہیں مناسکتا۔ و قاپشہ دل

کایہ غیظ ایمان کا بخشا ہوا ہے نفسانی ہیجان کی پیداوار نہیں۔

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گل

گل سے چین چین سے صبا اور صبا سے ہم

وصلی اللہ تبارک و تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم۔ وعلیٰ آلہ و

اصحابہ و اہل بیتہ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ

مرضی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على سيدنا محمد بن المصطفى
وعلى اله المجتبى واصحابه سفين النجا. اما بعد فاعوذ بالله
من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. وكلّا وعد
الله الحسنى (پک ع ۱۷) صدق الله العلي العظيم. وضدت
رسوله النبي الكريم. ونحن على ذلك من الشاهدين
والشاكرين. والحمد لله رب العالمين۔

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار، مدینہ کے تاجدار، دونوں
عالم کے مالک و مختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بکس
پناہ میں بلند آواز سے درود و سلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ الخ
برآذرات اسلام! انسان کو اپنی جان سے محبت ہوتی ہے، بیوی اور بچوں
سے پیار ہوتا ہے، ماں باپ کو چاہتا ہے، بھائی اور دیگر عزیز واقارب سے بھی
محبت کرتا ہے۔ مگر صرف اسی قسم کی چیزوں سے محبت کرنے والا انسان ہو سکتا ہے،
ایم۔ ایل۔ اے اور ایم۔ پی ہو سکتا ہے، وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم ہو سکتا ہے، گورنر اور
صدر مملکت ہو سکتا ہے۔ مگر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہونے کیلئے ایک اور ذات
گرامی جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنی پڑے گی۔
اس لئے کہ۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہوا اگر خامی تو سب کچھ ناکمل ہے

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ
حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ،
اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے لئے سارے صحابہ کی محبت لازم ہے
اس لئے کہ تمام صحابہ حضور کے محبوب ہیں اور محبوب کا محبوب۔ محبوب ہی ہوا کرتا ہے۔

لہذا جو شخص حضور سے محبت کا دعویٰ کرے اور ان کے صحابہ سے محبت نہ کرے وہ
جھوٹا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ
لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غُرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ اَحْبَبَهُمْ فَاَحْبَبَهُمْ۔
وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَاَبْغَضَهُمْ۔ وَمَنْ اَذَاَّهُمْ فَقَدْ اَذَانِیْ۔
وَمَنْ اَذَانِیْ فَقَدْ اَذَى اللّٰهِ۔ وَمَنْ اَذَى اللّٰهِ یُوشِكُ اَنْ یَّاْخُذَہُ
رواہ الترمذی یعنی میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اللہ تعالیٰ سے
ڈرو۔ میرے بعد انھیں نشانہ اعتراض نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے
میری محبت کے سبب ان سے محبت رکھی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے
ساتھ بغض کے سبب ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے انھیں اذیت دی اس نے مجھے
اذیت دی۔ اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ رب العزت کو اذیت دی۔ اور
جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی گرفت میں لے لے لے
دیکھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح لفظوں میں فرما دیا کہ میری محبت کے

سبب میرے صحابہ سے محبت ہوگی اور میرے بغض کے سبب میرے صحابہ سے بغض ہوگا
یعنی جو شخص حضور سے محبت رکھتا ہے وہ ان کے صحابہ سے ضرور محبت کرے گا۔ اور جو
شخص صحابہ سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ حضور سے بغض و عداوت کے سبب ان سے
بغض و عداوت رکھتا ہے۔ لہذا حدیث شریف نے فیصلہ کر دیا کہ جو شخص حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر ان کے صحابہ سے بغض و عداوت رکھتا ہے
وہ جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ سے اس کا بغض و عناد حضور سے بغض و عناد کے سبب
ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

بعض لوگ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کے دعویدار ہیں وہ بہت سے
صحابہ کرام خصوصاً امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض و عناد
رکھتے ہیں، کھلم کھلا ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرتے ہیں اور انکو نشانہ اعراس
بناتے ہیں۔ اس لئے آج کی مجلس میں ہم ان کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالیں گے۔ انکے
فضائل و مناقب بیان کریں گے اور ان پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات بھی دیں گے۔
نام و نسب آپ کا نام معاویہ اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ باپ کی طرف
سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ معاویہ بن ابوسفیان صحابہ
حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد منافؓ۔ اور ماں کی طرف سے نسب یوں ہے۔
معاویہ بن ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد منافؓ۔ اور عبد مناف نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چوتھے دادا ہیں۔ اس لئے کہ حضور کا سلسلہ نسب یہ ہے
ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد منافؓ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد کی طرف سے پانچویں
پشت میں اور ماں کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے نسب میں آپ کے چھوٹے دادا عبد مناف سے مل جاتے ہیں۔ جس سے ظاہر
ہوا کہ آپ نسب کے لحاظ سے حضور کے قرہی اہل قرابت میں سے ہیں اور رشتے میں

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی سائے ہیں اس لئے کہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور کی زوجہ مطہرہ ہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن ہیں اسی لئے عادت بائندہ مولانا ردوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی فتویٰ شریف میں آپ کو تمام مومنوں کا ماموں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کب آپ کا قبولِ اسلام | اسلام قبول کیا؟ اس کے بارے میں حضرت

مفتی احمد یار خان صاحب علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہ خاص صبحِ ہجریہ کے دن سائے میں اسلام لائے مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا اسلام پھپھائے رہے۔ پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے انہوں نے ظہورِ ایمان کے لحاظ سے کہا ہے۔ جیسے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ درپردہ جنگِ بدر کے دن ہی ایمان لا چکے تھے مگر احتیاطاً اپنا ایمان پھپھائے رہے اور فتح مکہ میں ظاہر فرمایا تو لوگوں نے انہیں بھی فتح مکہ کے مومنوں میں شمار کر دیا حالانکہ آپ قدیم الاسلام تھے۔ بلکہ بدر میں بھی کفار مکہ کے ساتھ مجبوراً تشریف لائے تھے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا تھا کہ کوئی مسلمان عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں۔

امیر معاویہ کے حدیثیہ میں ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرمایا کہ امام باقر سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ان سے امیر معاویہ نے فرمایا کہ میں حضور کے احرام سے فارغ ہوتے وقت حضور کے سر شریف کے بال مروہ پہاڑ کے پاس کاٹے۔

نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے جو بخاری شریف نے بروایت طاؤس عبد اللہ بن عباس سے روایت فرمائی کہ حضور کی یہ حجامت کرنے والے امیر معاویہ ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ

حجۃ عمرہ قضا میں واقع ہوئی جو صبح حدیبیہ سے ایک سال بعد مکہ میں ہوا کیونکہ
 حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کیا تھا اور قارن مروہ پر حجامت
 نہیں کراتے بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو کراتے ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے حج ووداع میں بال نہ کٹوائے تھے بلکہ سر منڈایا تھا ابو طلحہ نے حجامت کی تھی تو لامحالہ
 امیر معاویہ کا یہ حضور کے سر شریف کے بال تراشنا عمرہ قضا میں فتح مکہ سے پہلے ہوا معلوم
 ہوا کہ امیر معاویہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے لہ

آپ کی والدہ کا عجیب و غریب واقعہ

خراٹلی نے ہوائف میں
 حمید بن وہب کے حوالہ

سے بیان کیا ہے کہ فاکہ بن مغیرہ قریشی کے نکاح میں ایک عورت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ
 تھی۔ فاکہ نے اٹھنے بیٹھنے کے لئے ایک نشست گاہ بنوا رکھی تھی۔ اس نشست گاہ میں
 آنے جانے کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ اتفاقاً ایک روز فاکہ اور اس کی بیوی ہند اس
 نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کسی ضرورت سے کچھ دیر کے بعد فاکہ اٹھ کر باہر چلا گیا اور
 ہند اہلی رہ گئی پتا چانک اس وقت ایک شخص آیا اور بیٹھک میں داخل ہوا لیکن جیاس
 نے دیکھا کہ وہاں تنہا ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے تو وہ فوراً پلٹ پڑا۔ اس کے پلٹنے وقت
 فاکہ باہر سے واپس آگیا اور اس نے مرد کو باہر نکلنے دیکھ لیا تو فاکہ ہند کے پاس آیا اور
 غصے سے اس کو ٹھوکریں مار کر پوچھا کہ تیرے پاس یہ کون مرد آیا تھا؟ ہند نے کہا میں تو
 کسی کو بھی نہیں دیکھا ہاں تمہارے کہنے سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی آیا تھا لیکن فوراً
 واپس ہو گیا۔ فاکہ نے کہا کہ تو میرے گھر سے نکل جا اور اپنے ماں باپ کے پاس چلی جا کہ
 تو میرے لائق نہیں ہے۔ ہند اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی لیکن لوگوں میں اس بات
 کا خوب چرچا ہوا۔ ہند کے باپ نے ایک روز اس سے کہا کہ لوگ تجھے ہر طرف مطعون

کرتے ہیں تو مجھے سچی بات بتادے۔ اگر تیرا خاوند سچا ہے تو میں اس کو کسی شخص کے ذریعہ قتل کرادوں گا تاکہ لوگ اس طعنہ زنی سے باز آجائیں۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو چلو یہ معاملہ بین کے کسی کاہن کے پاس پیش کریں۔ یہ سن کر ہند نے اپنی پاکدامنی پر اس طرح قسمیں کھانی شروع کر دیں جیسا کہ عہد جاہلیت میں دستور تھا۔

جب ہند کے والد عتبہ کو یقین ہو گیا کہ ہند سچ کہہ رہی ہے تو اس نے فاکہ کو منہور کیا کہ چونکہ تم نے میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس لئے تم اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لے کر بین کے کسی کاہن کے پاس چلو۔ چنانچہ فاکہ بنو مخزوم کو اور عتبہ بنو عبد مناف کو لے کر بین کی جانب روانہ ہوئے۔ ہند کے ساتھ اس کی کئی سہیلیاں بھی موجود تھیں جب قافلہ بین کے قریب پہنچا تو ہند کے پھرے کا رنگ بدل گیا۔ یہ حال دیکھ کر اس کے باپ نے کہا کہ تیرے اس تغیر رنگ سے صاف ظاہر ہے کہ تو گنہگار ہے۔ ہند نے کہا یہ بات نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ مجھے ایک ایسے شخص کے پاس لے جا رہے ہیں جس کی بات کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط۔ اگر اس نے بلا وجہ مجھ پر تہمت لگا دی تو پھر میں پورے عرب میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ عتبہ نے کہا کہ میں تیرا معاملہ کاہن کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اس کا امتحان لوں گا۔ چنانچہ کاہن کی سچائی کا امتحان لینے کے لئے اس نے اپنے گھوڑے کے کان میں جانوروں کی وہ بولی بولی جس سے گھوڑا اگر مالگیا اس وقت عتبہ نے اس کے ذکر کے سوراخ میں گہو کا ایک دانہ رکھ کر اوپر چڑے کی پٹی باندھ دی۔ پھر یہ قافلہ کاہن کے پاس پہنچا۔ اس نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کی تواضع کے لئے اونٹ ذبح کیا۔ دسترخوان پر عتبہ نے اپنے میزبان کاہن سے کہا کہ ہم آپ کے پاس ایک ضرورت سے آئے ہیں لیکن اس سے پہلے بغرض امتحان ہم نے ایک کام کیا ہے پہلے وہ بتا دیجئے۔ پھر ہم اپنا کام آپ کو بتائیں گے۔ بخوشی نے کہا، ”نر کل میں گینہوں کا دانہ“ عتبہ نے کہا اس کی وضاحت کیجئے۔ تب کاہن نے کہا تم نے گھوڑے کے ذکر کے سوراخ میں گہو کا دانہ رکھا ہے

عنبہ نے کہا آپ نے بالکل درست کہا۔ اب اصل معاملہ ان عورتوں کا ہے آپ اس معاملہ میں غور کیجئے۔ وہ ایک عورت کے پاس آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کھڑی ہو جا پھر اسی طرح دوسری اور تیسری عورت کے پاس آیا یہاں تک کہ ہند کی باری آئی کاہن نے اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا کہ تو پاک وصاف ہے تو نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا ہے اور تو ایک بادشاہ بننے کی جس کا نام معاویہ ہوگا۔ یہ سن کر ہند کے شوہر فاکہ نے ہند کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا کہ مجھ سے دور ہو میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اگر کاہن کی یہ بات سچ ہے کہ میری قسمت میں بادشاہ کی ماں بننا ہے تو وہ تیرے صلب سے نہیں ہوگا۔ الحاصل ہند نے فاکہ کو چھوڑ کر ابوسفیان سے شادی کر لی اور ان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

صحابی رسول بَرَادَرَانِ اِسْلَامِ! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں۔ اور صحابی وہ خوش نصیب مسلمان ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا۔ اور صحابیت وہ درجہ ہے کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا ولی اور غوث و قطب ہو کسی صحابی کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

صحابی کی فضیلت میں بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں جن میں سے چند آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ پ، ع، ا میں ہے وَكَأَنَّ وَعَدَ اللَّهُ الْحُسَيْنِ، اللہ تعالیٰ نے سارے صحابہ سے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور پ، ع، ا میں ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا، ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ، اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار

کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے دریا جاری ہیں۔ وہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور پٹ ۳۷ ع ۴ میں ہے اُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔ وہی لوگ سچے ہیں۔ اور اسی پٹ ۳۷ ع ۴ میں یہ بھی ہے فَاُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ وہی لوگ کامیاب اور فلاح یافتہ ہیں۔ اور پٹ ۴۷ ع ۱ میں ہے اُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا۔ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ وہی لوگ سچے ایمان والے ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے۔ اور پٹ ۹۷ ع ۱ میں ہے اُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ وہ ان الزاموں سے بری ہیں جو لوگ کہتے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور اچھی روزی ہے۔

یہ ساری فضیلتیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے قرآن مجید میں وارد ہیں جیسے ہر صحابی رسول کے لئے ثابت ہیں ویسے ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی ثابت ہیں۔

صحابہ اور احادیث کریمہ | صحابہ کرام کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ ان میں سے چند آپ لوگ

ملاحظہ فرمائیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَكْرَمُوا اصْحَابِي فَاِنَّهُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ میرے صحابہ کی عزت کرو اس لئے کہ وہ تم سے بہتر ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصْحَابِي كَالنَّجْمِ فِي سَمَاءِهِمْ اَقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے تم جس کی اقتدار کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَا تَسُبُّوا اصْحَابِي فَاَنْتُمْ اَحَدٌ كُمْ اَنْتُمْ مِثْلُ اَحَدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مِثْلُ اَحَدٍ هُمْ

وَلَا تَصِيْفَهُ۔ اے مسلمانو! تم میرے صحابہ کو گالی نہ دو اور نہ برا بھلا کہو۔ اس لئے کہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان کے کلو اور آدھا کلو گیسوں اور جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا ہے

اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَا تَسُبُّوهُمْ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّهُمْ۔ صحابہ کو گالی نہ دو اور نہ ان کو برا بھلا کہو۔ جو شخص ان کو گالی دے اور برا بھلا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ۱۷

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا میرے لئے اصحاب منتخب فرمائے اور میرے لئے ان میں سے وزراء، انصار اور خسر بنائے فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔ رواہ الطبرانی یعنی جو شخص انہیں گالی دے اور برا بھلا کہے اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا اور نہ نفل ۱۸

اور رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں إِذَا سَأَلْتُمُ السَّنِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَىٰ شَرِّكُمْ۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہوں اور ان کو برا بھلا کہتے ہوں تو کہو تمہارے شر پر خدا کی لعنت ۱۹

اور پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا۔ جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو رک جاؤ یعنی ان پر نکتہ چینی نہ کرو ۲۰ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ

۱۷۔ بخاری مسلم مشکوٰۃ ص ۵۵۳ ۱۸۔ الشرح المؤید ص ۱۰۲ ۱۹۔ الفیض ص ۱۰۲ ۲۰۔ مشکوٰۃ ص ۵۵۳

۲۰۔ الشرح المؤید ص ۱۰۲

تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی نہ دو اس لئے کہ ان کا ایک گھڑی رات میں عبادت کرنا تمہاری تمام زندگی کی عبادت سے بہتر ہے لے

حضرت راقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے جھوٹے دعویدار جو ان کے محبوب صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں وہ ان احادیث کرمہ سے سبق حاصل کریں۔ اپنی زبانوں کو روکیں کسی صحابی کو برا بھلا کہہ کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا نہ پہنچائیں اور نہ لعنت کے مستحق بنیں۔

بِرَادَرَانِ صَلَّيْتُ بِحَضْرَتِ عَلَامَہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی
صحابہ وراۓ ائمہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم پر واجب فرمایا کہ ہم صحابہ کرام کے اختلافات کے بارے میں اپنی زبان بند رکھیں ان کے درمیان جو لڑائیاں اور اختلافات واقع ہوئے جن کے سبب بہت سے صحابہ شہید ہوئے۔ تو یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا۔ لہذا ہم اپنی زبانوں کو ان سے ملوث نہیں کرتے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سب اس بارے میں ماجور ہیں کیونکہ ان سے جو کچھ صادر ہوا وہ ان کے اجتہاد پر مبنی تھا اور ظنی مسئلہ پر مجتہد اگر خطا بھی کرے تو مستحق ثواب ہے لے

اور علامہ منادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی ملحد صحابہ کرام کے درپے ہو اور اللہ تعالیٰ نے انھیں جو انعامات عطا فرمائے ہیں ان کا انکار کرے تو یہ اسکی جہالت و محرومیت، نا سمجھی اور ایمان کی کمی ہے۔ اس لئے کہ اگر صحابہ کرام میں کوئی غیب پایا جائے تو دین کی بنیاد قائم نہیں رہے گی کیونکہ وہی ہم لوگوں تک دین کے پہنچانے والے ہیں۔ جب ناقلین ہی مجروح ہو گئے تو آیات و احادیث بھی محل طعن بن جائیں گی۔ اور اس میں لوگوں کی تباہی اور دین کی بربادی ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اور مبلغ کی تبلیغ کے صحیح ہونے کے لئے اس کا متقی
پہنچاؤ اور عادل ہونا ضروری ہے۔

اور علامہ ابن حجر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں مسلمان پر لازم ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ اور اہل بیت کا ادب و احترام کرے۔ ان سے راضی
ہو۔ ان کے فضائل و حقوق پہچانے اور ان کے اختلافات سے زبان روکے اسلئے کہ
ان میں کسی نے بھی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کیا جسے وہ حرام سمجھتے ہوں بلکہ ان میں سے
ہر ایک مجتہد ہے۔ پس وہ سب ایسے مجتہد ہیں کہ ان کے لئے ثواب ہے۔ حق الگ پہنچنے
والے کے لئے دس ثواب اور خطا کرنے والے کے لئے ایک ثواب ہے۔ عقاب،
ملامت اور نقص ان سب سے مرفوع ہے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لے ورنہ
تو پھسل جائے گا اور تیری ہلاکت و ندامت میں کوئی کسر نہ رہ جائے گی۔

اور علامہ لقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جوہرہ کی شرح کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ ان
لڑائیوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات مشتبہ تھے۔ ان کے شدید اشتباہ کی بنا پر ان میں
اجتہادی اختلاف پیدا ہو گیا اور ان کی تین قسمیں ہو گئیں۔ ایک قسم پر اجتہاد سے یہ
ظاہر ہوا کہ حق اس طرف ہے اور مخالف باغی ہے۔ لہذا ان پر واجب تھا کہ ان کے
عقیدے میں جو حق پر تھا اس کی امداد کرتے اور باغی سے جنگ کرتے چنانچہ انہوں نے
ایسا ہی کیا۔ جس شخص کا یہ حال ہوا ہے جائز نہیں کہ اس کے عقیدے میں جو لوگ باغی
ہیں ان کے ساتھ جنگ کے موقع پر امام عادل کی امداد سے کنارہ کش ہو۔

دوسری قسم تمام امور میں پہلی قسم کے برعکس تھی۔ دوسری قسم وہ تھی جن پر معاملہ
مشتبہ ہو گیا اور وہ حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ ان پر کسی جانب کی ترجیح واضح نہ ہوئی تو
وہ دونوں فریقوں سے الگ ہو گئے۔ ان کے لئے یہ علیحدگی ہی واجب تھی۔ اسلئے کہ

کسی سلطان سے جنگ اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ اسکا مستحق ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ سب معذور اور ماجر ہیں۔ اسی لئے اہل حق اور وہ حضرات جو قابل اعتماد ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ ان کی شہادت اور روایت مقبول ہے۔

اور علامہ ابن سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جوامع الجوامع میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو گالی دینے والا خدا کے عزوجل اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کس قدر جبری ہے اور دین کی کتنی کم پروا کرتا ہے۔ کیا اس خبیث نے اس پر خدا کی لعنت ہو یہ گمان کیا ہے کہ ایسے حضرات گالی کے مستحق ہیں اور وہ پاک و صاف اور تعریف کا مستحق ہے؟ ہرگز نہیں۔ بخدا اس کے منہ میں پتھر ہونا چاہئے۔ بلکہ جب اس کا یہ گمان ہو کہ یہ حضرات گالی کے مستحق ہیں تو ہمارا عقیدہ اس کے بارے میں یہ ہے کہ وہ جلائے جانے بلکہ اس سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔

حدیث شریف میں ہے مَنْ سَبَّ أَحِبَّائِي فَقَلْبِي لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ یعنی جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اور انھیں برا بھلا کہا اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اس حدیث شریف کی شرح میں امام مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حکم ان صحابہ کو بھی شامل ہے جو قتل و قتال میں شامل ہوئے اس لئے کہ وہ ان ٹرائیوں میں مجتہد اور تاویل کرنے والے ہیں۔ لہذا انھیں گالی دینا گناہ کبیرہ اور ان کو گمراہی یا کفر کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔

اور حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ

صحابہ کرام کو گالی دینا اور ان کی تنقیص حرام ہے اس کا مرتکب ملعون ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں، ہمیں شخص نے کہا کہ ان میں سے کوئی ایک گمراہی پر تھا۔ اسے قتل کیا جائیگا اور جس نے اس کے علاوہ انھیں گالی دی اسے سخت سزا دی جائے گی۔

یہاں تک کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ الفام الحجر میں اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ کسی بھی صحابی کو گالی دینے والا فاسق ہے اگر اسے وہ حلال نہ جانے اور اگر وہ حلال جانے تو کافر ہے۔ اس لئے کہ اس توہین کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ حرام اور فسق ہے اور حرام کو حلال جاننا کفر ہے جبکہ دین میں اس کا حرام ہونا بلاشبہ معلوم ہوا اور صحابہ کرام کو گالی دینے کی حرمت اسی طرح ہے۔

اور حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام امور میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے۔ اور فرماتے ہیں وَالَّتِ حَقِيقُ اَتَّهْمُ كَلَّهْمُ عَدُوٌّ لِّعَنِ تَحْقِيقِ یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور ساری جنگیں اور اختلافات تاویل پر مبنی ہیں۔ ان کے سبب کوئی بھی عدالت سے خارج نہیں اس لئے کہ وہ مجتہد ہیں۔

يَا اَدْرَا اَنْ اِسْلَامًا! یہ ائمہ کرام و علمائے عظام جو آسمان ہدایت کے آفتاب و ماہتاب اور دین کے ستون ہیں ان کے ارشادات اور ان کی نصیحتوں پر عمل کرو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی دوسرے صحابی کو برا بھلا کہہ کر فاسق و فاجر، مرتکب حرام اور مستحق سزا نہ بنو اور نہ اپنی عاقبت برباد کرو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی صحابیت اور قربت کے علاوہ اور بھی بہت سی فضیلتیں ثابت ہیں جن میں سے چند ذکر کی جاتی ہیں۔

آپ کے فضائل میں بہت سی احادیث کریمہ وارد ہیں۔ حضرت عراب بن ساری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ مَعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَفِيهِ الْعَذَابُ۔ رواہ احمد فی مسندہ۔ یعنی اے اللہ! تو معاویہ کو کتاب (قرآن کریم) اور حساب کا علم عطا فرما اور انہیں عذاب سے بچا۔ الناہیہ ص ۱۴ تصنیف عارف باللہ حضرت علامہ عبد العزیز فراروی مؤلف تیر اس شرح شرح العقائد النسفی

اور حضرت عبد الرحمن بن ابوعبیرہ صحابی مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِيْهِ الْبَاسِرَ۔ رواہ الترمذی۔ اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنادے۔ یعنی ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنادے۔ اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے لے

اور خدا کے عز و جل اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاؤں کو قبول فرمانا ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہادی بھی ہوئے اور مہدی بھی اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت بھی ہوئی۔ تو ایسی ذات کو برا بھلا کہنا یقیناً اللہ و رسول کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔

اور ابن ابی شیبہ مصنف میں و طبرانی معجم کبیر میں عبد الملک بن عمر سے روایت کرتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھ سے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یَا مَعْزُوبُہُ اِذَا مَلَکْتُ فَاحْسِنُ۔ اے معاویہ! جب تم بادشاہ ہو جاؤ

لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا لے

انتباہ عوام میں جو مشہور ہے کہ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کو کندھے پر لئے جا رہے ہیں تو حضور نے فرمایا جنتی جہنمی کو لئے جا رہے ہیں" یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یزید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے تقریباً ۵۵ سال بعد ۲۵ھ میں پیدا ہوا۔ (سوانح کر بلا)

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہے اور کاتب خطوط بھی۔ امام مفتی حسین احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری خلاصۃ السیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے خلفائے اربعہ عاتر بن فہیرہ، عبد اللہ بن ارقم، ابی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سعید بن العاص، حنظلہ بن ربیع اسلمی، زید بن ثابت، شریل بن حسنہ اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم لیکن ان لوگوں میں حضرت امیر معاویہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس خدمت کو زیادہ انجام دیتے تھے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب وحی رہے۔

۳۔ حضرت ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز افضل ہیں یا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ تو حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عُبَايَةُ خَلَّ فِي أَنْفِ قُرَيْشٍ مُعَاوِيَةَ حِينَ عَزَا فِي سِكَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْ كَذَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَزِيدُ حُضُورُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں جو بخار داخل ہوا وہ ایسے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے لے
 بزاد زان السلام! حضرت عمر بن عبدالعزیز وہ ہیں کہ جن کو امام الہدیٰ کہا جاتا ہو
 خلفائے راشدین میں پانچویں خلیفہ کی حیثیت سے ان کو شمار کیا جاتا ہے اور سنی زیارت
 کے لئے حضرت خضر علیہ السلام آیا کرتے تھے مگر حضرت عبداللہ بن مبارک جیسے امام
 وقت جب حضرت امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک کے بخار کو بھی ان سے افضل بتاتے
 ہیں تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و رفعت کا کیا کہنا۔ مگر افسوس کہ
 آج کل وہ لوگ جن کی حقیقت کچھ بھی نہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 افضل جتنے ہیں بلکہ ان کی ذات پر سب دشتم اور لعن و طعن بھی کرتے ہیں۔ العیاذ
 باللہ تعالیٰ۔

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ علامہ معافی بن عمر ان
 علیہ الرحمۃ والرضوان سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز حضرت معاویہ سے افضل
 ہیں۔ یہ سنتے ہی علامہ ابن عمر ان غضبناک ہو گئے اور فرمایا لَا يُقَامُ أَحَدٌ بِأَصْحَابِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
 صحابہ پر کسی کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔ مُعَاوِيَةُ صَاحِبُهُ وَصَفِيُّهُ وَكَاتِبُهُ
 وَآمِيْنُهُ عَلَى وَحْيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ حضرت معاویہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 صحابی، ان کے سالے، ان کے کاتب اور خدائے عزوجل کی وحی پر نبی کریم کے امین ہیں لے
 ۴۴ حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی فیسم الریاض شرح شفاۃ امام قاضی عیاض
 میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی
 کتوں سے ایک کتا ہے (احکام شریعت ص ۱۳۱ ج ۱)

۵۔ صحابہ کرام، محدثین عظام اور علمائے اسلام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں باوجودیکہ وہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے فضائل و مناقب سے خوب واقف تھے اور ان کے مابین جو واقعات رونما ہوئے انہیں اچھی طرح جانتے تھے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی شخص نے کہا کہ امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جبکہ فلاں مسئلہ میں انہوں نے یوں کیا تو آپ نے فرمایا اَصَابَ اِنَّهُ فَقِيْهُ انہوں نے ٹھیک کیا بیشک وہ فقیہ ہیں ۱۔

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد ہیں وہ ثواب پائیں گے اگرچہ خطا کریں ۲۔

یَرَادُ اَنَّ وَلَدْتُ اِذِ كُنْتُ رَئِیْسَ الْمَفسِرِیْنَ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو اجلہ صحابہ میں سے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ایسے خاص ہیں کہ ان کے دشمن پر بہت سخت ہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہیں اور ان کو فقیہ و مجتہد مانتے ہیں۔ تو کتنے بد نصیب ہیں وہ لوگ جو جلیل القدر صحابی رسول کے نقش قدم کو چھوڑ کر شیطان کی اتباع کرتے ہیں یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بیجا کلمات بولتے ہیں اور ان کی توہین و تنقیص کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

اور حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بخاری شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں مُعَاوِیَہُ ذُو الْمَنَاقِبِ الْجُمَّةِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مناقب اور بڑی خوبیوں والے ہیں ۳۔

اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں أَمَّا مُعَاوِيَةُ فَهُوَ مِنْ
الْعَدُوِّ لِلْفَضْلِ وَالصَّحَابَةِ الْأَخْيَارِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ عادل و فضلاء اور بہترین صحابہ میں سے ہیں لے
 اسی لئے تمام محدثین کرام حضرت امیر معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
 درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے جس طرح دوسرے صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ لکھتے ہیں اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے نام کے ساتھ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے
 ہیں۔

۴۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متقی، عادل اور ثقہ ہیں اسی لئے حضرت
 عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت سائب بن یزید
 حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت ابوسعید خدری جیسے فقیہ و مجتہدین صحابہ نے آپ سے
 حدیثیں روایت کیں۔ اسی طرح حضرت جبر، حضرت ابودریس، حضرت سہیل بن سعد بن
 مسیب، حضرت خالد بن معدان، حضرت ابوصالح سمان، حضرت ہمام بن عتبہ اور حضرت
 قیس بن ابوحازم جیسے جلیل القدر تابعین فقہاء اور علمائے آپ سے حدیثوں کی روایتیں
 لیں۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کمزوری اور ضعیف و مجرور ہوتا جیسا کہ
 آج کل بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے تو یہ بڑے بڑے صحابہ و تابعین حضرات ان سے
 حدیثوں کی روایتیں ہرگز قبول نہ کرتے۔

۵۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور طبرانی وغیرہ محدثین کرام نے
 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیثوں کو قبول کیا اور اپنی اپنی کتابوں
 میں درج کیا۔ ان میں خاص کر امام بخاری اور امام مسلم ایسی عطا ہستیاں ہیں کہ اگر کسی
 راوی میں ذرا بھی عیب پایا تو اس کی روایت لینے سے انکار کر دیا۔ تو ان بزرگوں کا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتوں کا قبول کر لینا بیاں گاہل اعلان کر رہا ہے کہ ان سب کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متقی، عادل اور ثقہ قابل روایت ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اختلاف کے سبب مرتبہ عدالت سے ساقط نہیں ہیں ورنہ یہ حضرات ان کی روایتیں ہرگز قبول نہ فرماتے۔

۸۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا اور معزول نہ فرمایا جبکہ آپ حاکموں کے حالات پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اور اسی نفوذ پر معزول فرمادیتے تھے جیسے کہ معمولی شکایت پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی بزرگ ہستی کو معزول فرمادیا۔

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے سخت گیر آدمی کا حضرت امیر معاویہ کو دمشق کا حاکم مقرر فرمانا اور اپنی ظاہری حیات کے آخری لمحات تک اس اہم عہدے پر انھیں برقرار رکھنا حضرت امیر معاویہ کی عظمت و رفعت اور ان کی امانت و دیانت کا کھلم کھلا اقرار و اعلان ہے۔

۹۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴ ماہ امور خلافت انجام دینے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر ان کے سالانہ وظیفے اور نذرانے قبول فرمائے۔ قسم ہے وحدہ لا شریک کی اگر حضرت امیر معاویہ باطل پرست ہوتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکٹا دیتے مگر ان کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیتے۔ اس لئے کہ

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں

سرکٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

اور پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن کے اس فعل بجا کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی اِبْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہِ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ میرا بیٹا یہ سردار ہے امید کہ اللہ تعالیٰ

اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرادے گا لے
اب اگر کوئی بد بخت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نااہل قرار دے تو حضرت
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام آجائے گا کہ آپ نے نااہل کو خلافت کیوں سپرد کی
اور امت کی پاگ ڈور ان کے ہاتھ میں کیوں دی؟ جبکہ یہ سپردگی قلت و ذلت کی وجہ
سے نہیں تھی اس لئے کہ چالیس ہزار سپاہی جان قربان کرنے کی بیعت آپ کے ہاتھ
پر کر چکے تھے لے

آپ کی سخاوت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سخاوت کا
وصف بہت ممتاز تھا۔ آپ لوگوں کو بڑے بڑے انعام
واکرام سے نوازتے تھے خصوصاً حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں
گرائند نذرانے پیش کرتے تھے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشکوٰۃ شریف
کی شرح میں حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت امام حسن
رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ سے کہا
لَا جِزْيَةَ لَكَ بِجَائِزَةٍ لِّحَدٍّ أَجْزُبُهَا أَحَدًا قَبْلَكَ وَلَا أَجْزُبُهَا
أَحَدًا بَعْدَكَ۔ میں آپ کی خدمت میں اتنی نذر پیش کروں گا کہ اس سے پہلے
کسی کو اتنی نذر نہیں دی ہے اور نہ آئندہ کسی دوسرے کو دوں گا۔ پھر انھوں نے
چار لاکھ درہم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا جنہیں آپ نے
قبول فرمایا لے

بِرَادَرَانِ اسلَاقًا ایک درہم ساڑھے بین ماشہ چاندی کا ہو اگر تا تھا چار لاکھ
درہم کی کتنی چاندی ہوئی اور موجودہ بھاؤ سے اس کا کتنا روپیہ ہوا آپ لوگ باسانی
جوڑ سکتے ہیں۔ اتنی بڑی رقم اس افراط زر کے زمانہ میں ہو سکتا ہے بعض لوگوں کے

ابن عساکر کی روایت ہے کہ جنگ صفین کے زمانہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بھائی حضرت عقیل نے آپ سے کچھ روپیہ طلب کیا۔ حضرت علی نے نہیں دیا۔ انھوں نے کہا آپ اجازت دیجئے کہ میں امیر معاویہ کے پاس چلا جاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جاؤ۔ جب حضرت عقیل حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے تو انھوں نے آپ کی بڑی عزت کی اور ایک لاکھ درہم نذرانہ پیش کیا۔ علامہ محمد بن محمود آملی اپنی کتاب نقائس الفنون میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا مَنْ أَنْشَأَ شِعْرًا فِي مَدْحِ عَلِيٍّ كَمَا يَلِيْقُ بِهِ أُعْطِيَتْهُ بِكَالِ بَيْتٍ أَلْفَ دِينَارٍ۔ جو شخص حضرت علی کی تعریف میں ان کی شان کے لائق شعر کہے گا تو میں اسے فی شعر ایک لاکھ دیناروں کا ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا تھا۔ حاضرین شعراء نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اشعار کہے اور خوب انعام لئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر شعر پڑھتے تھے عَلِيٌّ أَفْضَلُ مِنْهُ عَلِيٌّ اَبْلَغُ اَفْضَلُ ہیں۔ یہاں تک کہ اسی مجلس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں عربی ہر شاعر کا ایک شعر آپ کو اتنا زیادہ پسند آیا کہ ایک ہی شعر پر اس کو سات ہزار دینار دیئے گئے۔

ان واقعات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے مثل سخاوت کی گواہی ملتی ہے۔

بیوریات میں سلمان مغزولی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار عام کیا اور جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی عربی شاعر کے ایسے تین اشعار کوئی سنائے جن میں یہ خوبی ہو کہ ہر شعر کا مطلب اسی شعر میں پورا ہو جانا ہو۔ لوگ یہ سن کر خاموش رہے اتنے میں حضرت ابو خبیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگئے۔ حضرت امیر معاویہ نے فرمایا کیجئے عرب کے بسیار گو اور فصیح شخص آگئے۔ پھر آپ نے کہا اے ابو خبیب! میں اس خوبی کے تین اشعار سننا چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں سناؤں گا لیکن ہر شعر کے بدلے ایک لاکھ درہم لوں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے منظور ہے پڑھو۔ تو عبداللہ بن زبیر نے یہ اشعار پڑھے۔

بَكُوْتُ النَّاسَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ ۖ فَلَمْ أَرَ غَيْرَ خِيَالٍ وَقَالَ

میں نے یکے بعد دیگرے بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں کی ہیں لیکن میں نے سوائے غدار و مکار اور دشمنی کرنے والے کے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سچ ہے۔ اب دوسرا شعر پڑھو

حضرت ابو خبیب نے دوسرا شعر پڑھا

وَلَمْ أَرَفِي الْخُطُوبَ أَشَدَّ وَقَعًا ۖ وَأَصْعَبَ مِنْ مَّعَادَاتِ الرِّجَالِ

میں نے حوادث اور صعوبات زمانہ میں لوگوں کی دشمنی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا

آپ نے فرمایا سچ ہے۔ پھر تیسرا شعر پڑھنے کے لئے کہا تو حضرت عبداللہ بن

زبیر نے تیسرا شعر پڑھا۔

وَدُقْتُ مَرَارَةَ الْأَشْيَاءِ طَرًّا ۖ فَمَا طَعَمْتُ أَمْرًا مِنَ السُّوَالِ

میں نے ہر چیز کی تلخی کو چکھا ہے مگر کسی چیز کے مانگنے کی تلخی سے زیادہ کوئی

چیز تلخ نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بالکل سچ ہے۔ پھر وعدہ کے

مطابق حضرت ابو حنیفہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تین لاکھ درہم عطا فرمایا ہے
آپ حاکم کیسے بنے؟

یوں ہوئے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارکہ میں ملک شام فتح ہوا تو آپ نے دمشق کا حاکم حضرت امیر معاویہ کے بھائی حضرت یزید بن ابوسفیان کو مقرر فرمایا۔ اتفاق سے اپنے بھائی کے ساتھ حضرت امیر معاویہ بھی ملک شام گئے تھے جو انھیں کے پاس رہ گئے تھے۔ جب حضرت یزید بن ابوسفیان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنی جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم مقرر کر دیا۔ یہ تقرر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوا۔ آپ نے ان کے تقرر کو برقرار رکھا اور پورے عہد فاروقی میں وہ دمشق کے حاکم رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت امیر معاویہ کو پورے ملک شام کا حاکم بنا دیا۔ اس طرح آپ نے عہد فاروقی و عثمانی میں بحیثیت حاکم بیس سال حکومت کی اور پھر بعد میں بحیثیت خلیفہ بیس سال حکم ادا کیا۔

علامہ ابوالاسحق اپنی کتاب نور العین فی مشہد
آپ کی آخری وصیت

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یزید نے پوچھا کہ ابا جان! آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا خلیفہ تو وہی بنے گا مگر جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سن۔ کوئی کام حضرت امام حسین کے مشورہ کے بغیر نہ کرنا۔ انھیں کھانا سے غور سے سن۔ کوئی کام حضرت امام حسین کے مشورہ کے بغیر نہ کرنا۔ انھیں کھانا سے غور سے سن۔ پہلے ان پر خرچ کرنا پھر کسی اور پر۔ پہلے انھیں پہنانا پھر خود پہنانا۔ میں تجھے حضرت امام حسین، ان کے گھروالوں اور ان کے کنبے بلکہ سارے بنی ہاشم کے لئے اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

اے بیٹے! خلافت میں ہمارا حق نہیں وہ امام حسین، ان کے والد حضرت علی اور ان کے اہل بیت کا حق ہے۔ تم چند روز خلیفہ رہنا پھر جب حضرت امام حسین پورے کمال کو پہنچ جائیں تو پھر وہی خلیفہ ہوں گے یا جسے وہ چاہیں تاکہ خلافت اپنی جگہ پہنچ جائے ہم سب امام حسین اور ان کے نانا کے غلام ہیں انھیں ناراض نہ کرنا ورنہ تجھ پر اللہ و رسول ناراض ہوں گے۔ تو پھر تیری شفاعت کون کرے گا لے

آپ کی وفات

علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ماہ رجب ۴۰ میں نقوہ کی بیماری سے مقام دمشق میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۷۸ سال تھی۔

(الکمال فی اسماہ الرجال)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض وفات میں بار بار فرماتے تھے یا لَیْتَنی کُنْتُ سَرَجُلًا مِّنْ قُرَیْشٍ بِذِی طُوًی وَلَکُمُ أَمْرٌ مِّنْ هَذَا الْأَمْرِ شِیْئًا یعنی اے کاش! میں قریش کا ایک معمولی انسان ہوتا جو ذی طوی گاؤں میں رہتا اور ان جھگڑوں میں نہ پڑتا جن میں پڑ گیا۔ اور بوقت وفات آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لٹی حضور کی چادر اور کمر تا مبارک ہے۔ کچھ ان کے بال اور ناخن اقدس کے تراشے ہیں۔ مجھے کفن میں حضور کا کرتا پہنایا جائے حضور کی چادر میں لپیٹا جائے، حضور کی لٹی مجھے باندھ دی جائے اور میرے ان اعضا پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دے جائیں اور مجھے الرحم الراحمین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے لے

آپ کی کرامتیں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب کرامت صحابی ہیں۔ چنانچہ کتاب تلخیص الجنان میں فرمایا سند صحیح سے

روایت ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ مکہ والوں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ شریف سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تو وہاں کبھی خلافت نہ ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔ اور مدینہ منورہ میں خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تو وہاں سے خلافت نکل گئی اب کبھی وہاں خلافت نہ ہوگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اتنا زمانہ گزر گیا مگر آج تک عربین شریفین دار الخلافت نہ بنے۔ مکہ معظمہ میں اگرچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا مگر وہ صرف خلافت کی صورت لٹی حقیقت میں خلافت نہ تھی لیکن مدینہ منورہ میں آج تک دورۂ بھی خلافت نہ ہوئی کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کوفہ کو اپنا دار الخلافت بنایا اور ان کے بعد کسی خلیفہ نے مدینہ منورہ کو دار الخلافت نہیں بنایا۔ اور یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھلی ہوئی کرامت ہے اے

اور آپ کی دوسری کرامت یہ ہے کہ جب آپ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو دعا فرمائی اے مولیٰ تعالیٰ! اگر یزید اس کا اہل نہ ہو تو اس کی سلطنت کو کامل نہ فرما۔ چنانچہ آپ کی دعا کے مطابق ہی ہوا کہ یزید پلید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تین سال کچھ ماہ زندہ رہا مگر اس کی سلطنت پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی اے

اور آپ کی ایک کرامت وہ ہے جسے عارف باللہ مولانا جلال الدین محمد رومی قدس سرہ نے اپنی مثنوی شریف کے دفتر دوم میں تحریر فرمایا ہے

در خبر آمد کہ خالی مومنان بود اندر قصر خود خضہ شبان

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومنوں کے ماموں یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ رات کے وقت اپنے محل میں سوئے ہوئے تھے۔

ناگہاں مردے ورا بیدار کرد چشم چوں بکشا و پنهان گشت مرد
 اچانک ایک شخص نے ان کو بیدار کیا۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو وہ چھپ گیا۔ پھر آپ نے
 پورے مکہ میں غور سے نظر ڈالی تو دیکھا کوئی پردے کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہا ہے
 گفت ہی تو کیستی نام تو چسپست گفت نام قاسم ابلیس شقی ست

آپ نے فرمایا اے چھپنے والے! تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا
 میرا نام ابلیس شقی ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھے کیوں بیدار کیا؟

گفت ہنگام نماز آخر رسید سوئے مسجد زود می باید دؤید

ابلیس نے کہا کہ نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ آپ کو مسجد میں بہت جلد جانا
 چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ تو کسی مسلمان کو بھلائی کی طرف ہرگز نہیں بلا سکتا۔ یقیناً تیری
 غرض کوئی اور ہوگی۔ اس نے کہا اس کے علاوہ میری کوئی غرض نہیں ہے۔ میں ہمیشہ
 اچھے لوگوں کو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہوں اور برے لوگوں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں
 باغبانم شاخ ترمی پر قدم شاخہائے خشک را ہم می بزم
 میں باغبان ہوں۔ ہری شاخوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور سوکھی ٹہنیوں کو
 کاٹتا ہوں۔

گر ترا بیدار کردم بہر دیں خوئے اصل من بہمن ست وہیں
 اگر ہم نے آپ کو دین کے لئے بیدار کیا تو آپ تعجب نہ کریں۔ ہماری پرانی اور
 خاص عادت یہی ہے۔

آپ نے فرمایا اے مکار! تو اور بھلائی کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ صلب فریب کی
 باتیں ہیں۔ سچ بتا کہ تو نے یہیں بیدار کیوں کیا؟ جب تک تو سچی بات نہیں بتائے گا میں
 تجھے جانے نہیں دوں گا۔ آخر ابلیس سچی بات بتانے پر مجبور ہو گیا۔

از بن دندان بگفتش اے قلال کرد مت بیدار من از بہر آن

دلی زبان سے اس نے کہا اے امیر معاویہ! بیدار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ

نارسی اندر جماعت در نماز از پئے پیغمبر دولت و شرافت
 آپ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز یا جماعت ادا فرمائیں۔
 کہ نمازات فوت می شدایں زماں می زدی از دود دل آہ و فغان
 کیوں کہ اس وقت اگر نماز قضا ہو جاتی تو آپ دل سے آہ و بکا کرتے۔
 اں تأسف و اں فغان و اں نیاز در گزشتی از دو صد رکعت نماز
 اس افسوس کرنے، رورنے اور عاجزی کرنے سے آپ کو دو سو رکعت سے زیادہ
 کا ثواب مل جاتا۔ اور زیادہ ثواب ملنے سے مجھے تکلیف ہوتی۔ اس لئے میں نے
 آپ کو بیدار کر دیا۔

من حسودم از حسد کردم چشیں من عذوم کار من مکرست و کیں
 میں حسد ہوں حسد سے میں نے ایسا کام کیا تاکہ ثواب زیادہ نہ ملنے پائے
 میں آپ کا دشمن ہوں میرا کام مکاری اور فریب ہے۔
 گفت اکنون راست گفتی صادق از تو ایں آید تو ایں را لائق
 آپ نے فرمایا اب تو نے سچ کہا اور اپنے اس بیان میں تو سچا ہے۔ تجھ سے یہی
 ہوگا اور تو اسی لائق ہے۔ ابلیس جو کسی کے قبضہ میں نہیں آتا ہے وہ حضرت امیر معاویہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفت سے نہیں نکل سکا۔ اور نہ ان کو فریب دے سکا۔ یہ آپ کی
 واضح کرامت ہے۔

آپ پر کئے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات

میرا درایت اسلام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتات پر کچھ لوگ
 اعتراضات کرتے ہیں۔ ہم ان کے اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد اپنے مذلل جوابات
 پیش کریں گے۔ آپ لوگ بغور سماعت فرمائیں۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ امیر معاویہ نے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا اور کرایا۔ اگر یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ نہ کرتے تو مسلمانوں کا اتنا قتل نہ ہوتا اور مومن کو قتل کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعِدًّا
فَإِنَّ أَجْرَهُ لَهَاجَرَهُمْ مَخَالِدًا فِيهَا
وَأَعْتَبَتْهُ وَعَدَتْ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا
بوشخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب اور لعنت فرمائے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (پ ۱۰۴)

لہذا امیر معاویہ اس آیت کے احکام میں داخل ہیں۔

جواب اس اعتراض کے دو ہیں۔ اول الزامی اور وہ یہ ہے کہ پھر تو حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بھی یہی الزام عائد ہو سکتا ہے اس لئے کہ ان لوگوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی جس میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ جنت کا ہونا اس لئے کہ ان کے جنتی ہونے پر قرآن کی آیت شاہد ہے۔ اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی قطعاً جنتی ہیں اس لئے کہ یہ دونوں حضرات عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب تحقیقی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مومن کے قتل کی تین صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے قتل کو حلال سمجھے اور یہ کفر ہے۔ اس لئے کہ مومن کا قتل حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور آیت کریمہ میں قتل کی یہی صورت مراد ہے۔ اس لئے کہ کفر والا ہی جہنم میں ہمیشہ رہے گا نہ کہ ایمان والا۔ دوسرے یہ کہ مومن کے قتل کو حلال نہیں سمجھتا مگر دنیاوی جملے میں اسے قتل کر دیا۔ یہ کفر نہیں ہے بلکہ فسق

اور گناہ کبیرہ ہے جیسے حلال نہ سمجھتے ہوئے شراب پینا اور نماز کا قصد ترک کرنا۔ اور تیسری صورت خطائے اجتہادی سے ایک مومن کا دوسرے مومن کو قتل کرنا۔ یہ نہ کفر ہے نہ فسق۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ اسی تیسری قسم میں داخل ہے آپ مجتہد تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرمان سے پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ اور مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں خطا کرے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔

اگر ہمارے جواب مقررین کو تسلیم نہیں تو پھر یہی اعتراض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی ہو گا کہ انھوں نے بھی حضرت عائشہ و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جنگ میں بے شمار مومنوں کو قتل کیا اور کرایا۔ خدائے عز و جل سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا اعتراض | یہ کیا جانا ہے کہ امیر معاویہ کے دل میں اہل بیت سے دشمنی تھی اس لئے انھوں نے اہل بیت کو ستایا اور حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے علی کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا۔ اور امیر معاویہ نے اہل بیت سے جنگ کی اور حضور نے فرمایا ہے جس نے ان سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنگ کرنے والا مومن کب ہو سکتا ہے۔

جواب | اس اعتراض کے بھی دو ہیں۔ اول الزامی اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ،

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بھی یہی اعتراض وارد ہو گا کہ ان حضرات نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی ہے بلکہ کوئی مخالف

حضرت علی کے بارے میں بھی یہی کہہ سکتا ہے کہ ان کے دل میں حضرت عائشہ، حضرت طلحہ

اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض و عداوت تھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے بارے میں فرمایا ہے مَنْ أَبْغَضَهُمْ قَدْ أَبْغَضَنِي وَبِغْضِي أَبْغَضَهُ

یعنی جس نے صحابہ سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے سبب ان سے بغض رکھا۔

لہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس قسم کا اعتراض کرنے سے بہت سے صحابہ

اور اہل بیت پر اعتراض وارد ہو گا۔ خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

اب اس اعتراض کا دوسرا جواب تحقیقی ہے اور وہ یہ ہے کہ مخالفت اہل بیت کی
 تین قسمیں ہیں۔ اول حضور کے اہل بیت ہونے کی بنیاد پر ان سے جلنا اور یہ کفر ہے۔
 کیونکہ اس بنیاد پر ان سے جلنا حضور سے دشمنی کی خبر دیتا ہے جو کفر ہے۔ دوسرے کسی
 دنیاوی وجہ سے ناراض ہونا اگر اس میں نفسانیت شامل ہے تو گناہ ہے ورنہ نہیں۔
 جیسے کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین خانگی معاملات میں بار بار شکر
 رنجی ہوئی ہے۔ تیسرے خطائے اجتہادی کی بنیاد پر اہل بیت سے نا اتفاقی ہو جائے۔
 یہ نہ کفر ہے اور نہ گناہ۔ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تمام
 جنگیں اسی تیسری قسم کی تھیں۔ ان سب کے سینے ایک دوسرے کے کینے سپاک تھے۔
 حضرت امام احمد بن حنبل اپنے مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا اِسْأَلْ عَنْهَا عَلِيًّا
 فَهَوَّاءُ عَلِمَتْ۔ اس مسئلہ کو حضرت علی سے پوچھو کہ وہ بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا آپ
 ہی مسئلہ بتادیں کہ آپ کا جواب مجھے ان کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو نے بہت بری بات کہی ہے۔ کیا تو ان سے
 نفرت کرتا ہے جن کی عزت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے تھے اور جن سے حضور نے
 فرمایا اَنْتَ مَبْنِيٌّ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى اِلَّا اَنْ لِيَّ بَعْدِي
 یعنی اے علی! تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون۔ لیکن
 میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے مسئلہ
 پوچھنے والے! سن۔ حضرت علی کی عظمت کا یہ حال ہے کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی سے حل کراتے تھے
 اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اس سے فرمایا قَدْ لَا اَقَامَ اَجَلَهُ وِرْجُلِكَ تو میرے
 پاس سے اٹھ جا۔ اللہ تعالیٰ تیرے پیروں کو قیام نصیب نہ فرمائے۔ وہ شخص آپ کے یہاں
 سے وظیفہ پاتا تھا مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس بے ادبی کے سبب

آپ نے اس کا نام وظیفہ پانے والے رجسٹر سے خارج کر دیا ہے
 اور محمد بن محمود آملی نے نقائس الفنون میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی
 مجلس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا علی شیر تھے۔ علی
 چودہویں رات کا چاند تھے اور علی رحمت خدا کی بارش تھے۔ حاضرین میں سے کسی شخص
 نے پوچھا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ تو آپ نے فرمایا خَطُّوطٌ مِّنْ عَلِيٍّ خَيْرٌ مِّنْ
إِلِیِّیْ سَفِیَّانَ علی کے نقش قدم ابوسفیان کی آل سے بہتر ہیں تھے
 اور شیخ نور الحق بخاری شریف کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن
 حضرت علی نے حضرت طلحہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تھے
 ان کی لاش کو دیکھا تو حضرت علی اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے
 تر ہو گئی تھی

اور علامہ فرہاروسی مؤلف نبراس کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 جنگ جمل سے الگ ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت علی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے ایک سپاہی عمرو بن جرموز نے ان کو شہید کر دیا اور جب ان کی تلوار
 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بَشَرٌ قَاتِلُ ابْنِ صَفِيَّةَ بِالنَّكَارِ ابن صفیہ
 یعنی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو جہنم کی خوش خبری دیدو۔ یہ سن کر عمرو بن
 جرموز نے کہا اے علی! آپ کا معاملہ عجیب ہے۔ اگر ہم آپ سے لڑیں تو جہنمی اور آپ کی
 طرف سے لڑیں تو جہنمی۔ یہ کہہ کر غصہ میں اس نے اپنے پیٹ میں تلوار گھونپ کر خود کشی
 کر لی تھی

ان واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں اختلاف ضرور ہوا مگر وہ

ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے، آپس میں محبت رکھتے تھے، ان کے سینے ایک دوسرے کے بغض و عداوت اور کینے سے پاک تھے جیسے کہ بھائی بھائی میں اختلاف ہو جائے یا بہن بھائی کے بغض و عداوت اور کینے سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔ خلاصہ کہ نوبت لڑائی تک پہنچ جاتی ہے مگر ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔ خلاصہ یہ کہ اختلاف اور پہرہ اور بغض و عداوت اور چیز ہے۔ صحابہ کا آپس میں اختلاف رہا مگر کینہ اور بغض نہیں رہا۔

بِرَادَرَانِ مِلَّتٍ! حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ
اختلاف کی وجہ سے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کو مہر کے بلوائیوں نے گھیر لیا، ان پر پانی بند کر دیا اور پھر ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے جب امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان سے خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ کیا گیا مگر وہ بعض مصلحتوں کی بنا پر قائلین سے قصاص نہ لے سکے۔ جب یہ خبر ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو پیغام بھیجا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ طیبہ میں شہید کر دیا جانا بہت اہم معاملہ ہے۔ لہذا جلد سے جلد قائلین کو پوری سزا دی جائے اور ان پر قصاص جاری کیا جائے مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجودہ حالات سے مجبور تھے اس لئے وہ قائلین کو کوئی سزا نہیں دے سکے۔ بعد ازاں سب کا گروہ جو اس فتنہ کی جڑ تھا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کرنا چاہتا تھا ان میں سے بہت سے لوگوں نے ملک شام پہنچ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ یقین دلایا کہ علی قصاص لینے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ تو حضرت امیر معاویہ نے مسلسل کئی قاصدوں کو بھیج کر قصاص کا شدت سے مطالبہ کیا۔ اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب بھی قائلین پر قصاص جاری نہ کر سکے تو اب حضرت امیر معاویہ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ علی خلافت کے لائق نہیں کیونکہ جب ایسے اہم خون کا وہ

قصاص نہیں لے سکے اور قاتلین کو کوئی سزا نہیں دے سکے تو خلافت کے دیگر امور وہ کیا انجام دے سکتے ہیں۔ حضرت علی سے حضرت امیر معاویہ کے اختلاف کی اصل وجہ یہی ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت علی کے مابین بھی اسی بنیاد پر اختلاف ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تیسرا اعتراض جو بہت اہم سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ اس میں انھوں نے تین غلطیاں کیں۔ اول یہ کہ خلیفہ کا انتخاب عام لوگوں کی رائے سے ہونا چاہئے انھوں نے یزید کو خود کیوں خلیفہ بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا قانون اسلام کے خلاف ہے۔ تیسرے یزید جیسے فاسق و فاجر کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور دیدینا ان کا سب سے بڑا جرم ہے۔ کربلا کے سارے واقعات کی ذمہ داری انھیں پر ہے۔ اگر وہ یزید کو خلیفہ نہ بنائے ہوتے تو کربلا کا ایسا دردناک واقعہ نہ ہوتا۔ اور جب یزید جیسے فاسق و فاجر کو نماز کا امام بنانا درست نہیں تو اسے امام المسلمین بنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ خلیفہ کا اپنی زندگی میں دوسرے کو خلیفہ بنانا جائز ہے اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ ہر اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا تو یہ قرآن و حدیث سے منع نہیں اسی لئے آج کل عام طور پر صوفیہ و مشائخ اپنی اولاد کو اپنا جانشین بناتے ہیں۔ جن لوگوں کو بیٹے کے جانشین بنانے پر اعتراض ہے وہ قرآن و حدیث سے اس کا غلط ہونا ثابت کریں۔ رہی یہ دلیل کہ خلفائے اربعہ میں سے کسی نے اپنے بیٹے کو جانشین مقرر نہیں کیا اس لئے یہ ناجائز ہے۔ تو یہ دلیل غلط ہے اس لئے کہ خلفائے اربعہ کے ذکر نے کے صلیب اگر ناجائز ہو جائے تو انھوں نے بہت سا کام نہیں کیا ہے جیسے قرآن مجید پر اعراب لگانا، حدیث شریف کو کتابی شکل میں جمع کرنا اور فقہ کی تدوین وغیرہ یہ سب کام ناجائز ہو جائیں گے۔

وہاں یزید کا فسق و فجور تو یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں یزید فاسق و فاجر تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ انھوں نے یزید کو فاسق و فاجر جانتے ہوئے اپنا جانشین بنایا۔ یزید کا فسق و فجور در اہل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا۔ اور فسق ظاہر ہونے کے بعد فاسق قرار دیا جاتا ہے نہ کہ پہلے۔ دیکھئے ابلیس لعین پہلے علم الملکوت اور عزت و عظمت والا تھا پھر جب اس سے کفر ظاہر ہوا تب اسے کافر قرار دیا گیا۔ تو فسق ظاہر ہونے سے پہلے یزید کو فاسق کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے مورد الزام ہو سکے ہیں۔

اگر کوئی روایت ایسی ہو جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت امیر معاویہ کو یزید کے فسق و فجور کی خبر تھی اس کے باوجود انھوں نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا تو وہ روایت جھوٹی ہے اور اس کا رادی کذاب ہے اس لئے کہ وہ صحابی کا فسق ثابت کرتا ہے جبکہ سارے صحابہ کا عادل، متقی اور پرہیزگار ہونا جمہور کے نزدیک مسلم ہے۔

یہ بات کہ یزید کو خلیفہ بنانے کے سبب کربلا کے سارے واقعات کی ذمہ داری حضرت امیر معاویہ پر ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے نہیں بلکہ حضرت امام حسن پر ہے اس لئے کہ چالیس ہزار سپاہی جنھوں نے جان قربان کرنے کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اگر آپ ان کو لے کر حضرت امیر معاویہ کا مقابلہ کرتے تو اسی زمانہ میں ان کا قلع قمع ہو جاتا۔ یزید کو سارے ممالک اسلامیہ کے خلیفہ بنائے جانے کا سوال ہی نہیں رہ جاتا مگر اسکی بجائے حضرت امام حسن نے خلافت ان کے سپرد کر دی اور انھوں نے یزید کو اپنا جانشین بنا دیا تو دراصل واقعات کربلا کی ساری ذمہ داری امام حسن پر ہے۔

اور پھر کوئی یہ بھی کہے گا کہ حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب بچہ پیدا ہوا اور وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں تو حضور نے بچے کا نام عبد اللہ رکھا اور فرمایا اذہبی بالی الخلفاء۔ خلفاء کے باپ کو لے جا۔ پھر فرمایا ہذا ابوالخلفاء

حَتَّى يَكُونُ مِنْهُمْ السَّقَاحُ حَتَّى يَكُونُ مِنْهُمْ الْمَهْدِيُّ رَی قَلْفَارِکَا
 باپ ہے انھیں میں سے سقاح ہوگا انھیں میں سے مہدی ہے

دیکھئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کی پیٹھ سے کئی پشت کے بعد پیدا ہونے والوں کے بارے میں بتا دیا کہ وہ خلیفہ ہونگے
 اور ان کے نام بھی بتا دئے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ حضرت
 امیر معاویہ کی پشت سے نیرید پیدا ہوگا تو انھوں نے حضرت امیر معاویہ سے کیوں نہیں
 وصیت کر دی کہ تم نیرید کو خلیفہ ہرگز مت بنانا۔ اور جب ساری باتوں کو جانتے ہوئے حضور
 نے منع نہیں فرمایا تو واقعات کربلا کی ساری ذمہ داری انہی پر ہے۔

اور پھر کوئی بد بخت یہ بھی کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے نیرید کو پیدا ہی کیوں کیا تھا۔ اور
 اگر پیدا کر دیا تھا تو حضرت امیر معاویہ ہی کی زندگی میں اس پر موت واقع کر دیتا مگر اس نے
 ایسا نہیں کیا۔ تو اس میں کسی کی کوئی خطا نہیں ہے۔ کربلا کے خونی واقعہ کی ساری ذمہ داری
 اللہ تعالیٰ پر ہے۔

بِرَأْدَرَانِ إِسْلَامُ! دیکھا آپ لوگوں نے کہ اعتراض کرنے والے کہاں سے کہاں
 تک پہنچے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خدائے تعالیٰ کو بھی نہیں چھوڑا اور ان
 پر بھی اعتراض کر دیا۔ لہذا اے ہمارے سنی بھائیو! سلامتی اسی میں ہے کہ صحابہ کرام
 کے مابین جو اختلافات ہوئے ہیں ان میں بحث نہ کرو ان کا معاملہ خدائے تعالیٰ کے
 سپرد کرو کہ اس میں پڑنے سے ایمان جانے کا اندیشہ ہے۔

غنیۃ الطالبین جو شیخ عبدالقادر جیلانی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 تصنیف مشہور ہے اس کے ص ۱۷۵ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ
 وجہہ الکریم نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہم سے جو جنگ کا ہے اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس میں اور صحابہ کی تمام جنگوں میں بحث کرنے سے باز رہنا چاہیے اس لئے کہ علی مرتضیٰ ان صحابہ سے جنگ کرنے میں حق پر تھے اور جو کوئی ان کی اطاعت سے خارج ہوا اور ان کے مقابل جنگ آزمایا ہوا اس نے امام برحق سے بغاوت کی لہذا اس سے جنگ جائز ہوئی۔ اور جن لوگوں نے علی مرتضیٰ سے جنگ کی جیسے حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت امیر معاویہ تو انہوں نے حضرت عثمان کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کیا جو کہ خلیفہ برحق اور مظلوم ہو کر شہید کئے گئے اور حضرت عثمان کے قاتلین حضرت علی کی فوج میں شامل تھے۔ لہذا ان میں سے ہر ایک صحیح تاویل کی طرف گئے۔

اور اس غیۃ الطالبین کے ص ۱۷ پر ہے۔ سارے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے۔ اور انہیں برا کہنے سے پرہیز کیا جائے۔ ان کے فضائل اور ان کی خوبیاں ظاہر کی جائیں اور ان بزرگوں کا معاملہ رب کے سپرد کیا جائے جیسے وہ اختلافات جو حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت معاویہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں واقع ہوئے۔

اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں **مَنْ تَوَلَّاهُمْ جَمِيعًا وَكَانَ كُتْلُ الصَّرْحَابَةِ لَا يَخْتَارُ** یعنی ہم اہل سنت تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی سے ہی یاد کرتے ہیں۔

اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اکابرین اولیاء میں سے ہیں ارشاد فرماتے ہیں۔

”خلافت و نزاع کہ در میان اصحاب واقع شدہ بود محمول بر ہوائے نفسانی نیست در صحبت خیر البشر نفوس ایشان بتزکیہ رسیدہ بودند“ جو بھلے گئے اور لڑائیاں صحابہ کرام میں ہوئیں وہ نفسانیت کی بنا پر یہ تھیں اسلئے کہ صحابہ کے نفوس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے پاک ہو چکے تھے۔ (مکتوبات جلد اول ص ۱۷)

بِرَادَرَاتٍ أَهْلِسْتُمْ! آپ لوگوں نے حضرت غوث اعظم، حضرت امام اعظم
 اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات مبارکہ کو سن لیا۔ اگر واقعی
 آپ ان بزرگوں کے ماننے والے ہیں اور ان سے محبت کرنے والے ہیں تو ان کے فرمان
 پر عمل کریں۔ صحابہ کرام کی جنگوں کے متعلق بحث نہ کریں، ان کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد
 کریں، حضرت امیر معاویہ اور کسی صحابی سے بغض و عناد نہ رکھیں، سب سے محبت کریں
 اور سب کو بھلائی ہی سے یاد کریں، کسی بھی صحابی پر لعن طعن نہ کریں کہ اللہ و رسول
 کی ناراضی کا سبب ہے۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ
 و اصحابہ اجمعین و باریک وسلم

سید الشہداء حضرت امام حسینؑ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

الحمد لله رب المشرقين ورب المغربين والصلاة والسلام
على نبينا جد الحسن والحسين وعلى آله واصحابه الذين
فازوا في الدارين۔ اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم
بسم الله الرحمن الرحيم۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ، صدق
الله العلي العظيم وصدق رسوله النبي الكريم ونحن على
ذلك لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين
ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر ساری کائنات کے آقا و مولیٰ جناب محمد مجتبیٰ
محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دریاہ در دربار میں بلند آواز سے درود شریف کا
نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الای و آلہ صلی اللہ علیہ
وسلم صلاۃ وسلاماً علیک یا رسول اللہ۔

حضرات! حمد و صلاۃ کے بعد قرآن مقدس کی آیت کریمہ کے جس ٹکڑے
کی تلاوت کا شرف ہم نے حاصل کیا ہے یعنی قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ۔ اسکا
ترجمہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے پاس نور آگیا۔ اس آیت کریمہ میں ہمارے
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور فرمایا گیا ہے۔ اور نور وہ ہے جو خود روشن و چمکدار
ہو اور دوسروں کو روشن و چمکدار بنائے۔ دیکھئے آفتاب نور ہے جو روشن و تابناک
ہے اور جس پر وہ اپنا عکس ڈالتا ہے اسے بھی روشن و تابناک بنا دیتا ہے مگر وہ صرف

ظاہر کو چکانا ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نور ہیں جو ظاہر و باطن دونوں کو چمکاتے ہیں۔ تو جو لوگ کہ اس نور سے چمکے وہ خوب چمکے۔ پھر ان میں جو نور کی گود میں کھیل کر بڑے ہوئے یعنی نواسہ رسول سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو وہ ایسے چمکے کہ اپنے تو اپنے اغیار کی آنکھیں بھی ان کی چمک سے چکا چوندہ ہیں اور یتیم دیوں کی ہزار مخالفت کے باوجود انشاء اللہ الرحمن وہ قیامت تک ایسے ہی چمکتے رہیں گے۔ اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و بارک و سلم۔

آپ کی ولادت

بِرَآدَرَانِ مَلَّتْ اَسِيْدَ الشَّهَادَةِ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارکہ ۵ شعبان ۴ سنہ

کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے کان میں ذان دی منہ میں لعابِ دہن ڈالا اور آپ کے لئے دعا فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا۔ حضرت امام حسین کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ”سبط رسول“ و ریحانہ الرسول ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبر و شبیر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انھیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا ہے

اسی لئے حسین کریمین کو شبر و شبیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سریانی زبان میں شبر و شبیر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ اَسْمَانِ لِمَنْ اَهْلُ الْجَنَّةِ حَسَنٌ اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے بلکہ ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی رکھے

یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا ہے
حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی چچی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محرمہ ایک
دن حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج میں نے ایک ایسا
خواب دیکھا ہے کہ جس سے میں ڈر گئی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو نے کیا دیکھا
ہے؟ انہوں نے عرض کیا وہ بہت سخت ہے جس کے بیان کی میں اپنے اندر جرأت
نہیں پاتی ہوں۔ حضور نے فرمایا بیان کرو تو انہوں نے عرض کیا میں نے یہ دیکھا ہے کہ
حضور کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا
تمہارا خواب بہت اچھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہراء کے بیٹا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری
گود میں دیا جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت
ام الفضل کی گود میں دے گئے تھے

مِرَادُ رَآئِ اسْلَامًا! حضرت امام حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہیں۔

آپ کے فضائل

آپ حضرات پہلے ان روایتوں کو سماعت فرمائیں جو صرف آپ کے مناقب میں ہیں۔
پھر جو حدیثیں کہ دونوں شاہزادوں کے فضائل کو شامل ہیں وہ بعد میں پیش کی جائیں گی
ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلیٰ بن مرقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حُسَيْنٌ مِسِيٌّ وَاَنَا مِنْ
الْحُسَيْنِ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ یعنی حسین کو حضور سے اور حضور
کو حسین سے انتہائی قرب ہے گویا کہ دونوں ایک ہیں تو حسین کا ذکر حضور کا ذکر ہے

کی خدمت میں آتے حضور مرزا فرماتے پھر ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور لوگوں کو مخاطب ہو کر فرماتے کہ میں نے حسین پر اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا ہے۔ (شواہد النبوة ص ۳۴)
اب وہ روایتیں ملاحظہ فرمائیں جو دونوں صاحبزادوں کے فضائل پر مشتمل ہیں۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ حسن اور حسین جتنی جوانوں کے سردار ہیں لے

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا اِنَّ اَلْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا كَحَارِيٍّ مِّنَ الدُّنْيَا۔ حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں لے

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی ضرورت سے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ باہر تشریف لائے تو کسی چیز کو اٹھائے ہوئے تھے جسے میں نہیں جان سکا۔ جب عرض جاتا سے میں فارغ ہوا تو دریافت کیا حضور یہ کیا اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ نے چادر لباک ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں پہلوؤں میں حضرت حسن اور حضرت حسین ہیں۔ آپ نے فرمایا هَذَا اِنْ اِبْنَاىَ وَ اِبْنَاىَ بَنَتَاىَ۔ یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں اور پھر فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا۔ اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ۔ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ۔ لے

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی لے

اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حسن اور حسین کو لیکر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا حضور! یہ آپ کے دونوں نواسے ہیں انھیں کچھ عطا فرمائیے تو حضور نے فرمایا أَمَّا حَسَنٌ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُودُ دِيٍّ وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُودِي حسن کے لئے میری ہیبت و سیادت ہے اور حسین کے لئے میری جرأت و سخاوت ہے لے

اور حضرت جعفر صادق بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کلمہ سنی کے زمانہ میں ایک دوسرے سے کشتی لڑ رہے تھے اور حضور بیٹھے ہوئے یہ کشتی ملاحظہ فرما رہے تھے۔ تو حضرت حسن سے حضور نے فرمایا حسین کو بچا لو۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ سنا تو انھیں تعجب ہوا اور عرض کیا ابا جان! آپ بڑے سے فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو بچا لو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دوسری طرف جبریل حسین سے کہہ رہے ہیں کہ حسن کو بچا لو لے

یزیدی آنکھیں کھول کر دیکھ لیں حضرات حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہ مقام ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اگر ان کے درمیان کشتی لڑا رہے ہیں۔

اور حضرت علامہ نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حسین کریمین نے دو تختیاں لکھیں۔ ہر ایک نے کہا کہ ہماری تحریر اچھی ہے۔ تو فیصلہ کے لئے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس لے گئے۔ آپ بڑے بڑے حیرت انگیز فیصلے فرمایا ہیں مگر یہ فیصلہ نہ فرما سکے اس لئے کہ کسی صاحبزادے کی دل شکنی منظور نہ تھی۔ فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ دونوں شہزادے حضرت قائلہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اماں جان! آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس نے اچھا لکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکوں گی۔ اس معاملہ کو تم لوگ اپنے نانا جان کے پاس لے جاؤ۔ شہزادے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے اور عرض کیا نانا جان آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس کی تحریر اچھی ہے؟ ساری دنیا کا فیصلہ فرمانے والے حضور نے سوچا کہ اگر حسن کی تحریر کو اچھی کہوں تو حسین کو ملال ہوگا اور حسین کی تحریر کو عمدہ کہوں تو حسن کو رنج ہوگا اور کسی کا رنجیدہ ہونا انھیں گوارا نہیں تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ جبریل کریں گے۔ حضرت جبریل بکلم رب جلیل نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا فیصلہ خداوند قدوس فرمائے گا میں اس کے حکم سے ایک سیب لایا ہوں۔ اس نے فرمایا ہے کہ میں اس جنتی سیب کو تختیوں پر گراؤں جس تختی پر یہ سیب گرے گا فیصلہ ہو جائے گا کہ اس تختی کی تحریر اچھی ہے۔ اب دونوں تختیاں اٹھا رکھی گئیں اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اوپر سے ان تختیوں پر سیب گرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے راستہ ہی میں سیب کٹ کر آدھا ایک تختی پر اور دوسرا آدھا دوسری تختی پر گرا۔ اس طرح حکم الحاکمین جل جلالہ نے فیصلہ فرمادیا کہ دونوں شہزادوں کی تحریریں اچھی ہیں اور کسی ایک کی تحریر کو اچھی قرار دے کر دوسرے کی دل شکنی گوارا نہ فرمایا (۱)

خداوند قدوس کی بارگاہ میں حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ مقام ہے مگر افسوس

حقانین کو ان کی عظمت و رفعت نظر نہیں آتی۔

آپ کی شہادت کی شہرت

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی بھی شہرت عام ہو گئی۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ نہ ہر اور دیگر صحابہ کبار و اہل بیت کے جاں نثار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سبھی لوگ آپ کے زمانہ شیرخوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارحمن ظلم و ستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین پر بہا میں بہایا جائے گا جیسا کہ ان احادیث کریمہ سے ثابت ہے جو اب کی شہادت کے بارے میں وارد ہیں۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی گود میں دیا۔ پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور کی مبارک آنکھوں سے لگانا رانسو بہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے یہ خبر سنائی کہ إِنَّ أُمَّتِي سَقَطَتْ أَبْنِي هَذَا۔ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی۔ حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس فرزند کو شہید کر دے گی؟ حضور نے فرمایا ہاں۔ پھر جبریل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سُرُخ مٹی بھی لائے۔ (۱)

اور ابن سعد و طبرانی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خبر دی إِنَّ ابْنِي الْحُسَيْنِ يُقْتَلُ بَعْدِي بِأَرْضِ الطُّفِّ۔ میرا بیٹا حسین میرے بعد ارض طف میں قتل کیا جائے گا۔ اور جبریل میرے پاس وہاں کی یہ مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خواجگاہ

(مقتل) کی مٹی ہے (۱) طف قریب کو فہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتہ نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کیلئے خداوند قدوس سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیالہ کرنے لگے۔ فرشتہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا اِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهُ۔ آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ دیکھ کر آپ کو دکھا دوں۔ پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو شیشی میں بند کر لیا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن خون ہو گئی۔ (۲)

اور ابن سعد حضرت شعیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گزر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام دریافت فرمایا۔ لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے۔ کربلا کا نام سننے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبریل آئے تھے انھوں نے مجھے خبر دی اِنَّا وَكَلْنَاهُ ابْنِ الْحُسَيْنِ يُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِمَوْجِعٍ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاءُ۔ میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ پر شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔ (۳)

اور ابو نعیم اصبح بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت حسین کی قبر گاہ سے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھا کی جگہ ہے اور اس مقام پر ان کے کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے۔ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے جوان اس میدان میں شہید کئے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔ (۱)

ان احادیث کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کی بار بار اطلاع دی گئی اور حضور نے بھی اس کا بار بار ذکر فرمایا اور یہ شہادت حضرت امام حسین کے عہد طفلی ہی میں خوب مشہور ہو چکی تھی اور سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کے شہید ہونے کی جگہ کو بلا ہے بلکہ اس کے چپہ چپہ کو بیچتے تھے اور انھیں خوب معلوم تھا کہ شہدائے کربلا کے اونٹ کہاں باندھے جائیں گے، ان کا سامان کہاں رکھا جائے گا اور ان کے خون کہاں بہیں گے؟

لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاں وہ نبی کہ خداوند قدوس جن کی رضا جوئی فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ سَرُّكَ فَتَرْضَىٰ جن کا حکم بحر و بر میں نافذ ہے جنھیں شجر و حجر سلام کرتے ہیں، چاند جن کے اشاروں پر چلا کرتا ہے، جن کے حکم سے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے بلکہ حکم الہی کو نین کے ذرہ ذرہ پر جن کی حکومت ہے۔ وہ نبی پیارے نواسے کے شہید ہونے کی خبر پا کر آنکھوں سے آنسو تو بہاتے ہیں مگر نواسے کو بچانے کے لئے بارگاہ الہی میں دعا نہیں فرماتے اور نہ حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! حسین کی خبر شہادت نے تو دل و جگر پارہ پارہ کر دیا آپ دعا فرمائیں کہ خدائے عز و جل حسین کو اس حادثہ سے محفوظ رکھے۔ اور اہل بیت، ازواج مطہرات اور صحابہ کبار سب لوگ حضرت امام حسین کے شہید ہونے کی خبر سنتے ہیں مگر اللہ کے محبوب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی بارگاہ میں کوئی دعا کی درخواست پیش نہیں کرتا جبکہ آپ کی دعا کا حال یہ ہے کہ
 اجابت کا سہرا عسایت کا جوڑا بن دہن بن کے نکلے دعائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا ہے بڑھی ناز سے جب دعائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانے کیلئے
 دعا نہیں فرمائی اور نہ حضور سے کسی نے اس کے بارے میں دعا کرنے کی درخواست پیش کی
 صرف اس لئے کہ حسین کا امتحان ہوان پر تکالیف و مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں اور وہ امتحان میں
 کامیاب ہو کر اللہ کے پیارے ہوں کہ اب نبی کوئی ہو نہیں سکتا تو نواسہ رسول کا درجہ اس طرح
 بلند سے بلند تر ہو جائے اور رضائے الہی حاصل ہونے کے ساتھ دنیا و آخرت میں ان کی عظمت
 و رفعت کا بول بالا بھی ہو جائے۔

ایک اعراض اور اس کا جواب | بِرَادَرَاتٍ اِسْلَامُ الْعِزِّ كَسَانِ جو اعراض کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ

اپنے نواسے کو قتل سے نہیں بچا سکے تو دوسرے کو کسی مصیبت سے کیا بچا سکے ہیں۔ تو اس کا جواب
 یہ ہے کہ اللہ کے محبوب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت امام حسین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید ہونے سے بچانے کی کوشش ہی نہیں فرمائی اس لئے کہ آپ نے ان کے
 لئے قتل سے محفوظ رہنے کی دعا ہی نہیں کی۔ اور جب آپ نے ان کو شہید ہونے سے بچانے کی
 کوشش ہی نہیں فرمائی تو پھر یہ کہنا ہی سرے سے غلط ہے کہ وہ اپنے نواسے کو قتل سے نہیں
 بچا سکے۔ جیسے کہ ہمارا کوئی آدمی دریا میں ڈوب رہا ہو اور ہمارے پاس ڈوبنے سے بچانے
 کے لئے کشتی وغیرہ تمام سامان دیا ہو مگر ہم بچانے کی کوشش نہ کریں تو یہ کہنا غلط ہے کہ
 ہم بچا نہ سکے۔ ہاں اگر ہم بچانے کی کوشش کرتے اور نہ بچا پاتے تو البتہ یہ کہنا صحیح ہوتا کہ ہم نہیں
 بچا سکے۔ تو اللہ کے محبوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نواسے کو بچانے کی قدرت
 رکھنے کے باوجود ان کو بچانے کی کوشش نہیں فرمائی۔ لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ ان کو نہیں
 بچا سکے۔ خدا سے تعالیٰ سمجھو عطا فرمائے۔

اور بعض گستاخ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سید الانبیاء کے نواسے اور مصیبتی ہیں جن کے درجہ کو بڑا سے بڑا ولی اور غوث و قطب نہیں پہنچ سکتا جب وہ اپنی اور اپنے عزیز واقارب کی جان نہیں بچا سکے تو دوسرا کوئی غوث و قطب کسی کی کیا مدد کر سکتا ہے تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ کربلا میں اپنی جان بچانے نہیں گئے تھے بلکہ اپنی جان دیکر اسلام بچانے گئے تھے۔

اور جان بچانے کا راستہ تو آپ کے لئے ہمیشہ کھلا ہوا تھا اس لئے کہ جان بچانے کیلئے جب حرام قطعی کا کھانا پینا اور بھوٹ بولنا جائز ہو جاتا ہے تو آپ جان بچانے کی خاطر تھوڑی دیر کے لئے یزید کی جھوٹی بیعت کر لیتے اور جب دشمن کی گرفت سے آزاد ہو جاتے تو انکار کر دیتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جان بچانا نہیں تھا بلکہ جان دے کر اسلام کو بچانا تھا۔

اور یہی عزیز واقارب کی جان بچانے کی بات۔ تو آپ کے جو عزیز واقارب میدانِ کربلا میں شہید ہوئے ان کی دنیوی زندگی بس اتنی ہی تھی اور جس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ ارشاد خداوندی ہے فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُ خَرْوَنَ سَاعَةٍ وَلَا يَسْتَقْدِلُ مَوْتًا۔ جب ان کو موت آئے گی تو ایک ساعت آگے پیچھے نہیں ہوں گے۔ (۱) اور ارشاد فرمایا وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجْلُهَا۔ اللہ تعالیٰ کسی جان کی موت کو ہرگز نہ توخیر نہیں فرمائے گا جبکہ اس کا وقت آجائے گا۔ (۲)

اگر یہ معقول جواب اعتراض کرنے والوں کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ دن دور نہیں جب کہ وہ یہ بھی کہیں گے کہ انبیاء کرام کا قتل کیا جانا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب انبیاء کو قتل سے نہیں بچا سکا تو پھر کسی دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے۔

العیاذ باللہ تعالیٰ

یزید پلید

یزید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا جس کی کنیت ابو خالد ہے ایسے خاندان کا وہ بد بخت انسان ہے جس کی پیشانی پر نواسہ رسول جو گوشہ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا سیاہ داغ ہے جس پر ہر زمانے میں لوگ ملاحت کرتے رہے اور مٹی دنیا تک ایسے ہی ملاحت کرتے رہیں گے۔ یہ بد باطن اور ننگ خاندان ۲۵ھ میں پیدا ہوا اس کی ماں کا نام یسویٰ بنت نجد کلبی ہے۔ یزید بہت موٹا بد نما بد خلق، فاسق و فاجر، شرابی بدکار، ظالم اور بے ادب و گستاخ تھا اس کی بدکاریاں اور یہودگیاں انہما کو پہنچ گئی تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت خطلہ غسیل الملائکہ کے صاحبزادے ہیں وہ فرماتے ہیں وَاللّٰهِ مَا خَرَجْنَا عَلَىٰ يَزِيدَ حَتَّىٰ خِفْنَا اَنْ نُّوْهِىَ بِالْحِجَابِ مَرَّةٍ مِّنَ السَّمَاءِ یزید پر ہم نے اس وقت حملہ کی تیاری کی جب ہم لوگوں کو اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی۔ اس لئے کہ فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ماں بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے، شرابیں پی جا رہی تھیں اور دیگر منہیات شرعیہ کا علانیہ رواج ہو گیا تھا اور لوگوں نے نماز ترک کر دی تھی۔ (۱)

یزید نے مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوپانی سے زیادہ خطرناک تھی۔ ادب و فراست اور اصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے جب کہ عنان سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں آئی۔ اسی لئے ۵۹ھ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ رَّاسِ السَّیِّئِیْنَ وَ اِمَاْرَةِ الصَّبِّیَّانِ۔ یارب میں تیری پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ کے آغاز اور لوگوں کی حکومت سے۔

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حامل اسرار تھے

انہیں معلوم تھا کہ ۵۹ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے ۵۹ھ میں بمقام مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔ (۱)

زید اور احادیث کرمیہ اقوال کرمیہ

روایاتی اپنی مستند میں صحابی رسول حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اَوَّلُ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي اُمَيَّةَ يَقَالُ لَهُ يَزِيدُ۔ میری سنت کا پہلا بدلنے والا ایک شخص بنی امیہ کا ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔ (۲)

اور ابو یعلیٰ اپنی مستند میں (بسنہ ضعیف) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت ہمیشہ عدل و انصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ پہلا رختہ اندازنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔ اور علامہ صیان تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے کفر کے قائل ہیں اور تجھے ان کا فرمان کافی ہے، ان کا تقویٰ اور علم اس امر کا متقاضی ہے کہ انہوں نے یہ بات اس لئے کہی ہوگی کہ ان کے نزدیک ایسے امور صریحہ کا یزید سے صادر ہونا ثابت ہوگا جو موجب کفر ہیں۔ اس معاملہ میں ایک جماعت نے ان کی موافقت کی ہے مثلاً ابن جوزی وغیرہ۔ رہا اس کا فسق تو اس پر اتفاق ہے۔ بعض علماء نے خاص اس کے نام سے لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ (۳)

اور حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل اور اہلبیت نبوت کی توہین و تذلیل پر یزید کی رضا و خوشنودی تو اتر سے ثابت ہے لہذا ہم اس کی ذات کے بارے میں توقف نہیں کریں گے (اسے برا بھلا کہیں گے) البتہ اس کے ایمان کے بارے میں توقف کریں گے (نہ اسے کافر کہیں گے اور نہ مومن) (۵)

۱۔ سوانح کربلا ص ۸۱، ۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶، ۳۔ ایضاً ص ۱۲۶، ۴۔ برکات آل رسول ص ۱۵۵، ۵۔ شرح عقائد نسفی ص ۱۱

محدث ابن جوزی سے پوچھا گیا کہ یزید کو امام حسین کا شہید کرنے والا کہنا کس طرح صحیح ہے جب کہ وہ کربلا میں شہادت کے واقعہ کے وقت ملک شام میں تھا تو انھوں نے ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تیر عراق میں تھا جبکہ تیر مارنے والا ذی سلم میں تھا۔ اسے تیر مارنے والے تیرا نشانہ کس غضب کا تھا۔ (۱)

نوفل بن ابوالفرات کہتے ہیں کہ میں ایک روز اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یزید کا کچھ ذکر آگیا تو ایک شخص نے یزید کو امیر المؤمنین یزید بن معاویہ کہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص سے فرمایا کہ تو اسے امیر المؤمنین کہتا ہے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے اس شخص کو ۲۰ کوڑے لگائے جائیں۔ (۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ خاندان کے ایک فرد ہیں یعنی مروان کے پوتے اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کے داماد ہیں جن کے فضل و کمال اور تقویٰ و پرہیزگاری کے بارے میں صرف اتنا بتادینا کافی ہے کہ ان کو خلفائے راشدین میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ انھوں نے اس شخص کو کہ جس نے یزید بد بخت کو امیر المؤمنین کہا کوڑے لگوائے اور سزا دی۔

اس واقعہ سے وہ لوگ جو آج کل یزید کی حمایت کرتے ہیں اور اس کو امیر المؤمنین کہتے ہیں سبق حاصل کریں اور جان لیں کہ وہ یقیناً سزا کے مستحق ہیں۔ اگر آج بھی کوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ہوتا تو انھیں کوڑے ضرور لگوانا۔

اور اعلیٰ حضرت پیشوائے اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ”یزید پلید علیہ ما يستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق و فاجر و جبری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہلسنت کا اطباق و اتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور یہ تحفیس نام اس پر لعن کرتے ہیں اور آیت کریمہ اس پر سند لاتے ہیں فَهَلْ عَسَيْتُمْ

اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَ تَقَطَّعُوا اَسْرَاحَكُمْ اُولَئِكَ الَّذِيْنَ
 لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاصْبِرْ لَهُمْ وَاَعْنِ اَبْصَارَهُمْ۔ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین
 میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں
 بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ (۱) شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد
 پھیلایا حرمین طہین و خود کعبہ معظمہ و مدینہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں مسجد کریم میں گھوڑے
 باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے۔ تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان
 و نماز رہی۔ مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کئے۔ کعبہ معظمہ پر پتھر
 پھینکے غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارہ سائیں تین شبانہ لڑنے اپنے
 خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب
 و دانہ رکھ کر ہمارے ہاں کے تیغ ظلم سے پیا سا ذبح کیا، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود کے پلے
 ہوئے تین نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چورہ ہو گئے۔
 سرانور کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا حرم محرم
 غدد رات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیثات کے دربار میں لائے
 گئے۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہو گا۔ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات
 کو فسق و فجور نہ جانے قرآن عظیم میں صراحت اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا۔ لَعَنَ اللّٰہُ اِمَام احمد اور ان کے
 موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں۔ اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً
 سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں۔ اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز
 نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال و عیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ فَسَوْفَ يَكْفُونَ غِيًّا
 اَلَا مَنَّ تَابَ (۲) اور توبہ تا دم غرغره مقبول ہے اور اس کے عدم پر جرم نہیں و یہی اصول و
 اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب و ملت

کے خلاف ہے اور ضلال و بد مذہبی صاف ہے۔ بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جہیں
عجت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ضمہ ہو و سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ
يَنْقَلِبُونَ۔ (۱)

اور تحریر فرماتے ہیں: یزید بیشک پلید تھا اسے پلید کہنا اور کھنا جائز ہے اور اسے
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ ہے گا سگرنا بھی کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے۔ (۲)

بِرَّاد رَآَنِي إِسْلَامًا جلیل القدر علمائے محققین کے بیانات سے خوب اچھی طرح واضح
ہو گیا کہ یزید کیسا تھا اور اس نے کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ہم اسے کیا
کہہ سکتے ہیں اور کیا نہیں کہہ سکتے۔ جو لوگ کہ امام الائمہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والے ہیں اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اپنے
امام کے طریقہ پر چلیں یعنی یزید کے بارے میں لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت اختیار کریں کہ یہی
اسلم ہے۔ اور جو لوگ کہ اس کے فاسق و فاجر ہونے سے انکار کریں اور اس کے لئے ایم المؤمنین
ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں یا امام مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام رکھیں ایسے لوگوں
کو گمراہ و بد مذہب، اہلیت نبوت کا دشمن اور خارجی سمجھیں، ان کا بیان سننے سے پرہیز کریں
اور ان کی کتابیں پڑھنے سے بچیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض جاہل جو کہتے ہیں کہ امام
حسین نے یزید سے بغاوت کی تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے اور اس طرح
کی بولی خارجیوں کے ہدایات میں سے ہے جو اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں۔ (۳)

یزید اور حدیث قسطنطنیہ

یزید پلید جس نے مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی کی جس نے ہزاروں

صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بے گناہ قتل عام کیا، جس نے مدینہ طیبہ کی پاک امن
خواتین کو اپنے لشکر پر حلال کیا اور جس نے جو گوشہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
تین دن بے آب و دانہ رکھ کر پیاسا ذبح کیا۔

ایسے بد بخت اور مردود و زید کو پیدائشی جنتی اور بخشا بخشایا ہوا ثابت کرنے کیلئے آج کل
کچھ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ایسے لوگ چاہے اپنے آپ کو سنی کہیں یا دیوبندی
لیکن حقیقت میں وہ اہلبیت رسالت کے دشمن خارجی اور زیدی ہیں۔ اس بد بخت کی ہمت
میں وہ لوگ بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو حدیث قسطنطنیہ کے نام سے یاد
کی جاتی ہے۔ ان باطل پرست زیدیوں کا مقصد یہ ہے کہ جب زید کی بخشش اور اس کا
جنتی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے تو امام حسین کا ایسے شخص کی بیعت نہ کرنا اور اس کے
خلاف علم جہاد بلند کرنا بغاوت ہے اور سارے فتنہ و فساد کی ذمہ داری انہی پر ہے۔ نعوذ
بِاللہ من ذلک۔

زیدی گروہ جو حدیث پیش کرتا ہے وہ یہ ہے قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ۔ یعنی نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا
وہ بخشا ہوا ہے۔ (۱) اور قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا زید ہے لہذا وہ بخشا بخشایا
ہوا پیدائشی جنتی ہے۔

زیدی گروہ کی اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب
احمد نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان حق ہے لیکن قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا
زید ہے یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ زید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا اس کے بارے میں چار
اقوال ہیں ۳۴۵ھ، ۳۴۶ھ، ۳۴۷ھ اور ۳۴۸ھ دیکھئے کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۳۱، بدایہ نہایہ

جلد ۸ ص ۳۲ علی شریح بخاری جلد ۴ ص ۱۹ اور احبابہ جلد اول ص ۴۰۵۔

معلوم ہوا کہ یزید ۴۹ھ سے ۵۵ھ تک قسطنطنیہ کی کسی جنگ میں شریک ہوا چاہے سپہ سالار وہ رہا ہو یا حضرت سفیان بن عوف اور وہ معمولی سپاہی رہا ہو۔ مگر قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ ہو چکا تھا جس کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھے۔ اور ان کے ساتھ حضرت ابوالیوب انصاری بھی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ دیکھئے حدیث کی معتمد و مشہور کتاب ابوداؤد شریف ص ۳۴۔ اور حضرت عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ۴۷ھ یا ۴۸ھ میں ہوا جیسا کہ بدایہ نہایہ جلد ۸ ص ۳۱، کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۲۲۹ اور اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۴ میں ہے معلوم ہوا کہ آپ کا حملہ قسطنطنیہ پر ۴۷ھ یا ۴۸ھ سے پہلے ہوا۔ اور تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کی ایک جنگ کے علاوہ کسی میں شریک نہیں ہوا۔ تو ثابت ہو گیا کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ پر جو پہلا حملہ کیا تھا یزید اس میں شریک نہیں تھا تو پھر حدیث أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي الْخَمِيسَ يَزِيدٌ دَاخِلٌ فِيهَا اور جب وہ داخل نہیں تو اس حدیث شریف کی بشارت کا بھی وہ مستحق نہیں۔ اور یاد رکھئے کہ ابوداؤد شریف صحاح ستہ میں سے ہے عام کتب تاریخ کے مقابلہ میں اسی کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ یہ بات کہ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال اس جنگ میں ہوا کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو اس میں کوئی خلیفان نہیں اس لئے کہ قسطنطنیہ کا پہلا حملہ جو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ہوا آپ اس میں شریک رہے اور پھر بعد میں جب اس لشکر میں شریک ہوئے کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا۔ تو قسطنطنیہ میں آپ کا انتقال ہو گیا اس لئے کہ قسطنطنیہ پر متعدد بار اسلامی لشکر حملہ آور ہوا ہے۔

بِرَادَاتِ إِسْلَامٍ! اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا جو لشکر تھا اس میں یزید موجود تھا پھر بھی یہ ہرگز نہیں ثابت ہو گا کہ اس کے سارے کرتوت معاف ہو گئے اور وہ جنتی ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَكْفِيَانِ فَيَتَصَا فَحَانَ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا یعنی جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا

ہونے سے پہلے ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (۱)

اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا
كَانَ لَنَا مَغْفِرَةً كَرِيمًا تَوْبَةً بِهَا يَجُوزُ مِثْرُ مِثْقَالِ رَمْزٍ فِي رَمَضَانَ میں روزہ دار کو افطار کرانے اس کے
گناہوں کے لئے مغفرت ہے۔ (۲)

اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یہ بھی ہے يُغْفَرُ لِمَنْ تَابَ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ
فِي مَحْضَانِ (روزہ وغیرہ کے سبب) ماہ رمضان کی آخری رات میں اس امت کو بخش دیا
جاتا ہے۔ (۳)

اگر زید نوازوں کی بات مان لی جائے تو ان احادیث کریمہ کا یہ مطلب ہوگا کہ مسلمان سے
مصافحہ کرنے والے، روزہ دار کو افطار کرانے والے اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والے
سب بخشے بخشائے جنتی ہیں۔ اب اگر وہ حرمین طہیین کی بے حرمتی کریں معاف۔ کعبہ شریف کو
کھود کر پھینک دیں معاف۔ مسجد نبوی میں غلاظت ڈالیں معاف۔ ہزاروں بے گناہ کو قتل کر ڈالیں
معاف یہاں تک کہ اگر سید الانبیاء کے جگر پاروں کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر ڈالیں تو وہ
بھی معاف اور جو چاہیں کریں سب معاف۔ نعوذ باللہ من ذلک

بِرَأْدِ رَأْيِ مَلِكٍ! اگر کسی عمل خیر سے صغیر، کبیرہ اور اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں
جیسا کہ آج کے زیدیوں نے سمجھا ہے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ایک مسلمان
دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرے گا اور اس کے بعد جو چاہے گا کرے گا۔ اگر کوئی اسے سرزنش کریگا
تو کہے گا ایک مسلمان سے مصافحہ کے سبب ہمارا اگلا پچھلا سب گناہ معاف ہو گیا ہے۔ ہمیں کچھ
نہ کہو۔

خداے عزوجل زید نوازوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور گمراہی و بد مذہبی سے بچنے کی توفیق
دے فیق بخشے۔ آمین

یزید کی تخت نشینی اور طلب بیعت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی بیعت کے لئے ہر طرف خطوط و حکنامے روانہ کئے۔ مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ تھے ان کو اپنے باپ کی وفات کی اطلاع کی اور لکھا کہ ہر خاص و عام سے میری بیعت لو اور حسین بن علی، عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پہلے بیعت لو، ان سب کو ایک لمحہ بہت نہ دو۔

مدینہ منورہ کے لوگوں کو ابھی تک حضرت امیر معاویہ کے انتقال کی خبر نہ تھی یزید کے حکنامہ سے ولید بہت گھبرایا اس لئے کہ ان حضرات سے بیعت لینا آسان نہیں تھا۔ اس نے مشورہ کیلئے مروان بن حکم کو بلایا۔

مروان بن حکم وہ شخص ہے کہ جب اس کی پیدائش ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تحنیک (کوئی چیز چبا کر نرم کر کے کھلانے) کے لئے لایا گیا تو حضور نے فرمایا هُوَ الْوَزَعُ بْنُ الْوَسْعِ (رواہ الحاکم فی صحیحہ) یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے۔ (۱)

اور بخاری، نسائی اور ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْكَ وَبَسَلَّمَ يَا مَرْوَانَ وَمَرْوَانَ فِي صَلْبِهِ قَمَرَوَانٌ يَفِيضُ مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مروان کے باپ حکم پر لعنت فرمائی جب کہ مروان صلب پدر میں تھا تو وہ بھی اللہ کی لعنت سے حصہ پانے والا ہوا۔ (۲)

یٰزَادَاتِ اِسْلَامُ! وہ مروان کہ اس کو اور اس کے باپ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گرگٹ فرمایا اور جس کے باپ پر حضور نے لعنت فرمائی بلکہ اس کے باپ کو شہر بدر

فرما کہ کف میں رہنے کا حکم فرمایا۔ ایسے مروان سے بھلا خیر کی امید کیا ہو سکتی ہے۔
 مریہ مشورہ کے گورنر ولید نے جب مروان سے مشورہ لیا تو اس نے کہا ان تینوں کو اسی
 وقت بلائیں اور بیعت کے لئے کہیں۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ تینوں کو قتل کر دیں۔
 اس مشورہ کے بعد گورنر ولید نے تینوں حضرات کو بلا بھیجا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ اپنے چند جوانوں کو ساتھ لیکر گئے۔ مکان کے باہر ان کو کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ اگر تم لوگ سنو
 کہ میری آواز بلند ہو رہی ہے تو فوراً اندر آ جانا۔ اور جب تک میں باہر نہ آ جاؤں یہاں سے ہرگز
 نہ جانا۔

پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔ ولید نے آپ کو حضرت امیر معاویہ کی وفات کی خبر سنائی اور
 یزید کی بیعت کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جیسا آدمی اس طرح چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا
 آپ باہر نکل کر سب لوگوں سے بیعت طلب کریں تو ان کے ساتھ مجھ سے بھی بیعت کے لئے کہیں۔
 ولید امن پسند آدمی تھا اس نے کہا اچھا آپ تشریف لے جائیے۔ جب آپ چلنے لگے تو
 مروان نے برہم ہو کر ولید سے کہا کہ اگر آپ نے اس وقت ان کو جانے دیا اور بیعت نہ لی تو پھر
 ان پر قابو نہ پاسکیں گے۔ اگر یہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان کو قتل کر دو۔ یہ سن کر حضرت امام حسین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا او ابن الزرقار کیا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ قتل کریں گے
 خدا کی قسم تو جھوٹا اور کمینہ ہے۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لے آئے۔

مروان نے ولید سے کہا کہ آپ نے میری بات نہیں مانی۔ خدا کی قسم اب آپ ان پر قابو
 نہ پاسکیں گے۔ قتل کرنے کا یہ بہترین موقع تھا جس کو آپ نے ضائع کر دیا۔ ولید نے کہا افسوس
 تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو جس میں میرے دین کی تباہی ہے۔ کیا میں نواسہ رسول کو صرف
 اس وجہ سے قتل کر دیتا کہ انھوں نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ خدائے ذوالجلال کی قسم اگر مجھے
 ساری دنیا کا مال و متاع مل جائے تو بھی میں ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ ہرگز نہیں
 کر سکتا۔ (۱)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب جانتے تھے کہ جہنم کے عذاب سے زیادہ سخت
جان کا دشمن اور غم کا پیاسا ہو جائے گا۔ لیکن آپ کی غیرت اور تقویٰ و پرہیزگاری نے اجازت
دی کہ اپنی جان بچانے کی خاطر اہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور نواسہ رسول ہو کر مسلم و مسلمان
کی تباہی کی پروا نہ کریں۔

اگر آپ یزید کی بیعت کر لیتے تو وہ آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتا اور دنیا کی بے شمار دولت
آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی۔ لیکن یزید کی بدکاری کے جوڑ کے لئے آپ کی بیعت منہ ہو جاتی
تو اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا کہ جس کا دور کرنا بعد میں
ناممکن ہو جاتا۔

بہر حال آپ یزید کی بیعت کے لئے تیار نہ ہوئے۔ شام کے وقت ولید نے پھر امام کے
پاس آدمی بھیجا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو میں نہیں آسکتا صبح ہوتے دیجئے پھر دیکھیں گے کیا
ہو گا ہے۔ ولید نے یہ بات مان لی اور آپ اسی رات اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب کیساتھ
مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا سفر کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

بِرَادَرَانِ اِسْلَامِ اَلْمَدِيْنَةُ مَنُوْرَهْ وَهْ شَهْرٌ مَقْدِسٌ
ہے جو حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

مَدِيْنَةُ مَنُوْرَهْ سے رَحَلَتْ

سارے شہروں میں سب سے زیادہ محبوب ہے جیسا کہ خود حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ لَا
يُقْبَضُ النَّبِيُّ إِلَّا فِي أَحَبِّ الْأَمْكِنَةِ إِلَيْهِ۔ یعنی نبی اسی جگہ انطقال فرماتا ہے جو
اسے سب جگہوں سے زیادہ محبوب ہو۔ (۱)

اور رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ معلوم ہوا کہ
سارے شہروں میں آپ کو سب سے زیادہ پیارا مدینہ ہے۔ اور جب حضور کو وہ سب سے
زیادہ پیارا ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی وہی شہر سب سے زیادہ پیارا ہے۔

مگر حالات نے اس محبوب شہر کے چھوڑنے پر آپ کو مجبور کر دیا۔ سفر کی تیاری مکمل ہو گئی۔ اونٹوں پر بکادے کسے گئے اور اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا مقدس قافلہ مدینہ الرسول کی جدائی کے ہمدرد سے روتا ہوا گھروں سے نکل پڑا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان کے روضہ النور پر آخری سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ! امام عالی مقام جب اپنے نانا جان کے آستانہ مقدسہ پر آخری سلام کے لئے حاضر ہوئے ہوں گے اس وقت آپ کی کیفیت کیا ہوئی ہوگی۔ بلاشبہ دیدہ خوبار نے اشک غم کی بارش کی ہوگی اور عرض کیا ہوگا کہ نانا جان! میں آپ کا مقدس شہر چھوڑ رہا ہوں وہ ظہر کہ جو مجھے سب سے زیادہ عزیز اور پیارا ہے۔ اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ میرا یہاں رہنا دشوار ہو گیا ہے۔ میں جا رہا ہوں مجھے اجازت دیجئے۔

اور آپ کے نانا جان سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنھوں نے آغوش رحمت و محبت میں آپ کی پرورش کی تھی اس وقت روضہ النور میں ان کا کیا حال ہوا ہوگا اس کا تصور اہل محبت کے دلوں کو پاش پاش کر دیتا ہے۔

اَلَا یَہْدُنَا رَبُّنَا سُبُلَ الْحَقِّ وَنَجِّنَا مِنْ غَمٍّ کَاسٍ وَنَجِّنَا مِنْ غَمٍّ کَاسٍ وَنَجِّنَا مِنْ غَمٍّ کَاسٍ
آکا! یہ دن کتنے رنج و غم کا دن تھا کہ جو گوشہ رسول فرزند علی و بتوں جن کا سب کچھ مدینہ میں ہے مگر آج وہ مدینہ سے جا رہا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جا رہا ہے۔

آپ الوداع، اے نانا جان! الوداع کہہ کر روتے ہوئے واپس ہوئے اور ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ مدینہ منورہ پر حسرت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۲ شعبان ۶۰ھ کا ہے۔

جب آپ مکہ معظمہ پہنچ گئے اور آپ کی تشریف آوری کی لوگوں کو خبر ہوئی تو جو حق درج حق آپ کی خدمت میں لوگ آنے لگے اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے۔ مکہ معظمہ میں آپ ایک پناہ گزیں کی حیثیت سے مقیم رہے۔ نہ آپ نے یزید کے خلاف کسی سے بیعت لی اور نہ اپنی موافقت میں کوئی لشکر طاعت ہی فراہم کی۔

کو قیوں کے خطوط

کو قہ شہر کی بنیاد اس وقت پڑی جب کہ ۱۴ھ سے ۱۶ھ تک
قادسیہ وغیرہ میں فتوحات کے بعد مسلمانوں نے فوج نے عراق
میں سکونت اختیار کی اور مدائن کی آب و ہوا ان کے موافق نہ ہوئی تو صحابی رسول حضرت سعد
بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے یہ جگہ تلاش کی گئی اور مسلمانوں کے لئے مکانات کی تعمیر
ہوئی۔ پھر آپ ۱۷ھ میں اپنی فوج کے ساتھ مدائن منتقل ہو کر یہاں مقیم ہوئے۔ اس طرح کو قہ
شہر وجود میں آیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ ہی سے کو قہ آپ کے شیعوں اور محبوبوں کا مرکز تھا۔
وہاں کے لوگ حضرت امیر معاویہ کے عہد خلافت ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
خدمت میں تشریف آوری کی عرضیاں بھیج چکے تھے مگر آپ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اب جبکہ
کو قہ والوں کو معلوم ہوا کہ امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا اور امام عالی مقام نے یزید کی بیعت سے
انکار کر دیا تو بروایت تاریخ طبری سلیمان بن صرد کے مکان میں وہاں کے شیعہ جمع ہوئے حضرت
امیر معاویہ کے انتقال کا ذکر کر کے سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر سلیمان نے سب سے کہا کہ معاویہ
کا انتقال ہو گیا ہے اور حضرت امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور مکہ پہلے
گئے ہیں۔ آپ لوگ ان کے اور ان کے باپ کے شیعہ ہیں۔ اگر ان کے مددگار بن سکتے ہیں اور
ان کے دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہیں تو ان کو تشریف آوری کے لئے خط لکھیں اور اگر کمزوری یا
بزدلی کا اندیشہ ہو تو دھوکا دے کر ان کی جان کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔ سب نے بیک زبان کہا کہ
ہم ان کو دھوکا نہ دیں گے بلکہ ہم ان کے دشمنوں سے لڑیں گے اور اپنی جانیں ان پر قربان
کریں گے۔ (۱)

چنانچہ پہلا خط جو ان لوگوں کی طرف سے لکھا گیا اس میں حضرت امیر معاویہ کے انتقال اور
یزید کی ولی عہدی کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا گیا کہ ہمارے سر پر کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لائے

خدا نے تعالیٰ آپ کی برکت سے ہمیں حق کی حمایت نصیب فرمائے۔ دمشق کا گورنر نعمان بن بشیر یہاں موجود ہے مگر ہم اس کے ساتھ نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے اور نہ اس کے ساتھ عید گاہ جاتے ہیں جب ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ آپ تشریف لارہے ہیں تو ہم اس کو یہاں سے نکال کر ملک شام جانے پر مجبور کر دیں گے۔ (۱)

یہ پہلا خط عبداللہ بن سُبَیح ہمدانی اور عبداللہ بن دال کے بدست روانہ کیا گیا جو امام عالی مقام کی خدمت میں ۱۰ رمضان ۴۰ھ کو مکہ معظمہ پہنچا۔ اس خط کی روانگی کے بعد دو ہی دن کے عرصہ میں ۵۳ عرضیاں اور تیار ہو گئیں جو ایک دو تین اور چار آدمیوں کے دستخط سے تھیں۔ یہ سارے خطوط تین آدمیوں کے ہاتھ ارسال کئے گئے۔ اس کے بعد کچھ مخصوص لوگوں نے عرضیاں بھیجیں اور یہ سب یکے بعد دیگرے تھوڑے وقفہ سے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ (۲)

کوہ کو حضرت مسلم کی روانگی | آخری خط جو ہانی بن ہانی سُبَیحی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے بدست حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچا اس کے بعد آپ نے کوہ والوں کو لکھا کہ تم لوگوں کے بہت سے خطوط ہم تک پہنچے جن کے مضامین سے ہم مطلع ہوئے۔ تم لوگوں کے جذبات اور عقیدت و محبت کا لحاظ کرتے ہوئے بروقت ہم اپنے بھائی چچا کے بیٹے مخصوص و معتبر مسلم بن عقیل کو کوہ بھیج رہے ہیں۔ اگر انھوں نے لکھا کہ کوہ کے حالات سازگار ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی تم لوگوں کے پاس بہت جلد چلا آؤں گا۔ (۳)

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ امام کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کیلئے خطرہ تھی

اور اس وجہ سے اس کی بیعت تارواختی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ ان حالات میں کوفیوں کا پاس ملت یزید کی بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام سے طالب بیعت ہونا امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں جب تک کہ قوم ظالم و فاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل سے درخواست بیعت کرے اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالہ کرنا چاہتا ہے۔ امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہ الہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام بیعت کے لئے راضی نہ ہوئے بدیں وجہ ہیں یزید کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنی پڑی۔ اگر امام ہاتھ بڑھتا تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے لئے حاضر تھے۔ یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بحر اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر بلیک فرمائیں۔ اگرچہ اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسعید اور حضرت ابو اقدلیث وغیرہم حضرت امام کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انھیں کوفیوں کے عہد و میثاق کا اعتبار نہ تھا۔ امام کی محبت اور شہادت امام کی شہرت ان سب کے دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہو گا لیکن اندیشہ مانع تھا حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو رد کرنے کیلئے عذر شرعی کیا ہے۔ ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ کے شدید اصرار کا لحاظ ادھر اہل کوفہ کی استدعا اور فرمانے کے لئے کوئی شرعی عذر نہ ہونا حضرت امام کیلئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بحر اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم کو بھیجا جائے۔ اگر کوفیوں نے بد عہدی و بے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جاسکے گی۔ (۱)

حضرت مسلم کے دو صاحبزادے محمد اور ابراہیم جو بہت کم عمر تھے اور اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس

حضرت مسلم کوفہ میں

لے سوانح کربلا ص ۸۷

سفر میں اپنے مہربان باپ کے ساتھ ہو لیے۔ حضرت مسلم نے کوفہ پہنچ کر عثمان بن عفید کے مکان پر قیام فرمایا۔ شیعیان علی ہر طرف سے جوق در جوق آکر بڑے جوش و عقیدت اور محبت کے ساتھ آپ سے بیعت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ کے اندر بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ حضرت مسلم کو جب حالات خوشگوار نظر آئے تو آپ نے امام حسین کو خط لکھ دیا کہ یہاں کے حالات سازگار ہیں اور اہل کوفہ اپنے قول و قرار پر قائم ہیں آپ جلد تشریف لائیے۔ صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر جو اس زمانہ میں کوفہ کے گورنر تھے جب وہ حالات سے باخبر ہوئے تو منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! یہ بیعت یربید کی مرضی کے خلاف ہے وہ اس پر بہت بھڑکے گا اور فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ عبداللہ بن مسلم حضری جو بنی امیہ کے ہواخواہوں میں سے تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ آپ جو دیکھ رہے ہیں سخت گیری کے بغیر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ آپ دشمن کے مقابلہ میں بہت کمزور ثابت ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ میرا شمار کمزوروں میں ہو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کی نافرمانی کے ساتھ میرا شمار عزت والوں میں ہو۔ یہ فرما کر آپ منبر سے اتر آئے۔ عبداللہ حضری نے وہاں سے اٹھ کر یربید کو خط لکھ دیا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آگئے ہیں شیعوں نے حسین بن علی کے نام پر ان سے بیعت کر لی ہے۔ اگر آپ کوفہ پہنچنا چاہتے ہیں تو کسی زبردست آدمی کو حاکم بنا کر بھیجئے جو آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر سکے۔ نعمان بن بشیر یا تو کمزور ہیں اور یا تو جان بوجھ کر کمزوری دکھا رہے ہیں۔ (۱)

عمارہ بن عتبہ اور عمر بن سعد نے بھی اسی مضمون کے خطوط یربید کو لکھے۔ ان خطوط کے پہنچنے پر یربید سخت غضبناک ہوا۔ اپنے خاص دوستوں کو بلا کر اس نے مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ کوفہ کا گورنر عبداللہ بن زیاد کو مقرر کیا جائے کہ وہ بہت سخت آدمی ہے کسی کی پروا نہ کرے گا۔ یربید نے ان لوگوں کے مشورہ پر عمل کیا۔ کوفہ کے سابق گورنر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو معزول کر دیا اور عبید اللہ بن زیاد جو بصرہ کا گورنر تھا اسے کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور حکم دیا کہ وہ فوراً کوفہ پہنچ جائے۔ مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے شہر بدر کر دے یا قتل کر ڈالے۔ اور حسین بن علی آئیں تو ان سے بھی میری بیعت طلب کرے اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان کو بھی قتل کر دے۔

ابن زیاد کا کوفہ آنا

یزید کا حکم نامہ پاتے ہی عبید اللہ بن زیاد نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور دوسرے دن کوفہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ قادیسیہ پہنچ کر اپنے سپاہیوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ازراہ فریب حجازی لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور بیس آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر حجازی راستہ سے مغرب اور عشاء کے درمیان کوفہ میں داخل ہوا۔ رات کے اندھیرے میں اس کو فریب کے ساتھ پہنچنے سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت کوفیوں میں یزید کے خلاف ایک لہر دوڑی ہوئی ہے لہذا ایسے طور پر داخل ہونا چاہئے کہ وہ ابن زیاد کو پہچان نہ سکیں اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین تشریف لے آئے تاکہ امن و عافیت کے ساتھ وہ کوفہ میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اہل کوفہ جن کو حضرت امام عالی مقام کی آمد کا انتظار تھا حجازی لباس میں حجازی راستہ سے سازشمان کے ساتھ آتا دیکھ کر رات کی تاریکی میں ہر شخص نے یہی سمجھا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لے آئے۔ سب نے نعرے مسرت بلند کیا، مَرَّحَبًا بَكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ اور قَدْ مَتَّ خَيْرٌ مَّقْدَمٍ کہتے ہوئے اس کے آگے پیچھے چلے۔ ابن زیاد بد نہاد کسی کو کچھ جواب نہ دیتا تھا بلکہ آوازوں کو سننا اور چہروں کو بخور دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ شور سن کر اور بھی لوگ گھروں سے نکل آئے اور ہر شخص فرزند رسول سمجھ کر آگے بڑھنے لگا۔ جب مجمع بہت زیادہ ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ راہ چلنے میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی اس وقت مسلم بن عمرو باہلی جو ابن زیاد کے ساتھ تھا اس نے پکار کر کہا: ”راستہ چھوڑ دو“ یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہیں۔ ان الفاظ کو سن کر لوگوں کو بڑا رنج ہوا افسوس کرتے ہوئے سب اپنے گھروں کو واپس ہو گئے اور صرف دس بیس آدمیوں کے ساتھ ابن زیاد گورنر ہاؤس میں داخل ہوا۔ (۱)

صبح ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی۔ اے لوگو! امیر المؤمنین یزید نے مجھے کوفہ کا گورنر بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ مطیع و فرمانبردار لوگوں کے ساتھ میں بھلائی کروں اور نافرمانوں کے ساتھ سختی کروں۔ کان کھول کر سن لو۔ میں امیر المؤمنین کے اس حکم پر سختی سے عمل کروں گا۔ فرمانبرداروں کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤں گا۔ اور نافرمانوں کے لئے میری تلوار ہے۔ تم لوگ اپنے اور اپنے اہل و عیال کی جانوں پر رحم کرو۔

اس تقریر کے بعد ابن زیاد نے ہر قبیلہ کے بڑے بڑے لوگوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے تحریری ضمانت لی کہ تم اور تمہارے قبیلے کے لوگ کسی مخالف کو اپنے یہاں پناہ نہیں دیں گے۔ اگر کسی نے پناہ دے رکھی ہے تو وہ اسے پیش کرے گا۔ جو ایسا نہیں کرے گا ہم اسے قتل کر کے اسی کے دروازہ پر لٹکا دیں گے۔ اور اس کے اہل و عیال کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

ابن زیاد کی اس کارروائی کے بعد کوفہ والوں پر خوف و ہراس چھا گیا اور ان کے خیالات میں تیزی کے ساتھ تبدیلی پیدا ہونے لگی۔

کوفہ شہر میں چونکہ یہ مشہور ہو چکا تھا کہ حضرت مسلم بن عمار بن ابوعبیدہ کے مکان پر ٹھہرے ہوئے ہیں اس لئے اب آپ نے وہاں قیام فرمانا مناسب نہ سمجھا اور رات کی تاریکی میں حب اہلبیت ہانی بن عروہ کے مکان پر منتقل ہو گئے جو قبیلہ مذحج کے سردار تھے۔ ہانی نے آپ کو ایک محفوظ کمرہ میں چھپا کے رکھا اور سوائے مخصوص و معتد لوگوں کے دوسروں کو اس راز سے مطلع نہ کیا۔

جاسوس کی جاسوسی | ابن زیاد کو حضرت مسلم کی تلاش تھی مگر کوشش کے باوجود وہ ان کی قیام گاہ کا پتہ نہ لگا سکا۔ آخر اس نے اپنے شامی

غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر سراغ کے لئے مقرر کیا کہ وہ خفیہ طور پر کسی نہ کسی طرح مسلم کا پتہ چلائے۔ غلام سیدھا جارج مسجد پہنچا۔ اتفاق سے اس وقت ایک حب اہلبیت مسلم بن عویصہ اسدی مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ دیر تک ان کو دیکھتا رہا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ غلام ان کے پاس گیا اور کہا میں ملک شام کا رہنے والا ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے اہلبیت نبوت کا دوست ہوں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس خاندان کے کوئی بزرگ کوفہ تشریف

لائے ہیں۔ یہ تین ہزار درہم میرے پاس ہیں۔ کیا آپ ان کا پتہ بتا سکتے ہیں تاکہ یہ رقم میں ان کی خدمت میں نذر کر دوں۔ مسلم اسدی نے کہا مسجد میں اور بھی بہت سے لوگ ہیں تم بھی سے کیوں ان کے بارے میں دریافت کر رہے ہو؟ غلام نے کہا کہ آپ کے چہرے پر جو خیر و برکت کے آثار ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور اہلبیت رسول کے دوستوں میں سے ہیں۔ مسلم اسدی اس کے قریب میں آگئے اور کہا تم نے خوب پہچانا۔ میں بھی تمہارے بھائیوں میں سے ایک ہوں۔ میرا نام مسلم بن عوسجہ ہے۔ پھر اسے حضرت مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے اس نے آپ سے بیعت کی اور تین ہزار درہم جو لایا تھا وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ بیعت کے بعد وہ غلام روزانہ آپ کی خدمت میں سب سے پہلے آتا، دن بھر رہتا، حالات معلوم کرتا اور جو کچھ دیکھنا سننا رات کے وقت اس کی پوری رپورٹ ابن زیاد کو پہنچا دیتا۔

ہانی سے ابن زیاد کے پرانے تعلقات تھے مگر کہیں ابن زیاد کو بھٹک نہ مل گئی ہو کہ حضرت مسلم ہمارے یہاں مقیم ہیں اس ڈر سے وہ اس کی ملاقات کو جانے سے پرہیز کرتے تھے اور بیماری کے عذر سے گھر بیٹھ گئے تھے۔ ابن زیاد نے ہانی کے پاس ملاقات کا پیغام بھیجا۔ ہانی نے کوئی خطہ نہیں محسوس کیا اس لئے وہ تنہا ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ وہاں پہنچے تو ابن زیاد کا رنگ بدلا ہوا پایا۔ آپ نے سلام کیا تو اس نے جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر آپ کھڑے رہے۔ اس کے بعد اس نے بڑے غصہ سے کہا۔ ہانی تم امیر المؤمنین یزید کے خلاف اپنے گھر کو سازشوں کا اڈہ بنائے ہو۔ تم مسلم بن عقیل کو بلا کر اپنے گھر میں چھپائے ہو، ان کے لئے ہتھیار جمع کرتے ہو، اپنے محلے میں ان کی مدد کیلئے آدمی اکٹھا کر رہے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ ساری باتیں مجھ سے چھپی رہیں گی۔

ہانی نے پہلے تو ان باتوں سے انکار کیا مگر جب ابن زیاد نے معقل غلام کو بلا کر کھڑا کر دیا تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ اب انکار کی گنجائش نہ رہی تو انھوں نے کہا اصل حقیقت یہ ہے کہ میں نے مسلم بن عقیل کو نہیں بلایا بلکہ وہ خود میرے یہاں آگئے تو میں انکار نہیں کر سکا۔ اس طرح میں نے انھیں جہان بنالیا اور پناہ دیدی۔ میں آپ سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ میں انھیں اپنے گھر سے نکال دوں گا۔ آپ مجھے اتنی جہالت دیجئے کہ میں جا کر ان سے کہہ کے آجاؤں کہ آپ سیر

گھر سے نکل کر یہاں چاہیں چلے جائیں تاکہ میں پناہ دینے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں۔ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم جب تک تم انھیں میرے پاس حاضر نہ کرو تم یہاں سے نہیں جاسکتے۔ ہانی نے کہا خدا کی قسم میں اپنے ہمنان کو قتل کے لئے تمہارے سپرد کردوں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ بات اور بڑھی تو ابن زیاد نے کہا تم انھیں سپرد نہیں کرو گے تو ہم تمہارا سر قلم کر دیں گے۔ ہانی نے کہا ایسا ہوا تو تمہارے ارد گرد بھی تلواریں چکیں گی۔ یہ سن کر ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور کہا اچھا! تم مجھے دھکی دیتے ہو۔ پھر ہانی کے سر اور منہ پر ڈنڈے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کا سر اور چہرہ زخمی ہو گیا اور سارا کپڑا خون میں لت پت ہو گیا۔ ایک سپاہی جو قریب میں کھڑا تھا ہانی نے اس کی تلوار پر ہاتھ ڈالا کہ چھین لیں مگر اس نے چھڑ لیا۔ ابن زیاد نے کہا اب تو اپنا خون تم نے میرے لئے حلال کر دیا۔ پھر سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے پہنچ کر لے جاؤ اور ایک کمرہ میں بند کر دو۔ (۱)

شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دئے گئے۔ اس افواہ کے سنتے ہی عمرو بن الحجاج جو ہانی کے نسبتی بھائی تھے کئی ہزار ہتھیار بند سواروں کو لیکر گورنر ہاؤس کو گھیر لیا۔ عمرو بن الحجاج نے پکار کر کہا کہ میں عمرو بن الحجاج ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ مذحج کے ہزاروں سوار ہیں۔ ہم نے اطاعت سے روگردانی نہیں کی ہے۔ ہمارے سردار کو قتل کر دیا گیا ہے ہم اس کا انتقام لیں گے پھر انتقام انتقام کا شور بلند ہوا۔ ابن زیاد اس صورت حال سے بہت گھبرا گیا اس نے قاضی شریح سے کہا کہ آپ پہلے ہانی کو دیکھ لیجئے پھر اس کے قبیلہ والوں سے کہئے کہ ہانی زندہ ہیں انکے قتل کی افواہ غلط ہے۔ ہانی اپنے قبیلہ کے لوگوں کی آوازیں سن رہے تھے۔ قاضی شریح جب ان کے پاس گئے تو ہانی نے ان سے کہا میرے قبیلہ والوں سے میرا حال بتا کر کہہ دیجئے کہ اس وقت اگر دس آدمی بھی اندر آجائیں تو میں یقیناً چھوٹ جاؤں گا۔ قاضی صاحب جب باہر نکلے تو ابن زیاد کا جاسوس حمید بن بکر اسدی ان کے ساتھ ہو گیا اس لئے مجبوراً قاضی صاحب نے ہانی کا پورا حال ان کے قبیلہ سے نہیں بتایا بلکہ صرف اتنا کہا کہ وہ زندہ ہیں اور بعض مصلحتوں کی

بنکر نظر بند کر دئے گئے ہیں۔ ہائی کے قبیلہ والوں کو قاضی صاحب کی شہادت سے جب معلوم ہوا کہ ہائی زندہ ہیں اور ان کے قتل کی افواہ غلط ہے تو وہ سب مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ (۱۱)

گورنر ہاؤس کا گھراؤ | حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب زاد آبادی

علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسلم یہ خبر پا کر

برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کو ندا کی۔ جوق درجوق آدمی آئے شروع ہوئے اور

چالیس ہزار کی جمیعت نے آپ کے ساتھ قصر شاہی کا احاطہ کر لیا۔ صورت بن آئی تھی۔ حملہ کرنے

کی دیر تھی۔ اگر حضرت مسلم حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح پانا۔ اور ابن زیاد اور اسکے

ہمراہی حضرت مسلم کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے۔ اور یہی لشکر سیلاب کی طرح اٹھ کر شامیوں کو تباہ

و تاراج کر ڈالتا اور نیرید کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی۔ نقشہ تو یہی جماعت کا کہ بدست

کارکنان قدرست۔ بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسلم نے قلعہ کا احاطہ تو کر لیا اور باوجود

کوفیوں کی بد عہدی اور ابن زیاد کی قریب کاری اور نیرید کی عداوت پورے طور پر ثابت

ہو چکی تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ داد گستر کے نائب کی حیثیت

سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کر لیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے

تو مسلمانوں میں خوں ریزی نہ ہونے دی جائے۔ آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں

رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیا۔ دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤسا

و عمائد جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا انھیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں

اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم کی جماعت سے علیحدہ کر دیں۔ یہ لوگ ابن زیاد کے

ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا

خاتمہ کر دے گا۔ اس خوف سے وہ گہرا اٹھے اور انھوں نے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین

و متوسلین سے گفتگو کی اور انھیں حضرت مسلم کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور

بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی نیز یہ ناپاک طینت تمہارے بچہ

بچہ کو قتل کر ڈالے گا، تمہارے مال لوٹا دے گا، تمہاری جائگہریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے۔
 یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے
 اندر مارے جائیں گے۔ اپنے انجام پر نظر ڈالو، ہمارے حال پر رحم کرو اپنے گھروں کو چلے
 جاؤ۔ یہ جیل کا سیلاب ہوا اور حضرت مسلم کا شکر منتشر ہونے لگا یہاں تک کہ تابوقت شام حضرت
 مسلم نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے
 اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور
 التجاؤں کے طواری سے جس عزیزِ مہمان کو بلایا تھا ان کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہا ہیں اور انکی
 رفاقت کے لئے کوئی ایک بھی موجود نہیں۔ کوفہ والوں نے حضرت مسلم کو چھوڑنے سے پہلے غیرت
 و حیت سے قطع تعلق کیا اور انھیں ذرا پروا نہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالم میں ان کی بے ہمتی
 کا شہرہ رہے گا۔ اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے۔ حضرت
 مسلم اس غربت و مسافرت میں تنہا رہ گئے۔ کدھر جائیں کہاں قیام کریں۔ ہجرت ہے کوفہ کے
 تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے جہاں سے ایسے محترم جہانوں کو مدعو کرنے کیلئے رسل و
 رسائل کا انشا باندھ دیا گیا تھا۔ کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے
 کے لئے نظر نہیں آتی۔ اس وقت حضرت مسلم کو امام حسین کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے
 وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جناب میں خط لکھا تشریف آوری کی التجا کی ہے اور اس
 بد عہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دلکش نقشہ امام عالی مقام کے حضور پیش کیا ہے اور
 تشریف آوری پر زور دیا ہے۔ یقیناً حضرت امام میری التجا رد نہ فرمائیں گے اور یہاں سے بہر
 حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑے ہوں گے۔ یہاں انھیں کیا مصائب پہنچیں گے
 اور مہینہ زہر کے جتنی پھولوں کو اس بے مہری کی تپش کیسی گزند پہنچائے گی۔ یہ غم الگ دل کو
 گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی و انفعال اور حضرت امام کیلئے خطراتِ علیحدہ بے چین
 کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی جدا دامن گیر تھی۔ (۱)

حضرت مسلم طوعہ کے گھر

حضرت مسلم اسی پریشانی کے عالم میں اندھڑا دھڑھرنے لگے رات کے اندھیرے میں یوں ہی چلے جا رہے تھے کہ ایک عورت جس کا نام طوعہ تھا اپنے دروازہ پر بیٹھی ہوئی نظر آئی جو اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی۔ آپ نے اس سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ عورت نیک خصلت تھی وہ گئی اور پانی لائی۔ آپ بیٹھ گئے اور پانی پیا۔ وہ برتن رکھنے کے لئے گھر میں گئی اور جب واپس آئی تو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا آپ تو پانی پی چکے اب اپنے گھر جائیے۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور بیٹھے رہے۔ جب اس نے دوسری اور تیسری بار وہی بات کہی تو آپ نے فرمایا اے اللہ کی بندی! میرا اس شہر میں کوئی گھر نہیں ہے میں ایک مسافر ہوں اور سخت مصیبت میں مبتلا ہوں۔ کیا تم مجھے پناہ دے سکتی ہو؟ شاید میں کبھی اس کا بدلہ دے سکوں ورنہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائیں گے۔ عورت نے حیران ہو کر دریافت کیا آپ ہیں کون؟ اور واقعہ کیا ہے؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ کوفہ والوں نے میرے ساتھ غداری کی، مجھ سے مدد کا وعدہ کیا اور اب سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس نے کہا مسلم آپ ہی ہیں؟ فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ وہ آپ کو مکان کے اندر لے گئی اور اپنے خاص کمرہ میں آپ کے لئے فرش بچھا دیا پھر کھانا لائی مگر آپ نے تناول نہیں فرمایا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا لڑکا آیا۔ جب اس نے ماں کو اس کے خاص کمرہ میں بار بار آتے جاتے دیکھا تو وجہ دریافت کی۔ طوعہ نے پہلے چھپانے کی کوشش کی لیکن بیٹے نے جب بہت اصرار کیا تو اس کو ظاہر کرنا پڑا مگر اس نے تاکید کر دی کہ خبر دالہ! یہ راز کسی سے ظاہر مت کرنا۔ وہ سن کر چپ ہو گیا اور رات گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ لڑکا شرابی اور آوارہ قسم کا تھا۔ (۱)

صبح ہوئی تو اس لڑکے نے محمد بن اشعث کے بیٹے سے جا کر بتا دیا کہ مسلم بن عقیل ہمارے گھر ہیں۔ اس نے فوراً اپنے باپ کے ذریعہ ابن زیاد کو مطلع کر دیا۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی

سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ مسلم کی گرفتاری کے لئے روانہ کر دیا۔ حضرت مسلم نے جب گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ فوج میری گرفتاری کے لئے آگئی۔ آپ تلوار لے کر فوراً کمرہ سے باہر نکل پڑے۔ اتنے میں فوج گھر کے اندر پہنچ گئی۔ آپ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ سب کو کال گھر سے باہر کر دیا۔ وہ لوگ پھر اندر گھس آئے۔ آپ نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا۔ آپ میں اور یحییٰ بن عمر ان احمدی میں تلوار چلنے لگی۔ اس نے آپ کے چہرے پر ایسی تلوار ماری کہ اوپر کاٹھنٹا کٹ گیا، نیچے کا ہونٹ بھی زخمی ہوا اور سامنے کے دو دانت بھی گر گئے اور آپ نے اس کے سر پر زخم کاری لگایا۔ جب دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ اس طرح ان پر قابو پانا مشکل ہے تو سب بھاگ کر جھٹ بر چلے گئے اور اوپر سے پتھر مارنے لگے۔ اس کے علاوہ سینٹھوں کے مٹھے آگ سے جلا کر پھینکے گئے۔ حضرت مسلم نے جب یہ بزدلانہ طریقہ جنگ دیکھا تو آپ تلوار کھینچے ہوئے گھر سے نکل آئے اور ان لوگوں سے لڑنے لگے جو باہر تھے۔ محمد بن اشعث نے پکار کر کہا کہ آپ کے لئے امان ہے مگر آپ نے جنگ جاری رکھی اور رجز پڑھنے لگے جس کے آخری مصرع کا مضمون یہ تھا کہ ”مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکا دیں گے“ محمد بن اشعث نے کہا نہیں آپ سے جھوٹ نہیں بولا جائے گا اور نہ آپ کو دھوکا دیا جائے گا۔

حضرت مسلم میں اب جنگ کرنے کی طاقت نہیں رہ گئی تھی زخموں سے چورتھے اور ہانپ رہے تھے اس لئے اسی مکان کی ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ابن اشعث ان کے پاس آ کر کہنے لگا کہ امان ہے۔ آپ نے کہا میرے لئے امان ہے۔ کہا ہاں امان ہے اور سب پکاراٹھے کہ ہاں آپ کے لئے امان ہے صرف عمرو بن عبید اللہ سلی الگ ہو گیا اور کہا مجھے اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں۔ حضرت مسلم نے فرمایا دیکھو تم لوگوں نے مجھے امان دی ہے اس لئے میں اپنی تلوار میان میں کر لیتا ہوں۔ اگر تم لوگ مجھے امان نہ دیتے تو میں اپنے کو تمہارے حوالے ہرگز نہیں کرتا۔ اتنے میں ایک سواری لائی گئی جس پر حضرت مسلم کو بٹھایا اور گورنر ہاؤس کی طرف لے چلے۔ راستہ میں آپ کی تلوار کمر سے نکال لی گئی تو آپ زندگی سے مایوس ہو گئے اور فرمایا یہ پہلی غداری ہے۔ ابن اشعث نے کہا مجھے امید ہے آپ کے ساتھ کوئی خطرہ نہیں پیش آئے گا۔ آپ نے فرمایا بس امید ہی امید ہے اور

امان جو تم نے دی تھی وہ کیا ہوئی؟ پھر انا کاشد و انکالکسہ اس جھوٹ کہا اور رونے لگے۔
 عمرو بن عبید اللہ سہلی جس نے امان سے اتفاق نہیں کیا تھا وہ بولا کہ جس کے لئے تم کھڑے ہوئے تھے
 اسے خطرہ دیکھ کر رونا نہیں چاہئے۔ آپ نے فرمایا واللہ میں اپنی جان کے لئے نہیں رو رہا ہوں بلکہ
 میں نواسہ رسول حضرت امام حسین اور ان کی اولاد کے لئے رو رہا ہوں۔ (۱)

حضرت مسلم اور گورنر ہاؤس

محمد بن اشعث آپ کو لئے ہوئے گورنر ہاؤس
 کے پھاٹک پر پہنچا آپ کو وہاں بیٹھا دیا اور خود
 اجازت لے کر ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس سے لڑائی کی پوری کیفیت بیان کی اور حضرت مسلم کو امان
 کے ساتھ لانے کا ذکر کیا۔ ابن زیاد نے کہا تم امان دینے والے کون ہوتے ہو۔ ہم نے تمہیں گرفتار
 کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ امان دینے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ اب ابن اشعث میں کچھ بولنے کی جرأت
 نہیں ہوئی وہ چپ ہو گیا۔

حضرت مسلم جب گورنر ہاؤس کے دروازہ پر پہنچے تو وہاں بہت سے لوگ اندر جانے کی اجازت
 کے انتظار میں موجود تھے۔ اور ایک گھڑ اٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا دروازے کے قریب رکھا ہوا
 تھا اور آپ بہت پیاسے تھے۔ فرمایا مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ مسلم بن عمرو باہلی خبیث نے کہا کہ
 اس میں سے ایک بوند بھی تم کو نہیں ملے گی۔ مگر عمارہ بن عقبہ نے اپنے غلام سے کہا کہ مسلم کو
 پانی پلا دے۔ جب وہ کٹورے میں پانی بھر کر لایا اور آپ نے اسے پینا چاہا تو منہ سے خون بہنے لگا
 اور پانی رنگین ہو گیا۔ دوبار اسی طرح ہوا تیسری دفعہ دودانت ٹوٹ کر کٹورے میں گر گئے۔ اپنے
 کٹورہ رکھ دیا اور فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ اب پانی میری قسمت سے اٹھ چکا۔

اتنی دیر میں ابن زیاد کا آدمی آپ کو لینے کے لئے آگیا۔ جب آپ ابن زیاد کے پاس پہنچے تو
 دستور کے مطابق آپ نے اس کو سلام نہیں کیا۔ ایک سپاہی نے کہا کہ تم امیر کو سلام نہیں کرتے۔ آپ نے
 فرمایا اگر امیر مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس کو میرا سلام نہیں اولا اگر قتل کا ارادہ نہیں ہے تو پھر اس کو

بہت سے سلام ہوں گے۔ ابن زیاد نے کہا اب تم بچ نہیں سکتے قتل کر دے جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا واقعی اس نے کہا ہاں۔ فرمایا اچھا مجھے اتنا موقع دیدو کہ میں کچھ وصیت کر دوں۔ کہا ہاں وصیت کر دو۔ مسلم نے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو ان میں ابن سعد نظر آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم قریش خاندان کے آدمی ہو میں تم سے کچھ راز کی باتیں کہنا چاہتا ہوں انہیں تنہائی میں سن لو۔ حکومت کا چاہلو سننے کیلئے تیار رہو۔ ابن زیاد نے کہا سننے میں کیا حرج ہے۔ تو ابن سعد اٹھا اور حضرت مسلم کے ساتھ تھوڑی دور جا کر ایسی جگہ بیٹھا جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا ایک بات یہ کہنی ہو کہ میں نے کوفہ میں فلاں شخص سے سات سو درہم قرض لیا ہے تم اسے ادا کر دینا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ قتل کے بعد میری لاش کو دفن کر دینا۔ تیسرے حضرت امام حسین کے پاس کسی کو بھیج کر میرے واقعہ کی اطلاع کر دینا تاکہ وہ واپس چلے جائیں۔

حضرت مسلم نے یہ باتیں ابن سعد سے راز کے طور پر کہیں تھیں مگر اس بد بخت نے یہ ساری باتیں ابن زیاد سے کہ دیں۔ پھر ان وصیتوں کے جاری کرنے کے بارے میں اس سے دریافت کیا۔ ابن زیاد نے کہا قرض کی ادائیگی کے بارے میں تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ اور حسین کے متعلق یہ ہے کہ اگر وہ ہماری طرف نہیں آئیں گے تو ہمیں ان سے کوئی مطلب نہیں اور اگر آئیں گے تو ہم انہیں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ اور لاش کے بارے میں ہم تمہاری بات نہیں سنیں گے کہ جس شخص نے ہماری مخالفت کی اور لوگوں میں اس قدر انتشار پیدا کیا اس کی لاش کسی رعایت کی مستحق نہیں۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ لاش کے متعلق اس نے کہا قتل کے بعد ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں کم جو چاہو کرو۔ (۱)

حضرت مسلم اور ابن زیاد اس کے بعد حضرت مسلم اور ابن زیاد میں جو گفتگو ہوئی وہ خاص طور پر توجہ کے قابل ہے۔ اسلئے کہ اس سے حضرت مسلم اور ان کو بھیجنے والے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے موقف کی پوری

آپ کی شہادت

اب ظالم ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے محل کی چھت پر لے جاؤ اور بری طرح قتل کرنے کے بعد سر کو دھڑکے ساتھ نیچے گرا دو

ناک ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں۔ آپ نے ابن اشعث کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو نے مجھے امان نہ دی ہوئی تو خدا کی قسم میں اس طرح اپنے کو حوالے نہ کرتا۔ اب مجھ کو بچانے کے لئے اپنی تلوار اٹھاؤ بری الزمہ ہو مگر وہ بالکل خاموش رہا پھر آپ نے ابن زیاد سے کہا اگر ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ بھی قرابت ہوئی (یعنی تیرا باپ زیاد ابوسفیان کی صلب سے ہوتا، تو مجھے تو قتل نہ کرتا۔

ظالم ابن زیاد نے مجیر بن مهران اسدی کو بلایا جس کی تلوار سے طوعہ کے گھر میں آپ کا ہونٹ کاٹا تھا جب وہ آیا تو ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ کوٹھے پر لے جا کر اس کا سر قلم کر دو جب ستر مسلم کو کوٹھے پر لے چلے تو آپ انتہائی صبر و سکون کے ساتھ بکیر و استغفار اور درود شریف پڑھ رہے تھے اور ساتھ میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ خداوند! ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے جنہوں نے ہمیں دھوکا دیا۔ ہم سے جموٹ بولے اور ہمیں ذلیل کیا۔ مجیر نے آپ کو شہید کر دیا اور سر مبارک کو جسم کے ساتھ نیچے پھینک دیا۔ (۱)

اِنَّا شَهِدْنَا اِلَيْهِ سَاجِدُونَ

یہ واقعہ ۳۲ ذی الحجہ ۶۳ھ کا ہے۔ (۲)

حضرت مسلم کی شہادت کے بعد کوفہ والوں پر اس قدر خوف و رعب پڑا کہ لوگ گھروں سے نکلنا خطرناک سمجھتے تھے، ہر طرف سناٹا تھا اور کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ وہی ہانی بن عروہ جن کے محل کی افواہ کے سبب گورنر ہاؤس پہنچی ہوئی تلواروں کے گھیرے میں آگیا تھا جب ابن زیاد نے حکم دیا اسے یا زنا میں لے جا کر قتل کر دو اور سپاہی ہانی کی مشکیں باندھ کر لے چلے تو وہ پکار پکار کر کہتے۔ کہاں ہیں میرے قبیلہ بنی مذحج کے لوگ۔ کہاں ہیں میرے گھروالے۔ میری جان کیوں نہیں بچاتے مگر ایک آدمی بھی نظر نہیں آیا جو ہانی کی مدد کرتا

جب انھیں ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو زور لگا کر اپنا ہاتھ رسی سے کھینچ لیا اور کہا اے کوئی لاکھی نہیں، کوئی چٹری نہیں، کوئی پتھر نہیں۔ اے کیا اونٹ کی ہڈی بھی نہیں کہ میں اسی کو لے کر اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مادوں، سپاہیوں نے پھر انھیں رسی میں باندھ لیا اور ترکہ غلام جس کا نام رشید تھا اس نے آپ کو شہید کر دیا۔ (۱) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

شہادتِ فرزندِ انِ حضرت مسلم

حضرت مسلم نے گورنر ہاؤس کے گھراؤ یا طوع کے گھرقیام کے وقت بچوں کو قاضی شریح کے یہاں پہنچا دیا تھا جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم کے ساتھ ان کے دو بچے بھی آئے تھے تو اس نے پورے شہر کوفہ میں اعلان کروایا کہ جو شخص مسلم کے بچوں کو چھپائے گا اسے سخت سزا دی جائے گی اور جو ان کو ہمارے پاس لائے گا وہ انعام و اکرام پائے گا۔ ابن زیاد کے اس اعلان کو سن کر قاضی صاحب گھبرا گئے۔ فوراً زاد راہ تیار کروایا اور اپنے بیٹے اسد سے کہا کہ آج باب العراقرین سے ایک قافلہ مدینہ منورہ کی طرف جانے والا ہے ان بچوں کو لے جا کر اسی قافلہ میں کسی محبِ ہلبیت کے سپرد کر دو اور تاکید کر دو کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے۔ اسد جب ان بچوں کو لے کر باب العراقرین پہنچا تو معلوم ہوا کہ قافلہ تھوڑی دیر پہلے چلا گیا۔ وہ بچوں کو لے کر اس کی راہ پر تیزی کے ساتھ چلا اور جب قافلہ کی گرد نظر آئی تو بچوں کو گرد دکھا کر کہا، دیکھو وہ قافلہ کی گرد نظر آ رہی ہے تم لوگ جلدی سے جا کر اس میں مل جاؤ۔ میں واپس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا آیا اور بچے تیزی کے ساتھ چلنے لگے مگر تھوڑی دیر بعد گرد غائب ہو گئی اور انھیں قافلہ نہ ملا۔ نئے بچے اس تنہائی میں ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے اور ماں باپ کو پکار پکار کر جی جان کھونے لگے۔

ابن زیاد کا اعلان سن کر مال و زر کی ہوس رکھنے والے سپاسی بچوں کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد انھوں نے بچوں کو پالیا پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے حکم دیا کہ ان بچوں کو اس وقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک امیر المؤمنین یزید سے پوچھ نہ لوں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

جیل کا داروغہ مشکور نامی عجب اہلیت تھا اسے بچوں کی بے کسی پر بہت ترس آیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ بچوں کی جان بہر حال بچانی ہے چاہے اپنی جان چلی جائے۔ چنانچہ اس نے رات کے اندھیرے میں بچوں کو جیل سے نکالا، اپنے گھڑا کر کھانا کھلایا، اپنی انگوٹھی بطور نشانی دی اور شہر کے باہر قادیسیہ کی راہ پر لا کر کہا کہ تم لوگ اسی راستے پر چلے جاؤ۔ جب قادیسیہ پہنچ جانا تو کو تو ال سے ملنا، ہماری انگوٹھی دکھلانا اور سارے حالات بتانا وہ ہمارا بھائی ہے تم لوگوں کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے گا۔ دونوں بچے قادیسیہ کی راہ پر چل پڑے مگر چونکہ انھیں بھی اسی ننھی عمر میں شہادت سے سرفراز ہونا تھا اس لئے وہ راستہ بھول گئے رات بھر چلتے رہے اور جب صبح ہوئی تو گھوم پھر کے اسی جگہ پہنچے کہ جہاں سے کوفہ کے باہر قادیسیہ کے راستہ پر چلے تھے۔ تنہا سا کچھ خوف سے دہل گیا کہ کہیں پھر نہ کوئی پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دے۔ قریب میں ایک کھوکھلا درخت نظر آیا وہیں ایک کنواں بھی تھا اسی درخت کی آڑ میں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک لونڈی پانی بھرنے آئی اور جب ان بچوں کو چھپے ہوئے بیٹھے دیکھا تو قریب آئی اور ان کے نورانی چہروں میں شان شہزادگی دیکھ کر کہا ”شہزادو! تم لوگ کون ہو اور یہاں کیسے چھپے بیٹھے ہو؟“ انھوں نے کہا کہ ہم یتیم و سیکس ہیں اور راہ بھٹکے ہوئے مصیبت زدہ مسافر ہیں۔ لونڈی نے کہا تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟ باپ کا لفظ سنتے ہی انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا غالباً تم لوگ مسلم بن عقیل کے فرزند ہو۔ اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اس نے کہا غم نہ کرو میں اس بی بی کی لونڈی ہوں جو عجب اہلیت ہے آؤ چلو میں اس کے پاس لے چلتی ہوں۔ دونوں صاحبزادے اس کے ساتھ ہوئے۔ لونڈی ان کو اپنی مالکہ کے پاس لے گئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اسے صاحبزادوں کی تشریف آوری

پر بے انتہا مسرت ہوئی اس خوشی میں اس نیک بی بی نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور صاحبزادوں کی کشتا بڑی محبت سے پیش آئی انھیں ہر طرح تسلی و تشفی دی کہ فکر نہ کرو اور لونڈی سے کہا کہ ان کی تشریف آوری کا راز پوشیدہ رکھنا میرے شوہر حارث کو نہ بتانا۔

ادھر ابن زیاد کو جب معلوم ہوا کہ مشکور داروغہ بھیل نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے تو اس نے مشکور کو بلا کر پوچھا کہ تو نے مسلم کے بچوں کو کیا کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کیلئے ان کو رہا کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا تو مجھ سے ڈرا نہیں۔ انھوں نے کہا جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ ابن زیاد نے کہا تجھے ان بچوں کے رہا کرنے میں کیا ملا؟ انھوں نے کہا مجھے امید ہے کہ ان کو رہا کرنے کے سبب حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں گے البتہ تو مسلم بن عقیل کو شہید کرتے کے سبب اس نعمت سے محروم رہے گا۔ ابن زیاد اس جواب پر غضبناک ہو گیا اور کہا میں ابھی تجھے سخت سزا دیتا ہوں۔ انھوں نے کہا ایک نہیں مشکور کی اگر ہزار جانیں ہوں تو سب ان پر قربان ہیں۔ ابن زیاد نے جلا دے کہا اسے اتنے کوڑے مارو کہ مر جائے اور پھر اس کا سر تن سے جدا کر دو۔ جلا دے جب کوڑے مارنے شروع کئے تو مشکور نے پہلے کوڑے پر کہا **يَسْمِعُ اللهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ** دوسرے پر کہا **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَالَمِينَ** ! مجھے صبر عطا فرما۔ تیسرے کوڑے پر کہا **خُذْ أَمْرًا** ! مجھے بخش دے۔ چوتھے پر کہا **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَالَمِينَ** ! مجھے اہلبیت نبوت کی محبت میں یہ سزا مل رہی ہے۔ پانچویں کوڑے پر کہا یا الہی ! مجھے اپنے رسول اور ان کے اہلبیت اطہار کے پاس پہنچا دے۔ پھر اس کے بعد خاموش ہو گئے اور جلا دے نے اپنا کام تمام کر دیا۔

إِنَّا كُنَّا بِمَا عَمِلْتُمْ أَشَدَّ مُنَاقِبِينَ

ادھر وہ نیک بی بی دل و جان سے بچوں کی خدمت میں دن بھر لگی رہی اور ہر طرح سے ان کی دل جوئی کرتی رہی پھر رات میں کھانا کھلا کر ان کو الگ ایک کمرہ میں سلا کر واپس آئی کھتی کہ اس کا شوہر حارث آگیا۔ عورت نے پوچھا آج دن بھر آپ کہاں رہے؟ حارث نے کہا داروغہ بھیل مشکور نے مسلم بن عقیل کے بچوں کو قید سے رہا کر دیا تو امیر عبید اللہ بن زیاد نے اعلان کیا

ہے کہ جو شخص انکو پکڑ کر لائے گا اسے بہت انعام دیا جائے گا۔ میں انھیں بچوں کی تلاش میں دن بھر پریشان رہا یہاں تک کہ اسی بھاگ دوڑ میں میرا گھوڑا بھی مر گیا اور مجھے انکی تلاش میں پیدل چلنا پڑا۔ عورت نے کہا اللہ سے ڈرو اور اہلبیت نبوت کے بارے میں اس طرح کا خیال دل سے نکال دو۔ کہنے لگا چپ ۵۔ مجھے کیا معلوم جو شخص ان بچوں کو پکڑ جائیگا اسے ابن زیاد انعام و اکرام سے مالا مال کر دے گا اسی لئے اور بھی بہت لوگ ان بچوں کی تلاش میں دن بھر لگے رہے۔ عورت نے کہا کتنے بد نصیب ہیں وہ لوگ جو دنیا کی خاطر ان یتیم بچوں کو دشمن کے حوالے کرنے کیلئے تلاش میں لگے ہوئے ہیں اور دنیا کے عوض اپنا دین برباد کر رہے ہیں کل میدانِ عشر میں رسول خدا کو کیا منہ دکھائینگے۔ حارث کا دل سیاہ ہو چکا تھا یوں کی سمجھا کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوا کہا نصیحت کی ضرورت نہیں نفع نقصان میں خود سمجھتا ہوں۔ چل تو کھانا لالہ وہ کھانا لائی اور حارث بد بخت کھا کر سو گیا۔

آدھی رات کے بعد بڑے بھائی محمد نے خواب دیکھا اور بیدار ہو کر چھوٹے بھائی کو جگاتے ہوئے کہا اٹھو اب سونے کا وقت نہیں رہا ہمارا شہادت کا بھی وقت قریب آگیا۔ ابھی میں نے خواب میں اباجان کو دیکھا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہما، حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ جنت کی سیر کر رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اباجان سے فرما رہے ہیں کہ تم چلے آئے اور اپنے بچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے۔ اباجان نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ بھی غریب آنے ہی والے ہیں۔ چھوٹے نے کہا بھائی جان! میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے۔ کیا سچ مجھ ہم لوگ کل صبح قتل کر دئے جائیں گے، بائے! ایک دوسرے کو ذبح ہوتے ہوئے ہم کیسے دیکھ سکیں گے۔ یہ کہہ کر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر پٹ گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کے رونے اور چلانے سے حارث بد بخت کی آنکھ کھل گئی۔ ظالم نے بیوی کو جگا کر پوچھا یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ عورت بے چاری سہم گئی اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ ظالم نے خود اٹھ کر چراغ جلا یا اور اس کمرہ کی طرف گیا کہ جہاں سے آواز آرہی تھی۔ جب اندر داخل ہوا تو دیکھا دو بچے رونے روتے بے حال ہو رہے ہیں۔ پوچھا تم کون ہو؟ چونکہ وہ اس گھر کو اپنی جائے پناہ سمجھے ہوئے تھے اس لئے انھوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم مسلم بن عقیل کے یتیم بچے ہیں۔ ظالم یہ سنتے ہی غصہ سے

بے قابو ہو گیا اور کہا میں سارا دن ڈھونڈتے ڈھونڈتے پریشان ہو گیا اور تم لوگ ہمارے ہی گھر میں عیش کا بستر جمائے ہو۔ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا اور نہایت بے رحمی کے ساتھ ان کو مارنا شروع کیا۔ دونوں بھائی شدت کرب سے چیخنے لگے۔ عورت بے تحاشا دوڑی ہوئی آئی اور حادث کے قدموں پر اپنا سر رکھ کر نہایت عاجزی کے ساتھ روتی ہوئی کہنے لگی کہ ارے یہ قاتلہ کے راج دلارے ہیں ان کی چاند جیسی صورتوں پر رحم کھا۔ لے میرا سر کھل کر اپنی ہوس کی آگ بجھا لیکن قاتلہ کے جگر پاروں کو بخش دے۔ حادث بد بخت نے اسے اتنے زور کی ٹھوکر ماری کہ بے چاری ایک کھبے سے ٹکرا کر ہولہان ہو گئی۔ ظالم بچوں کو مارتے مارتے جب تھک گیا تو دونوں بھائیوں کی مشکلیں کس دیں اور زلفوں کو گھنچ کر آپس میں ایک دوسرے سے ہاندھ دیا۔ اسکے بعد یہ کہتا ہوا کوٹھری کے باہر نکل آیا کہ جس قدر تڑپنا ہے صبح تک تڑپ لو دن نکلتے ہی میری چپتی ہوئی تلوار تمہیں ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دے گی۔

صبح ہوتے ہی ظالم نے تلوار اٹھائی، زہر میں بجھا ہوا خنجر منبھالا اور خونخوار بھیڑے کی طرح کوٹھری کی طرف بڑھا۔ نیک بخت بیوی نے دوڑ کر پیچھے سے اس کی مکر تھام لی۔ حادث نے اتنے زور کا اس کو جھٹکا دیا کہ سر ایک دیوار سے ٹکرا گیا اور وہ آہ کر کے زمین پر گر پڑی۔ اور جب وہ کوٹھری میں داخل ہوا تو ہاتھ میں ننگی تلوار اور چپتی ہوا خنجر دیکھ کر دونوں بھائی کا پٹنے لگے۔ بد بخت نے آگے بڑھ کر دونوں بھائیوں کی زلفیں پکڑیں اور نہایت بے دردی کے ساتھ انھیں کھینچا ہوا باہر لایا۔ تکلیف سے دونوں بھائی تھلا اٹھے رو رو کر فریاد کرنے لگے لیکن ظالم کو ترس نہ آیا۔ سامان کی طرح ایک خنجر پر لا کر دریائے قرات کی طرف چل پڑا اور جب اس کے کنارے پہنچا تو انھیں خنجر سے اتارا شکلیں کھولیں اور سامنے کھڑا کیا۔ پھر میان سے تلوار نکالا ہی تھا کہ اتنے میں اس کی بیوی ہانپتی کا ہنسی اور گرتی پڑتی آہنچی۔ آتے ہی اس نے پیچھے سے اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑ لیا اور غو شاد کرتے ہوئے کہا خدا کے لئے اب بھی مان جاؤ اہلیت رسالت کے خون سے اپنا ہاتھ رخصت کرو۔ دیکھو بچوں کی ننھی جان سوکھی جا رہی ہے تلوار سامنے سے ہٹا لو۔

حادث پر شیطان پوری طرح سوار تھا ظالم نے بیوی پر وار کر دیا وہ زخمی ہو کر گری اور تڑپنے

لئے بچے یہ منظر دیکھ کر سہم گئے۔ اب بد بخت اپنی خون آلود تلوار لے کر بچوں کی طرف بڑھا چھوٹے بھائی پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی پیچ اٹھا۔ خدا کے لئے پہلے مجھے ذبح کرو میں اپنے بھائی کی تربیتی ہوئی لاش نہیں دیکھ سکوں گا۔ اور چھوٹے بھائی نے سر جھکاتے ہوئے کہا کہ بڑے بھائی کے قتل کا منظر مجھ سے نہیں دیکھا جاسکے گا خدا کے واسطے پہلے میرا ہی سر قلم کرو۔

ظالم کی تلوار جچی دو تھی جینیں بلند ہوئیں اور یتیم بچوں کے کٹے ہوئے سر خون میں تڑپنے لگے (۱۱)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ

پھول نو دودن بہار جانفزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھا گئے

قاتل کا انجام | حادثہ بد بخت نے جب بچوں کو شہید کر دیا تو ان کی لاشوں کو دریائے فرات میں پھینک دیا اور سروں کو تو بڑھ میں رکھ کر لے گیا اور ابن

زیاد کے سامنے پیش کیا۔ اس نے کہا اس میں کیا ہے؟ حادثہ نے کہا انعام و اکرام کیلئے آپ کے دشمنوں کا سر کاٹ کر لایا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا یہ میرے دشمن کون ہیں؟ کہا مسلم بن عقیل کے فرزند ابن زیاد یہ سنتے ہی غضبناک ہو گیا اور کہا تجھ کو قتل کرنے کا حکم کس نے دیا تھا۔ کم بخت میں نے امیر المؤمنین یزید کو لکھا ہے کہ مسلم بن عقیل کے فرزند گرفتار کر لئے گئے ہیں اگر حکم ہو تو میں انھیں آپ کے پاس زندہ بھیج دوں۔ اگر یزید نے زندہ بھیجنے کا حکم دیا تو پھر میں کیا کروں گا۔؟ تو میرے پاس ان کو زندہ کیوں نہیں لایا؟ حادثہ نے کہا مجھے اندیشہ تھا کہ شہر کے لوگ مجھ سے چھین لیں گے۔ ابن زیاد نے کہا اگر تجھے چھین لینے کا اندیشہ تھا تو کسی محفوظ جگہ پر ان کو ٹھہرا کر مجھے اطلاع کر دیتا میں سپاہیوں کے ذریعہ منگو الیتا۔ تو نے میرے حکم کے بغیر ان کو قتل کیوں کیا؟ پھر ابن زیاد نے مجمع پر نگاہ ڈالی اور ایک شخص جس کا نام مقاتل تھا اس سے کہا کہ اس بد بخت کی گردن مار دے۔ چنانچہ حادثہ کی گردن مار دی گئی اور وہ خیر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہوا۔ (۱۲)

نہ خدا ہی ملانہ وقت ال منم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اے نقش و فاء غیرہ

سہ روحہ الشہداء ص ۱۵

کر بلا کا نونی منظر

حضرت امام حسینؑ کی مکہ شریف سے روانگی

مرحمتی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمد لله الذي خلق الارض والسموات. والصلوة والسلام
على صاحب الفضل والشفاعات. وعلى الجبين ورفقائه الذين فازوا
بالشهادات. اما بعد فاغوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن
الرحيم. وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ
الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالْمَّرَاتِ. وَبَشِيرِ الصَّابِرِينَ ۚ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ
مُصِيبَةٌ لَّيَقُولُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ.

صدق الله العلي العظيم. وصدق رسوله النبي الكريم. ونحن
على ذلك لمن الشاهدين والشاكرين. والحمد لله رب العالمين.
ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کے
نثار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب پر عقیدت و
محبت کے ساتھ درود و سلام کی ڈالیاں پیش کریں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُودِ وَالْكَرَمِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
پیر ادرائے اسلام! حمد و صلاۃ اور آیت کریمہ و درود شریف پڑھنے کی برکت حاصل
کرنے کے بعد ہم آپ حضرات کے سامنے پہلے ایک نظم کے چند اشعار پیش کرتے ہیں انہیں

بغور سماعت فرمائیں۔

جو جوان بیٹے کی میت پر نہ رو یا وہ حسینؑ جو دہکتی ریت کے بستر پہ سو یا وہ حسینؑ
جس نے اپنے خون سے دنیا کو دھو یا وہ حسینؑ جس سب کچھ کھو کے بھر گئی کچھ نہ کھو یا وہ حسینؑ
مرتبہ اسلام کا جس نے دو بالا کر دیا
خون نے جس کے دو عالم میں اجالا کر دیا

شیر کے مانند جو قتل میں آیا وہ حسینؑ جو بہتر زخم کھا کر مسکرایا وہ حسینؑ
راہِ حق میں جس نے اپنا سر کٹا یا وہ حسینؑ کر بلا میں جس نے اپنا گھر کٹا یا وہ حسینؑ
زیرِ خنجر جس کا سجدہ عظمتِ اسلام ہے
جس کا ہر تیور رسولِ پاک کا پیغام ہے

اللہ اکبر اکبر دو شیریں ہمیں یہ وہ حسینؑ فاطمہ کا نورِ دیدہ جانِ حیدر وہ حسینؑ
عظمت و اخلاص و قربانی کا پیکر وہ حسینؑ کر بلا کے عزیزیوں کا میرِ شکر وہ حسینؑ
پرچمِ حق تا ابد جس کا سلامی ہو گیا
زندہ جاوید جس کا نام نامی ہو گیا

دین کی خاطر حق جس کی زندگانی وہ حسینؑ کٹ گئی اسلام میں جس کی جوانی وہ حسینؑ
خلد میں کی حق نے جس کی میہمانی وہ حسینؑ مل گئی جس کو حیاتِ جاودانی وہ حسینؑ
نام نامی جس کا لوحِ دھر پر مرقوم ہے
فرش سے تاعش جس کی عظمتوں کی دھوم ہے

اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔
یٰ اَدْرَاؤُنِیْ قُلْتُ! انسان کے لئے جہاں پر مرنا یا شہید ہونا مقدر ہوتا ہے منجانبِ اللہ
ایسے حالات و اسباب پیدا ہوتے ہیں کہ ہزار رکاوٹوں کے باوجود انسان آخری وقت میں اسی
جگہ پر جانے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنکا
کر بلا میں شہید ہونا ازل میں مقدر ہو چکا تھا ان کے لئے ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اب کر بلا

کی طرف جانا ان کا ضروری ہو گیا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط آنے کے بعد امام
عالی مقام کو کوفیوں کی درخواست قبول کرنے میں کوئی معقول عذر باقی نہ رہا تو آپ عراق جانے
کے لئے تیار ہو گئے اور سفر کے اسباب درست ہونے لگے۔

جب مکہ والوں کو آپ کی تیاری کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کا عراق کی طرف جانا پسند نہ کیا۔
جلیل القدر صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسمید
خدری اور حضرت ابوقدلیش وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے پاس آئے اور عرض کیا آپ کو فہ
ہرگز نہ جائیں کہ وہاں کے لوگ درہم و دینار کے بندے ہیں، انہوں نے آپ کے والد حضرت علی
اور آپ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کھلی ہوئی غداری و بے وفائی کی ہے
ان کا حاکم ان پر مسلط ہے اور اسی کی حکومت قائم ہے تو جان لیجئے کہ کوفہ والے آپ کو جنگ جہال
کے لئے بلا رہے ہیں۔ یہیں اندیشہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو دھوکا دین گئے ہجڑا میں گئے اور آپ کو
بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے بلکہ حکومت وقت سے مل کر آپ پر حملہ کریں گے اور بلانے و
ہی سب سے بڑے آپ کے دشمن ثابت ہوں گے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ میں خدا سے خیر
کا طالب ہوں دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ (۱)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب آپ سے سفر عراق کو ملتوی کرنے
کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ لِمَكَّةَ كَبْشَابَ يَسْتَحِلُّ حُرْمَتَهَا فَمَا
أُحِبُّ أَنْ أَكُونُ أَنَا ذَلِكَ الْكَبْشَابُ۔ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے حدیث سنی ہے کہ ایک مینڈھا مکہ معظمہ کی حرمت کو حلال کر دے گا تو میں وہ مینڈھا
نہیں بننا چاہتا۔ (۲)

اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس سفر سے روکنے کیلئے امرار
کیا اور کہا کہ آپ مسجد حرام میں رہئے میں آپ کی مدد کیلئے لوگوں کو جمع کر لوں گا تو آپ نے فرمایا

کہ اگر ایک بالشت بھر میں اس مسجد کے باہر قتل کیا جاؤں تو اللہ میں اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک بالشت بھر مسجد کے اندر قتل کیا جاؤں۔ بخدا اگر میں حشرات الارض کے کسی سوراخ میں بھی چھپوں گا تو لوگ مجھے وہاں سے بھی نکال لیں گے اور جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کریں گے (۱) غرض کہ بڑے بڑے صحابہ کرام آپ کو اس سفر سے روکنے کے لئے بہت اصرار کرتے رہے اور آخر تک یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ معظمہ سے تشریف نہ لے جائیں مگر ان کی کوششیں کارآمد نہ ہوئیں یہاں تک کہ امام عالی مقام ۳۲ رذی الحجہ ۳۵ھ کو اپنے اہل بیت اور موالی و خدام کل بیاضی نقوس کے ساتھ مکہ شریف سے عراق کے لئے روانہ ہو گئے۔

بات اصل میں یہ تھی کہ آپ کو گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا اور یہ راز اس وقت کھلا جب فرزدق شاعر سے آپ کی راستہ میں ملاقات ہوئی اور اس نے پوچھا کہ فرزند رسول! حج کے دن بالکل قریب آگئے تو اتنی جلدی آپ نے کس لئے فرمائی کہ حج بھی نہ ہو سکا؟ امام نے جواب دیا کہ اگر میں اتنی جلدی نہ کرتا تو وہیں گرفتار کر لیا جاتا۔ (۲)

حضرت کے اس جواب سے معلوم ہو گیا کہ ایام حج قریب ہونے کے باوجود آپ مکہ معظمہ سے کیوں نکل پڑے۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے اصرار کو قبول نہ فرمانے کا سبب کیا تھا ظاہری وجہ تو وہی تھی جو حضرت امام نے فرزدق سے بیان فرمائی اور حقیقت میں شہادت کی کشش آپ کو کر بلا کی طرف کھینچنے لے جا رہی تھی۔ آپ کا حال اس وقت وہی تھا جو کسی شاعر نے کہا ہے

دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہے طاقت مجھ میں

عشتہ کھینچنے لے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں

کر بلا جانے والے اہلبیتؑ | **بِزَادَرَاتٍ اِسْلَامًا**! اس سفر میں حضرت امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین صاحبزادے آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت علی اوسط جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں۔ یہ سہر بانو کے بطن سے تھے

سرفراز ہوئے اور حضرت امام زین العابدین، عمر بن حسن، محمد بن عمر بن علی، اور دوسرے کم عمر صاحبزاد
قیدی بنائے گئے۔ (۱)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ شریف سے باہر نکلے تو حاکم مکہ عمرو بن سعید کے
حکم سے ایک فوجی دستہ نے شہر سے باہر آکے آپ کو روکا اور چاہا کہ واپس چلیں۔ حضرت امام نے
واپس ہونے سے انکار کیا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف کے لوگوں میں مار پیٹ ہوئی۔ آپ کے ساتھی
بڑی بہادری سے فوجی دستہ کی مزاحمت کو روکنے پر تیار تھے اس لئے ان لوگوں کو ہٹنے پر مجبور
ہونا پڑا اور قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔ (۲)

جب آپ مقام صفاح تک پہنچے تو فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس سے کوفہ
والوں کا حال دریافت فرمایا۔ کہا کہ ان کے دل آپ کی طرف ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کے
ساتھ ہوں گی۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو لیکن ہر بات اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا
ہے۔ اگر اللہ نے ہماری خواہشوں کے مطابق کیا تو ہم اس کا شکر ادا کریں گے۔ اور اگر قضائے الہی
ہمارے مطلب کے خلاف ہوئی تو انسان کے لئے یہی کیا کم ہے کہ اس کی نیت میں خلوص اور
اس کے دل میں پارسائی ہو۔ (۳)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرزدق سے گفتگو کرنے کے بعد جب آگے بڑھے تو آپ کے
بھانجے حضرت محمد و عون رضی اللہ تعالیٰ عنہما راستے میں آکر آپ سے ملے اور اپنے والد گرامی حضرت
عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خط آپ کی خدمت میں پیش کیا اس میں لکھا تھا کہ میں
آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرا خط دیکھتے ہی واپس چلے آئیے۔ اس لئے کہ جہاں آپ
جا رہے ہیں وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہلیت کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگر خدا بخوات
آپ ہلاک ہو گئے تو دنیا میں اندھیرا چھا جائے گا۔ آپ ہدایت والوں کے رہنما اور مسلمانوں کی
امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے اس خط کے پیچھے میں بھی آ رہا ہوں۔ (۴)

صاحبزادوں کے بدست خط روانہ کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر حاکم مکہ عمرو بن سعید سے جا کرئے اور اس سے گفتگو کر کے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے امان کا پروانہ حاصل کیا اور حضرت کے اطمینان کے لئے عمرو بن سعید کے بھائی یحییٰ بن سعید کو ساتھ میں لے کر آپ کے پاس پہنچے یحییٰ نے خط پیش کیا اور آپ نے اسے پڑھا مگر واپس آنے سے انکار کیا۔ ان لوگوں نے کہا آخر کیا بات ہے؟ آپ عراقی جانے پر اس قدر بھند کیوں ہیں؟ حضرت نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ہے۔ آپ نے اس خواب میں جو مجھے حکم فرمایا ہے میں اسے ضرور پورا کروں گا چاہے اس میں ہمارا نقصان ہو یا فائدہ۔ ان لوگوں نے کہا وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خواب نہ اب تک میں نے کسی سے بیان کیا ہے اور نہ بیان کروں گا یہاں تک کہ اپنے خدا سے جا ملوں۔ (۱)

چھٹ جائے اگر دولت کو نین تو کیا غم

چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامن محمد۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام عالی مقام نے عمرو بن سعید کی تحریر کا جواب لکھ کر ان کے سپرد کیا۔ حضرت عبداللہ مجبور یوں کے سبب اس سفر میں آپ کے ساتھ نہیں جاسکتے تھے۔ انھوں نے اپنے صاحبزادگان عون و محمد کو آپ کے ساتھ رہنے کی ہدایت کی اور خود واپس ہو گئے۔

حضرت قیس کی شہادت

جب آپ مقام حاجر میں پہنچے تو اپنے ایک مخلص قیس بن مسہر صیداوی کو خط دے کر کوثر روانہ فرمایا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ حمد الہی اور سلام کے بعد معلوم ہو کہ مسلم بن عقیل کے خط سے تم لوگوں کے حالات کی درستی اور میری مدد پر تم سب کے متفق ہونے کا علم ہوا۔ میں خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم پر احسان کرے اور تم لوگوں کو اس بات پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکا ہوں جب میرا خط پہنچے تو اپنا انتظام تم لوگ جلدی درست کر لینا اس لئے کہ میں چند ہی

روز میں انشاء اللہ تمہارے یہاں پہنچنے والا ہوں۔ والسلام (۱)

حضرت قیس جب امام کا خط لے کر قادیان پہنچے تو حسین بن نیر جو ابن زیاد کے حکم سے ایک فوج کے ساتھ پہلے سے ناکہ بندی کئے ہوئے تھا اس نے قیس کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس کو فہ بھیج دیا۔ ابن زیاد نے کہا اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو گورنر ہاؤس کی چھت پر چڑھ کر حسین بن علی کے خلاف تقریر کرو اور ان کو برا بھلا کہو۔ حضرت قیس چھت پر چڑھ گئے اور حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت حسین بن علی اس وقت خلق خدا میں سب سے بہترین شخص ہیں میں انھیں کا بھیجا ہوا تم لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کے لئے قدم آگے بڑھاؤ اور ان کی آواز پر لبیک کہو۔ پھر حضرت قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ کو برا بھلا کہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعائے خیر کی۔ ابن زیاد آپ کی اس تقریر کو سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور حکم دیا کہ انھیں چھت کے اوپر سے زمین پر گرادو کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، بے رحموں نے انھیں نیچے گرا دیا جس سے ان کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور وہ انتقال کر گئے۔ اس طرح حضرت امام کا یہ سچا محب آپ پر قربان ہو گیا۔ (۲)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابرہہ رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے

حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

جب آپ اس منزل سے آگے بڑھے تو ایک کنوئیں پر آپ کی ملاقات عبداللہ بن مطیع سے ہوئی۔ انھوں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ ادھر کیسے تشریف لائے؟ حضرت امام نے اپنے آنے کی وجہ بیان فرمائی۔ انھوں نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حرمت اسلام، حرمت رسول اور حرمت عرب کو ضائع نہ کیجئے۔ آپ کو فہرگز نہ بجائیے وہاں آپ یقیناً شہید کر دئے جائیں گے حضرت نے

فرمایا اَلَا تَصِبُّنَا اَلَا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ہیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خدائے تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمادی ہے۔ (۱)

حضرت زبیرؓ سے ملاقات

حضرت امام جب آگے بڑھے اور مقام زرد میں آپ نے قیام فرمایا تو وہاں کنوئیں کے پاس ایک خیمہ نظر آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ زبیر بن قین بجلی کا خیمہ ہے جو حج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہے ہیں۔ شروع میں ان کو اہلبیت رسالت سے کوئی عقیدت نہ تھی۔ آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے ملنے سے انکار کرنا چاہا تو ان کی بیوی نے کہا واہ کیا غضب کی بات ہے کہ فرزند رسول آپ کو بلائیں اور آپ ان سے ملنے کے لئے نہ جائیں۔ بیوی کی بات سے متاثر ہو کر وہ حضرت کے پاس گئے اور بہت جلد خوش خوش واپس ہو کر اپنا خیمہ اور کل ساز و سامان آپ کی طرف بھجوا دیا۔ اس کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور اس سے کہا کہ اپنے بھائی کیساتھ یکے چلی جاؤ۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو میرے ساتھ رہنا چاہے رہے اور جو چاہے چلا جائے اور یہ سمجھ کر جائے کہ یہ میری آخری ملاقات ہے۔ سب حیران ہو گئے کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ آپ نے کہا میں تم لوگوں سے بیان کرتا ہوں سنو! جنگ بلخیر میں خدائے تعالیٰ نے ہم کو فتح عطا فرمائی اور بہت سامان غنیمت ہاتھ آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے پوچھا کہ فتح اور مال غنیمت سے تم کو خوشی ہوئی؟ ہم نے کہا ہاں بہت خوشی ہوئی۔ انھوں نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ تم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کے جوانوں کے سردار (حضرت حسین) سے ملو گے اور ان کی مدد میں ان کے دشمنوں سے جنگ کرو گے تو اس فتح اور مال غنیمت سے زیادہ خوشی حاصل کرو گے۔ لہذا میں تم لوگوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

پھر حضرت زبیر امام عالی مقام کے ساتھ رہے یہاں تک کہ کربلا میں آپ کے دشمنوں سے لڑ کر شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (۲)

شہادتِ مسلم کی خبر | حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابھی تک کوفہ کے حالات معلوم نہ ہوئے تھے جب آپ معلومِ تعلیمیہ میں پہنچے تو بکیر بن شعبہ اسدی کے ذریعہ

آپ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ دونوں شہید کر دئے گئے اور ان کی لاشوں کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا گیا۔ اس دردناک خبر کو سن کر آپ نے بار بار اِنَّا کُنَّا قِوَامًا
اَلْبِیِّنَاتِ اِجْعُوْنَ سِرْحَمَہُ اللہ علیہما پڑھا۔

عبداللہ بن سلیم اور نذری بن شعل اسدی جو حج سے فارغ ہو کر مقامِ زروہ میں حسینی قافلہ سے آکر ملے تھے۔ انھوں نے امام عالی مقام سے کہا خدا کے واسطے آپ اپنی اور اپنے گھر بھر کی جان خطرہ میں نہ ڈالیں یہیں سے واپس ہو جائیں اس لئے کہ کوفہ میں آپ کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار بلکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ جو لوگ آپ کو بلانے والے ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت مسلم کے تینوں بھائی کھڑے ہو گئے اور جوش میں آکر کہا خدا کی قسم ہم واپس نہیں ہوں گے جب تک مسلم کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے اور یا ہم بھی ان کی طرح قتل نہیں ہو جائیں گے۔ حضرت نے اسدیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا ان لوگوں کے بعد زندگی میں کچھ لطف نہیں۔ آپ کے ساتھیوں میں سے بعض لوگوں نے کہا آپ کی اور مسلم کی برابری نہیں۔ جب آپ کوفہ میں پہنچ جائیں گے تو وہاں کے سب لوگ آپ کی مدد کیلئے دوڑ پڑیں گے۔ حضرت نے اس خیال کی تائید نہیں فرمائی بلکہ خاموش رہے۔ (۱)

پھر قافلہ آگے بڑھا رہا اور ابھی تک سب لوگوں کو حضرت مسلم کی شہادت کی خبر نہ تھی جب آپ مقامِ زبالہ میں پہنچے تو اسی جگہ پر آپ نے پورے قافلہ والوں سے فرمایا کہ ہمیں یہ دردناک خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل شہید کر دئے گئے اور ہماری اطاعت کے دعویداروں نے ہمیں چھوڑ دیا۔ لہذا جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہے وہ چلا جائے ہماری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں۔

بہت سے عرب جو راستے میں آپ کے ساتھ ہو گئے تھے اس اعلان کے سنتے ہی تقریباً سب داہنے بائیں روانہ ہو گئے اور زیادہ تر وہی لوگ باقی رہ گئے جو مدینہ طیبہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ (۲)

حرم کی آمد

حرم سے کی پہلی تاریخ کو جب کہ آپ کوہ ذی حشم کے دامن میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے
 حرمین یزیدی کسی ایک ہزار لشکر کے ساتھ آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آپہنچا۔ دوپہر کا وقت
 تھا دشمن کے گھوڑے اور سارے آدمی بہت پیاسے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کو
 پانی پلویا غالباً اس ہمدردی کے سبب کہ آپ سے کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکا یہاں تک کہ جب ظہر کی نماز کا
 وقت آگیا اور اذان پڑھی گئی تو آپ نے حمد و صلاۃ کے بعد حرا اور اس کی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے
 ارشاد فرمایا اے لوگو! میں خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں اور تمہارے سامنے اپنی صفائی پیش کرتا ہوں کہ
 میں اس وقت تک تمہاری طرف نہیں آیا جب تک کہ تمہارے خطوط میرے پاس نہیں گئے کہ آپ ہماری
 طرف آئے ہمارا کوئی امام نہیں ہے شاید آپ کے سبب ہم لوگوں کو خدائے تعالیٰ ہدایت پر جمع فرمادے اب
 اگر تم لوگ اپنی بات پر قائم ہو تو میں آہی گیا ہوں۔ تم مجھ سے عہد کرو تاکہ مجھے اعلیٰان ہو جائے تو میں تمہارے
 شہر میں چلوں۔ اور اگر میرا آنا پسند نہیں کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔
 آپ کی اس تقریر کے بعد خاموشی رہی کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے حرم سے پوچھا تم
 ہمارے ساتھ نماز پڑھو گے یا الگ پڑھنا چاہتے ہو؟ حرم نے کہا آپ نماز پڑھائیے ہم سب آپ کے پیچھے
 پڑھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا دونوں طرف کے لوگوں نے حضرت کے پیچھے نماز ادا کی اس کے بعد
 آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ (۱)

جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت امام عالی مقام نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ روانہ ہونے کے لئے
 سب تیار ہو جائیں۔ پھر خیمہ سے باہر تشریف لائے اور اس وقت بھی دونوں گروہوں نے آپ کے
 پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد پھر آپ نے جمع کی طرف رخ کیا اور حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا اے لوگو!
 اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے اور حق والوں کا حق پہچانو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو گے۔
 جو تم پر ظلم و زیادتی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں ہم انہیں نبوت ان کے مقابلہ میں خلافت کے زیادہ
 مستحق ہیں لیکن اگر تم لوگ ہم کو نہیں پسند کرتے ہو اور ہمارے حق کو نہیں پہچانتے ہو اور تمہاری رائے

اس نے غلات ہو گئی جو تہارے خطوط سے ظاہر ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ حر نے کہا بخدا ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کیسے خطوط ہیں جن کا آپ ذکر فرما رہے ہیں۔ آپ نے خطوط کے قصبے کو منگا کر سب کے سامنے الٹ دیا۔ حر نے کہا ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو یہ خطوط لکھے ہیں۔ ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں بھی آپ مل جائیں ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں یہاں تک کہ ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں۔ آپ نے فرمایا اس مطلب کے حاصل کرنے سے تیرے لئے مر جانا زیادہ آسان ہے۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو سوار ہو کر لوٹنے کا حکم دیا۔ حر نے واپس ہونے سے روکا۔ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے آخر تیرا مطلب کیا ہے؟ حر نے کہا خدا کی قسم اگر آپ کے علاوہ کوئی دوسرا عرب یہ بات کہتا تو میں اس کی ماں کو بھی ایسے ہی کہتا لیکن آپ کی والدہ ماجدہ کا ذکر میں بھلائی کے ساتھ ہی کروں گا۔ امام نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ نہیں ہو گا۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں بھی آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ اسی طرح تکرار ہوتی رہی۔ آخر میں حر نے کہا مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے مجھے تو صرف یہ حکم ہے کہ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ کو ذہن پہنچ جائیں۔ اگر آپ کو ذہن جانے سے انکار کرتے ہیں تو جب تک کہ میں ابن زیاد کی رائے نہ معلوم کروں آپ ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کو ذہ کی طرف جانا ہو اور نہ مدینہ کی طرف۔ آپ کو اسکی یہ بات معقول معلوم ہوئی آپ قادیہ اور عذیب کی راہ سے بائیں مڑ کر چلنے لگے ساتھ ساتھ حر بھی چلنا رہا۔

باب اور بیٹے کی گفتگو جب امام کا قافلہ قصر بنی مقاتل پہنچا تو آپ نے وہیں قیام فرمایا تھوڑی دیر پر حر بھی ٹھہرا۔ آدھی رات کے بعد آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ پانی بھراؤ اور چلو۔ ابھی تھوڑی دیر چلے تھے کہ ذرا آنکھ لگ گئی پھر چونک گئے اور تعین باد فرمایا انا لله وانا اليه راجعون والحمد لله رب العالمین۔ یہ سن کر آپ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے قریب آئے اور عرض کیا ابا جان! اس وقت یہ کلمات زبان پر کیسے جاری ہوئے؟ فرمایا ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی میں نے

دیکھا ایک سوار کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ راستے پر چل رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم کو موت کی اطلاع دی گئی ہے۔ صاحبزادے نے کہا خدائے تعالیٰ آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا اس خدائے ذوالجلال کی قسم جس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، ہم حق پر ہیں۔ بہادر صاحبزادے نے کہا جب ہم حق پر ہیں تو ایسی موت کی ہمیں کوئی پروا نہیں۔ آپ نے فرمایا خدائے تعالیٰ تمہیں وہ جزائے خیر عطا فرمائے جو کسی بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے مل سکتی ہو (۱)

جب آپ کا قافلہ نینوا میں پہونچا تو کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ سب ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگے۔ وہ آیا تو امام عالی مقام کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ ترکو سلام کیا اور اس کو ابن زیاد کا خط دیا جس میں لکھا تھا کہ حسین کو آگے بڑھنے سے روک دو اور انھیں چٹیل میدان میں اتارنے پر مجبور کرو جہاں کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو اور نہ پانی ہو۔ میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ رہے تاکہ ہتھیاری کارگزاری کی ہمیں اطلاع دے اور تم سے الگ نہ ہو جب تک کہ ہمارے حکم پر عمل نہ ہو جائے۔ حرم نے امام اور ان کے ساتھیوں کو خط کے مضمون سے مطلع کیا۔ حضرت نے فرمایا اچھا ہم کو ذرا آگے بڑھ کر سامنے والے گاؤں غاضریہ یا شقیہ میں ٹھہرنے دو۔ حرم نے کہا ہمیں تو چٹیل میدان میں ٹھہرانے کا حکم دیا گیا ہے اور ننگراں ہمارے ساتھ ہے ابن زیاد کو ہمارے طرز عمل کی اطلاع کر دے گا۔ حرم کے اس جواب پر حضرت امام کے ساتھیوں میں خوش پیدا ہو گیا حضرت زہیر بن قین نے کہا یا ابن رسول اللہ! ان سے جنگ کر لینا ہمارے لیے آسان ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے اس لئے کہ وہ اتنے ہوں گے کہ ہم کو ان سے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی۔ مگر حضرت نے فرمایا ہم اپنی طرف سے جنگ

کی ابتداء نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے حر سے فرمایا اچھا کچھ تو چلنے دو۔ حر خاموش رہا اور آپ بائیں طرف چل پڑے۔

زمین کر بلا | ابھی آپ تھوڑا سا چلے تھے کہ حر کے سپاہیوں نے آکر روک دیا اور کہا بس یہیں اتر پڑیے۔ فرات یہاں سے دور نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا اس جگہ کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اس کا نام کر بلا ہے۔ اس لفظ کو سننے ہی آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور فرمایا *هَذَا كَرْبَلَاءُ وَمَوْضِعُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ هَذَا مَنَاخٌ رِجَالُنَا وَمَحَطٌّ رِجَالُنَا وَمَقْتُلُ رِجَالِنَا*۔ یہ کر بلا ہے جو مقام کرب و بلا ہے۔ یہی ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ یہیں ہمارے مال و اسباب اتریں گے اور اسی مقام پر ہمارے ساتھی قتل کئے جائیں گے (۱)۔ یہ محرم ۱۰؎ کی دوسری تاریخ پنجشنبہ (جمعرات) کا دن تھا۔

جب نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کر بلا میں اترنے پر مجبور کر دیا تو اس نے ابن زیاد کو اس بات کی اطلاع دی۔ یہ وقت وہ تھا جبکہ ایران میں بغاوت ہو گئی تھی جس کو فرو کرنے کے لئے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج کا سردار بنایا گیا تھا اور رے کی حکومت کا پروانہ لکھ کر دیا گیا تھا۔ ابن سعد اپنی فوج کے ساتھ نکل کر ابھی تھوڑی ہی دور پہنچا تھا کہ ابن زیاد نے اسے واپس بلا کر حکم دیا کہ پہلے حسین کی ہم سر کرو اس کے بعد ایران کی طرف روانہ ہو۔ عمرو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابی رسول اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کا بیٹا تھا۔ وہ نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت سے خوب واقف تھا اس لئے اس نے ابن زیاد سے کہا کہ مجھے اس امر کے لئے نہ بھیجیں۔ ابن زیاد نے کہا اگر حسین کے مقابلہ کے لئے نہیں جاتے ہو تو رے کی حکومت سے دست بردار ہو جاؤ۔ ابن سعد نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت لی۔ پھر آخر درنوی حکومت کی لالچ میں آکر امام عالی مقام سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔

اور وہی چار ہزار کی فوج جو ملک ایران جانے کے لئے تیار تھی انہیں ساتھ لے کر قسری
حرم کو کر بلا پہنچ گیا اور پھر ہر ایک پہنچتی رہی یہاں تک کہ ابن سعد کے پاس
بائیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ حضرت امام علیؑ و علیہ السلام کے ساتھ کل بیاسی
آدمی ہیں جن میں بیسیاں اور بچے بھی ہیں اور پھر جنگ کے ارادہ سے بھی نہیں
آئے تھے اسی لئے لڑائی کے سامان بھی نہیں رکھتے تھے۔ مگر اہل بیت نبوت کی
شجاعت اور بہادری کا ابن زیاد کے دل پر اتنا اثر تھا کہ ان کے مقابلہ کے
لئے بائیس ہزار کا لشکر ہزار بھیج دیا۔ دو گنی چو گنی دس گنی تو کیا سو گنی تعداد کو بھی
کافی نہیں سمجھا کوفہ کے تمام قائل جنگ افراد کو کر بلا میں بھیج دیا اس کے باوجود لوگوں کے
دل خوف زدہ ہیں اور جنگ آزماد لاوروں کے حوصلے پست ہیں آخر مجبوراً ان
کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ لشکر امام پر پانی بند کر دیا جائے تب ان کا مقابلہ کیا جاسکے
گا۔ چنانچہ ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ایک دستہ کیساتھ
دریائے فرات پر مقرر کر دیا تاکہ امام اور ان کے ساتھی پانی کی ایک بوند نہ لے
سکیں۔ یہ واقعہ حضرت امام علیؑ و علیہ السلام کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کا
ہے۔ (۱)

ابن سعد نے حضرت امام کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے پوچھو وہ یہاں کیوں
آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ تمہارے شہر کوفہ کے لوگوں نے
خطوط لکھ کر مجھے بلایا ہے اب اگر میرا آنا پسند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاؤں۔
ابن سعد نے اپنا سوال اور حضرت کا جواب لکھ کر ابن زیاد کو بھیج دیا۔ اس نے
ابن سعد کو جواب میں لکھا کہ تم حسین اور ان کے تمام ساتھیوں سے کہو کہ وہ یرید

کی بیعت کریں۔ اگر وہ بیعت کر لیں گے تو ان کے بعد ہم جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔
ابن سعد کو جب یہ خط ملا تو اس نے کہا میں سمجھ گیا ابن زیاد کو امن و عافیت منظور نہیں۔
امام اور ابن سعد کی ملاقات حضرت امام علیؑ جتدہ و علیہ السلام نے
ابن سعد کو پیغام بھیجا کہ آج رات

میں ہم تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ ابن سعد نے یہ بات مان لی اور رات کے وقت
میں سو کروں کے ساتھ دونوں لشکروں کے درمیان آیا۔ آپ بھی بیس سو اوروں کے
ساتھ تشریف لے گئے پھر دونوں نے اپنے اپنے ساتھیوں کو علیحدہ کر دیا اور تنہائی
میں دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ آخر میں حضرت امام نے فرمایا کہ میں تین باتیں پیش
کرتا ہوں ان میں سے تم جسے چاہو میرے لیے منظور کر لو۔

(۱) جہاں سے میں آیا ہوں وہیں مجھے واپس چلے جانے دو۔

(۲) مجھے کسی سرحدی مقام پر لے چلوں وہیں رہ کر وقت گزار لوں گا۔

(۳) مجھ کو سید عازیدہ کے پاس دمشق کی طرف جانے دو۔ اطمینان کے لیے تم بھی میرے
پچھے پچھے چل سکتے ہو۔ میں یزید کے پاس جا کر اس سے براہ راست اپنا معاملہ طے
کر لوں گا جیسے کہ میرے بھائی حضرت حسن نے امیر معاویہ سے طے کیا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رویہ اتنا نرم اور سلجھا ہوا تھا کہ
ابن سعد نے اقرار کیا کہ آپ صلح کے راستے پر ہیں اور اس نے بہت خوش ہو کر
ابن زیاد کو لکھا کہ خدائے تعالیٰ نے آگ کا شعلہ بجھا دیا اور اتفاق کی صورت
پیدا فرمادی اور امت کے معاملہ کو سلجھا دیا۔ پھر حضرت امام کی پیش کی ہوئی تینوں
باتیں تحریر کیں اور آخر میں اپنی رائے بھی لکھی کہ اب اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہے
اور اب اس معاملہ کو ختم ہونا چاہئے۔ ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا کہ یہ تحریر
ایسے شخص کی ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے
منظور کر لیا۔ یہ سن کر بد بخت شمر ذی الجوشن اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کیا آپ یہ بات ان

کی قبول کرتے ہیں جبکہ وہ آپ کی زمین پر اتارے ہوئے ہیں اور آپ کے پہلو میں ہیں۔^۱ وہ اگر وہ آپ کی اطاعت کے بغیر یہاں سے چلے گئے تو قوت و غلبہ ان کے لیے ہو گا اور عاجزی و کمزوری آپ کے لیے۔ میری رائے میں ان کی خواہش کبھی نہیں منظور کرنی چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑی ذلت اور کمزوری کی نشانی ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ وہ اور ان کے تمام ساتھی آپ کے حکم پر سر جھکا دیں۔ پھر اگر آپ انہیں سزا دیں تو آپ کو اس کا حق ہے۔ اور اگر معاف کر دیں تو اس کا بھی اختیار ہے۔ یہی ابن سعد کی بات تو خدا کی قسم مجھے تو یہ معلوم ہوا ہے کہ حسین اور وہ رات رات بھر بیٹھے باتیں کیا کرتے ہیں۔

شمر خبیث کی اس فتنہ پرورد تقریر سے ابن زیاد کی رائے بدل گئی کہا تم نے بہترین مشورہ دیا ہے اور پھر ابن سعد کو لکھا کہ میں نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ تم حسین کے بچانے کی فکر کرو اور سفارشی بن کر ان کی سلامتی چاہو۔ دیکھو اگر حسین اور ان کے تمام ساتھی میرے حکم پر سر جھکا دیں تو ان کے میرے پاس پہونچا دو اور اگر نہ مانیں تو سب کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو اور حسین کی لاش پر گھوٹے دوڑا کر روند ڈالو اس لیے کہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔ اگر تمہیں یہ منظور نہ ہو تو ہمارا لشکر شمر کے حوالے کر دو وہ ہمارے حکم پر پورا پورا عمل کرے گا۔ یہ خط اس نے شمر کے سپرد کیا اور زبانی کہہ دیا کہ اگر ابن سعد میرے حکم پر عمل نہ کرے تو پہلے تم اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا (۱)

ابن سعد نے جب یہ خط پڑھا تو شمر سے کہا کم نخت تم نے یہ کیا کیا؟ خدا تجھے غارت کرے تو میرے پاس یہ کیا لایا ہے؟ خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ تو نے ہی

ابن زیاد کو میرے مشورہ پر عمل کرنے سے روک دیا اور اس بات کو بگاڑ دیا جس کے بننے کی امید تھی۔ خدا کی قسم حسین کبھی ابن زیاد کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے۔ شمر نے کہا ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ دشمن کو قتل کرو گے یا لشکر میرے سپرد کرو گے؟ ابن سعد جو دنیا پر جان دینے والا اور بد بخت ازلی تھا اس نے کہا میں لشکر تمہارے سپرد نہیں کروں گا بلکہ یہ ہم میں خود ہی سر کروں گا چنانچہ اس نے فوراً حملہ کا حکم دیدیا۔ یہ محرم کی نویں تاریخ جمعرات کا دن اور شام کا وقت تھا۔ حضرت امام علی جدہ و علیہ السلام نماز عصر کے بعد خیمہ کے دروازے پر تلوار کا سہارا لیکر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھے تھے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی تھی۔ فوج کے شور و غل کی آواز سن کر آپ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پردے کے پاس آئیں اور آپ کو جگا کر کہا دیکھئے دشمن کے فوج کی آواز بہت نزدیک سے آ رہی ہے۔ آپ نے سراٹھایا اور فرمایا میں نے ابھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور نے مجھ سے فرمایا اِنَّكَ تَرُدُّحَ الْيَنَّا۔ تم ہمارے پاس آنے والے ہو۔ حضرت زینب یہ خواب سن کر بے قرار ہو گئیں اور روتے ہوئے کہا یا وِیْلَتَا ہائے مصیبت۔ آپ نے فرمایا صبر کرو، خاموش رہو، اللہ مالک ہے۔ پھر امام نے حضرت عباس سے فرمایا پوچھو اس وقت حملہ کا سبب کیا ہے؟ حضرت عباس فوج کے سامنے آئے اور پوچھا۔ جواب ملا ابن زیاد کا حکم ہے کہ آپ لوگ اس کی اطاعت کریں اور یا تو لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ حضرت عباس نے ان کے خواب سے امام عالی مقام کو آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا ان سے کہو کہ ایک رات کی مہلت دیں تاکہ آج رات بھر ہم اچھی طرح نماز پڑھ لیں، دعا مانگ لیں اور توبہ و استغفار کر لیں۔ خدائے تعالیٰ خوب جاننا ہے کہ میں نماز اور دعا و استغفار سے کتنی محبت رکھتا ہوں۔ جب حضرت عباس نے فوج کے دستے سے کہا کہ ہمیں ایک رات کی مہلت دی جائے۔ تو انھوں نے یہ بات

ساتھیوں میں امام کی تقریر | اس کے بعد حضرت امام علیؑ جددہ وعلیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے

یہ تقریر فرمائی — سب تعریفیں خدائے تعالیٰ کے لئے ہیں۔ آرام و تکلیف ہر حال میں اس کا شکر ہے۔ اے اللہ! میں تیرا شکر بجالاتا ہوں تو نے ہمیں (اہلبیت) نبوت کی عزت عطا فرمائی، قرآن کا علم دیا، دین کی سمجھ عطا فرمائی اور سننے والے کان، دیکھنے والی آنکھیں اور دل آگاہ کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا میں دنیا میں کسی کے ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار و بہتر نہیں جانتا اور نہ کسی کے گھر والوں کو اپنے گھر والوں سے زیادہ نیکو کار و صلہ رحمی کرنے والا دیکھتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے خیرات عطا فرماتے۔ سن لو: میں یقین رکھتا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں کل ہماری شہادت ہے۔ میں تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے اسی میں جہاں تم لوگوں کا جی چاہے چلے جاؤ میری طرف سے کوئی تم پر الزام نہیں۔ یہ لوگ میرے قتل کے ورپے ہیں۔ جب مجھے قتل کر لیں گے تو پھر کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔

امام عالی مقام کی یہ تقریر سن کر سب پہلے حضرت عباسؑ پھر آپ کے دوسرے بھائی بیٹے، بھتیجے اور بھانجے سب نے بیک زبان کہا۔ کیا ہم اس لئے چلے جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں ایسا برا دن نہ دکھائے۔

امام نے پکار کر کہا اے اولادِ عقیل! مسلم کا قتل ہونا تمہارے لیے کافی ہے۔ تم چلے جاؤ میں اجازت دیتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم یہ ہم سے ہرگز نہ ہوگا۔

بلکہ ہم آپ کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ اپنی جانیں آپ پر قربان کر دیں گے۔ خدائے تعالیٰ ہمیں وہ زندگی دے جو آپ کے بعد ہو۔

حضرت مسلم بن حو مجہ اسدی کھڑے ہوئے اور کہا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں یہ ہم سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے نیزہ کے ساتھ جنگ کروں گا یہاں تک کہ میرا نیزہ ان کے سینوں میں ٹوٹ جائے اور تلوار چلاؤں گا جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہ سکے گا۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوں گے تو میں پھر بار بار کردشمنوں سے لڑوں گا اور اس طرح میں اپنی جان آپ پر نچاؤں کروں گا۔ حضرت سعد بن عبداللہ حنفی نے کہا خدا کی قسم آپ کا ساتھ چھوڑ کر ہم نہیں چلیں گے جب تک کہ خدا کی بارگاہ میں یہ ثابت نہ کر دیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے کی کیسی حفاظت کی ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میں قتل ہو جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا اور پھر جیتے ہی جلا دیا جاؤں گا اور میری راکھ ہوا میں اڑا دی جائے گی اور اسی طرح ستر مرتبہ میرے ساتھ ہو گا پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا اور یہ تو ایک ہی مرتبہ قتل ہونا ہے پھر اس کے بعد دائمی عزت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت زہیر بن قین نے کہا خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔ ایسے ہی میرے ساتھ ہزار مرتبہ ہو مگر خدائے تعالیٰ آپ کو اور آپ کے نوجوانوں کو بچالے۔ — غرض کہ اسی طرح آپ کے تمام ساتھیوں نے اپنی اپنی عقیدت اور جان نثاری ظاہر کی اور سب کا مطلب یہی تھا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم آپ سے جدا ہو جائیں بلکہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی گردنوں اور اپنی پیشانیوں سے آپ کو بچائیں گے یہاں تک کہ اپنی

جانیں آپ پر قربان کر دیں گے۔ (۱)

اس کے بعد آپ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے نماز و دعا اور توبہ و استغفار
میں ساری رات گزار دی اور اس کے ساتھ ہی خیموں کی پشت پر خندق کھود کر
لکڑیاں بھر دیں تاکہ جنگ کے وقت ان میں آگ لگا دی جائے تو دشمن پیچھے
سے حملہ نہ کر سکے۔



حزبِ مہربان قیامتِ مرغری

دسویں محرم کے دلزد واقعات

عاشورہ کی رات ختم ہوئی اور دسویں محرم کی قیامت نما صبح نمودار ہوئی۔ حضرت امام علیؑ و علیہ السلام نے اہلبیت اور اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ فجر کی نماز نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدے میں خوب مزے لیے اور زبانوں نے تسبیح و قرابت کے خوب لطف اٹھائے۔ اب دسویں محرم کا سورج غمگین نکلتے والا ہے۔ حضرت امام، ان کے اہلبیت اور تمام ساتھی تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں ایک لقمہ کسی کی حلق سے نیچے نہیں اترتا اور نہ ایک قطرہ پانی کسی کو میسر ہوا ایسے لوگوں پر ظلم و جفا کے پہاڑ توڑنے کے لیے یا بیس ہزار کا نازہ دم لشکر موجود ہے۔ جنگ کا نفاذ ہر جادیا گیا۔ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لال اور علی وفاطمہ کے نو نہال کو مہان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔ حضرت امام میدان کارزار میں تشریف لے گئے اور ایک تقریر فرمائی۔ حمد و صلاۃ کے بعد اپنے فرمایا اے لوگو! میرے نسب پر غور کرو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچو کہ تمہارے لئے کیا میرا خون بہانا جائز ہے؟ کیا میں تمہارے بی بی کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں ان کے چچا زاد بھائی علی کا فرزند نہیں ہوں؟ جو آٹھ دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔ کیا سید الشہداء حضرت حمزہؑ میرے باپ کے چچا اور جعفر طیارؑ خود میرے ہی چچا نہیں تھے۔ کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا ہے کہ رسول اکرمؐ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ دونوں صبی
 جوانوں کے سردار ہیں۔ اگر تم میری بات کو سچ سمجھتے ہو اور حقیقت میں وہ سچ ہی ہے
 اس لیے کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اور اگر تم میری بات جھوٹی سمجھتے ہو تو اب بھی اسلامی
 دنیا میں جابر بن عبد اللہ انصاری، ابوسعید خدری اور انس بن مالک وغیرہ موجود ہیں
 ان سے پوچھ لو۔ — کیا یہ حدیث تمہیں میرا خون بہانے سے روکنے کے لیے کافی
 نہیں ہے؟

شمر بد بخت نے آپ کی تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے کچھ بد تمیزی کی تو حبیب
 بن مظاہر نے اسے سخت جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر مہر لگا دی
 ہے اس لیے تو نہیں سمجھ پا رہا ہے کہ حضرت امام کیا فرما رہے ہیں۔ — شمر اور حبیب
 کی گفتگو کے بعد امام عالی مقام نے پھر فرمایا اے لوگو! اگر تمہیں اس حدیث میں شک ہے
 تو کیا اس میں شبہ ہے کہ میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں۔ خدا کی قسم پورب سے
 لے کر پچھم تک پوری دنیا میں میرے سوا کوئی بھی نبی کا نواسہ موجود نہیں ہے۔ نہ تم میں اور
 نہ تمہارے سوا دوسری قوموں میں۔ اور میں تو خود تمہارے ہی نبی کا نواسہ ہوں۔ ذرا
 غور تو کرو کہ میرے قتل پر تم کیسے آمادہ ہو گئے؟ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کسی کا
 مال ہلاک کیا ہے؟ یا کسی کو زخمی کیا ہے؟ جس کا بدلہ تم مجھ سے چاہتے ہو۔

جب مخالفین کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو آپ نے پکار کر کہا اے شہد
 بن ربیع! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث! کیا تم لوگوں
 نے خط لکھ کر مجھے نہیں بلایا تھا؟ انہوں نے کہا ہم نے کوئی خط آپ کو نہیں لکھا تھا۔
 آپ نے فرمایا تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا۔ اچھا فرض کرو تم نے نہیں لکھا
 تھا اور تم نہیں چاہتے تھے کہ میں ادھر آؤں تو مجھے چھوڑ دو تاکہ میں کسی ایسی جگہ چلا
 جاؤں جہاں امن و امان کی زندگی بسر کر سکوں۔

قیس بن اشعث نے کہا آپ اپنے قرابت دار یعنی ابن زیاد کے سامنے سر جھکا دیں پھر آپ کے ساتھ کوئی ناپسندیدہ سلوک نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا تم ایسا کیوں نہیں کہو گے تم محمد بن اشعث ہی کے بھائی تو ہو کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ مسلم بن عقیل کے خون کی ذمہ داری تم پر ہے۔ خدا کی قسم میں ذلت کے ساتھ تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ہرگز نہیں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کروں گا۔ — خالفین کے ماننے کی پہلے ہی سے امید نہ تھی مگر امام عالی مقام کو اپنا فرض پورا کرنا تھا وہ ہو گیا پھر آپ اونٹنی بٹھا کر اتر پڑے اور عقبہ بن سمران کو حکم دیا کہ اسے باندھ دیں (۱) جب عمرو بن سعد جنگ شروع کرنے کے لئے آگے بڑھا تو حمر بن زید نے اس سے کہا خدا تیرا بھلا کرے کیا تو واقعی ان سے جنگ کریگا؟ ابن سعد نے کہا ہاں خدا کی قسم اور ایسی جنگ کہ جس میں سروں کی بارش ہوگی اور ہاتھ قلم ہو کر زمین پر گریں گے۔ حمر نے کہا ان کی پیش کی ہوئی باتوں میں سے کوئی بات بھی تم لوگوں کو منظور نہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا مگر کیا کروں؟ تمہارا حاکم نہیں مانتا۔ حمر یہ سن کر وہاں سے ہٹ گیا۔ نواسہ رسول سے جنگ کے تصور نے اس کے بدن پر کیکپی طاری کر دی اور چہرے پر پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے تو مہاجر بن ادس اسی کے قبیلے کا ایک شخص کہنے لگا حمر یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ تم پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غالب ہے؟ مجھ سے تو جب پوچھا جاتا کہ کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو میں تمہارے سوا کسی کا نام نہ لیتا مگر اس وقت تمہاری عجیب حالت دیکھ رہا ہوں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ حمر نے کہا یہ نواسہ رسول سے جنگ ہے، اپنی عاقبت سے لڑائی ہے۔ میں اس وقت جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں مگر میں جنت کو کسی چیز کے بدلے نہیں چھوڑوں گا چاہے میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں جلا دیا جائے۔ یہ

کہتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچ گیا۔ عرض کیا فرزند رسول! میری جان آپ پر قربان۔ میں وہی گنہگار ہوں جس نے آپ کو واپس جانے سے روکا، راستے میں آپ کے ساتھ ساتھ رہا اور اس جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ قسم ہے اس خدا کے پاک کی جس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں میں یہ ہرگز نہیں سمجھتا تھا کہ آپ کی پیش کی ہوئی باتوں میں سے یہ کسی ایک کو بھی نہیں مانیں گے اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ کی بات نہیں قبول کریں گے تو میں ہرگز ان کا ساتھ نہ دیتا۔ اب میں اپنے گنہگار شرمندہ ہوں۔ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اپنی جان آپ کے قدموں پر قربان کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ کیا اس طرح میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ حضرت نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ مبارک ہو انشاء اللہ تم دنیا و آخرت میں حر (آزاد) ہو۔ گھوڑے سے اترو۔ عرض کیا آپ کی مدد کے لیے میرا گھوڑے پر رہنا اترنے سے بہتر ہے۔ اب میں آخری وقت ہی میں (شہید ہو کر گھوڑے سے اتروں گا۔ حضرت نے فرمایا اچھا جو تمہارا بی چاہے وہی کرو خدائے تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ (۱)

کوفیوں سے حر کا خطاب حضرت امام علیؑ علیہ السلام سے خطا معاف کرانے کے بعد حر فوراً میدان میں آگیا اور پہلے ملائم الفاظ میں کوفیوں سے کہا۔ اے لوگو! حسین تین باتیں جو پیش کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کو تم کیوں نہیں منظور کر لیتے تاکہ خدائے تعالیٰ تم کو ان کے ساتھ جنگ میں مبتلا ہونے سے بچالے۔ کوفیوں نے کہا ہمارے سپہ سالار عمرو بن سعد موجود ہیں ان سے بات کرو۔ ابن سعد نے کہا اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا۔ یہ سن کر حر کو غصہ آگیا اور کہا اے کوفہ والو! خدائے تعالیٰ تم کو فارت

کرے کہ تم نے نواسہ رسول کو بلایا اور جب وہ آگئے تو تم نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔ تم کہتے تھے کہ ہم ان پر اپنی جان قربان کریں گے اور اب قتل کرنے کے لئے انہیں پر حملہ کر رہے ہو۔ ان کو تم نے گرفتار کر لیا، چاروں جانب سے ان کو گھیر لیا، تم نے ان کو خدا کی لمبی چوڑی زمین میں جد صراہن کا راستہ پائیں ادھر جانے سے روک دیا اور اب وہ تمہارے ہاتھ میں قیدی کی طرح ہو گئے ہیں۔ تم نے ان کو، ان کے اہل حرم کو، ان کے بچوں کو اور ان کے ساتھیوں کو دریائے فرات کے اس بہتے ہوئے پانی سے روک دیا جسے یہودی، نصرانی اور مجوسی تک پیتے ہیں بلکہ کتے اور سور بھی اس میں لوٹتے ہیں مگر اسی پانی کے لئے حسین اور ان کے اہل و عیال تڑپ رہے ہیں۔ تم نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا ہے۔ اگر آج تم ابھی اسی دم توبہ نہیں کرو گے اور اپنے ارادے سے باز نہیں آؤ گے تو قیامت کے دن خدائے تعالیٰ تمہیں بھی پیاس سے تڑپائے گا۔ — کو فیوں کے پاس چونکہ اس تقریر کا کوئی جواب نہ تھا اس لیے وہ حریر تیر برسانے لگے۔ حر نے یہ دیکھ کر تقریر بند کر دی اور چونکہ ابھی جنگ باقاعدہ شروع نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ واپس آ کر امام کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ (۱)

جنگ کی ابتداء حر کے واپس آنے کے بعد عمرو بن سعد نے فوج کو آگے بڑھایا اور اپنے غلام ذؤید کو جو علمبردار لشکر تھا آواز دی کہ جھنڈا میرے قریب لاؤ وہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ ابن سعد نے کمان میں تیر جوڑ کر حسینی لشکر کی طرف سر کیا اور اپنی فوج سے پکار کر کہا جو بھائیو! یہ جانا کہ سب سے پہلا تیر میں نے ہی مارا ہے۔ سپہ سالار کے ان الفاظ کو سن کر اس کے لشکر میں جوش و خروش پیدا ہو گیا تو وہ بھی تیر برسانے لگے۔ اس طرح جنگ شروع ہو گئی اور اب دونوں طرف کے سپاہی بھل بھل کر اپنی بہادری کا جوہر دکھانے لگے۔ سب سے پہلے یسار

اور سالم جو زیادہ اور اپنے زیادہ کے آزاد کردہ غلام تھے کوفیوں کی طرف سے نکل کر میدان
 میں آئے اور مقابلہ کے لیے بلایا۔ امام عالی مقام کے دو جاں نثار ساتھی حبیب بن مظاہر
 اور بربر بن حفصیر اٹھ کھڑے ہوئے مگر امام نے ان کو روک دیا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن عمر
 بھی جو اپنی بیوی ام وحب کے ساتھ امام کی مدد کے لیے کربلا میں آگئے تھے کھڑے ہو گئے
 اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے سر سے پیر تک ان پر نگاہ ڈالی دیکھا جو ان قوی
 یہاں ہے فرمایا اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو جاؤ۔ یہ تنہا دونوں کے مقابل گئے۔ انھوں
 نے پوچھا تم کون ہو؟ عبداللہ نے اپنا نام و نسب بیان کیا۔ انھوں نے کہا ہم تمہیں
 نہیں جانتے ہمارے مقابلہ میں زبیر بن قین، حبیب بن مظاہر یا بربر بن حفصیر کو
 آنا چاہئے تھا۔ یسار اس وقت سالم سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ عبداللہ نے کہا اذناشہ
 کے بیٹے! تو مجھ سے لڑنے میں اپنی بے عزتی سمجھتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے یسار پر حملہ کیا اور
 تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ وہ ایک ہی وار میں ٹھنڈا ہو گیا۔ سالم نے ایک دم جھپٹ
 کر حملہ کر دیا عبداللہ نے اس کی تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا انگلیاں کٹ گئیں مگر اسے ہاتھ
 سے اس پر ایک ایسا وار کیا کہ اسے بھی ڈھیر کر دیا اور جوش میں آکر شعر پڑھنے لگے جس کا
 مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے نہیں پہچانتے ہو تو پہچان لو میں خاندان کعب کا ایک فرزند
 ہوں میرے حسب و نسب کے لیے اتنا کافی ہے کہ قبیلہ عظیم میرا گھرانا ہے میں بڑی
 قوت والا ہوں اور مصیبت کے وقت پست ہمتی سے کام لینے والا نہیں ہوں۔

عبداللہ کی بیوی کو اپنے شوہر کی بہادری دیکھ کر جوش آگیا خیمہ کی ایک چوٹ
 ہاتھ میں لی اور آگے بڑھ کر کہا میرے ماں باپ تم پر قربان۔ نواسہ رسول کی طرف سے
 لڑتے جاؤ۔ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور چاہا کہ انھیں خیمہ میں پہنچا دیں مگر وہ
 ماننے والی نہیں تھیں۔ عبداللہ کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی جس سے دشمن کا خون
 ٹپک رہا تھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئی تھیں جن سے لہو بہہ رہا تھا۔ پھر
 بھی انھوں نے پوری قوت کے ساتھ بیوی کو واپس کرنا چاہا مگر جوش میں بھری ہوئی

خاتون نے اپنا ہاتھ عبداللہ سے پھڑایا اور کہا میں تمہارا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ تمہارے ساتھ میں بھی جان دوں گی امام عالی مقام نے آواز دی خدائے تعالیٰ تم دونوں کو اہلبیت رسالت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ بی بی تم واپس چلی آؤ کہ عورتوں پر قتال واجب نہیں۔ حضرت کے حکم کو سن کر وہ واپس آگئیں (۱)

کربلا میں حضرت امام کی کرامتیں

دشمنوں کے گروہ میں ایک شخص گھوڑا کو ڈاتا ہوا سامنے آیا جس کا نام مالک بن عروہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہل خیمہ کی حفاظت کی جا رہی ہے تو اس گستاخ بد باطن نے حضرت امام سے کہا اے حسین! تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگالی ہے۔ امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ السلام نے فرمایا کَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ اے خدا کا دشمن! تو جھوٹا ہے تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔ حضرت مسلم بن عوسجہ کو اس بد بخت کا یہ جُملہ بہت ناگوار ہوا اور انھوں نے حضرت امام سے اس بد مذہبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انھیں اجازت نہیں دی مگر خدائے تعالیٰ کی یار گاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی یا اِلٰہِ الْعٰلَمِیْنَ! عذابِ نار سے پہلے اس گستاخ کو دنیا کے اندر آگ کے عذاب میں مبتلا فرما۔ امام کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا، وہ گھوڑے سے گرا، اس کا پاؤں رکاب میں الجھا، گھوڑا اسے لیکر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام نے سجدہ شکر کیا، اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کی اور عرض کیا اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے اہلبیت رسالت کے بدخواہ کو سزا دی۔ حضرت

امام کی زبان سے یہ جملہ سن کر دشمنوں کی صف میں سے ایک اور بیباک نے کہا آپ کو
 پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا نسبت ہے یہ کلمہ تو حضرت کے لئے انتہائی
 تکلیف دہ تھا آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا اے اللہ! اس بد زبان کو فوراً
 ذلت میں گرفتار کر۔ امام نے یہ دعا فرمائی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش
 آئی وہ گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لئے بہرہ
 ہو کر بیٹھا ایک سیاہ بچھونے ڈنک مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا اس رسوائی کے
 ساتھ پورے لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلائل بے حجت کو غیرت
 نہ ہوئی۔

اور ایک مرنی نے امام کے سامنے آکر کہا اے امام دیکھو تو دریائے فرات
 کیسا موجیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا۔
 اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔ حضرت امام نے اس کے حق میں فرمایا اللھمَّ اٰمِنَہُ
 عَطْشًا۔ یارب اس کو پیاسا مار۔ امام کا یہ فرمانا تھا کہ مرنی کا گھوڑا چمکا۔ مرنی گرا
 گھوڑا بھاگا اور مرنی پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر ایسی شدت
 کی غالب ہوئی کہ الْعَطْشُ الْعَطْشُ پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے
 نکلتے تھے تو ایک قطرہ نہیں پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی پیاس کی شدت میں
 مر گیا (۱)

اے دل بیکردا من سلطانِ اولیاء

یعنی حسین بن علی جانِ اولیاء

فرزندِ رسول کو یہ بات بھی دکھا دینی تھی کہ ان کی مقبولیت بارگاہِ حق پر اور
 ان کے قرب و منزلت پر جیسے کہ انصوص کثیرہ اور احادیث شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہی ان
 کے غوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا علیٰ اظہار بھی تمام حجت

کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا سے جنگ کرنا ہے اس کا انجام سُوج لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق لے سکے۔

امام کے ساتھیوں کی شجاعت اور شہادت

کوفی لشکر سے یزید بن معقل نکلا امام عالی مقام کی طرف سے ہریر بن حصیر نے بڑھ کر اس کے سر پر ایسی ضرب کاری لگائی کہ تلوار یزید کی خود کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی اور ڈھیر ہو گیا۔ اتنے میں رضی ہریر سے پیٹ گیا دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ آخر ہریر رضی کو گر کر اس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ رضی چلایا تو کعب نے دوڑ کر ہریر کی پیٹھ میں نیزہ مارا اور وہ شہید ہو گئے۔ پھر امام عالی مقام کی طرف سے ترنگے ان کے مقابلہ کے لیے یزید بن سفیان آیا۔ حرے ایک ہی وار میں اسے ڈھیر کر دیا۔ حر کے بعد نافع بن ہلال آگے بڑھے ان کے مقابلہ میں مزاحم بن حریش آیا نافع نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابھی تک لڑائی اسی انداز میں ہو رہی تھی کہ دونوں طرف سے ایک ایک جوان میدان میں آتا لیکن کوفیوں کی طرف سے جو بھی آتا وہ پج کے نہ جاتا۔ یہ حال دیکھ کر عمرو بن حجاج چلایا۔ اے یوقوف کوفیو! تمہیں نہیں معلوم تم کن لوگوں سے لڑ رہے ہو اسے یہ سب موت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں ایک ایک کے ہرگز نہ جاؤ۔ عمرو بن سعد نے اس کی رائے کو پسند کیا اور اس طرح لڑائی کرنے سے منع کر دیا۔ پھر عمرو بن حجاج نے فوج کے ایک دستہ کے ساتھ امام عالی مقام کے میخندہ عام حملہ کر دیا کچھ دیر تک جنگ ہوئی جس میں حضرت کے ایک جاں نثار ساتھی مسلم بن عوسجہ شہید ہو گئے۔

اس کے بعد شمر ایک بڑی جماعت کے ساتھ امام کے میسرہ پر حملہ آور ہوا اور اس

ہملہ کے ساتھ ہی یزیدی لشکر چاروں طرف سے امام کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑا۔ بڑی زبردست جنگ ہوئی۔ امام کے ساتھ کل ۳۲ سوار تھے لیکن جلد ہی وہ زخم کھاتے تھے کوفیوں کی صفوں کو درہم درہم کر دیتے تھے یہاں تک کہ یزیدی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ ابن سعد نے فوراً پانچ سو تیرا اندازوں کو بھیجا انھوں نے پہنچ کر حسینی لشکر پر تیروں کی بارش کر دی جس سے تمام گھوڑے زخمی اور بے کار ہو گئے۔ لیکن امام عالی مقام کے جاں نثار بہت نہیں ہارے، گھوڑوں سے اتر پڑے بڑی بہادری سے بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے اور کوفیوں کے چمکے پھڑادیئے۔ ایوب بن مشرَح کہتا تھا خدا کی قسم حمزہ بن یزید کے گھوڑے کو میں نے تیرا راجہ اس کی خلق میں اتر گیا بس وہ گر پڑا اور اس کی پیٹھ پر سے حراس طرح کود پڑا جسے شیر پھر وہ تلوار کھینچ کر میدان میں آگیا اور ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میرے گھوڑے کو بیکار کر دیا تو کیا ہوا میں تر شیر سبر سے زیادہ بہادر اور خریف ہوں۔ اور وہی ابن مشرَح یہ بھی کہتا تھا کہ حر کی طرح تلوار چلاتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ (۱)

جب ظہر کا اول وقت ہو گیا تو امام عالی مقام نے فرمایا کوفیوں سے کہو ہمیں نماز پڑھنے کی ہدایت دیں۔ اس پر بد بخت حصین بن نمیر نے کہا تمہاری نماز قبول نہ ہوگی۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا او گدھے! تو سمجھتا ہے کہ فرزند رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری قبول ہوگی۔ یہ سن کر ابن نمیر آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے حبیب پر حملہ کر دیا۔ حبیب نے اپنے آپ کو بچا لیا اور جھپٹ کر اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ آگے کے دونوں پاؤں اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور ابن نمیر اس کی پیٹھ سے نیچے گر گیا لیکن کوفیوں نے دوڑ کر اسے بچا لیا۔ پھر بہت سے کوفیوں نے حبیب کو گھیر لیا وہ دیر تک ان سے بڑی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے لیکن تنہا

ایک بڑی جماعت کا وہ کب تک مقابلہ کر سکتے تھے جب تک کہ تو ایک تمیمی نے آپ پر نیزہ سے وار کیا آپ گر گئے اور ابھی اٹھ ہی رہے تھے کہ ابن خیر نے آپ پر تلوار ماری آپ پھر گر گئے اور تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ لیا۔

حبیب کی شہادت سے امام عالی مقام کے دل پر بڑا زبردست اثر پڑا۔ فرمایا کہ میں نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان کو خدائے تعالیٰ کے حوالے کیا۔ جس نے جب امام کو بہت رنجیدہ دیکھا تو رجز پڑھتے ہوئے میدان میں نکلے ساتھ میں زبیر بن عیین بھی رہے دونوں نے بہت سخت لڑائی کی۔ ان میں سے ایک حملہ کرتا اور جب وہ دشمنوں میں گھر جاتا تو دوسرا حملہ کر کے اسے پچا لیتا۔ اسی طرح دیر تک یہ دونوں شمشیر زنی کرتے رہے۔ آخر میں بہت بڑی فوج نے حر کو گھیر لیا اور وہ شہید کر دیئے گئے۔ اب زبیر تنہا رہ گئے لیکن دیر تک دشمنوں کا مقابلہ کیا پھر تلوار چلاتے ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے (۱) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کربلا والوں نے روشن کر دیا اسلام کو !
شمعیں گل ہوتی گئیں اور روشنی بڑھتی گئی

ہاشمی جوانوں کی بے مثل بہادری اور شہادت

کربلا میں امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ السلام کے ساتھیوں کی وفاداری کا یہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ رہا کہ جب تک ان میں کا ایک بھی باقی رہا امام پاک کے بھائی اور بیٹے بھتیجے وغیرہ کسی بھی ہاشمی کو انھوں نے لڑنے کے لیے میدان میں نہیں جانے دیا بلکہ ان کے کسی ایک فرد کو کوئی گزند بھی نہیں پہنچنے دیا۔ حالانکہ

اس درمیان میں کوفیوں کی طرف سے بڑی زبردست تیروں کی بارش بھی ہوئی مگر اس کے باوجود ایک زخم بھی کسی ہاشمی جوان یا بچہ کو لگنے کا تاریخ میں پتہ نہیں چلتا۔

ان سب کی شہادت کے بعد اب اسد اللہ الغالب کے شیروں، فاطمہ زہراء کے دلاوروں اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پاروں کے رڑنے کی باری آئی۔ ان کے میدان میں آتے ہی بڑے بڑے بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کی اسد اللہی تلواروں کے حملوں سے شیر دل بہادر بھی چیخ اٹھے، انھوں نے ضرب و رب کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے خون سے پوری زمین کر بلا رنگین ہو گئی اور کوفیوں کو ماننا پڑا کہ اگر ان لوگوں پر تین دن پہلے پانی بند نہ کیا جاتا تو ہاشمی خاندان کا ایک ایک جوان پورے لشکر کو تباہ و برباد کر ڈالتا۔

اولادِ عقیل کی شہادت | حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل امام عالی مقام نے راہِ حق میں سرکٹانے کی اجازت طلب کی

آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا بیٹا میں تمہیں کیسے اجازت دیدوں ابھی تمہارے باپ کی جدائی کا داغ میرے دل سے نہیں مٹا ہے۔ عرض کیا میں اپنے باپ کے پاس جانے کے لئے بمقرر ہوں۔ حضرت نے ان کا شوق شہادت دیکھ کر اجازت دے دی۔ اس ہاشمی جوان نے میدان میں آکر مقابلہ کے لئے پکارا۔ کوفی لشکر سے قدامہ بن اسد جو بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا وہ آپ سے رڑنے کے لئے نکلا۔ تھوڑی دیر تک دونوں میں تلوار چلتی رہی۔ آخر عبداللہ نے تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ وہ کھیرے کی طرح کٹ کر زمین پر آ گیا۔ پھر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ تنہا آپ کے مقابلہ میں آتا۔ آپ شیر سیر کی طرح ان پر حملہ آور ہوئے۔ صفوں کو دھم دھم کرتے ہوئے ان میں گھستے چلے گئے۔ بہتیروں کو زخمی کیا اور کئی ایک کو جہنم میں پہنچایا۔ آخر نوفل بن مزاحم حمیری نے آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت جعفر بن عقیل اپنے بھتیجے عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد اس کا ر

آنکھوں کے ساتھ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھی کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ ہاشمی نسل اور
 غالب گھرانے کا ہوں۔ بیشک ہم سارے قبیلوں کے سردار ہیں اور حسین تمام لوگوں میں
 سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ پھر آپ نے لڑنا شروع کیا اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ
 بہت سے یزیدیوں کو خاک میں ملا دیا۔ دشمن جب تلوار سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکے تو
 چاروں طرف سے گھیر کر تیروں کی بارش شروع کی۔ آخر عبداللہ بن عزرہ کے تیر سے شہید ہو
 آپ بہشت بریں میں جا پہنچے۔ حضرت عبدالرحمن بن عقیل اپنے بھائی کو خاک و
 خون میں غلطاں دیکھ کر بے چین ہو گئے اور بھوکے شیر کی طرح کوفیوں پر جھپٹ پڑے،
 صفوں کو درہم برہم کر دیا اور دشمنوں کے خون سے میدان کو لالہ زار بنا دیا۔ آخر عثمان
 بن خالد جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔ دونوں بھائیوں
 کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن عقیل شیر سبر کی طرح میدان میں کود پڑے اور شمشیر
 زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے بہادروں کے دانت کھٹے کر دیئے اور بہت سے کوفیوں
 کو جہنم میں پہنچا دئے۔ آخر میں عثمان بن اسیم جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید
 ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یہ فقہ کاش نقش ہر درود یاد ہو جائے

حسے جینا ہو مرنے کے لئے تیار ہو جائے

فرزند ان علی کی شہادت | اولاد حضرت عقیل کی شہادت کے بعد اب حضرت

حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو اسماء بنت خنیمہ کے بطن سے تھے امام عالی مقام
 سے اجازت لے کر میدان میں آئے۔ اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور بہت سے دشمنوں
 کو قتل کیا۔ آخر قبیلہ بنی ابان کے ایک شخص نے آپ کو زخمی کیا اور جب آپ زمین پر گر گئے
 تو اس نے آپ کا سترن سے جُدا کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب حضرت عثمان بن علی، حضرت عبداللہ بن علی اور حضرت جعفر بن علی کھڑے ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ تینوں فرزند ام البنین کے بطن سے تھے اور امام عالی مقام علی جدہ و علیہ السلام کے ایسے وفادار و جاں نثار تھے کہ جب شمر عبید اللہ ابنہ زیاد کا خط لے کر کربلا کی طرف روانہ ہوا تو عبداللہ بن ابی محل جو ام البنین کا بھتیجہ تھا اور جس کا شمار کوفہ کے بڑے لوگوں میں تھا اتفاق سے وہ بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔ اس نے ابن زیاد سے کہا ہمارے خاندان کی ایک لڑکی کے فرزند حسین کے ساتھ ہیں۔ آپ ان کے لئے امان نامہ لکھ دیجئے۔ ابن زیاد نے ام البنین کے چاروں فرزند حضرت عباس اور ان تینوں حضرات کے لئے امان نامہ لکھ دیا جسے عبداللہ بن ابی محل نے اپنے آزد کردہ غلام کرمان کے ہاتھ روانہ کیا۔ وہ امان نامہ لے کر ان حضرات کے پاس پہنچا اور کہا آپ کے ماموں زاد بھائی نے آپ لوگوں کے لئے ابن زیاد سے امان نامہ لکھوا کر بھجوا دیا ہے۔ ان چاروں غیور و بہادر جوانوں نے بیک زبان کہا ہمارے بھائی کو ہماری طرف سے سلام کہہ دینا اور کہنا کہ ہم کو ابن زیاد کی امان کی ضرورت نہیں خدا نے تعالیٰ کی امان ہمارے لئے کافی ہے۔ شمر ذی الجوشن ام البنین ہی کے خاندان کا آدمی تھا۔ ابن زیاد کا خط عمرو بن سعد کو پہنچانے کے بعد اس نے بھی عتاب حسینی کی طرف کھڑے ہو کر آواز دی کہ ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ ان حضرات نے پوچھا ہم سے کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا تم لوگوں کے لئے امان ہے۔ ان مجاہدوں نے جواب دیا کہ خدا کی پھٹکار ہو تجھ پر اور تیری امان پر کہ ہمارے لئے امان ہے اور فرزند رسول کے لئے امان نہیں (۱)

پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ تینوں بھائی ایک ایک کر کے میدان میں جاتے ہیں اور ہر ایک سیکڑوں کوفیوں پر بھاری ہوتے ہیں، زور ید اللہ سے نیرنگ

شکر کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے ہیں اور قوتِ خیدری کے وہ جو ہر دکھاتے ہیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیتے ہیں۔ بالآخر بہت سے یزیدیوں کو قتل اور زخمی کرنے کے بعد فرزندِ رسول پر اپنی جانوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وہ عاشقانِ دلبر شاہنشہِ زمیں ! وہ کشتگانِ خجسترِ دلد و غم و محن
 پر خون پڑے تھے دشتِ مصیبت میں سطحِ صحنِ چمن میں پھول بکھرتے ہیں جس طرح

اب ہاشمی خاندان کے ایک مہکتے ہوئے پھول
 حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت حسن

شہادتِ حضرت قاسم

مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں، ان کی عمر انیس سال ہے اور ان کی شادی کا رشتہ امامِ عالی مقام کی صاحبزادی سکینہ سے طے ہو چکا ہے۔ وہ حضرت کی خدمت میں دست بستہ کھڑے ہیں اور راہِ حق میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے اجازت طلب کر رہے ہیں امام نے فرمایا بیٹا ! تم میرے بھائی محبتی کی یاد گار ہو میں کس طرح تمہیں تیروں سے پھلنی ہونے اور تلواروں سے کٹنے کی اجازت دوں ؟ عرض کیا چچا جان ! مجھے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت ضرور دیجئے اور مجھے اپنے اوپر قربان ہونے کی سعادت سے محروم نہ کیجئے۔ جب حضرت قاسم نے بہت اصرار کیا تو امام پاک نے روتے ہوئے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور رخصت کر دیا۔

دشمن کے ایک سپاہی کا بیان ہے کہ جب آپ میدانِ جنگ میں آئے تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے چاند کا ایک ٹکڑا سامنے نمودار ہو گیا ان کے جسم پر زہ بھی نہ تھی بلکہ صرف ایک پیراہن پہنے ہوئے شوقِ شہادت کے جوش سے میدان میں آگئے۔ اور یزیدی لشکر سے فرمایا اے دین کے دشمنو ! میں قاسم بن حسن بن علی ہوں جسے میرے مقابلہ میں بھیجنا ہو بھیجو۔ عمرو بن سعد نے ملکِ شام کے ایک نامی گرامی پہلوانِ اذرق سے کہا تم اس کے مقابلہ میں جاؤ۔ اس نے کہا میں ہرگز نہیں جاسکتا کہ بچے

کے مقابلہ میں جانا ہماری توہین ہے۔ ابن سعد نے کہا تم اسے بچہ نہ جمانو یہ من کا بیٹا اور فلاح
خیر کا پوتا ہے۔ اس کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔ اس نے کہا کچھ بھی ہو میں ایسے بچہ کے مقابلہ
میں نہیں جاسکتا البتہ میرے چار بیٹے یہاں موجود ہیں میں ان میں سے ایک کو بھیج دیتا ہوں
ابھی ایک منٹ میں اس کا سر کاٹ کر لے آئے گا۔

ارزق کا بڑا بیٹا زہر میں بھی ہوئی قیمتی تلوار چکاتا ہوا اور بادل کی طرح گرجتا ہوا
میدان میں آیا اور پہنچتے ہی حضرت قاسم پر وار کیا۔ آپ نے اس کے وار سے بچ کر ایسی
تلوار ماری کہ وہ ایک ہی تلوار میں ڈھیر ہو گیا۔ آپ نے لیک کر اس کی تلوار اٹھالی۔ اب
ارزق کا دوسرا بیٹا اپنے بھائی کو خاک و خون میں ترپتا دیکھ کر غصہ میں بھرا ہوا سامنے آیا۔
آپ نے پہلے ہی وار میں نیزہ مار کر اسے بھی جہنم میں پہنچا دیا۔ اب تیسرا بھائی غیظ و غضب
میں بھرا ہوا آگے بڑھا اور گالیاں بکنے لگا۔ آپ نے فرمایا ہم گالیوں کا جواب گالیوں
سے نہیں دیتے کہ یہ اہلبیت نبوت کی شان کے خلاف ہے البتہ ہم تجھے تیرے بھائیوں
کے پاس ابھی جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اسے بھی کھیرے کی طرح
کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا۔ اب ارزق کا چوتھا بیٹا شیر کی طرح گرجتا ہوا حضرت قاسم پر حملہ
آور ہوا آپ نے اس کے وار کو سبکا کر دیا اور اس کے کندھے پر تلوار کا ایسا وار کیا
کہ وہ منہ کے بل زمین پر آگیا اور پھر پوری طاقت کے ساتھ اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے
اس کے سر کو جسم سے الگ کر دیا۔

جب ہاشمی بہادر نے چند منٹوں میں ارزق کے چاروں بیٹوں کو موت کے گھاٹ
اتار کر اس کے سارے غرور کو خاک میں ملا دیا تو وہ غصہ سے کانپنے لگا اور جن کے مقابلہ
میں آنا پہلے وہ اپنی توہین سمجھتا تھا اب ان سے لڑنے کے لئے بیقرار ہو گیا۔ ہاتھی کی
طرح چگھاڑتا اور شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان میں آکر حضرت قاسم کو لٹکا کر رکھ
تیار ہو جاؤ موت تمھارے سر پر آگئی۔ آپ نے فرمایا ارزق! ہوش کی دوا کر۔ تو

ادروں کے لئے طاقت کا بہار ہوگا۔ ابھی تو نے ہاشمی بہادروں کو نہیں دیکھا ہے۔ ہماری
 رگوں میں شیر خدا کا خون ہے تو ہمارے نزدیک منہی اور پھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا
 ادرزق یہ طمع سن کر اور بھی آگ بگولہ ہو گیا اور حضرت قاسم پر نیزہ سے حملہ کر دیا۔ آپ نے اس
 کے وار کو بیکار کر دیا۔ پھر آپ نے بھی نیزہ سے وار کیا جو خالی گیا اس طرح دونوں طرف سے
 کچھ دیر نیزہ بازی ہوئی اس کے بعد ادرزق نے تلوار کھینچی تو آپ نے بھی تلوار نکال لی۔
 اس نے جب آپ کے ہاتھ میں اپنے بیٹے کی تلوار دیکھی تو کہا یہ تلوار تو ہمارے لڑکے کی ہے
 تمہارے پاس کہاں سے آگئی؟ آپ نے ہنس کر فرمایا تیرا بیٹا مجھے یادگار کے طور پر یہ تلوار
 اس لئے دے گیا ہے تاکہ میں تجھے اسی سے موت کے گھاٹ اتار کر تیرے بیٹوں کے پاس
 پہنچا دوں۔ یہ سن کر ادرزق غصہ سے پھر گیا اور حضرت قاسم پر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ
 آپ نے اَلْحَوَیْ حُرِّ عَنَّا کے پیش نظر فرمایا کہ ادرزق! ہم تو تجھے نہایت
 تجربہ کار بہادر سمجھتے تھے لیکن تو نہایت اناڑی ہے کہ گھوڑے کی زین کسے کا بھی سلفہ
 نہیں رکھتا۔ آپ کے اس طرح فرمانے پر جب وہ جھک کر اپنے گھوڑے کی زین دیکھنے
 لگا تو اسی وقت آپ نے تلوار کا ایسا بھرپور وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ گیا۔

گر افولاد کا ٹکڑا زمین پر سرنگوں ہو کر

تکبر بہ گیا زخموں کے رستے موج خوں ہو کر

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادرزق کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور خیمے کی
 طرف آ کر حضرت امام کی خدمت میں عرض کیا یَا عَمَّاهُ الْعَطَشُ الْعَطَشُ۔ اے چچا
 جان! پیاس۔ پیاس۔ چچا جان! اگر ہمیں تھوڑا سا پانی پینے کو مل جائے تو ابھی ہم ان
 سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا بیٹا! تھوڑی دیر اور صبر
 کرو۔ عنقریب تم نانا جان مسی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے جام کوثر پی
 کر صیراب ہو جاؤ گے اس کے بعد تمہیں کبھی پیاس نہیں ستائے گی۔ حضرت قاسم پھر میدان کی

طرف پلٹ پڑے۔ ابن سعد نے کہا اس نوجوان نے ہمارے کئی نامی گرامی جوانوں کو قتل کر ڈیا ہے لہذا اب اس کے مقابلہ میں تمہارا جاؤ۔ اسے چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر دو۔ دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا اور گھسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ آپ کے جسم پر ۲۷ زخم آئے۔ آخر میں شہید بن سعد نے آپ کے سینہ پر ایسا نیزہ مارا کہ آپ گھوٹے سے گر پڑے اور یاعمماہ ادریاسی پکارا۔ یعنی اے چچا جان! میری خبر گیری فرمائیے امام اپنے بھتیجے کی دردناک آواز سن کر دوڑ پڑے، دیکھا کہ جسم نازنین زخموں سے چور ہے آپ نے ان کے سر کو گود میں لے لیا اور چہرہ انور سے گرد وغبار صاف کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت قاسم نے آنکھیں کھول دیں اور اپنا سر امام پاک کی گود میں پا کر مسکرائے پھر آپ کی روح پرواز کر گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شہادت حضرت عباس | برادران اسلام! اب وہ وقت آ گیا کہ امام عالی مقام علی جدہ و علیہ السلام کے علم پر دار حضرت عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام پاک سے میدان میں جانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ بھائی جان! سارے بھائی، بھتیجے اور بھانجے تو بھوکے پیاسے جام شہادت نوش کر لینے مگر اب نفع نہ تھے شیر خوار بچوں کا پیاس سے تڑپنا اور ان کا بلکنا مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں جا کر فرات سے ایک مشکیزہ پانی لاؤں اور ان پیاسوں کو پلاؤں۔ حضرت کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ فرمایا بھائی عباس! تم ہی میرے علمدار ہو اگر پانی لانے میں تم شہید ہو گئے تو پھر میرا علم کون اٹھائے گا اور میرے زخم دل پر مرہم کون لگائے گا؟ عرض کیا میری جان آپ پر قربان۔ مجھے پانی لانے کی اجازت ضرور دیجئے کہ اب نفع بچوں کی پیاس کی تکلیف میری قوت برداشت سے باہر ہے۔ بس آخری تمنا یہی ہے کہ ساقی کوثر کے جگر پاروں کو چند گھونٹ پانی پلا کر میں بھی اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ جاؤں۔ حضرت امام نے عباس کی

طرف سے جب بہت اندر دیکھا تو انھیں سینہ سے لگایا اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ ان کو اجازت دیدی۔ وہ ایک مشکیزہ کا تھمے پر لٹکا کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور فرات کی طرف روانہ ہوئے۔

یزیدی فوج نے جب حضرت عباس کو فرات کی طرف آتا ہوا دیکھا تو روک دیا۔ آپ نے فرمایا اے کو فیو! خدا نے تعالیٰ سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرمناؤ۔ افسوس صد افسوس کہ تم لوگوں نے بے شمار خطوط بھیج کر نواسہ رسول کو بلایا اور تب وہ سفر کی مشقتیں اٹھا کر تمھاری نہین پہ جلوہ افروز ہوا تو ان کے ساتھ تم نے بے وفائی کی۔ دشمنوں سے مل کر ان کے تمام رفقا اور عزیز واقارب کو شہید کر دیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو ایک ایک بوند پانی کے لئے ترسارہے ہو۔ سوچو قیامت کے دن ان کے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ کو فیوں نے جواب دیا کہ اگر ساری دنیا پانی ہو جائے تب بھی ہم تمھیں پانی کا ایک قطرہ نہیں لینے دیں گے جب تک کہ حسین یزید کی بیعت نہ کر لیں۔ ظالموں کا یہ جواب سن کر آپ کو جلال آگیا۔ فرمایا حسین سر کٹا سکتے ہیں لیکن باطل کے سامنے جھکا نہیں سکتے۔

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں

سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

پھر حضرت عباس شیر کی طرح ان پر جھپٹ پڑے اور تلوار آبدار دھواں دھار چلا لگے یہاں تک کہ بہت سے دشمنوں کو موت کی نیند سلاتے ہوئے فرات کے قریب پہنچ گئے۔ پانی کے کنارے والی فوج نے جب آپ کو دیکھا تو وہ آہنی دیوار بن گئی مگر شیر خدا کا شیر مارے کاٹتے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے پھاڑتے آگے بڑھا اور گھوڑے کو فرات میں داخل کر دیا۔ مشکیزہ بھرا اور ایک چلو ہاتھ میں پانی لے کر پینا چاہا کہ ننھے ننھے بچوں کا پیاس سے تڑپنا اور بکنا یاد آگیا تو آپ کی غیرت ایمانی نے یہ گوارا نہ کیا کہ ساقی کو شر

کے دلارے اور علی و فاطمہ کے بچہ پارے تو پیاس سے تڑپیں اور ہم سیراب ہو جائیں آپ
نے چلو کا پانی ڈال دیا اور بھرا ہوا مشکیزہ پائیں کاندھے پر لٹکائے ہوئے نکل پڑے،
چاروں طرف سے شور ہوا راستہ روک لو، مشکیزہ چھین لو پانی بہا دو کہ اگر حسین کے
خیمہ تک پانی پہنچ گیا تو پھر ہمارا ایک سپاہی نہیں بچے گا۔ سب کی عورتیں بیوہ ہو جائیں
گی اور سارے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ اور حضرت عباس اس کوشش میں رہے کہ
کسی طرح اہل بیت نبوت کے پیاسوں تک یہ پانی پہنچ جائے۔ جب دشمنوں نے آپ
کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تو آپ نے پھر سے بڑے شیر کی طرح حملہ کرنا شروع کر دیا۔
لاٹوں پر لاش کرنے لگی اور خون کی نالی بہنے لگی اور شیر خدا کے شیر نے ثابت کر دیا کہ میرے
بازوؤں میں قوت حیدری اور رگوں میں خون علی ہے۔

آپ برابر دشمنوں کو مارتے کاٹتے اور حیرتے پھاڑتے ہوئے خیمہ حسینی کی طرف بڑھتے
چلے جا رہے تھے کہ ایک بد بخت جس کا نام زدارہ تھا چھپے سے دھوکا دے کر ایسی تلوار
چھپائی کہ ہاتھ کندھے سے کٹ کر الگ ہو گیا۔ آپ نے فوراً دابہ کاندھے پر مشکیزہ لٹکا
لیا اور اسی ہاتھ سے تلوار بھی چلاتے رہے کہ پھر اچانک نوفل بن ارقم خبثت نے
دابہ بازو پٹی کاٹ کر الگ کر دیا۔ اب آپ نے مشکیزہ کو دانتوں سے پکڑ لیا مگر مشکیزہ
کو خیمہ حسینی تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا ایک بد بخت کا تیر مشکیزہ میں ایسا لگا
کہ پار ہو گیا اور اس کا سارا پانی بہ گیا۔ پھر ظالموں نے چاروں طرف سے گھیر کر آپ کو
زمینوں سے چور چور کر دیا یہاں تک کہ آپ گھوڑے کی زمین سے زمین پر آ گئے اور یہ
اَخَاكَ اَدْرِ كَيْفَ فَرِيَا۔ یعنی اے بھائی جان! میری خبر گیری فرمائیے۔ امام عالی مقام
دوڑ کر تشریف لائے دیکھا کہ عباس علمدار خون میں نہائے ہوئے ہیں اور عنقریب جام
شہادت نوش کرتے والے ہیں۔ شدت غم سے امام کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے
الْآنَ اَفْلَسَ ظَهْرِي۔ اب میری کمر لٹ گئی۔ پھر عباس کی لاش کو آپ اٹھا کر خیمہ کی
طرف لا رہے تھے کہ ان کی روح نفسِ عنبری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

لوٹا اسیل نے شیر الہی کے باغ کو
بھائی کے دل سے پوچھتے بھائی کے داغ کو

شہادتِ حضرت علی اکبر انور نظر شبیہ پیمبر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کھڑے ہیں اور میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے محبت
بھری نگاہ اپنے فرزند ارجمند پر ڈالی اور فرمایا بیٹا! میں تمہیں کس بات کی اجازت دوں؟
کیا تیروں سے پھیلنی ہونے اور تلواروں سے گلٹنے کی اجازت دوں؟ کیا میں تمہیں خاک
و خون میں غلطاں ہونے کی اجازت دوں؟ بیٹا! تم نہ جاؤ میں جاتا ہوں کہ یہ لوگ
میرے خون کے پیالے سے ہیں۔ مجھے شہید کرنے کے بعد یہ پھر کسی سے تعارض نہ کریں گے۔
علی اکبر نے عرض کیا بابا جان! میں آپ کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا مجھے بھی بہشت بریں
میں نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دیجئے۔ چہیتا بیٹا جس کی کبھی کوئی ہٹ
اور ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی گئی ہو مگر آج تو وہ گردن کٹانے اور خاک و خون میں
لوٹنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ اجازت دیں تو کس طرح؟ اور نہ دیں تو اس کا
شیشہ دل چور چور ہو جائے گا اور باغِ رسالت کا گلِ شاداب رنج و غم سے کھلا جائے
گا۔ مگر جب بیٹے کا اصرار بہت زیادہ بڑھا تو امام عالی مقام کو چار و ناچار اجازت
دینی ہی پڑی۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوتے
تو امام عالی مقام نے خود اپنے بیٹے کو گھوڑے پر سوار کیا، اسلحے اپنے دستِ مبارک
سے لگائے، فولادی ٹوپی سر پہ رکھی، مکر پر کمان باندھا، تلوار حائل کی اور نیزہ اپنے
دستِ اقدس سے ان کے ہاتھ میں دیا بیٹے نے اپنے بابا جان اور خیمہ میں کھڑی ہوئی
دکھ ریزہ بی بیوں کو سلام کیا اور میدانِ جنگ کی طرف چل پڑے۔

اتھارہ سال کا یہ حسین جوان جس کا چہرہ زیبا آقائے دُعا عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کا خطبہ پڑھ رہا تھا اور جس کا رُوسے تاباں حبیبِ کبریا کے جلوۂ زیبا کی یاد دلا رہا تھا میدانِ کارزار میں پہنچ گیا۔ اسد اللہی شیر نے صفتِ اعداء کی طرف نظر کی، ذوالفقارِ حیدری چمکایا اور یہ رجز پڑھنی شروع کی۔

اَنَا عَلِيٌّ بْنُ حُسَيْنٍ بْنِ عَلِيٍّ
نَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ أَوْلَىٰ بِالنَّبِيِّ

یعنی اے یزیدو! جان لو کہ میں علی اکبر ہوں۔ میرے باپ کا نام حسین ہے جو فاتحِ خیبر علی حیدر کے نورِ نظر ہیں۔ اور کان کھول کر سن لو کہ ہم اہلبیت رسالت ہیں۔ اللہ کے پیارے رسول سے ساری دُنیا میں ہم سے زیادہ کوئی قریبی نہیں ہے۔

شہزادۂ عالی وقار نے جس وقت یہ رجز پڑھی ہو گی میدانِ کربلا کا ایک ایک چپّہ اور ریگستانِ کوفہ کا ایک ایک ذرّہ کانپ گیا ہو گا مگر یزیدی جن کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھا انھوں نے کوئی اثر نہ لیا اور ان کا سینہ اہل بیتِ نبوت کے کینہ سے پاک نہ ہوا۔

پھر آپ نے فرمایا اے ظالمو! اگر تم اولادِ رسول کے خون کے پیاسے ہو تو جو شخص تم میں سے بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو، زورِ اسدِ اللہی دیکھنا ہو تو میرے مقابلہ میں آؤ۔ مگر کس کی ہمت تھی کہ آگے بڑھتا اور کس کے دل میں تاب و تواں تھی کہ تنہا شیرِ زیاں کے سامنے آتا۔ جب بار بار کی للکار کے باوجود کوئی مقابلہ میں نہیں آیا تو آپ نے خود ہی آگے بڑھ کر دشمنوں کی صفوں پر حملہ کر دیا جس طرف کا رخ کیا یزیدی لشکرِ کائی کی طرح پھٹتا چلا گیا اور ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکرِ جوانوں کو گرا دیا۔ کبھی لشکر کے میمنہ پر چمکے تو اسے منتشر کر دیا اور کبھی پلٹ کر فوج کے میسرہ پر چھپے تو اس کی صفوں کو درہم برہم کر ڈالا اور کبھی قلبِ لشکر میں غوطہ لگا کر شمشیرِ زنی کا وہ جوہر دکھایا کہ کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ ہر طرف شور مچا ہو گیا۔ بڑے بڑے سوراہے ہمارے آگے اور بڑے بڑے

بہادروں کے حوصلے پست ہو گئے۔ ہاشمی شیر کا حملہ نہ تھا بلکہ قہر الہی کا ایک عذابِ عظیم تھا جو
یزیدیوں پر نازل ہو گیا تھا۔

تیز دھوپ اور تپتے ہوئے ریگستان میں لڑتے لڑتے جب پیاس سے بیقرار ہو گئے
تو آپ پلٹ کر امام عالی مقام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا اَبَتَاۃُ الْعَطَشِ -
ابا جان! پیاس کا بہت زیادہ غلبہ ہے۔ اگر پانی کا ایک پیالہ مل جائے تو میں ان سب
کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ مہربان باپ نے عزیز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر یہاں پانی کہاں
تھا جو اس تشنہ شہادت کو پلایا جاتا۔ دستِ شفقت سے چہرہ گلگوں کا اگر دو غبار صاف کیا
اپنی انگوٹھی دی کہ اسے منہ میں رکھ لو اور فرمایا بیٹا! اب تمہاری سیرابی کا وقت بہت
نزدیک آ گیا ہے غقریب تم ساقی کوثر نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے
کوثر کا ایسا جام پو گے کہ اس کے بعد کبھی تمہیں پیاس نہیں ستائے گی۔

شفیق باپ کی تسلی سے کچھ تسکین ہوئی تو پھر آپ میدانِ جنگ میں پہنچ گئے
اور دشمنوں کے مقابل ہو کر پکار اھل من مبادر ہے کوئی جو میرے سامنے آئے۔
عمر بن سعد نے طارق بن شیت پہلوان سے کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ ایک نو جوان
اکیلا میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ اس نے پہلی مرتبہ للکارا اور
جب تم میں سے کوئی مقابلہ میں نہ گیا تو اس نے خود آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ تمہاری صفوں
کو درہم بدرہم کر دیا اور تمہارے بہت سے بہادروں کو تہ تیغ کر دیا۔ بھوکا ہے، پیاسا
ہے اور دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے اس حال میں وہ تمہیں پھر للکار رہا ہے
مگر تم میں سے کوئی اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ تھکے ہوئے تمہارے دعوائے
شجاعت پر۔ اگر کچھ غیرت ہے تو میدان میں پہنچ کر اس کا مقابلہ کر اور سر کاٹ کر لے آ۔
تم نے یہ کام انجام دیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ عبید اللہ بن زیاد سے تمہیں موصل کی گورنری
دلا دوں گا۔ طارق بدبخت گورنری کی لالچ میں فرزندِ رسول کا خون بہانے کے لئے

دوڑ پڑا اور سامنے پہنچتے ہی شہید پھیر پر نیزہ سے حملہ کر دیا۔ مگر ہاشمی شیر نے کمال ہنرمندی سے اس کے وار کو بیکار کر کے سینہ پر ایسا نیزہ مارا کہ پیٹھ سے نکل گیا اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادے نے اس کو روند ڈالا۔ طارق کے بیٹے عمرو بن طارق نے جب اپنے باپ کو اس طرح قتل ہوتے دیکھا تو وہ غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا اور دوڑ کر حضرت علی اکبر پر حملہ کر دیا۔ شہزادے نے ایک ہی وار میں اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ اب طارق کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا ہلکہ لینے کے لیے شہزادہ حسین پر ٹوٹ پڑا حضرت علی اکبر نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شہزادے کی بیعت سے پورا یزیدی لشکر تھرا گیا۔

ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراخ بن غالب کو مقابلہ کے لیے بھیجا وہ نیزہ تان کر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے اس کے نیزہ کو تلوار سے قلم کر دیا اور پھر اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ وہ تنہا ہاشمی شیر کے مقابل آتا۔ آخر ابن سعد نے محمد بن طفیل کو ہزار سواروں کے ساتھ کجبارگی حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ ان بد بختوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کرنا شروع کر دیے۔ آپ بھی برابر جوابی حملے کرتے رہے اور دشمنوں کو خاک و خون میں ملائے رہے لیکن نیزہ و تلوار کی لگاتار ضربوں سے آپ کا تن تازین زخموں سے چور چور ہو گیا اور چنستا فاطمہ کا یہ پھول اپنے خون سے رنگین ہو گیا۔ بالآخر آپ پشت زمین سے روئے زمین پر آ گئے اور پکارا یا اَبَتَا اَدْرَا کُنْی۔ اے ابا جان! میری خبر گیری فرمائیے۔ امام عالی مقام گھوڑا بڑھا کر میدان میں پہنچے اور شہزادے کا ٹھاکر خمیہ میں لائے، سر کو گود میں لیا اور ان کے چہرہ انور سے خون آلود گرد صاف کرنے لگے کہ اتنے میں علی اکبر نے آنکھیں کھول دیں امام پاک کے آخری دیدار سے محفوظ ہوتے بھرا آنکھیں بند ہو گئیں اور بہشت بریں کو روانہ ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جہاں بھر کے یزیدی کو پیام مرگ لائے گا
شہیدانِ وفا کا خون ناحق رنگ لائے گا

شہادتِ حضرت علی اصغر | امام عالی مقام کے پھوٹے فرزند حضرت علی اصغر
جو ابھی بہت کم عمر اور شیرخوار ہیں۔ پیاس سے

بے چین ہیں، تشنگی کی شدت سے تڑپ رہے ہیں۔ بھوک پیاسی ماں کے سینے میں دوڑ رہے
خشک ہو چکا ہے۔ نیمہ میں پانی کا ایک قطرہ نہیں ہے، چھوٹا بچہ سوکھی زبان باہر نکالتا ہے
بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا ہے۔ ماں سے بچے کی یہ حالت
دیکھی نہ گئی گو دہلیز لے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میرے سرتاج،
اب علی اصغر کی پیاس دیکھی نہیں جاتی، اس ننھی سی جان کی بے چینی قوت برداشت سے
باہر ہے۔ اس کے رونے اور تڑپنے سے کلیجہ پاش پاش ہو جا رہا ہے۔ آپ اس کو گود میں
لے کر جائے اور ظالموں کو دکھائیے۔ شاید ان سنگ دلوں کو اس بچے کی پیاس پر ترس
آجائے اور پانی کے چند گھونٹ اس کو پلا دیں۔

امام عالی مقام اس ننھے بچے کو سینہ سے لگا کر سیاہ دل دشمنوں کے سامنے تشریف
لے گئے اور فرمایا اب میرے نانا جان کا کلمہ پڑھنے والو! یہ میرا سب سے چھوٹا بچہ ہے جو
پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔ یہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں کو تمھاری طرف پھیلا کر تم سے پانی کے
چند گھونٹ طلب کر رہا ہے۔ اگر تمھارے نزدیک مجرم ہوں تو میں ہوں اس بچے کا تو کوئی
جرم نہیں ہے اس کو تو پانی پلا دو۔ دیکھو پیاس کی شدت سے اس کی حالت کیسی ہو رہی
ہے۔ اگر تم لوگوں کے دلوں میں کچھ بھی رحم ہو تو اس ننھے بچے کے لئے تھوڑا سا پانی دیدو۔
امام عالی مقام کی اس تقریر کا ظالمان سنگ دل پر کوئی اثر نہیں ہوا اور بے زبان
بچے پر ان کو ذرا بھی رحم نہیں آیا۔ پانی کے بجائے ایک بد بخت ازلی حرمہ بن کاہل نے تیر کا
ایسا نشانہ باندھ کر مارا کہ علی اصغر کے حلق کو چھیدتا ہوا امام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

حضرت امام نے تیر کھینچا تو علی اصغر کے گلے سے خون کا فوارہ ابلنے لگا اور بچے نے باپ کے ہاتھوں میں تڑپ کر جان دیدی۔

زخمی جگر خیشوں نے توڑا حسین کا

بچہ بھی شیر خوار نہ چھوڑا حسین کا

امام عالی مقام نے حسرت بھری نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے الغلہ بن! حسین کی یہ ننھی قربانی بھی قبول فرما لے۔ پھر ننھے شہید کی لاش کو اپنے کلیجے سے لگا کر آہستہ آہستہ خیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جب ماں کی گود میں علی کی لاش کو دیا تو ماں نے ہائے میرا لال کہہ کر لاش کو کلیجے سے لگالیا اور روتے ہوئے کہا بیٹا! میرا پیارا بیٹا! ایک مرتبہ اور اپنی ماں کے شوکھے ہوئے پستان میں منہ لگا لو کہ اب تم کو اپنے سینے سے لگانا کبھی مجھے نصیب نہ ہوگا۔ ہائے افسوس!

پھول تو دو دن بہا، جانفزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلمر چھا گئے

سَاجِدِ ارِ کَرِ بَلَا

اِمَامِ عَالِی مَقَامِ کِی شَہَادَتِ

اب جگر پارہ رسول، شہزادہ بتول، علی کے نور عین، مومنوں کے دل کے چین،

جنتی نوجوانوں کے سردار، مجاہدوں کے قافلہ سالار، ابن حیدر کرار، شہنشاہ کربلا،

پیکر صبر و رضا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا وقت آگیا، جب آپ

نے میدان جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت زین العابدین اپنی بیماری کی نقاہت

اڑ گئے اور آنکھوں سے موتی ٹپکنے لگے۔ حضرت زینب نے آنسو بہاتے ہوئے کہا پیالے بھیا! بیویوں نے درد میں ڈوبی ہوئی آواز سے کہا ہمارے سرتاج! اور حضرت سکینہ نے روتے ہوئے کہا بابا جان! کہاں جا رہے ہو؟ اس جنگل میں ہیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہو؟ جو درد دے ننھے علی اصغر پر رحم نہیں کھائے وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ فرمایا اللہ تم لوگوں کا حافظ و نگہبان ہے۔ پھر آپ نے تمام اہل خیمہ کو صبر و شکر کی وصیت فرمائی اور سب کو اپنا آخری دیدار دکھا کر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے

مشرک کا ہنگامہ برپا ہے میان اہل بیت

غریب الوطن اور سبکس مسافروں کا دکھ رسیدہ قافلہ حسرت بھری بگاہوں سے آپ کو دیکھتا رہا۔ پردہ نشینانِ حرم حسرت و یاس کی خاموش تصویریں بنی ہوئی کھڑی رہیں اور سب کی آنکھوں سے اشک غم کے موتی ٹپکتے رہے۔ مگر کوئی چیز حضرت امام کے پاؤں کی بٹری نہ بن سکی۔ آپ نے سب کو خدا کے حوالے کیا اور دشمنوں کے سامنے پہنچ گئے کئی دن کے بھوکے پیاسے ہیں اور بیٹوں، بھائیوں، بھتیجیوں اور جہاں نثار ساتھیوں کے غم سے نڈھال ہیں اس کے باوجود پہاڑوں کی طرح جی ہوئی فوجوں کے مقابلہ میں شیر کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور ایک ولولہ انگیز جزیرہ بھی جو آپ کے نسب اور ذاتی فضائل پر مشتمل تھی۔ پھر آپ نے ایک فصیح و بلیغ تقریر کی اس میں آپ نے حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا اے لوگو! تم جس رسول کا کلمہ پڑھتے ہو اسی رسول کا ارشاد ہے کہ جس نے حسن و حسین سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی۔ تو اے یزیدو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری دشمنی سے باز آؤ۔ اگر واقعی خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہو تو سوچو اس خدا کے شہید و بصیر کو کیا جواب دو گے؟ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ بے وفاء! تم نے مجھے خطوط بھیج کر بلایا اور جب میں یہاں آیا تو تم نے میرے ساتھ ایسا برا سلوک کیا کہ

مظالم کی انتہا کر دی۔ ظالمو! تم میرے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجیوں کو خاک و خون میں ترپایا، چن زہرا کے ایک ایک پھولوں کو کاٹ ڈالا، میرے تمام ساتھیوں کو شہید کر دیا اور اب میرے خون کے پیاسے ہو۔ اپنے رسول کا گھر ویران کرنے والو! اگر قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے انجام پر غور کرو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو۔ پھر یہ بھی سوچو کہ میں کون ہوں؟ کس کا نواسہ ہوں؟ میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لخت جگر ہیں؟ میں انھیں فاطمہ زہرا کا فرزند ہوں کہ جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو کہ حضرت خاتونِ جنت ستر ہزار خوروں کے ساتھ گزرنے والی ہیں۔ بے غیر تو! اب بھی وقت ہے۔ شرم سے کام لو اور میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کرو۔

حضرت امام کی تقریر سن کر زیدی لشکر کے بہت سے لوگ متاثر ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ لیکن شمر وغیرہ بد بخت جیشوں نے کوئی اثر نہ لیا بلکہ جب انھوں نے لشکریوں پر حضرت امام کی تقریر کا کچھ اثر دیکھا تو شور و غل مچانا شروع کر دیا کہ آپ یا تو زید کی بیعت کر لیں اور یا تو جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اس کے علاوہ ہم کچھ سُننا نہیں چاہتے۔ امام نے فرمایا اے بد باطنو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تمہارے دلوں پر شقاوت و بد بختی کی مہر لگ چکی ہے اور تمہاری غیرت ایمانی مردہ ہو چکی ہے لیکن میں نے یہ تقریر صرف اتمامِ حجت کے لیے کی ہے تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم نے حق اور امامِ برحق کو نہیں پہچانا تھا۔ الحمد للہ! میں نے تمہارا یہ عذر ختم کر دیا۔ اب زید کی بیعت کا سوال؟ تو یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں باطل کے سامنے سر جھکا دوں۔

مردِ حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

امام عالی مقام نے جب دیکھا کہ یہ بد بخت میرے قتل کا وبال اپنی گردن پر ضرور لیں گے اور میرا خون بہانے سے کسی طرح باز نہیں آئیں گے تو آپ نے فرمایا اب تم لوگ جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جسے میرے مقابلہ کے لیے بھیجا جاتے ہو بھیجو۔ بڑے بڑے مشہور بہادر جو شیر خدا کے شیر سے مقابلہ کے لئے محفوظ رکھے گئے تھے ان میں سے ابن سعد نے سب سے پہلے تیم بن قحطبہ کو حضرت امام سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا جو ملک شام کا نامی گرامی پہلوان تھا۔ وہ غرور و تمکنت سے ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اور اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہوا حضرت کے سامنے آیا اور پہونچتے ہی آپ پر حملہ کرنا چاہا ابھی اس کا ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ شیر خدا کے شیر نے ذوالفقار حیدری سے ایسا جینا تلو اور کیا کہ اس کا سر جسم سے اڑا دیا اور اس کے گھنٹہ کو خاک میں ملا دیا۔

پھر نیربدا بطعی بڑے کروفر کے ساتھ آگے بڑھا اور چاہا کہ امام کے مقابل بہادری کا جو ہر دکھا کر نیریدیوں کی جماعت میں اپنی شاباشی حاصل کرے اور انعام و اکرام کا مستحق بنے۔ آپ کے سامنے پہونچ کر ایک نعرہ مارا اور کہا کہ شام و عراق کے بہادران کو ہشکن میں میری بہادری کا غلغلہ ہے، میں روم و مصر میں شہرہ آفاق ہوں، بڑے بڑے بہادر کو آنکھ جھپکتے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں، ساری دنیا کے لوگ میری شجاعت بہادری کا لوہا مانتے ہیں اور میرے سامنے بھیڑ بکری کی طرح بھاگتے ہیں کسی میں مجھ سے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ آج تم میری قوت اور میرے داؤ پیچ کو دیکھو۔ امام عالی مقام نے فرمایا تو مجھے جانتا نہیں۔ میں اپنی رگوں میں ہاشمی خون رکھتا ہوں، فاح خیر شیر خدا علی مشککشا کا شیر نہ ہوں تم جیسے نامردوں کی میری نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں، میرے نزدیک مکھی اور چھپرے زیادہ تیری حیثیت نہیں۔ شامی جوان یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور فوراً گھوڑا بکرا کر آپ پر تلوار کا وارہ کر دیا۔ حضرت امام نے اس کے وارہ کو بیکار کر دیا۔ اور پھر جھپٹ کر اس کی کمر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ کھیرے کی طرح کٹ کر دو ٹکڑے

ہو گیا اور منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔

مگر انولاد کا لنگڑا زمین پر سرخوں ہو کر
تکسیر کیا زخموں کے رستے موجِ خون تار کر

بدر بن شہیل یعنی اس منظر کو دیکھ کر غصہ سے لال پیلا ہو گیا اور ابن سعد سے کہا تم
نے کن گنواروں کو حسین کے مقابلے میں بھیج دیا جو دو ہاتھ بھی جٹ کر مقابلہ نہیں کر سکے۔
میرے چاروں بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھیج دے پھر دیکھ ابھی منٹوں میں حسین کا سر
کاٹ کر لاتے ہیں۔ ابن سعد نے اس کے بڑے بیٹے کو اشارہ کیا وہ گھوڑا کداتا ہوا امام
عالی مقام کے سامنے پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا بہتر ہوتا کہ تیرا باپ مقابلہ میں آتا تاکہ وہ
تجھے خاک و خون میں تڑپتا ہوا نہ دیکھتا۔ پھر آپ نے ذوالفقار حیدری سے ایک ہی وا
میں اس کا کام تمام کر کے جہنم میں پہنچا دیا۔

بدر نے جب اپنے مشہور شہسوار بیٹے کو اس طرح ذلت کے ساتھ قتل ہوتا
ہوا دیکھا تو غیظ و غضب کا پتلا بن کر دانت پیستے ہوئے گھوڑا دوڑا کر امام کے سامنے
آیا اور پہنچتے ہی نیزہ سے وار کیا۔ آپ نے اس کے نیزہ کو قلم کر دیا۔ اس نے فوراً تلوار
سنبھالی اور کہا حسین! دیکھنا میں وہ شمشیر مارتا ہوں کہ اگر پہاڑ پر مار دوں تو وہ ٹر
بن جائے۔ یہ کہتے ہوئے امام پر تلوار چلا دی۔ آپ نے اس کے وار کو خالی کر دیا اور اس
پر ذوالفقار کا ایسا بھر پور ہاتھ مارا کہ بدر کا سر کٹ کر گیند کی طرح دور جا کر گرا۔

اسی طرح شام و عراق کے ایک سے ایک بہادر حضرت امام کے مقابل آتے رہے
مگر جو بھی سامنے آیا آپ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا کوئی ان میں سے زندہ بچ کر
واپس نہیں گیا۔ شیر خدا کے شیر نے تین دن کا بھوکا پیاسا ہونے کے باوجود شجاعت و
بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ زمین کر بلا میں بہادرانِ کوفہ و شام کا کھیت بو دیا، کسی کے
سینہ میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔ کسی کو نیزہ کی آبی پراٹھا کر زمین پر ٹپک دیا اس کی

ہڈیاں ٹوٹ گئیں، کسی کا پٹکا پکڑ کر زمین پر گر ادیا اور گھوڑے کی ٹاپوں سے اس کو روند ڈالا، کسی کی کمر پر تلوار ماری تو وہ دوڑ پکڑے ہو کر زمین پر گرا، کسی کی گردن پر ذوالفقار حیدر چلائی تو اس کا سر بیل کی طرح بٹھکنا ہوا چلا گیا اور کسی کے سر پر تلوار آبدار ماری تو وہ زمین تک کٹ گیا۔

غرض کہ امام عالی مقام نے دشمنوں کی لاشوں کا انبار لگا دیا۔ بہادران عراق و شام کے خونوں سے کربلا کے پیا سے رنگستان کو سیراب کر دیا۔ بڑے بڑے صف شکن بہادر کام آگئے اور مشہور جنگ ہو پہلوان موت کے گھاٹ اتر گئے۔ آپ کی ہیبت و شجاعت سے دشمنوں کے دل تھم آگئے اور بڑے بڑے گھمنڈیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ دشمنوں کے لشکر میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو ہماری جماعت کا ایک سپاہی بچ کر نہیں بچا سکے گا۔ سب کی غورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور سارے بچے یتیم ہو جائیں گے لہذا اب موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر بیکارگی حملہ کرو۔

روباہ صفت یریدی جب دست بدست کی جنگ میں بری طرح شکست کھائے تو انھوں نے یہی طریقہ اختیار کیا کہ ہزاروں نے چاروں طرف سے گھیر کر غلہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ گل عذارِ فاطمہ خاں روں میں گھس گیا
تنہا علی کا لال ہزاروں میں گھس گیا

اب سیکڑوں تلواریں بیک وقت چمکنے لگیں، پچاسوں نیزے آپس میں ٹکرانے لگے اور دشمن بڑھ بڑھ کر امام پر وار کرنے لگے۔ ادھر آپ کی تلوار جلالِ حیدری کی تصویر اور لَاسِیْفَ الاذوالفقار کی تفسیر بنی ہوئی تھی۔ آپ تیغِ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے جس طرف حملہ کرتے پرے کے پرے کاٹ ڈالتے اور دشمنوں کے سروں کو اس طرح اڑاتے جیسے بادِ خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔

ابن سعد کو جب اس طرح کی جنگ میں بھی کامیابی کی امید نظر نہ آئی تو اس نے

حکم دیا کہ چاروں طرف سے تیروں کا منہ پھرایا جائے اور جب خوب زخمی ہو جائیں تب
 نیزوں سے حملہ کیا جائے۔ تیر اندازوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بیک وقت
 ہزاروں تیر کمانوں سے چھوٹنے لگے اور تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ گھوڑا اس قدر
 زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی طاقت نہ رہی۔ مجبوراً حضرت امام کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا۔
 ہر طرف سے تیر آرہے ہیں اور امام مظلوم کا جسم اقدس تیروں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ تن
 نازنین زخموں سے چورا اور ہولناں ہو رہا ہے۔ یوحنا کو فیوں نے جگر پارہ رسول، فرزند
 بتول کو مہمان بلا کر ان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ یہاں تک کہ نہر میں بچھا ہوا ایک تیر آپ
 کی اس مقدس پیشانی پر لگا جسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہزاروں بار
 چوما تھا۔ تیر لگتے ہی چہرہ انور پر خون کا دھارابہ نکلا۔ آپ غصہ کھا کر گھوڑے کی زین
 سے فرش زمین پر آ گئے۔ اب ظالموں نے نیزوں سے حملہ کیا شیطان صفت سنان نے
 ایک ایسا نیزہ مارا جو تن اقدس کے پار ہو گیا۔ تیر اور نیزہ و شمشیر کے بہتر زخم کھانے کے
 بعد آپ سجدے میں گرے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے ۵۶ سال
 ۵ ماہ ۵ دن کی عمر میں جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ مطابق ۶۸۰ء کو
 امام عالی مقام نے اس دہر فانی سے رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
 یزیدیوں نے سمجھا کہ ہم نے حسین کو مار ڈالا اور وہ مر گئے لیکن زمین کر بلا کا ذرہ،
 ذرہ زبان جال سے ہمیشہ یہ پکارتا رہے گا کہ اے حسین!

تو زندہ ہے وائے تو زندہ ہے وائے

مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

نضر بن خزیمہ آپ کے سر مبارک کو تن اقدس سے جدا کرنے کے لئے آگے بڑھا
 مگر امام عالی مقام کی ہنیت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ گئی۔ پھر
 بد بخت ازلی خولی بن یزید، سنان بن انس، شبل بن یزید یا شمر نجیب نے آپ کے
 سر اقدس کو تن مبارک سے جدا کیا۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین

سرداد نداد دوست در دست یزید
حقاً کہ بنائے لالہ است حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے حسین

نیکو بزم پوری

کلمہ توحید ہے تیری شہادت اے حسین
تیری قربانی نے زندہ کر دیا اسلام کو
طالبان منزل امن و سکون کے واسطے
ملت اسلام کو ملتا ہے اک درس حیات
احتمال آنے کا ہے پھر سے یزیدیت کا دور
پھر جہان نو کو ہے تیری ضرورت اے حسین
تو نہ ہوتا تو زندہ جاتی صداقت اے حسین
وہ رہے گا تا ابد تیری بدولت اے حسین
تیری قربانی ہوئی قمع ہدایت اے حسین
کیسے بھولیں ہم ترا یوم شہادت اے حسین
پھر جہان نو کو ہے تیری ضرورت اے حسین
حال میرا کچھ بھی ہو میرا عقیدہ ہے یہی

بخشوائے گی مجھے تیری محبت اے حسین - رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک مرتبہ ہم اور آپ لوگ بل کر سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کی
آل و اصحاب اور اہل بیت پر بلند آواز سے درود و سلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاصْحَابِهٖ وَاهْلِ بَيْتِهٖ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

رحمتِ عظمیٰ کو صد جانکا

برادرانِ اسلاہ! واقعہ کر بلا سے نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو صد مہ جانکاہ گذرا اور

ان کے قلبِ نازک کو جو دکھ پہونچا وہ انداز و قیاس سے ماہر ہے۔ حضرت سلمیٰ جو
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی زوجہ ہیں وہ بیان فرماتی ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی
خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ روتی کیوں ہیں؟
انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے
سر مبارک اور ریش اقدس (ڈاڑھی) پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت گاہ پر گیا تھا (۱)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک روز
دوپہر کے وقت خواب میں حضور آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا
کے دیدار سے مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور کے بال مبارک چہرۃ النور پر بکھرے ہوئے
گرد آلود ہیں اور دست اقدس میں خون سے بھری ہوئی ایک بوتل ہے۔ میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ میری جان آپ پر فدا اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ بوتل کیسی
ہے؟ اور اس قدر رنج و ملال کیوں ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس بوتل میں میرے نورِ نظر
حسین اور ان کے جاں نثار ساقیوں کا خون ہے جسے میں آج صبح سے اٹھا رہا ہوں
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت اور تاریخ کو
یاد رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت حسین اسی وقت شہید
کئے گئے تھے۔ رواہ البیہقی (۲)

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم وعلیٰ آلہ و اصحابہ و

اہل بیتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

اس حسین بن حیدر پہ لاکھوں سلام

خاصہ رب داد پہ لاکھوں سلام مالک حوض کوثر پہ لاکھوں سلام
نورِ علین پیمبر پہ لاکھوں سلام تشنہ آبِ خجستر پہ لاکھوں سلام

اس شہیدِ دلاور پہ لاکھوں سلام

اس حسین بن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کو جھولا فرشتے جھلاتے رہے لوریاں دے کے نوری سلاتے رہے
جس کو کندھوں پہ آقا بٹھاتے رہے جس پہ سفاکِ خجستر چلاتے رہے

اس شہیدوں کے افسر پہ لاکھوں سلام

اس حسین بن حیدر پہ لاکھوں سلام

جو جوانانِ جنت کا سالار ہے جس کا نانا دوعالم کا سردار ہے
جو سرِ اپائے محبوبِ غفار ہے جس کا سرِ دشت میں زیرِ تلوار ہے

اس صداقت کے پیگر پہ لاکھوں سلام

اس حسین بن حیدر پہ لاکھوں سلام

برادران ملت اسب لوگ مل کر بہ آواز بلند تمام عالم کے محسن اعظم رحمت عالم
نور مجسم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں درود شریف
کانتارنہ اور یہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ
وسلم صلاۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ۔

جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا اور حکومت وقت کا اندیشہ نہیں رہتا پھر اپنی نیک نامی و بدنامی کی بھی پروا نہیں کرتا تو عظیم سے عظیم تر گناہ کرنے اور بڑا سے بڑا ظلم ڈھانے سے بھی وہ نہیں ڈرتا یہی حال یزیدیوں کا ہوا کہ خدائے تعالیٰ کا خوف ان کے دلوں میں نہیں تھا اور حکومت وقت کے اندیشہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اسی کے حکم سے اہلبیت رسالت پر ظلم و جفا کا پہاڑ ڈرنے کے لئے بھیجے ہی گئے تھے اور انھیں اس بات کی بھی پروا نہیں تھی کہ دنیا والوں کی نگاہ میں ہم ذلیل و رسوا ہو جائیں گے تو پھر انھیں کسی طرح کا ظلم ڈھانے سے کوئی پتہ مانع نہ ہوئی۔۔۔ نواسہ رسولؐ جگر گوشہ بتوں کو صرف بے دردی کے ساتھ شہید کرنے پر انھوں نے اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ کے جسم اقدس سے کپڑے بھی اتار لئے۔

اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے آپ کی لاش مبارک کو پامال کر کے ہڈیوں کو چکنا چور بھی کیا پھر نیچے کی طرف بڑھے تمام اسباب اور سارا سامان لوٹ لیا یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین کے سروں سے چادریں کھینچ لیں اور خیموں کو بھی جلا کر رکھ کر دیا۔ (۱)

جل گیا نیمہ اہر یکن
مرجا حسرات ابن حدر

دین پر آہ نہیں آنے دی

سردیا بات نہیں جانے دی

امام عالی مقام کا سر مبارک خوئی بن یزید کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا اور باقی شہداء کے سر قیس ابن اشعث اور شمر وغیرہ کے ساتھ روانہ کئے گئے۔ خود ابن سعد اس روز کربلا میں ٹھہر گیا اور اہل محرم کی صبح کو اپنی فوج کے تمام مقتولین کو جمع کیا ان پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا مگر شہداء نے راہ حق کی لاشوں کو ایسے ہی بے گور و کفن پڑی رہنے دیا۔ پھر پردہ نشین خواتین جو بیمار زین العابدین اور چند چھوٹے بچوں کے ساتھ کھلے آسمان کے نیچے رات بھر میدان میں پڑی رہیں انہیں قادی بنا کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔

یزیدی فوج کے ایک سپاہی کا بیان ہے کہ جب حضرت زینب اپنے بھائی حضرت حسین کی لاش سے گزریں تو انتہائی درد کے ساتھ روتے ہوئے کہا وا محمد! وا محمد! وا محمد! آپ پر اللہ اور ملائکہ مقربین کا درد و سلام ہو۔ حسین میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ خون میں ڈوبے ہوئے ہیں اور تمام اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ وا محمد! وا محمد! آپ کی بیٹیاں قید میں جا رہی ہیں۔ آپ کی اولاد قتل کی گئی۔ ہوا ان کی لاشوں پر خاک اڑا رہی ہے۔ حضرت زینب کے ان الفاظ کو سن کر دوست و دشمن سب رونے لگے۔ (۲) پھر جب کربلا سے یزیدی لشکر چلا گیا تو قبیلہ بنی اسد جو قریب کے گاؤں غامریہ میں رہتا تھا حضرت امام اور ان کے ساتھیوں کی لاشوں کو آکر دفن کیا۔

امام کا سیر النور اور ابن زیاد | امام عالی مقام کا سر النور جب کوفہ پہنچا اور پھرے
درد میں ابن زیاد کے سامنے ایک لشت میں

رکھا گیا اس وقت ظالم ابن زیاد کے ہاتھ میں چھتری تھی جس سے وہ آپ کے لبوں اور دانتوں کو ٹھونک کر دینے لگا۔ سر کا اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بوڑھے صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت وہاں موجود تھے اس گستاخی کو دیکھ کر ٹپ اٹھے۔ اور روتے ہوئے فرمایا پھڑی کو ہٹالے۔ خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ ان لبوں اور دانتوں کو چوما کرتے تھے اور پھر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تجھے خوب لالائے اگر تو بڑھانا ہوتا اور تیری عقل خراب نہ ہو گئی ہوتی تو میں تیری گردن مار دیتا۔ حضرت زید وہاں سے اٹھے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ غلام نے غلام کو حاکم بنادیا جس نے سارے ہندکان خدا کو اپنا خانہ زاد بنالیا۔ اے قوم عرب! آج سے تم سب غلام ہو گئے۔ تم نے فرزند رسول کو قتل کیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا حاکم بنالیا جو اچھوں کو قتل کر رہا ہے اور بُروں کو غلام بنا رہا ہے۔ تم نے ذلت کو گوارا کر لیا۔ اور جو ذلت کو گوارا کرے اس پر خدا کی مار ہو۔ (۱)

ایک جاں نثار کی اور شہادت | اعلان ہوا کہ لوگ بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں جب بہت سے لوگ وہاں اکٹھا

ہو گئے تو ابن زیاد بد نہاد مسجد میں گیا اور منبر پر کھڑے ہو کر کہا اللہ کا شکر ہے جس نے حق اور اہل حق کی مدد کی۔ امیر المؤمنین زید بن معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو کامیابی عطا فرمائی اور ان کو فتح و نصرت سے سرفراز کیا۔ اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی اور ان کے گروہ کو شکست دی اور ان کو ہلاک کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جب اس بد بخت نے حضرت امام حسین اور ان کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کذاب کہا تو حضرت عبداللہ بن عقیف اندلی جو محب الہییت تھے دونوں آنکھوں سے سوز رہے اور سارا دن ذکر و فکر اور نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گزارتے تھے۔ وہ ابن زیاد کی گستاخی کو برداشت نہ کر سکے بے تاب ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرط غضب سے کانپتے ہوئے فرمایا: اور ان مرجانہ! تو ہی کذاب ابن کذاب ہے اور

دیکھا تو بہت متعجب ہوئے اور گر جا گھر کے دراب سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے اور کب کا لکھا ہوا ہے؟ دراب نے کہا کس نے لکھا ہے یہ تو مجھے معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ تمہارے نبی کے زمانہ سے پانچ سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

دراب نے جب شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر اور چند بی بیوں اور بچوں کو بحالت اسیری دیکھا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا اور دریافت کرنے پر جب پورا حال اس کو معلوم ہوا تو کہا معاذ اللہ تم لوگ کتنے بُرے آدمی ہو کہ اپنے نبی کی اولاد کو قتل کئے ہو اور پھر ان کے بال بچوں کو قیدی بنائے ہو۔

دراب کا قبول اسلام پھر دراب نے ان بدبختوں سے کہا کہ اگر رات بھر اپنے نبی کے نواسے کا سر ہمارے پاس رہنے دو تو ہم تمہیں

دس ہزار درہم دیں گے وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے۔ دراب نے رقم ادا کر کے حضرت کا سر مبارک لیا اور اپنے مخصوص کمرہ میں لے گیا پھر سرانورد، چہرہ مبارک اور مقدس زلفوں اور دائرہ کے بالوں پر جو گرد بخار اور خون وغیرہ جمع ہوا تھا دھویا اور عطر کا فود لگایا اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے سامنے رکھ کر اس کی زیارت کرنے لگا خدا کے عزوجل اس کے اس ادب سے راضی ہوا۔ اس نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دئے۔ دراب رونے لگا اور اس کی نگاہوں سے پردے اٹھ گئے۔ اس نے دیکھا کہ سر اقدس سے آسمان تک نور ہی نور ہے جب اس نے سر مبارک کی یہ کرامت دیکھی تو صدق دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور صبح کو سرانوردان کے حوالے کر دیا۔

بدبخت جب وہاں سے چل کر دوسری منزل پر پہنچے اور درہمیں کو تقسیم کرنے کے رشتہ داروں کے منہ کو کھولا تو دیکھا کہ سب درہم ٹھیکری ہو گئے ہیں اور ان کے ایک طرف یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ظالم جو کرتے ہیں خدا نے تعالیٰ کو اس سے غافل نہ کہہنا جانو (پ ۱۹ ع ۱۹) اور دوسری طرف یہ آیت مبارکہ تحریر تھی اَسْأَلُكَ الدِّينَ فَلَمْ تُؤَاأِنِّي مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ظلم کرنے والے عنقریب

جان لیں گے کہ وہ کس کر دھ پٹا کھائیں گے۔ (پ ۱۵ ع ۱)

باب بجا

جب یزید پلید کو معلوم ہوا کہ اسیران کربلا اور امام حسین وغیرہ کا سر غریب دمشق پہنچنے والا ہے تو اس نے پورے شہر کو آراستہ کرنے اور سب کو خوشی منانے کا حکم دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کے لئے ملک شام آئے ہوئے تھے جب وہ دمشق شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ سب لوگ خوشی مناتے اور باجے بجاتے ہیں انھوں نے لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اہل عراق نے حسین بن علی کے سر کو یزید کے پاس لے کر بھیجا ہے تمام اہل شہر اسی کی خوشی منا رہے ہیں۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آہ بھری اور پوچھا کہ حضرت حسین کا سر کون سے دروازہ سے لائیں گے؟ کہا باب الساعۃ سے۔ آپ اس طرف تیزی سے بڑھے اور بڑی دوڑ دھوپ کے بعد اہلیت تک پہنچ گئے۔ آپ نے دیکھا ایک سر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک سے بہت زیادہ مشابہ ہے نیزہ پر چڑھا کر رکھا گیا ہے جسے دیکھ کر آپ بے اختیار رو پڑے۔ اہلیت میں سے ایک نے پوچھا کہ تم ہم پر کیوں رو رہے ہو؟ حضرت سہل نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا اسیران نام سکیںہ بنت حسین ہے۔ انھوں نے فرمایا اور میں آپ کے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیے حضرت سکیںہ نے فرمایا میرے والد کے سر انور کو سب سے آگے کرادیجئے تاکہ لوگ اُدھر متوجہ ہو جائیں اور ہم سے دور رہیں۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار سو درہم دے کر حضرت امام کے سر مبارک کو مستورات سے دور کرادیا۔ (۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ محرم کے دنوں میں باجے بجانا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن یزیدیوں کی سنت ہے آپ کے مجین کا گھر تو ماتم کدھ بنا ہوا تھا۔ ان کے یہاں اس موقع پر بلجا بجنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ امام کی شہادت کی خوشی میں یزیدیوں نے بجایا تھا مگر اب امام عالی مقام کی محبت کے دیویدار بجاتے ہیں۔ خدا نے تعالیٰ

انہیں سچے مٹا فرمائے اور یزیدوں کی سنت برہم کرنے سے بچائے۔ آمین۔

امام کا سر مبارک اور یزید

حسین کی خبر یزید کو سنائی تو وہ آبِ دیدہ ہو گیا اور کہا میں تمہاری اطاعت سے اس وقت خوش ہوتا کہ تم نے حسین کو قتل کیا ہوتا۔ راہِ پھر شمر ذی الجوشن اور مختار بن ثعلبہ غازی سب کو لئے ہوئے یزیدِ طغیان کے دروازہ پر پہنچے۔ مختار نے بلند آواز سے کہا ہم امیر المؤمنین کے دربار میں بدترین اور ملامت زدہ شخص کا سر لے کر آئے ہیں (معاذ اللہ) تم معاذ اللہ یزید نے یہ سن کر کہا سب سے بدتر اور ملامت زدہ وہی شخص ہے جس کو مختار کی ماں نے جنا ہے۔ پھر وہ اندر داخل ہوئے اور امام عالی مقام کے سر مبارک کو یزید کے سامنے طشت میں رکھا۔ یزید سرِ انور کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے حسین! واقتدا کر تمہارا معاملہ میرے ہاتھ میں پڑتا تو میں تم کو قتل نہ کرتا مرنے والی بھائی۔ یحییٰ بن حکم اس وقت یزید کے پاس موجود تھا اس نے دو شعر پڑھے جس کا مطلب یہ ہے کہ ابنِ زیاد کیلئے اور کھوٹے نسب والے سے اس شکر کی قربت زیادہ ہے جو زمینِ طغیان کے پہلو میں قتل کیا گیا۔ سیتہ کی نسل تو سنگرزوں کی تعداد کے برابر ہو گئی اور بہت رسول اللہ کی نسل باقی نہ رہی۔ یزید نے یہ سن کر یحییٰ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا خاموش۔ (۲)

پھر یزیدِ طغیان نے امام عالی مقام کے بھائی اور دانتوں کو چھڑی لگاتے ہوئے کہا کہ اب ہماری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ حسین بن الحجاج شاعر نے کہا ہے کہ ہماری قوم نے تو انصاف کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن ان تلواروں نے انصاف کر دیا جن سے خون پلکنا تھا

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا اے یزید! تم اپنی چھڑی حسین کے دانتوں اور لبوں سے لگا رہے ہو جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوسا کرتے تھے۔ سن لو! قیامت کے دن تمہارا حشر ان زیاد کے ساتھ ہوگا اور حسین اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔

یہ کہ وہ دیباہ سے اٹھے اور پہلے گئے (۱)

پہلے جو ذکر کیا گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سنکر یہ تیرہ روئے نکا اور پھر اس نے یہ کہا کہ اے حسین! وا خدا اگر تہا را معاملہ میرے ہاتھ میں پڑتا تو میں تم کو قتل نہ کرتا۔ ان باتوں سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت امام حسین کے قتل سے راضی نہ تھا لیکن حالات بتاتے ہیں کہ یہ اس کی سیاست تھی تاکہ ہماری بدنامی نہ ہو اس لئے کہ اگر واقعی وہ راضی نہ ہوتا تو ظالم ابن زیاد اور ابن سعد وغیرہ قاتلین امام حسین سے ضرور مواخذہ کرتا اور ان کو سزا دیتا۔

مدینہ منورہ کو واپسی | صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ کوفہ میں سختی نہ کرنے

کے سبب گورنری سے معزول کر دئے گئے تھے۔ یاد نے انھیں اہلیت رسالت کا ہمدرد سمجھ کر بلایا اور کہا کہ حسین کے اہل و عیال کو عزت و احترام کے ساتھ مدینہ پہنچانے کا انتظام کرو اور پھر اپنے کو قتل حسین سے بری ثابت کرنے کے لئے حضرت زین العابدین کو تنہائی میں بلا کر کہا کہ خدا ابن زیاد پر لعنت کئے وا خدا اگر براہ راست آپ کے والد کا اور میرا سامنا ہو جاتا تو جو کچھ وہ فرماتے میں منظور کر لیتا اور ان کو قتل کرنا ہرگز گوارا نہ کرتا لیکن جو خدا کو منظور تھا وہ ہوا۔ اب آپ مدینہ شریف لے جائیے مجھ کو وہاں سے خط لکھتے رہیے گا اور جس چیز کی ضرورت ہوگی مجھے خبر کیجئے گا۔ (۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تیس آدمیوں کا حفاظتی دستہ کیا گیا وہ اہلیت کو لے کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے اور راستہ بھر نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آتے رہے۔ مدینہ طیبہ کے لوگوں کو واقعہ کربلا کی خبر پہلے پہنچ چکی تھی۔ جب یہ سنا ہوا قافلہ شہر میں داخل ہوا تو تمام اہل مدینہ، حضرت محمد بن حنفیہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ اور خاندان کی دیگر عورتیں سب روتی ہوئی نکل پڑیں۔ قافلہ سید سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے روضہ مقدسہ پر حاضر ہوا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی تک صبر و ضبط کا یہ کر رہے ہوئے خاموش تھے جیسے ہی ان کی نظر قبرِ افسردہ پر پڑی اور ابھی اتنا ہی کہہ سکتا تھا والجان اپنے ذراے کا سلام قبول فرمائیے کہ ان کے صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا اور وہ اس طرح درد کے ساتھ روئے اور حالات بیان کرنے شروع کئے کہ کھرام بہرہا ہو گیا اور قیامت کا نمونہ قائم ہو گیا۔

میدات ہمد، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر انور کہاں دفن کیا گیا اس میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ امیران کربلا کے ساتھ زید نے آپ کے سر مبارک کو مدینہ طیبہ روانہ کیا جو سیدہ حضرت فاطمہ زہرا یا حضرت امام حسن مجتبیٰ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

کربلا کے بعد زید کی نجاشت - مدینہ منورہ پر چڑھائی

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مبارکہ زید کی آزادیوں کے لئے بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ بالکل ہی بے نگام ہو گیا پھر تو ہر قسم کی برائیوں کا بازار گرم ہو گیا۔ زنا، لواطت، حرام کھانسی، بھائی بہن کا نکاح، سود اور شراب وغیرہ علانیہ طور پر رائج ہو گئے اور نمازوں کی پابندی اٹھ گئی۔ پھر اس کی شیطنت یہاں تک پہنچی کہ ۶۳ھ میں مسلم بن عقبہ کو بارہ یا بیس ہزار شکر کے ساتھ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس سخت لشکر نے مدینہ منورہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ الامان والحفیظ۔ قتل و غارتگری اور طرح طرح کے مظالم کا بازار گرم کیا۔ لوگوں کے گھروں کو لوٹ لیا۔ سات سو صحابہ کو بے گناہ شہید کیا اور تابعین وغیرہ کو ملا کر کل دس ہزار سے زیادہ شہید کیا۔ لڑکوں کو قید کر لیا اور یہاں تک ظلم کیا کہ وہاں کی پاکدامن پادساہوں کو تین شبانہ روزہ اپنے اوپر حلال کر لیا۔ اس کا رد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی سخت بے حرشتی کی۔ سجدہ نبوی میں

گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبرِ اہل پر پڑے، تین دن تک مسجدِ نبوی میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہو سکے صرف حضرت سعید بن مسیب جو کیا تالبعین میں سے تھے یا گل بن کرم وہاں حاضر رہے۔ آخر میں ظالموں نے ان کو بھی گرفتار کر لیا مگر پھر دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ خبیث لشکر نے ایک نوجوان کو پکڑ لیا اس کی ماں نے مسلم بن عقبہ کے پاس آکر فریاد کی اور اس کی رہائی کے لئے بڑی عاجزی منتی کی۔ مسلم نے اس کے بڑے کو بلا کر گردن مار دی اور سراسر اس کی ماں کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ تو اپنے زندہ رہنے کو غنیمت نہیں سمجھتی کہ بیٹے کو لینے آئی ہے۔

ایک شخص کو جب قتل کیا گیا تو اس کی ماں ام یزید بن عبد اللہ بن ربیعہ نے قسم کھائی کہ اگر میں قدرت پاؤں گی تو اس ظالم مسلم کو زندہ یا مردہ جلاؤں گی۔ جب وہ ظالم مدینہ منورہ میں قتل و غارت کے بعد مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوا تاکہ وہاں جا کر عبد اللہ بن زبیر اور وہاں کے ان لوگوں کا بھی کام تمام کرے جو یزید کے خلاف ہیں تو اتفاقاً راستہ میں اس پر فاج گرا اور وہ مر گیا۔ اس کی جگہ یزید کے حکم کے مطابق حصین بن نمیر سکونی قائد شکر بنہا سلم کو انھوں نے وہیں دفن کر دیا۔ جب یہ خبیث لشکر آگے بڑھ گیا تو اس عورت کو مسلم کے مرنے کا پتہ چلا وہ کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر اس کی قبر پر آئی تاکہ اس کو قبر سے نکال کر جلائے اور اپنی قسم پوری کرے جب قبر کھودی تو کیا دیکھا کہ اٹھ رہا اس کی گردن سے پٹا ہوا اس کی ناک کی ہڈی پکڑے چوس رہا ہے یہ دیکھ کر سب کے سب ڈرے اور اس عورت سے کہنے لگے خدائے تعالیٰ خود ہی اس کے اعمال کی سزا اس کو دے رہا ہے اور اس نے عذاب کا فرشتہ اس پر مسلط کر دیا ہے۔ اب تو اس کو رہنے دے۔ اس عورت نے کہا نہیں خدا کی قسم میں اپنے عہد اور قسم کو ضرور پورا کروں گی اور اس کو جلا کر اپنے دل کو ٹھنڈا کروں گی۔ مجبور ہو کر سب نے کہا اچھا پھر اس کو پیروں کی طرف سے نکالنا چاہئے جب ادھر سے مٹی ہٹائی تو کیا دیکھا کہ اسی طرح پیروں کی طرف بھی ایک اٹھ رہا پٹا ہوا ہے پھر سب نے اس عورت سے کہا اب اس کو چھوڑ دے اس کے لئے یہی عذاب کافی ہے مگر وہ عورت نہ مانی۔ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ الہی! تو خوب جانتا ہے اس ظالم پر

میرا غصہ محض تیری رضا کے لئے ہے مجھے یہ قدرت دے کہ میں اپنی قسم پوری کروں اور اس کو
جلاؤں۔ یہ دعا کر کے اس نے ایک لکڑی سانپ کی دم پر ماری وہ گردن سے اتر کر چلا گیا۔ پھر
دوسرے سانپ کو ماری وہ بھی چلا گیا تب انہوں نے سلم کی لاش کو قبر سے نکالا اور جلا دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَكِيْدُ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَحَدٌ

إِلَّا اَتَمَّاعَ كَمَا يَتَمَّاعُ الْفَيْلُ فِي اَتَمَّاعٍ جو شخص اہل مدینہ سے مکر و فریب کرے یا جنگ
کرے تو وہ اس طرح پھل جائے گا جیسے پانی میں نمک پگھلا ہے۔ (۲)

اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَزِيْدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوءٍ إِلَّا أَذَابَهُ
اللَّهُ فِي النَّارِ ذُؤَبَ السَّيِّئَاتِ جو مدینہ منورہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا۔
خدا نے تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں رانگا کی طرح پگھلائے گا۔ (۳)

اور حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ لِمَا تَلْتَهُمْ أَخَافَهُ اللَّهُ
وَكَانَتْ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا جس نے اہل مدینہ کو اپنے ظلم سے خوفزدہ کیا خدا نے تعالیٰ
اسے خوف میں مبتلا کرے گا اور اس پر اللہ ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے
دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی فرض عبادت قبول فرمائے گا اور نہ نفل۔ (۴)

ان احادیث کرمیہ سے معلوم ہوا کہ جو اہل مدینہ کو ڈرائے۔ ان سے جنگ کرے۔ اور
ان پر ظلم ڈھائے بلکہ ان سے برائی کا بھی ارادہ کرے تو خدا نے تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں
رانگا کی طرح پگھلائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی

نعت ہے اور اس کی کوئی عبادت چاہے وہ فرض ہو یا نفل خدائے تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔
مکہ معظمہ پر حملہ | مسلم بن عقبہ کی ہلاکت کے بعد حصین بن نمیر جو شامی لشکر کا سپہ سالار
 مقرر ہوا اس نے مکہ معظمہ پہنچ کر مکہ کو دیا اہل مکہ اور حجازہ والے
 یزید پلیدی کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر چکے تھے ان کی
 فوج نے لشکر یزید کا مقابلہ کیا اور صبح سے شام تک لڑائی جاری رہی مگر فتح و شکست کا کوئی
 فیصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن حصین بن نمیر نے متخفیع جو پتھر پھینکنے کی شین ہوتی ہے۔ اسے کوہ
 اہل قیس پر نصب کر کے پتھر برسانا شروع کیا۔ سنگباری سے حریم شریف کا مبارک صحن پتھروں
 سے بھر گیا اور اس کے صدر سے مسجد حرام کے ستون ٹوٹ گئے۔ کعبہ شریف کی دیواریں شکستہ
 ہو گئیں اور چھت گر گئی۔ شامی پتھر برسانے کے ساتھ روٹی گندھک اور مال کے گولے بھی
 بنا بنا کر اور جلا جلا کر پھینکنے لگے جس سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی اس کا غلاف جل گیا اور وہ
 ذنبہ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا اس کی سینک تبرک کے طور
 پر کعبہ شریف میں محفوظ تھی وہ بھی جل گئی۔ حریم شریف کے باشندوں کا گھر سے نکلنا دشوار
 تھا۔ تقریباً ۲۰ روزہ تک وہ سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ یہاں شامی لشکر کعبہ شریف کی
 بے نرمی میں لگا ہوا تھا ادھر شہر حصی میں ۱۵ ربیع الاول ۶۲ھ کو اثنائیس سال کی عمر
 میں یزید ہلاک ہو گیا۔

سب سے پہلے یہ خبر حضرت عبداللہ بن زبیر کو ملی۔ انھوں نے بلند آواز سے پکار کر
 کہا اے شامی بد بختو! تمہارا گمراہ سردار یزید ہلاک ہو گیا تو اب کیوں لڑ رہے ہو؟ شایوں نے
 پہلے اس بات کو حضرت عبداللہ بن زبیر کے فریب پر محمول کیا۔ لیکن تیسرے دن جب انھیں
 ثابت بن قیس نخعی نے کوفہ سے آکر یزید کے مرنے کی خبر سنائی تو انھیں یقین ہوا۔ اب ان کے
 حوصلے پست ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی فوج کے حوصلے بلند ہو گئے وہ شایوں
 پر ٹوٹ پڑے اور شامی خائب و خاسر ہو کر بھاگے اس طرح اہل مکہ کو ان کے شر سے
 نجات ملی۔

یزید پلید نے کل تین برس سات مہینے تک حکومت کی۔ جب وہ قریہ حواریں میں ہلاک ہوا تو اس کی موت پر ابن عمرو نے چند اشعار کہے جن کے معنی یہ ہیں۔ اے بنی امیہ! تمہارے بادشاہ کی لاش حواریں میں پڑی ہے۔ موت نے ایسے وقت میں اکبر اس کو مارا جبکہ اس کے ٹیکہ کے پاس کوزہ اور شراب کا مشکیزہ سبز مہر لبالب بھرا ہوا رکھا تھا اور اس کے نشہ سے مست ہونے والے پر ایک گانے والی سارنگی لئے رو رہی تھی جو کبھی بیٹھ جاتی اور کبھی کھڑی ہو جاتی تھی

حجاز وین اور عراق و خراسان والوں نے یزید کی موت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ

یزید کی موت کے بعد

عنه کے دست مبارک پر بیعت کی اور شام و مصر کے لوگوں نے یزید کے بیٹے معاویہ کو اس کا حاشین مقرر کیا۔ معاویہ اگرچہ یزید پلید کا بیٹا تھا مگر نیک و صالح تھا اور باپ کے برے کاموں سے نفرت کرتا تھا۔ بیماری کی حالت میں اسے تخت پر بٹھایا گیا جو آخری دم تک بیماری ہی رہا نہ اس نے کسی طرف فوج کشی کی اور نہ کوئی دوسرا اہم کا نامہ انجام دیا یہاں تک کہ صرف چالیس روز یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ آخر وقت میں لوگوں نے اس سے کہا کہ کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں۔ معاویہ نے جواب دیا کہ میں نے خلا میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو پھر اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں بتلا کروں؟

معاویہ بن یزید کی موت کے بعد شام و مصر کے لوگوں نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنه کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ کچھ دنوں بعد مروان نے خفیہ سازشوں کے ذریعہ مصر و شام پر قبضہ جمایا اور جب وہ مرنے لگا تو اپنے بیٹے عبدالملک کو اپنا جانشین بنا دیا جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ لوگ بیٹے پیدا کرتے ہیں لیکن مروان نے اپنا باپ پیدا کیا۔

عبدالملک دانشمند، فقیہ اور قرآن و حدیث کا جانتے والا اور تخت نشین ہونے سے پہلے بہت بڑا عابد و زاہد تھا اور مدینہ منورہ کے عبادت گزار لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا مگر بعد میں وہ بد اعمال ہو گیا۔ یحییٰ غسانی کا بیان ہے کہ عبدالملک اکثر حضرت ام درود صحابیہ

یعنی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا اٹھا کرتا تھا۔ ایک دن ام دردا نے فرمایا اے امیر المؤمنین میں نے سنا ہے کہ تم عبادت گزار ہونے کے بعد شراب خوار بن گئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ شراب خوار ہونے کے ساتھ ساتھ میں خود خوار بھی ہو گیا ہوں۔ (۱)

قاتلینِ امام حسین کا عبرتناک انجام

جد الملک کے زمانہ خلافت میں کوثر بن حنظلہ بن جند ثقفی کو تسلط حاصل ہوا۔ اس نے کہا میں قاتلین حسین میں سے ایک کو بھی دنیا میں چلتے پھرتے نہیں رہنے دوں گا۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھ پر اللہ و رسول کی لعنت ہو۔ پھر اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے ہر اس شخص کا نام دیتا ہوں جس نے حضرت حسین کے مقابلے میں کربلا گیا تھا۔ لوگوں نے بتانا شروع کیا اور مختار نے ایک ایک قتل کرنا اور سولی پر لٹکانا شروع کر دیا۔

ابن سعد کا قتل مختار نے ایک دن کہا کہ میں کل ایک شخص کو قتل کروں گا کہ اس سے تمام مومنین اور ملائکہ مقربین بھی خوش ہوں گے۔ شیم بن اسود

نفس اس وقت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ سمجھ گیا کہ عمرو بن سعد کل مارا جائے گا۔ مکان پر آکر اس نے اپنے بیٹے کو رات میں ابن سعد کے پاس بھیج کر اطلاع کر دی کہ تم اپنی حفاظت کا انتظام کرو مختار کل تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ مگر مختار چونکہ اپنے خروج کے ابتدائی زمانے میں ابن سعد سے نہایت ہی اخلاق کے ساتھ پیش آتا تھا اس لئے اس نے کہا مختار میں نہیں قتل کریگا۔

دوسرے دن صبح کو مختار نے ابن سعد کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا اس نے اپنے بیٹے شخص کو بھیج دیا۔ مختار نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ غلوت خنین ہو گیا ہے اب گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ مختار نے کہا اب وہ دے دے گی حکومت کہاں ہے جس کے لئے فرزند رسول کا خون بہایا تھا اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے؟

حضرت حسین کی شہادت کے دن وہ کیوں خانہ نشین نہیں ہوا تھا؟ پھر مختار نے اپنے کوتوال ابو عمرہ کو بھیجا کہ ابن سعد کا سر کاٹ کر لے آئے۔ وہ ابن سعد کے پاس گیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنی بٹا کے دامن میں چھپا کے مختار کے پاس لایا اور اس کے سامنے رکھ دیا مختار نے حفص سے پوچھا پہچانتے ہو یہ سر کس کا ہے؟ اس نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھی پھر کہا یہ میرے باپ کا سر ہے اور اب ان کے بعد زندگی میں کوئی نرا نہیں۔ مختار نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو اور تم زندہ بھی نہیں رہو گے پھر اسے بھی قتل کر دیا اور کہا باپ کا سر حسین کا بدلہ ہے اور بیٹے کا سر علی اکبر کا۔ اگرچہ یہ دونوں ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ خدا کی قسم اگر میں قریش کے تین دستے بھی قتل کر ڈالوں تب بھی وہ سب حسین کی انگلیوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر مختار نے دونوں کے سر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ (۱)

خولی بن یزید کو قتل کے بعد جلا دیا گیا

خولی وہ بدبخت انسان ہے جس نے امام عالی مقام کے سر اور کو جسم اقدس سے جدا کیا تھا۔ مختار نے اپنے کوتوال ابو عمرہ کو چند سپاہیوں کے ساتھ اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ ان لوگوں نے آکر خولی کے گھر کو گھیر لیا۔ جب اس بدبخت کو معلوم ہوا تو وہ ایک کوٹھڑی میں پھنس گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم لاٹھی ظاہر کر دینا۔ کوتوال نے اس کے گھر کی تلاشی کا حکم دیا۔ اس کی بیوی باہر نکل آئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے؟ چونکہ جس وقت سے خولی حضرت حسین کا سر لایا تھا وہ اس کی دشمن ہو گئی تھی اس لئے اس نے زبان سے تو کہا مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے مگر ہاتھ کے اشارہ سے اس کے چھپنے کی جگہ بتادی۔ سپاہی اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ سر پر ایک لوگ مار کھے ہوئے زمین سے چپکا ہوا ہے۔ اس کو گرفتار کر کے لادے تھے کہ مختار کو قہ کی سیر کے لئے نکلتا تھا راستہ میں مل گیا اس کے حکم سے خولی کے گھر والوں

کو بلا کر ان کے سامنے شاہراہ عام پر قتل کیا گیا پھر اسے جلایا گیا اور جب تک اس کی لاش جل کر
راکھ نہیں ہو گئی تختہ کھڑا نہ ہوا۔ (۱)

از مکافات عمل غافل شو
گندم از گندم بر وید جو ز جو

شمر قتل کے بعد کتوں کے حوالے کیا گیا

مسلم بن عبد اللہ ضیابی کا بیان ہے کہ جب حضرت حسین کے نقابے میں گر بلا جانے
والوں کو پکڑ پکڑ کر تختہ قتل کرنے لگا تو ہم اور شمر ذی الجوشن تیرہ فقار گھوڑوں پر بیٹھ کر کوفہ
سے بھاگ نکلے۔ تختہ کے غلام ذہبی نے ہار اچھپا کیا۔ ہم نے اپنے گھوڑوں کو بہت تیزی سے
دوڑایا لیکن ذہبی ہمارے قریب آگیا۔ شمر نے ہم سے کہا تم گھوڑے کو ایڑے کر ہم سے دور
ہو جاؤ شاید یہ غلام میری تاک میں آ رہا ہے۔ ہم اپنے گھوڑے کو خوب تیزی سے بھاگ کر شمر سے
الگ ہو گئے۔ غلام نے پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو شمر اس کے وار سے بچنے کیلئے گھوڑے
کو کاوا دیتا رہا اور جب ذہبی اپنے ساتھیوں سے دور ہو گیا تو شمر نے ایک ہی وار میں اس کی
کمر توڑ دی۔ جب تختہ کے سامنے ذہبی لایا گیا اور اس کو واقعہ معلوم ہوا تو اس نے کہا اگر یہ مجھ
سے شورہ کرتا تو میں کبھی اسے شمر پر حملہ کرنے کا حکم نہ دیتا۔

ذہبی کو قتل کرنے کے بعد شمر کھٹانہ گاؤں میں پہنچا جو دریا کے کنارے واقع تھا۔
اس نے گاؤں کے ایک کسان کو بلا کر مارا پٹا اور اسے مجبور کیا کہ میرا یہ خط مصعب بن زبیر کے
پاس پہنچاؤ۔ اس خط پر یہ پتہ لکھا تھا شمر ذی الجوشن کی طرف سے امیر مصعب بن زبیر کے نام،
کسان اس کے خط کو لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بڑا گاؤں آباد تھا جہاں کو قوال ابو ترہ
چند سپاہیوں کے ہمراہ جنگی چوکی قائم کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ یہ کسان اس گاؤں کے ایک

کسان سے مل کر شہر نے جو اس کے ساتھ زیادتی کی تھی اس کو بیان کر دیا تھا کہ ایک سچا ہی
ان کے پاس سے گزرا اس نے شہر کے خط اور اس کے پتہ کو دیکھا پوچھا کہ شہر کہاں ہے؟ اس
نے بتا دیا۔ معلوم ہوا کہ پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ابو عمر فوراً اپنے پیارہوں کو لئے ہوئے
شہر کی طرف چل پڑا۔

سلم بن جراح کا بیان ہے کہ میں رات میں شہر کے ہمراہ تھا میں نے اس سے کہا
بہتر ہے کہ ہم لوگ اس جگہ سے روانہ ہو جائیں اس لئے کہ ہمیں یہاں ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے
کہا میں تین دن کے پہلے یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اور تمہیں خوف غالباً غدار کذاب کی وجہ سے
ہے تم اس سے مرعوب ہو گئے ہو ہم جہاں ٹھہرے تھے وہاں رکھ بہت زیادہ تھے ابھی زیادہ
رات نہیں گزری تھی اور مجھے برابر نیند نہیں آئی تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی میں نے اپنے
دل میں کہا اتنے ہوں گے مگر جب آواز سنا ہو گئی تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا اپنی آنکھوں کو ملنے لگا اور کہا
یہ بچوں کی آواز نہ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اتنے میں انہوں نے پہنچ کر تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کو
گھیرے میں لے لیا۔ ہم اپنے گھوڑے بھول کر پیل ہی بھاگے وہ لوگ شہر پر ٹوٹ پڑے۔ جو
پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور اس کے برص کی سفیدی چادر کے اوپر سے نظر آرہی تھی۔
وہ کپڑے اور زردہ وغیرہ بھی نہیں پہن سکا اسی چادر کو اوڑھے ہوئے نیزے سے ان کا مقابلہ
کرنے لگا۔ ابھی ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ تکبیر کی آواز کے بعد ہم نے سنا کہ اللہ نے خبیث کو
قتل کر دیا۔ پھر ان لوگوں نے اس کے سر کو کاٹ کر لاش کو کتوں کے لئے پھینک دیا۔ (۱)

ہاتھ پاؤں کاٹ کر ترپنے کے لئے چھوڑ دیا گیا

عبداللہ بن عباس جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا اس نے امام عالی مقام
کے قاتلین میں سے شمار کو چند آدمیوں کے نام بتا دیئے جن میں عبداللہ بن اسید جہنی۔

مالک بن انسؓ اور حمل بن مالک مجاہدؓ بھی تھے یہ سب اس زمانہ میں قادسیہ میں رہتے تھے۔ مختار نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار مالک بن عمرو ہندی کو ان کی گرفتاری کے لئے چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا اس نے جا کر ان سب کو گرفتار کر لیا اور عشاء کے وقت لے کر مختار کے پاس پہنچا۔ مختار نے ان لوگوں سے کہا اے اللہ و رسول اور آل رسول کے دشمنو! حسین بن علی کہاں ہیں؟ مجھے حسین کی زیارت کراؤ ظالمو! تم نے اس مقدس ذات کو قتل کیا جن پر نماز میں تمہیں درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے ہمیں ان کے مقابلے میں زبردستی بھیجا گیا تھا ہم جانے کے لئے راضی نہیں تھے۔ آپ رحم پر احسان کریں اور چھوڑ دیں۔ مختار نے کہا تم نے نواسہ رسول پر احسان نہیں کیا ان پر تمہیں رحم نہیں آیا تم نے انھیں اور ان کے بچوں کو بیا ساد کھاپانی نہیں پینے دیا اور آج ہم سے احسان طلب کرتے ہو۔ پھر بدی سے کہا تم نے حضرت امام حسینؓ کی ٹوپی اتاری تھی؟ بعد اللہ بن کامل نے کہا جی ہاں یہی وہ شخص ہے جس نے ان کی ٹوپی اتاری تھی۔ مختار نے حکم دیا دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو چھوڑ دیا جائے تاکہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر یہ مرجائے چنانچہ اس کے حکم پر عمل کیا گیا۔ بدی کے ہاتھوں اور پیروں سے خون کا دھارا بہتا رہا ہاتھک کہ وہ مر گیا۔ اس کے بعد جنہی اور مجاہدؓ کو بھی قتل کر دیا۔ (۱)

حکیم برمنہ کر کے تیروں کا نشانہ بنایا گیا

حکیم بن طفیل طائی وہ بد نصیب انسان ہے کہ جس نے کربلا میں حضرت عباسؓ عمار کے پاس واسطہ پر قبضہ کیا تھا اور حضرت امام حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیسرا مارا تھا مختار نے بعد اللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کے لئے چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا وہ پکڑ کر اسے مختار کی طرف چلا۔ حکیم کے گھر والے عدی بن حاتم کے پاس فریادی ہوئے کہ آپ مختار

سے سفارش کر کے اس کو چھڑا دیں۔ مختار عدی کی بہت قدر کیا کرتا تھا وہ سفارش کے لئے مختار کے پاس پہنچ گئے وہ عدی کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور انھیں اپنے پاس بٹھایا عدی نے اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ مختار نے کہا اے ابو ظریف! کیا آپ قاتلین حسین کے لئے بھی سفارش کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا حکیم پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ مختار نے کہا اچھا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔

سپاہیوں کو راستہ میں معلوم ہوا کہ عدی مختار کے پاس حکیم کی سفارش کے لئے گئے ہیں انھوں نے اپنے سردار ابن کامل سے کہا کہ مختار عدی کی سفارش قبول کر لیں گے اور یہ خیث پنج جائے کا حالانکہ آپ اس کے جرم سے بخوبی واقف ہیں۔ لہذا بہتر ہے کہ ہم ہی اس کو قتل کر دیں۔ ابن کامل نے انھیں اجازت دیدی۔ وہ لوگ حکیم کو ایک گھر میں لے گئے اس کی مشکلیں بندھی ہوئی تھیں اسے ایک جگہ کھڑا کیا اور کہا تو نے حضرت عباس بن علی کے کپڑے اتارے تھے ہم تیری زندگی ہی میں تیرے سارے لباس اتارتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے بالکل نکا کر دیا۔ پھر کہا تو نے حضرت حسین کو تیرا ماتھا ہم بھی تجھے تیروں کا نشانہ بناتے ہیں یہ کہہ کر انھوں نے تیروں سے مار مار کر اس کو ہلاک کر دیا۔

ابن کامل نے اگر مختار کو حکیم کے قتل کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا میرے پاس لائے بغیر تم نے اسے کیوں قتل کر دیا؟ دیکھو عدی اس کی سفارش کے لئے آئے ہیں۔ اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے۔ ابن کامل نے کہا آپ کے شیعے میری بات نہیں مانے تو میں مجبور ہو گیا۔ عدی نے کہا اے دشمن خدا! تو جھوٹ بولتا ہے تو نے جانا کہ مختار میری سفارش قبول کر لیں گے اس لئے تو نے اسے راستہ ہی میں قتل کر دیا اس کے علاوہ اور تجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ابن کامل بھی عدی کو جواب میں برا بھلا کہنا چاہتا تھا مگر مختار نے انگلی اپنے منہ پر رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ عدی مختار سے خوش اور ابن کامل سے ناراض ہو کر چلے آئے۔ (۱)

نیزوں سے چھید چھید کر مارا گیا

نبی خدا کا ایک بدعت جس کا نام عزیز صبح تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے حسین کے رانجیوں کو تیرے زخمی کیا ہے مگر کسی کو قتل نہیں کیا ہے سب لوگوں کے سو جانے کے بعد بخار نے اس کی گرفتاری کے لئے سپاہیوں کو روانہ کیا۔ جب وہ ابن صبح کے مکان پر پہنچے تو وہ زخمی پختہ میرے خبر سو رہا تھا اور اس کی تلوار اس کے سرھانے رکھی تھی سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا وہ کہنے لگا اللہ اس تلوار کا برا کرے کہ یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور اب کتنی دودھ ہو گئی بس سپاہیوں نے رات ہی میں اسے بخار کے سامنے پیش کیا۔ بخار نے حکم دیا کہ صبح تک اسے قدم میں رکھو پھر صبح کو دربار عام کیا جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور ابن صبح اس کے سامنے لایا گیا تو نہایت دلیری سے بھرے دربار میں کہنے لگا اے گروہ کفار و فجار! اگر اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم کو صوم ہو جاتا کہ میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے قتل کیا جاتا تو یہ بات میرے لئے باعث مسرت ہوتی اس لئے کہ میں تم کو بدترین مخلوق سمجھتا ہوں۔ اے کاش! اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں خنجر ڈیرتہ مارا مٹا لے کرتا۔ اس کے بعد ابن صبح نے ابن کامل کی آنکھ پر لیک گھونسا مارا۔ ابن کامل ہنسا اور اس کا ہاتھ بڑھ کر کہنے لگا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں اہلیت رسالت کو تیروں سے زخمی کیا ہے۔ تو اب اس کے بارے میں آپ ہیں کیا حکم دیتے ہیں؟ بخار نے کہا میرے لاد اور اسے نیزوں سے چھید چھید کر مار دو۔ چنانچہ نیزوں سے مارا مار کر اسے ہلاک کیا گیا۔ (۱۵)

قَاتِلِ كُوْزَنْدَه جَلادِیا گیا

بنی جب کا ایک شخص جس کا نام زید بن رقاد تھا اس بد بخت نے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر مارا تھا جو ان کی پیشانی میں لگا تھا۔ انھوں نے پیشانی کو پچانے کے لئے اس پر مارنا ہاتھ رکھ لیا مگر تیر ایسا لگا کہ ہاتھ بھی پیشانی کے ساتھ پھوٹ ہو گیا اور جب کوشش کے باوجود ان کا ہاتھ پیشانی سے جدا نہیں ہو سکا تو انھوں نے بارگاہ الہی میں دعا کی یا الہ العالمین ہمارے دشمنوں کے جیسے ہمیں ذلیل کیا ہے تو بھی ان کو ایسے ہی ذلیل کر۔ اور جس طرح انھوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو بھی ان کو قتل کر۔ پھر زید بن رقاد نے ان کے پیٹ میں ایک تیر ماری جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ابن رقاد کہا کرتا تھا کہ ان کے پیٹ کا تیر تو میں نے آسانی سے نکال لیا مگر جو تیر پیشانی پر لگا کوشش کے باوجود وہ نہیں نکل سکا۔

ختمہ نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ ابن کامل سپاہیوں کے ساتھ پہنچ کر اس پر بوٹ بٹا وہ بھی ایک بڑا بہادر آدمی تھا تلوار لے کر ان کا مقابلہ کیا۔ ابن کامل نے اپنے سپاہیوں سے کہا اے نیزہ اور تلوار سے ہلاک نہ کرو بلکہ تیر اور پتھر سے مارو۔ سپاہیوں نے اس قدر تیر اور پتھر مارا کہ وہ گر گیا۔ ابن کامل نے کہا دیکھو اگر جان باقی ہو تو اسے باہر لاؤ۔ چونکہ ابھی جان باقی تھی تو اسے باہر نکالا گیا۔ ابن کامل نے آگ لگا کر اسے زندہ جلا دیا۔ (۱)

ابن زیاد بد نہاد کا غیر ناک انجام

عبید اللہ بن زیاد وہ بد نہاد انسان ہے جو نیرد کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اسی بد بخت کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہلبیت کو تمام ایذا میں پہنچائی گئیں یہی

ابن زیاد موہل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج کو لے کر بھیجا۔ موہل سے تقریباً پچیس کلومیٹر کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی۔ ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ہمراہی بھاگے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے چنانچہ بہت سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۸۴ء میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوا دیا۔ مختار نے دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ دکھوایا جس جگہ اس مغرور حکومت و بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا اے اہل کوفہ! دیکھ لو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا۔ آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے۔ چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے وہی جگہ ہے۔ خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا۔ اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔ (۱)

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا اس کی بہت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام سردوں میں پھر اوج عید اللہ بن زیاد کے سر کے پاس پہنچا تو اس کے نقص میں گھس گیا اور تھوڑی دیر بھر کر اس کے منہ سے نکلا اس طرح عین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔ (۲)

ظلم کی ٹہنی کسی پھلتی نہیں
ناؤ کا غد کی کبھی چلتی نہیں

مختار کا دعویٰ نبوت | مختار نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین کے بارے میں بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا لیکن آخر میں وہ دعویٰ نبوت کر کے مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہنے لگا کہ میرے پاس جبریل امین آتا ہے اور مجھ پر خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کے دعویٰ نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ فرمایا جو مختار پر غالب ہوا اور ماہ رمضان ۶۰ھ میں اس بدعت کو قتل کیا۔ (۱)

قاتلینِ امام حسینؑ پر طرح طرح کے عذاب

جو لوگ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں کمر بلا گئے اور ان کے قتل میں شریک ہوئے ان میں سے تقریباً چھ ہزار کوئی تو مختار کے ہاتھوں ہلاک ہوئے اور دوسرے لوگ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی نہیں بچا کہ جو آخرت کے عذاب سے پہلے اس دنیا میں سزا نہ پائی ہو ان میں سے کچھ تو بُری طرح قتل کئے گئے کچھ اندھے اور کوڑھی ہوئے اور کچھ لوگ سخت قسم کی آفتوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

حضرت ابوالشیخ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں جس نے بھی کسی طرح کی کوئی مدد کی وہ مرنے سے پہلے کسی نہ کسی عذاب میں ضرور مبتلا ہوا۔ ایک بڑھا جو اسی

جلس میں تھا اس نے کہا میں نے بھی تو مدد کی تھی مگر میں کسی عذاب میں نہیں مبتلا ہوا۔ اتنا کہنے کے بعد وہ چراغ درست کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو اس کی آگ نے بڑے کڑکڑایا اس کا پورا بدن جلنے لگا وہ آگ آگ چلا تا رہا یہاں تک کہ دریائے فرات میں کود پڑا مگر آگ بھی نہیں اور وہ اسی میں جل کر ہلاک ہو گیا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ امام سدی سے بھی منقول ہے انہوں نے فرمایا **وَاللّٰہُ اَنَّا نَرٰ اٰیَّتَہُ کَآثَرُ حُمَیْمَۃٌ** خدا کی قسم میں نے اس کو دیکھا وہ اس طرح جل رہا تھا جیسے کوئلہ۔ (۱)

اور امام واقفی سے روایت ہے کہ ایک شخص جو لشکر یزید کے ساتھ تھا مگر اس نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا واقعہ کربلا کے بعد وہ اندھا ہو گیا۔ اس سے اس کا سبب دریافت کیا گیا۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ آستین مبارک چڑھائے ہوئے اور ہاتھ میں منگی تلوار لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ حضور کے سامنے ایک چمڑا بچھا ہوا ہے اور دس قاتلین حسین ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو بہت لعنت طامت کی اور خون میں ڈبا کر ایک سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی اسی وقت میں اندھا ہو گیا۔ (۲)

اور حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یزید کے لشکر کا وہ سپاہی کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بہت زیادہ کالا ہو گیا ہے تو اس سے پوچھا کہ تیرا چہرہ تو بہت زیادہ خوبصورت تھا پھر اتنا زیادہ کالا کیسے ہو گیا؟ اس نے کہا جس روز میں نے حضرت حسین کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اسی روز سے ہر رات کو دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور مجھے پکڑ کر ایسی جگہ پر لے جاتے ہیں کہ جہاں بہت سی آگ ہوتی ہے مجھے منہ کے بل اُس آگ میں ڈال کر نکالتے ہیں۔ اس وجہ سے میرا منہ اتنا زیادہ کالا ہو گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ شخص بہت بُری موت مرا۔ (۳)

منہ سورجیسا ہو گیا | علامہ بامدنی حضرت منصور سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

ایک شام میں ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جس کا منہ سورجیسا تھا انہوں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ وہ روزانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک ہزار مرتبہ اور جمعہ کے دن چار ہزار مرتبہ ان پر اور ان کی اولاد پر لعنت بھیجا کرتا تھا تو ایک رات اس نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس نے کہا خواب بیان کیا۔ اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لعنت بھیجنے کی حضورؐ کی خدمت میں شکایت کی تو آپ نے اس پر لعنت فرمائی اور اس کے منہ پر تھوک دیا تو اس کا منہ سورسریسا ہو گیا اور وہ لوگوں کے لئے نصیحت بن گیا۔ (۱)

گمہ خدا خواہد کہ پردہ کس دردد

میلش اندر لطفہ نکال بردد

اور علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک بڑے بھائی نے بیان کیا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طشت رکھا ہوا ہے جو خون سے بھرا ہے لوگ آپ کے سامنے لائے جا رہے ہیں اور آپ اس خون سے ان کی آنکھوں میں لگا رہے ہیں یہاں تک کہ میں بھی حاضر کیا گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان کے مقابلے میں نہیں گیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تو اس کی تمنا تو رکھتا تھا پھر آپ نے میری طرف انگلی سے اشارہ فرمایا تو اس وقت سے میں اندھا ہو گیا۔ (۲)

اور مروی ہے وہ بدبخت جس نے کہ حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلق میں تیر مارا تھا وہ اس مصیبت میں گرفتار ہوا کہ اس کے پیٹ کی طرف ایسی سخت گرمی پیدا ہوئی کہ گویا آگ لگی ہے اور پیٹھ کی طرف ایسی سردی کہ خدا کی پناہ۔ اس حالت میں اس کے پیٹ پر پانی چھڑکتے، برف لکھتے اور پنکھا بھلتے مگر ٹھنڈک پیدا نہ ہوتی اور پیٹھ کی طرف آگ جلا کر گرمی پہنچانے کی کوشش کرتے مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا اور وہ پیاس پیاس چلاتا تو اس کے لئے

ستو پانی اور دودھ لایا جاتا لیکن پانچ گھنٹہ ابھی اس کو پلایا جاتا تو وہ بیٹھا اور پھر بھی پیاس
پیاس چلاتا ہی رہتا یہاں تک کہ اسی طرح پیٹے پیٹے اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ (۱)

اور حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاضر تھے و خاورات میں
تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ میں چیچک کی بیماری ایک سال ایسی ہوئی کہ جو لوگ حضرت امام حسین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے گئے تھے ڈیڑھ ہزار اولاد ان کی چیچک سے اندھی
ہو گئی۔ (۲)

حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اذی
اللہ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمُ اِخْتِ قُلْتُ یَسَعِیْ بِنِ نَّصْرِیَا سَبْعَیْنِ
اَنْفَاۃً اِیَّیْ قَاتِلِ یَا مَنِ مَلَکَتْ سَبْعَیْنِ اَنْفَاۃً سَبْعَیْنِ اَنْفَاۃً یعنی خدائے تعالیٰ نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے عوض ستر ہزار
کو مارا۔ اور اے محبوب تمہارے نواسے کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار
کو مارا۔ (۳)

چنانچہ بہت سے لوگوں کو مختار کے ہاتھوں مارا اور بے شمار لوگوں کو طرح طرح کی
مصلحتوں اور آفتوں سے ہلاک کیا اور پھر کئی ہزار عباسی سلطنت کے بانی عبداللہ سفاح کے
ہاتھوں مارے گئے اس طرح وعدہ الہی پورا ہوا اور کل ایک لاکھ چالیس ہزار مارے گئے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں صرف بائیس ہزار کا
شکر میدان کہ بلا گیا تھا تو ایک لاکھ چالیس ہزار کیوں مارے گئے اتنے لوگوں نے کیا گناہ کیا تھا؟
اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل
میں شریک ہوئے ان کے مجرم ہونے کے ساتھ وہ لوگ بھی مجرم ہوئے جو قتل حسین پر مدد دی
تھے۔ لہذا قاتلین حسین کے ساتھ وہ مارے گئے اگرچہ ان کے ہمراہ کمر بلا نہیں گئے تھے۔

الہیہ و شریعت کی حدیث ہے کہ سکا درو عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔ (۱) اہل بیت
 ائمہ علیہ السلام کی الائنہ میں شہید تھا کہ یہاں مقامات حضرت علی علیہ السلام و ان
 عات علیہ السلام و مقامات حضرت شہید تھا کہ یہاں مقامات حضرت علی علیہ السلام و ان
 تو جو شخص وہاں حاضر ہو کر اسے نماز پڑھا تو وہ اس آدمی کے مثل ہے جو وہاں موجود نہیں
 اور جو شخص وہاں نہ ہو لیکن اس پر راضی ہو تو وہ اس آدمی کے مثل ہے جو وہاں
 ہوگا۔ (۲)

محاسن محرم کے فائدے | یہاں سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

اولیٰ یہ کہ حدیث شریفہ میں ہے کہ ہر شخص
 اسٹیشن پر اسٹیشن الائنہ محاسن کے ذکر کے وقت رحمت الہیہ کا نزول ہوتا ہے
 اور فائدے ہوتے ہیں۔ ایمان کو بڑھانے، محضرات امن و مین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو محاسن کے
 امام و شواہد ان کے ذکر کے وقت کو شہادتیں ملتی ہیں۔ ان جگہوں میں
 شرکت کرنے والے محاسن محرم پر فیضیاب ہوتے ہیں۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ
 ان کے ذکر کو سگرافت کے محبوب سکا درو عالم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی
 عظمت و اہمیت و ان کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ محضرت
 امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر وین و مذہب کی محبت کا اظہار کرنے کے لئے یہاں میں
 نکھانا اور ان کے کھنڈن اسی طرح کی مصیبتوں کو برداشت کرنا اور صبر و تحمل اور
 جہاد و شہادت و ان کا ہر ایک کام ہے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے رونے بگٹنے کے باوجود اسی
 کی حمایت کرنا اور باطل کے سامنے جھکنا۔ عروج و ان کی لائیں خفاک و خون میں تر پڑتی ہوئی دیکھ
 کر ہی خوف و شہادت لیاں پر دلائی۔ ہر حال میں راضی رہنا۔ اسی رشتہ اور تمام صدق و صفا
 میں ثابت تمام یہاں باتوں کے لئے۔ دل میں امام مای مقام کی عظمت و محبت پیدا
 ہوتی ہے اور دین و مذہب کی عزت و محبت باقی رکھنے کے لئے جان و مال کی قربانی دیتے

کا جلد پیدا ہوتا ہے۔ اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کے لئے کو فیوں کا اپنی ماقبت
برباد کرنا، اہل بیت رسالت کی توہین کرنا، ان کو ستانا اور ایذا پہنچانا پھر طرح طرح کی
آفتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہونا اور قتل حسین کے عرصہ ایک لاکھ چالیس ہزار کا مارا جانا۔ ان
باتوں کے سننے سے عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہے اور اللہ والوں کی شان میں گستاخی و
بے ادبی کرنے سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔ اور پانچواں فائدہ یہ بھی ہے عشرہ محرم
میں امام سے جھوٹی محبت کا دعویٰ رکھنے والوں نے جو طرح طرح کے خرافات اور ناجائز باتیں
رائج کر رکھی ہیں مجلسوں کی برکت سے لوگ ان میں شامل ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل ہمیں اور آپ کو اسی طرح ہر سال مجالس محرم منعقد کرنے
بزرگوں کا ذکر جمیل سننے سنانے اور ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق رفیق بخشے
اور اللہ کے محبوب بندوں کو ستانے اور ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنے سے
محفوظ رکھے اور قیامت کے دن حسین، صدیقین، شہداء اور صالحین کے دامن کرم کے سامنے
ہم لوگوں کا حشر فرمائے۔ آمین بحرمۃ البی الصمدیم الامین علیہ و علی
الہ افضل الصلوٰات و اکمل التسلیم۔

فَضَائِلُ عَاشُورَہ

عاشورہ یعنی محرم کی دسویں تاریخ بڑی عظمت و بزرگی والی اور افضل و شرف
والی ہے اس لئے کہ بہت سے اہم واقعات اس تاریخ سے متعلق ہیں حضرت شیخ عبد الرحمن
صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب نزہۃ المجالس میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی روز
آسمان و زمین اور قلم کی تخلیق ہوئی۔ حضرت آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے
اور آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر بارش ہوئی حضرت
ابراہیم علیہ السلام مرتبہ خلعت سے سرفراز کئے گئے چالیس سال بعد حضرت یعقوب

علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے
حضرت ایوب علیہ السلام صحتیاب ہوئے۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے۔
حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت عطا ہوئی۔
حضرت یحییٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عقد حضرت
خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا اور اسی روز قیامت بھی قائم ہوگی۔ (۱)

ثابت ہوا کہ محرم کی دسویں تاریخ خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑی عظمت و فضیلت
والی ہے اسی لئے اس نے اپنے پیارے حبیب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے محبوب نواسے کی شہادت کے لئے بھی اسی تاریخ کو منتخب فرمایا۔

عاشورہ کے اعمال

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ
عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں آپ نے ان سے فرمایا یہ کیسا دن ہے کہ جس میں تم لوگ روزہ
رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا یہ وہ عظمت والا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم
کو نجات دی اور فرعون کو اس کی قوم کے ساتھ ڈبو دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے شکر یہ میں روزہ رکھا۔
ہم بھی رکھتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے
زیادہ حقدار ہیں۔ تو عاشورہ کا روزہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی رکھا اور اس
روزہ کا حکم بھی فرمایا۔ (۲)

اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي
قَبْلَهُ۔ مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ عاشورہ کے روزہ کو پچھلے سال بھر کے گناہ کا کفارہ
بنادے۔ (۳)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزہ کا حکم فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وہ دن ہے کہ جس کی یہود اور عیسائی تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذِئْبٌ بَقِيْتُ إِلَى قَابِلٍ لَا صُومَ مِنَ الثَّاسِعِ۔ اگر میں سال آئندہ دنیا میں باقی رہا تو نوویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا (۱) اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ محرم کی نویں اور دسویں دونوں تاریخ کو روزہ رکھے۔

اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ صَلَّى يَوْمَ عَاشُورَاءَ اَرْبَعًا رَكَعَاتٍ يَغْفِرَ اَرْبَعِيْنَ كُفْرَةً فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَحَدٌ عَشْرًا ثَمَّ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذُنُوبَ خَمْسِيْنَ عَامًا وَبُنِيَ لَكَ مِنْبَرًا مِنْ حُجُورٍ۔ یعنی جو شخص عاشورے کے دن چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پوری سورہ گیارہ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس برس کے گناہ معاف فرمادے گا اور اس کے لئے نور کا منبر بنائے گا۔ (۲)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ شَعَّ عَلَى عِيَالِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ كَمْ يَزَلْ فِي سَعَةٍ سَائِرَ سَنَةٍ۔ جو شخص عاشورے کے دن اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں کشادگی کرے گا۔ سال بھر تک برابر کشادگی میں رہے گا۔ (۳)

حضرت شیخ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بصر میں ایک شخص رہتا تھا جس کے پاس صرف ایک

خُورًا وَرَعْلًا ہشتی

کپڑا تھا جو اس کے بدن پر تھا اس نے عاشورے کے دن حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھی۔ وہاں کا دستور یہ تھا کہ عورتیں عاشورے کے دن اس مسجد میں دعا کے لئے جایا کرتی تھیں ایک عورت نے اس شخص سے کہا اللہ کے نام پر مجھے کچھ

سیرے بال بچوں کے لئے دیجئے۔ اس شخص نے کہا اچھا سیرے ساتھ چلو۔ گھر پہنچ کر اس نے اپنے بدن سے کپڑا اتارا اور دروازے کی دراندے سے اس عورت کو دیدیا۔ عورت نے دعا دی اَللّٰهُمَّ مِنْ حَلَلِ الْجَنَّةِ خَدَّائے تعالیٰ تمہیں جنت کے حُلے پہنائے۔ اس شخص نے اسی رات ایک نہایت خوبصورت عورت دیکھی جس کے ہاتھ میں ایک عمدہ خوشبودار سیب تھا عورت نے اس سیب کو توڑا تو اس میں سے ایک حُلہ نکلا اس شخص نے عورت سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تیری جنت کی بیوی عاشورہ ہوں پھر وہ شخص نیند سے بیدار ہو گیا اور سارے گھر کو خوشبو سے مہکتا ہوا پایا۔ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور بارگاہ انبی میں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ تَرَوْجَتِي حَقًّا فِي الْجَنَّةِ فَاقْضِنِي الْيُسْرَىٰ يَا اَلَه الْعَالَمِينَ! اگر واقعی وہ جنت میں میری بیوی ہے تو میری روح کو قبض کرے اور مجھے اس کے پاس پہنچا دے۔ خدائے تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور وہ اسی وقت مر گیا۔ (دام)

امام عالی مقام کی نذر و نیاز کرنا، سبیل لگانا، اُن کے لئے کھیر اچکانا اور شربت وغیرہ پلانا باریک ثواب و برکت ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے تو ان کے لئے کونسا صدقہ افضل ہے؟ قَالَ اَلْعَمَاءُ فَخَصَّرَ بِئِذَا قَالَ هَذَا لَا اَسْعَدُ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانی و بہترین صدقہ ہے تو حضور کے ارشاد کے مطابق، حضرت سعد نے کنواں کھدوایا اور اپنی ماں کی طرف منسوب کرتے ہوئے، کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے (یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو ملے۔ (۲)

تغزیہ داری علمائے اہلسنت کی نظر میں

حضرت شاہ عبد الغفری محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

عشرہ محرم میں تغزیہ داری اور قبر و

صورت وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے۔

تغزیہ داری در عشرہ محرم و صافن

ضرائع و صورت وغیرہ درست نیست۔ (۱)

پھر چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

تغزیہ داری کہ جو مبتدعاں می کنند

بدعت است و ہمیں صافن ضرائع و صورت

قبور و علم وغیرہ ایں ہم بدعت است و ظاہر

است کہ بدعت سیئہ است (۲)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

ایں جو بہا کہ سائنہ دوست قابل

زیادت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند چنانچہ در

حدیث شریف آمدہ عن امی منکم

منکرا فلیغیرہ بیدہ فان

لم یستطع فلیساقہ فان

لم یستطع فقلبہ و ذالک

اضعف الایمان رواہ مسلم

(۳)

تغزیہ داری جیسا کہ بد مذہب کرتے ہیں

بدعت ہے۔ اور ایسے ہی تابوت، قبروں کی

صورت اور علم وغیرہ یہ بھی بدعت ہے اور

ظاہر ہے کہ بدعت سیئہ ہے۔

یہ تغزیہ جو کہ بنایا جاتا ہے زیارت کے

قابل نہیں ہے بلکہ اس قابل ہے کہ اسے

نیست و نابود کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف

میں آیا ہے کہ تم میں سے جو شخص کوئی بات

خلاف شرع دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے ختم

کرے اور اگر ہاتھ سے ختم کرنے کی قدرت نہ

ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے

بھی منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل سے برا

جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔
 کسی طرح تعزیہ داری کی مدد کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں
 اس ہم جائز نیست چرا کہ اعانت
 بر مصیبت می شود و اعانت بر مصیبت غیر جائز است
 یہ بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ گناہ
 پر مدد ہے اور گناہ پر مدد ناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

تعزیہ کی اہل اس قدر تھی کہ روضہ پر نور حضور شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و
 بظاہر صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیٰ جسدہ العظیم و علیہ کی صحیح نقل بنا کر
 بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا۔ اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہ پر غیر جاندار
 کی بنا کر رکھنا سب جائز اور ایسی چیزیں کہ سلطان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں
 ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز جیسے صد ہا سال سے طبقہ قطبۃ ائمہ دین و علما
 مقصدین نقیلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے بناتے اور ان کے
 فوائد جلیلہ و منافع جزیلہ میں مستقل درجہ ملے تصنیف فرماتے ہیں۔ اشتباہ ہو امام علامہ تلسانی کی
 فتح التعال وغیرہ مطالعہ کرے۔ مگر جہاں بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے
 صد ہا خرافات تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں۔ اول تو نقش تعزیہ
 میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی ہر جگہ نئی تراش نئی گڑبخت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ
 نہ نسبت۔ پھر کسی میں پیریاں کسی میں براق کسی میں اور یہ ہودہ طہراق پھر کوچہ کوچہ و دست
 بدست اشاعت غم کے لئے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور انگنی
 کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے۔ کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا
 ہے۔ کوئی ان مایہ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی ہدیہ و علیہ الصلوٰۃ السلام سمجھ کر

اس امر کی پی سی مرادیں مانگنا نہیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے باجے تماشے مردوں، عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے یہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔

غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا ان یہودہ رسومات نے جاہلانہ اور قاسقانہ سیلوں کا زمانہ کر دیا۔ پھر وہاں ابتداء کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا ریا و تفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے۔ روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں رزق الہی کی بے ادبی ہوتی ہے۔ پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں مال کی اضاعت ہو رہی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں۔

اب بہاد عشرہ کے پھول کھلے تماشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم بانڈادی عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی سیلوں کی پوری دھوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے جنازے ہیں۔ کچھ نوح اتار باقی توڑنا کر دفن کر دے یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جدا گانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہداء کے بلا علیہم الرضوان و النصار کا ہمارے بھائیوں کو ٹمکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے ہاں اگر اہل اسلام جائز طور پر حضرات شہداء کے کرام علیہم الرضوان کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی سعادت پر اختصار کرتے تو کس قدر خوب و محبوب تھا اور اگر نظر شوق و محبت میں نقل روضہ النور کی بھی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک و زیارت اپنے مکانات میں رکھتے اور اشاعت علم و تصنع الم و نوحہ زنی و ماتم کنی و دیگر امور شنیعہ و بدعات قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا۔ مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے

بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا انقوا مواضع القہم اور واروہا من كان
يوثمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن مواضع القہم۔

لہذا روضہ اقدس حضور سید الشہداء کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کافد
کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش نہیات اپنے پاس رکھے
جس طرح ترمین محرمین سے کعبہ معظمہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں۔ یاد الائل الخیرات
شریف میں بقول پر نور کے نقشے لکھے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی واللہ
فعالی و سبحانہ اعلم د
اور تحریر فرماتے ہیں۔

تعزیر منوع ہے شرع میں کچھ اصل نہیں اور جو کچھ بدعات ان کے ساتھ کی جاتی ہیں
سخت ناجائز ہیں۔ تعزیر پر جو ٹھکانی چڑھائی جاتی ہے اگرچہ حرام نہیں ہو جاتی مگر اس کے
کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز کی وقعت بڑھانے اور اس کے ترک میں اس
سے نفرت دلانی ہے۔ لہذا نہ کھائی جائے۔ ڈھول بجانا حرام ہے۔ (۲) تعزیر کی تعظیم بدعت
(۳) تعزیر بنانا ناجائز ہے۔ (۴)

حضرت صدر الشریعہ علامہ علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان مصنف بہار شریعت

تعزیر داری کہ واقعات کمر بلا کے سلسلے میں طرح طرح کے ڈھانچے بناتے اور ان
کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پاک کی شبیہ کہتے ہیں۔ کہیں تخت
بنائے جاتے ہیں کہیں صلیب بنتی ہے اور علم اور شدے نکالے جاتے ہیں ڈھول تاشے اور

قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں۔ تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے۔ آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں کہیں چھوٹے کھدوائے جاتے ہیں۔ تعزیوں سے متیس مانی جاتی ہیں۔ سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں۔ ہار پھول نامیل چڑھائے جاتے ہیں وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جاتے ہیں بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے۔ چھتری لگانے کو بہت برا جانتے ہیں۔ تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں۔ سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اور سرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں اور وہاں شربت مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلاتے ہیں یہ تصور کر کے حضرت امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہہ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں۔

پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کمر بلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں گویا یہ جنازہ کھاتے دفن کر آئے۔ پھر تہجد، دسواں چالیسواں سب کچھ کیا جاتا ہے اور ہر ایک خرافات پرست مل ہوتا ہے۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہندی نکالتے ہیں گویا ان کی شادی ہو رہی ہے اور ہندی رچائی جائے گی اور اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں کوئی پیک بنتا ہے جس کے کمر سے گھنگر و بندھے ہوتے ہیں گویا یہ حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خطے کر ابن زیاد یا زید کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے۔ کسی بچہ کو فقیر بنایا جاتا ہے اس کے گھٹے میں بھولی ڈالتے اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں کوئی سقہ بنایا جاتا ہے چھوٹی سی مشک اس کے کندھے سے لٹکتی ہے گویا یہ دیائے فرات سے پانی بھر لائے گا۔ کسی علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس پر تیرنگا ہوتا ہے گویا کہ یہ حضرت عباس علیہ السلام ہیں کہ فرات سے پانی لاد رہے ہیں اور زیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں یہ سب لغو و خرافات ہیں ان سے ہرگز سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نہیں۔ یہ تم خود خود کہہ کر وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسے دین و سنت کے لئے یہ زبردست

قریباں کیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنالیا۔

بعض جگہ اسی تعزیر داری کے سلسلے میں براق بنایا جاتا ہے جو عجب قسم کا مجسمہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا۔ شاید یہ حضرت امام عالی مقام کی سواری کے لئے ایک جانور ہو گا کہیں دلدل بنتا ہے کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں بعض جگہ آدمی تہیجہ بندہ لنگور بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں جن کو اسلام تو اسلام انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی۔ ایسی بری حرکت اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا۔ افسوس کہ محبت اہل بیت کرام کا دعویٰ اور ایسی ہی حرکتیں۔ یہ واقعہ ہمارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشا بنالیا۔

اسی سلسلے میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور سینہ کو بی ہوتی ہے اتنے زور زور سے سینہ کو طعنے ہیں کہ دم ہو جاتا ہے۔ سینہ سرخ ہو جاتا ہے بلکہ بعض زنجیروں اور پھیریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینے سے خون بہنے لگتا ہے تعزیوں کے پاس مرثیہ پڑھا جاتا ہے اور تعزیر جب گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔ مرثیہ میں غلط واقعات نظم کئے جاتے ہیں۔ اہلبیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور ہرزع و فزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اکثر مرثیہ رافضیوں ہی کے ہیں بعض میں تبر بھی ہوتا ہے مگر اس زو میں سنی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انھیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔ (۱)

ایک فتویٰ مع تصدیقات علماء اہل سنت (۲)

سوال ۱۔ (الف) مروجہ تعزیر داری جائز ہے یا ناجائز؟ (ب) علم اور شد سے نکالنا تعزیر کو شب عاشورہ گلی کو چھ میں گشت کرانا پھر اسے دسویں عزم کو مصنوعی کرنا

(۱) بہار شریعت ص ۲۴۸-۲۴۹ ج ۱۴

(۲) فتویٰ مع جملہ تصدیقات ص ۱۳۸۸ میں شکل پوسٹر شائع ہو چکا ہے۔

میں لے جا کر دفن کرنا پہلی محرم سے ڈھول و تاشہ بجانا پھر عاشورہ کے دن تعزیه کے آگے آگے
 باجئے بجاتے ہوئے اسے مٹھوئی کر بلا تک لے جانا شرعاً کیسا ہے؟ نیز تعزیه داری علم اور شدے
 کی اصل کیا ہے؟

سوال ۲۔ ڈھول، تاشہ اور شدے وغیرہ کو مسجد یا فائے مسجد میں
 رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز مسجد یا فائے مسجد میں رکھے ہوئے ڈھول، تاشہ، علم اور شدے کو
 باہر نکال کر پھینک دینے والا شرعاً مجرم ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجہ ۱۔

جواب ۱۔ (الف) تعزیه داری مروجہ ہند ناجائز و بدعت سیئہ و حرام

ہے۔ و انتفیل فی اعلی الافادۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) یہ سب بھی ناجائز و حرام قائل اہل اسلام اور جب یہ ناجائز و حرام ہیں
 تو ان کی اصل کیا ہو سکتی ہے؟ ہاں اگر سائل کی مراد یہ ہو کہ کیس کی نقل ہے کہ جس کی نقل ہو
 اس کی اصل قرار دی جائے تو نظر غائر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم اور شدے جو نیزوں اور
 جھنڈوں کی شکل میں ہوتے ہیں غالباً نزدیکی فوج کے اس فعل کی نقل ہے جو انھوں نے
 کربلا میں ظلم و حفا کے پہاڑ توڑنے کے بعد امام عالی مقام کا سر مبارک نیزوں پر رکوف کی
 گلیوں میں بطور شادیا نہ و مبارکبادی گھمایا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب ۲۔ یہ دایات و خرافات چیزیں سب ناجائز ہیں تو جہاں بھی رکھیں

ناجائز ہی ہیں اور مسجد یا فائے مسجد میں بدعت اولیٰ ناجائز اور ان چیزوں کو مسجد سے نکال کر
 پھینکنے والا ثواب پائے گا کیونکہ اس نے ناجائز چیز کو دفع کیا اور حدیث من ساری منکم
 منکرا الخ پر عمل کیا۔ واللہ تعالیٰ ثم رسولہ صلی علیہ وسلم۔

محمد احمد جہانگیر خاں غفرلہ و لا بوہ المنان

مفتی مرکز اہلسنت منظر اسلام

بریلی شریف

تصدیقات مظہر اسلام بریلی شریف

- ۱، الجواب صحیح محمد مصطفیٰ رضا خاں (مفتی اعظم ہند)
- ۲، لقا صاحب من اجاب قاضی محمد عبدالرحیم بستوی
- ۳، صبح الجواب تحسین رضا غفرلہ
- ۴، الجواب صحیح محمد اعظم
- ۵، الجواب صحیح مظفر حسین غفرلہ

منظر اسلام بریلی شریف

- ۶، الجواب صحیح مفتی سید محمد افضل حسین غفرلہ
- ۷، صبح الجواب محمد احسان علی عفی عنہ مظفر پوری
- ۸، الجواب صواب غلام مجتبیٰ اشرفی
- ۹، الجواب هو الجواب سید محمد عارف رضوی نانا پوری
- ۱۰، الجواب صحیح والحبیب نجم خلیل الرحمن رضوی
- ۱۱، الجواب صحیح محمد فیض احمد عفی عنہ صدیقی
- ۱۲، الجواب صحیح محمد عمر قادری اوچھا گنوی بستوی

جبل پور

- ۱۳، ہندوستان کی مروجہ تعزیر داری بلاشبہ
- بدعات و ممنوعات کا ایسا مجموعہ ہے کہ اس کی
- جتنی مذمت کی جائے کم ہے علماء و اعلیٰین مقررین
- شارع طریقت اور سجادہ نشین حضرات کو عملی

طور پر اپنے اپنے طبقہ اثر میں ادعای سبیل
ربک بالحکمة والموعظة الحسنة
وجاد لہم بالحق ہی احسن اور ادفع
بالحق ہی احسن السیدۃ کے طریقہ سے
کام لے کر آہستہ آہستہ مروجہ تعزیر داری کے
بدعات و ممنوعات و محرمات شرعیہ کو مٹانے کی
کوشش کریں مفتی صاحب کا یہ جواب بالکل حق
و صواب اور واجب العمل بلا اړتیاں ہے۔
و ہو تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الفقیر عبد الباقی محمد برہان الحق
القادی الرضوی اسلامی غفرلہ

بمبئی

- ۱۳، الجواب صحیح و صواب والفاضل البیہ
- مصیب و مشاب فقیر ابو الحسنین آل مصطفیٰ القادری
- البرکاتی النوری غفرلہ
- ۱۵، الجواب صحیح۔ السید حامد اشرف الاشرفی
- الجلانی (کچھوچھوی)
- ۱۶، الجواب صحیح۔ معین الدین دانش امین غفرلہ
- ٹوٹکی

- ۱۷، الجواب حق۔ خادم محمد سلیم غفرلہ رضوی



ملتان - پاکستان

۱۸، الجواب صحیح۔ فقیر محمد حسن علی الرضوی قادری
غفرلہ خادمہ مدرسہ وثیقہ اؤڈر الرضا سیلستانی

جاوڑہ - ضلع رتلام

۱۹، الجواب صحیح و صواب و اللہ و سولہ اعلیٰ جل جلالہ
وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیر ابو الطاہر محمد حبیب علی
قادری غفرلہ مفتی شہر جاوڑہ (رتلام)

مراد آباد

۲۰، تعزیر، علم اور شدے کی اصل کے متعلق عدم
تحقیق کی بنیاد میں خاموش و ساکت ہوں اور
اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کہہ کر گزر جاتا ہوں
اس کے علاوہ جواب میں تحریر کردہ امور کے
ساتھ مجھے پورا پورا اتفاق ہے جو ابات صحیح
ہیں۔ العبد المذنب محمد حبیب اللہ غفرلہ النعمی
الاشرفی

۲۱، الجواب صحیح محمد یونس عفی عنہ (ہتم جامعہ نعیمیہ)
۲۲، ما اجاب الجیب فقیر محمد الیاس
الجیبی النعمی

۲۳، الجواب صحیح محمد طریق اللہ خادمہ جامعہ نعیمیہ

۲۴، الجواب صحیح۔ العبد محمد ہاشم غفرلہ
۲۵، الجواب صحیح و صواب عبد الحکیم محمدی قادری
نعمی غفرلہ

مالوہ - اندور

۲۶، لقد اصاب من اجاب و اللہ سبحانہ تعالیٰ
اعلم بالصواب محمد رضوان الرحمن القادری مفتی
مالوہ

منٹھری پورہ - بہار

۲۷، الجواب صحیح۔ محمد طبع الرحمن نورانی مدرسہ
نور الہدیٰ پوکھریہ
۲۸، الجواب صحیح بلا اذنیاب محمد شتاق احمد
غفرلہ باقتوی

۲۹، الجواب صحیح و صواب۔ محمد الطہر حسین باقتوی

ناگیپور

۳۰، الجواب مصیب محمد عبد الرشید غفرلہ (مفتی جامع)
۳۱، الجواب صحیح محمد عبد الحفیظ غفرلہ
۳۲، الجواب صحیح و صواب۔ ابو الجود محمد زین العابدین
غفرلہ

۳۳، الجواب صحیح۔ محمد عبد الحکیم رضوی اشرفی

۳۱) الجواب صحیح۔ محمد رفیع رضوی غفرلہ

بہارِ رک پورہ ضلع اعظم گڑھ

۳۵) الجواب صحیح۔ عبد العزیز عفی عنہ صمد الدین اشرفیہ

۳۶) الجواب صحیح۔ عبد الرؤف غفرلہ مدرس اشرفیہ

۳۷) الجواب صحیح۔ عبد النان اعظمی (مفتی اشرفیہ

۳۸) الجواب صحیح۔ محمد یحییٰ غفرلہ خادمہ دارالعلوم اشرفیہ

امروہہ۔ ضلع مراد آباد

۳۹) الجواب صحیح مع سائر فروغیاء والحبیب مصاب

فقر محمد خلیل کاظمی عفی عنہ امروہوی

رائے بریلی

۴۰) الجواب صحیح۔ عبد التواب صدیقی پکسراواں

رائے بریلی

کچھوچھو شریف

۴۱) اہلسنت وجماعت کے نزدیک تعزیر داری

کہہ کر جن مراسم کو مراد لیا جاتا ہے ان کے منکر

اس منکر ہی ہیں مثلاً اخاعت مال سلم واسباب

تعیس و تفریح و بیان مکذوبات وادھام آفامہ

وغیر ذلک اور یہ وہ منکرات ہیں جن کا منکر

ہونا مخصوص ہے نیز مسجد و مائے مسجد کو

ہر طرح کے تعیش و تفریح کے آلات و اشیاء

سے پاک رکھنا ضروری ہے وانشاء اللہ بالصواب

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھو شریف

۴۲) الجواب صحیح۔ سید منظر حسین کچھوچھوی

ٹانڈہ۔ ضلع فیض آباد

۴۳) الجواب صحیح۔ عبد العزیز اشرفی عفی عنہ

۴۴) الجواب صحیح۔ فقیر محمد طیب خاں غفرلہ مدرس

مدرسہ منظر حق

۴۵) الجواب صحیح۔ محمد ایوب قادری عفی عنہ

۴۶) الجواب صحیح و صواب۔ محمد قدرت اللہ

عارف رضوی

التفات گنج۔ ضلع فیض آباد

۴۷) الجواب صحیح۔ عبد الرؤف اشرفی

۴۸) الجواب صحیح۔ احقر عبد التین رحمانی

۴۹) الجواب صحیح۔ محمد جمیل احمد الیاء علوی شمیم بستوی

۵۰) الجواب صحیح۔ محمد سعید قادری الیاء علوی

بہراپور۔ ضلع گونڈہ

۵۱) الجواب صحیح وانشاء اللہ تعالیٰ اعلم محمد شریف الحق

امجدی جامعہ عربیہ اسلامیہ القرآن بہراپور

امرؤ و بجا۔ بسطریلا ضلع بستی

(۵۲) الجواب صحیح۔ العبد سجاد علی رضوی عفی عنہ
توبہ الاسلام

(۵۳) الجواب صحیح۔ نظام الدین عفی عنہ

(۵۴) الجواب صحیح۔ محمد ابواللیث عفی عنہ

(۵۵) الجواب صحیح۔ محمد طور احمد رضوی عفی عنہ

(۵۶) الجواب صحیح۔ عبد الشکور مدرس مدرس الاسلام

بسٹریلا

(۵۷) الجواب حق۔ محمد تمیز الہربتوی

براؤں شریف ضلع بستی

(۵۸) الجواب صحیح۔ محمد صدیق احمد سجاده نشین

آستانہ عالیہ یار علویہ

(۵۹) الجواب صحیح۔ غلام جیلانی عفی عنہ شرح الحدیث

فیض الرسول

(۶۰) الجواب صحیح۔ بدر الدین احمد القادری الرضوی

(۶۱) الجواب صحیح۔ محمد یونس نعیمی اشرفی

(۶۲) قدح الجواب ابوالبرکات العبد محمد نعیم الدین

احمد عفی عنہ

(۶۳) تقدیر صاحب من اجاب جلال الدین احمد امجدی

(۶۴) الجواب حق و صواب محمد صابر القادری نسیم بستی

(۶۵) الجواب صحیح۔ علی حسن النعیمی الاشرفی

(۶۶) الجواب صحیح۔ محمد حنیف قادری

(۶۷) الجواب صحیح۔ محمد عمن چشتی یار علوی

(۶۸) الجواب صحیح۔ نور محمد قادری اوجھاگنوی

(۶۹) الجواب صحیح ہے۔ محمد نور الحق خادم حضرت شاہ سابقہ

بہاؤپور ضلع بستی

(۷۰) الجواب صحیح۔ العبد محمد حلیم قادری یار علوی

(۷۱) الجواب حق۔ محمد سمیع اللہ قادری

(۷۲) الجواب صحیح۔ عبد الجبار قادری

(۷۳) الجواب صحیح۔ عبد الجبار قادری ہرکھوی

بڑھیا۔ ضلع بستی

(۷۴) الجواب صحیح۔ محمد صدیق قادری (نیپالی)

(۷۵) الجواب صحیح۔ عبد الجبار اشرفی منوی

خداے عزوجل مسلمانوں کو حضرت امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقصد شہادت کو سمجھنے اور محرم

کی جملہ بدعات و خرافات سے بچنے کی توفیق رفیق بخشے۔

آمین۔ وصلى الله تعالى وسلم على النبي الكريم

وعلى اله و اصحابہ و انوار واجہ و اهل بیتہ

اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حالات مصنف

پیدائش ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں ضلع بستی (یوپی) کی شہر آبادی ادھانج میں میری پیدائش ہوئی جو شہر بستی سے ۵۰ کلومیٹر پچھم فیض آباد روڈ پر مہراجنگ سے ۵ کلومیٹر دکن واقع ہے۔

نام و نسب جلال الدین احمد بن جان محمد بن عبد الرحیم بن غلام رسول بن ضیاء الدین محمد بن محمد سالک بن محمد صادق بن عبدالقادر بن مراد علی غفر اللہ تعالیٰ لہم و سائر المسلمین۔

خاندانی حالات آخر الذکر ضلع فیض آباد کچھوچھوہ مقدسہ کے قریب بڑا علاقہ کے مشہور و معروف راجپوت خاندان کے ایک فرد تھے جو مراد علی کے نام سے یاد کئے جاتے تھے وہ اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہو کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے تو مراد علی کہلائے۔ خاندان والوں نے دباؤ ڈال کر اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا تو آبائی دین چھوڑ کر ضلع فیض آباد اکبر پور کے قریب قصبہ شہزاد پور میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی اولاد میں سے ضیاء الدین مرحوم شہزاد پور چھوڑ کر ادھانج ضلع بستی میں آکر آباد ہو گئے۔

میرے والد جان محمد مرحوم عرصہ دراز تک اپنے گھر فی سبیل اللہ بچوں کو مذہبی تعلیم دیتے رہے۔ زندگی بھر ملا تخواہ جامع مسجد میں نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین کی امامت فرماتے رہے بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ آج بھی آبادی کے لوگ ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کو یاد کرتے ہیں اور ان کا تذکرہ بڑے احترام سے کرتے ہیں۔ ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۵۱ء کو میرے عالم ہونے سے ۸ ماہ قبل ان کا انتقال ہو گیا۔

والدہ محترمہ بی بی رحمت النساء ایک دیندار گھرانے کی لڑکی تھیں۔ نماز اور صحت عبادت

قرآن مجید کی بہت پابند تھیں۔ دعائے گنج العرش ان کو زبانی یاد تھی جسے وہ روزانہ پڑھا کرتی تھیں۔
۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو میں ان کے بھی ظاہری سایہ سے محروم ہو گیا۔
خدا نے عزوجل ان کی قبروں پر رحمت و انوار کے پھول برسائے۔

ان لوگوں نے میری تعلیم کے بارے میں جو اعلیٰ کمر داہش کیا ہے اس زمانہ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے کہ میں ان لوگوں کے بڑھاپے کا اکلوتا بیٹا تھا مگر پہلی بار جب میں ناگپور گیا تو ڈھائی سال کے بعد آیا اس درمیان میں ان لوگوں نے میرے پاس گھرانے کے بارے میں خط لکھنا تو بڑی بات ہے سند یہاں تک نہ بھیجنا تاکہ میری تعلیم کا نقصان نہ ہو۔ خیر اھمما اللہ تعالیٰ خیر اجزا ۶۱۔

اس تصور سے میری آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں کہ میرے چار بیٹے بقید حیات ہیں مگر ان میں سے کسی کی ڈھائی ماہ تک کی جدائی بھی میرے لئے شاق ہے تو میرے والدین نے بڑھاپے کے اکوٹے بیٹے کی ڈھائی سال تک جدائی کس دل و جگر سے برداشت کی ہوگی۔

تحصیل علم | ناظرہ اور حفظ قرآن کی تعلیم اپنے والد کے شاگرد مقامی مولوی محمد زکریا صاحب سے حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا اور ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء یعنی ساڑھے دس سال کی عمر میں حفظ مکمل کر لیا۔ فارسی آدناہ ضلع فیض آباد القات گنج کے مولانا عبد الرؤف صاحب سے بڑھی اور فارسی کی بھولی بڑی بارہ کتابوں کی تعلیم شعیب لاویا، حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیرِ نادرہ مولانا عبد الباقی صاحب مرحوم سے حاصل کی اور عربی کی ابتدائی کتابیں انھیں سے پڑھیں۔

۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء ہنگامہ کے فوراً بعد میں تحصیل علم کیلئے ناگپور چلا گیا دن بھر کام کرتا جس سے پچیس تیس روپیہ ماہانہ اپنے والدین کی خدمت کرتا اور اپنے کھانے پینے کا انتظام بھی کرتا اور بعد مغرب اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ تقریباً ۱۲ بجے رات تک حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سے مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم بکر انڈی موہن پورہ میں درس نظامیہ کی تعلیم حاصل کرتا اور بعد نماز فجر عصر ایک قادی سے قرأت پڑھتا رہا اس طرح ناگپور میں میری تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

سید شہان علیؒ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۵۷ء کو اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت علامہ
ارشاد القادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے دس ساتھیوں کے ہمراہ مجھے بھی سند
فراغت عطا فرمائی۔ اس طرح ادجا گنج کی تاریخ میں ہم سب سے پہلے قاری اور فارغ التحصیل
عالم ہوئے۔

زمانہ طالب علمی کا ایک اہم واقعہ | فارغ التحصیل ہونے سے دو سال قبل
ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ مطابق

۱۹۵۷ء میں ہم ناگپور سے تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لئے ڈیپٹی گنج دار صاحب چاندہ
کے وہاں ایک صاحب جن کا نام اسٹیفیل عمر سپاہی تھا ایک فرم کے ملازم تھے نماز وغیرہ کے
پابند تھے اور گلستاں بوستاں تک فارسی پڑھتے ہوئے تھے وہ ہماری بڑی قدر کرتے تھے۔
رمضان المبارک بعد وہ اپنے وطن دھوداچی (گجرات) جانے والے تھے۔

چونکہ اس زمانہ میں ناگپور کی کاروباری حالت ٹھیک نہیں تھی۔ دن بھر غنت سے کام کرنے
کے باوجود اپنے اخراجات کے ساتھ والدین کی ماہانہ خدمت کرنے میں ہمیں دشواری پیش آرہی تھی میں
بہت پریشان تھا اس لئے اسٹیفیل عمر سپاہی کے ساتھ میں احمد آباد جانے کے لئے اس خیال سے تیار ہو
گیا کہ میرے یہاں کے بہت سے لوگ وہاں یوں میں کام کرتے ہیں میں بھی جا کے کسی بل میں کام کروں گا۔
عید ہو گئی ہم احمد آباد کا سفر کرنے کے لئے نکل پڑے ناگپور پہنچ کر ہم نے اپنا تمام سامان
اپنے رفیق سفر اسٹیفیل عمر سپاہی کے سپرد کر دیا ہوئے کہا کہ آپ اسٹیشن چلیں میں اپنے استاد گرامی
حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ سے ملاقات کر کے آتا ہوں۔

جب میں حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اپنے ارادہ سے آگاہ کیا تو انہوں
نے فرمایا کہ احمد آباد بہت جاؤ جس طرح بھی ہو سکے یہیں رہو۔ پہلے زمانہ میں لوگوں نے تحصیل علم
کے لئے بڑی بڑی مشقتیں جھیلی ہیں اور مصیبتیں برداشت کی ہیں اگر تم بل میں جا کر کام کرو گے تو جو
کچھ تم نے اب تک پڑھا ہے سب برباد ہو جائے گا بل مزدور اور صرف عاقباتی ہو کر رہ جاؤ گے۔
یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جبکہ احمد آباد میں دارالعلوم شاہ عالم قائم نہیں ہوا تھا۔

میں نے حضرت علامہ کی نصیحت مان لی احمد آباد جانے کا ارادہ بالکل دل سے نکال دیا اور پیش
جا کر اسماعیل عمر سیاحی سے کہا آپ جایئے میں نہیں جاؤں گا اور پھر اپنا سامان بیکر میں واپس آگیا۔
قداد مقدس کا میں لاکھ لاکھ ٹکرا کر کرتا ہوں کہ اس نے میرے دل میں استاد کا ایسا احترام بٹھا کر
میں نے ان کی اجازت کے بغیر احمد آباد کا سفر کرنا مناسب نہ سمجھا اور پھر جو کچھ انھوں نے ارشاد فرمایا اسے
تسلیم کر لیا اگر میرے دل میں استاد کا ایسا احترام نہ ہوتا تو ان سے ملے بغیر ٹھٹھا جانا یا اگر ملاقات بھی کر لیتا تو
جگہ میں پورا سامان اسٹیشن پہنچاؤ کا تھا ان کی نصیحت پر عمل نہ کرتا تو بیشک آج میں بل مزدور ہوتا اس
طرح میری زندگی تباہ و برباد ہو جاتی اور وہ حال ہوتا کہ میں کے تصور سے میرے رونگٹے کھڑے ہو
جاتے ہیں اور میں کانپ جاتا ہوں۔

اور الحمد للہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جب تک استاد کا محتاج رہے ان کی عزت
کرے اور جب کسی قابل ہو جائے تو غداری و بیوفائی پر اتر آئے اور اذیت پہنچائے بلکہ آج بھی میں
اپنے اساتذہ کی بہت عزت کرتا ہوں اور استاذی و شاگردی کے رشتہ کو احسن طریقے سے نبھانے کی
کوشش کرتا ہوں۔ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قلم دامت برکاتہم العالیہ، ۱۰ صفر الخلفہ ۱۴۱۱ھ
مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۹۰ء کے ایک مکتوب میں خادم کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

کئی سو علمائیں صرف تنہا آپ کی ذات ہے جس نے
شاگردی اور استاذی کا رشتہ نبھا رہا ہے اور اب تک نبھا رہا ہے
ورنہ نئی نسل کی خود سری، سرکشی اور احسان فراموشی سے
خدا کی پناہ!

شرف بیعت

جو کہ مجھے شروع ہی سے سائل شریعہ جاننے کا بڑا شوق تھا اس نے
ابتدا ہی سے بہار شریعت اور اس کے مصنف حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ
والرضوان سے میں بڑی عقیدت رکھتا تھا پھر جب حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قلم دامت برکاتہم

القدس سے معلوم ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہیں تو ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں حضرت سے شرف بیعت حاصل کیا اور سلسلہ رضویہ میں داخل ہو گیا۔ البتہ بعض مصالح کے پیش نظر میں نے اب تک کسی سے خلافت نہیں لی ورنہ ساجد علی خاں صاحب کسی مقصد سے حضور مفتی اعظم ہند قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی خلافت جب عام طور پر تقسیم کر رہے تھے میں بھی آسانی کے ساتھ ان سے حاصل کر لیتا۔

اعلیٰ حضرت سے عقیدت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اگرچہ بہت سے علوم و فنون کے ماہر تھے لیکن

ان میں فقہیت کا وصف سب سے ممتاز ہے اور مجھے فقہ سے زیادہ شغف ہے اس لئے میں آپ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتا ہوں اور آپ کے تحقیقی فتاویٰ کے مطالعہ سے روز بروز میری عقیدت بڑھتی ہی جا رہی ہے یہاں تک کہ میں فاضلین فیض الرسول اور دیگر نوجوان علماء کو نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ اپنے ایمان و عمل کو سنوارنے اور حقیقت میں عالم دین بننے کیلئے اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرو۔

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کی عقیدت کا دم بھرتے ہیں لیکن ہندوستان کی مروجہ تفریہ داری حرام ہونے کے متعلق ان کا فتویٰ نہیں مانتے، کچھ لوگ مزاہیر کے ساتھ قوالی حرام ہونے کے بارے میں ان کی تحقیق نہیں تسلیم کرتے اور بعض وہ ہیں جو بات پر اعلیٰ حضرت کا نام لینے ہیں لیکن او جھڑی ناجائز ہونے کے متعلق ان کا فتویٰ ماننے سے انکار کرتے ہیں محمد الحمد للہ میں ان لوگوں میں سے ہوں کہ ان کی ہر تحقیق کو ماننا ہوں اور ان کے ہر فتویٰ پر تسلیم خم کرتا ہوں البتہ میں اس درجہ کا عقیدت مند نہیں ہوں کہ صرف انہیں کی لکھی ہوئی نعت شریف پسند کروں بلکہ میں ہر اس نعت کو پڑھتا اور سننا پسند کرتا ہوں کہ جس میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو۔

مدرسہ فارغ التحصیل ہونے سے چند ماہ قبل ہم نے دو بولیا بازار میں جو ابھی کھانچ سے دکن پانچ کلومیٹر پر واقع ہے ایک دینی مدرسہ قائم کر دیا ہے اس مدرسہ کے بعد پھر اسی مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دینے لگا اور جب مجھے وہاں اپنی ترقی کی راہیں سدود

نظر میں تو وہی ائمہ ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں سنی ہو کر حضرت علامہ رشید قادری صاحب
قبلہ کی طلب میں شہید ہو رہے تھے۔ چلا گیا کہ چونکہ جامعہ فیض العلوم میں بروقت کسی مدرس کی
حیورت نہ تھی اس لئے مجھے ایک کتب میں پڑھانے کیلئے مقرر کیا گیا تو میں دل برداشتہ ہو کر تقریباً
پانچ ماہ بعد حضرت علامہ کی اجازت سے گھر چلا آیا۔

بنیادی ۱۳۴۲ھ مطابق جنوری ۱۹۵۵ء میں شعیب الاولیا حضرت شاہ محمد یار علی
صاحب قبلہ اور شہید حضرت مولانا شمس علی فاضل صاحب قبلہ علیہما الرحمۃ والرضوان کی
اجازت سے مدرسہ قادریہ رضویہ بھاؤ پور ضلع بستی کا مدرس مقرر ہوا مگر ڈیڑھ سال بعد وہاں کے
اختلافات سے عاجز ہو کر استعفا دیدیا اسی درمیان میں شعیب الاولیا حضرت شاہ صاحب قبلہ
نے مکتب فیض الرسول کو دارالعلوم بنادیا تو میں حضرت کی طلب پر براؤں شریف چلا آیا۔ اور
یکم ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱ جولائی ۱۹۵۶ء دارالعلوم فیض الرسول کا مدرس ہو گیا اور تمام تحریر
تقریباً ۳۳ سال ہو گئے اسی ادارہ میں دینی خدمات انجام دے رہا ہوں۔ درمیان میں دور و
نزدیک کے بہت سے بڑے بڑے اداروں نے اونچا درجہ اور بہت زیادہ مشاہرہ پیش کیا مگر
ہم نے شعیب الاولیا جیسے عمن کا آستانہ چھوڑنا کسی قیمت پر گوارا نہ کیا۔

طریقہ تدریس | مکتب کے چھوٹے بچوں کے بارے میں ہمارا طریقہ تدریس یہ رہا کہ قاعدہ
پڑھنے والے کو ذرا اور ظ کو ج کی آواز سے ہم ہرگز نہیں پڑھنے دیتے
تھے شروع ہی میں درست کرا دیتے تھے۔ اردو کے اعتبار سے جب تک حرفوں کی ادائیگی صحیح نہ
ہو جاتی آگے نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ پھر حرفوں کو صحیح آواز سے پڑھنے
کیلئے کبھی ٹو کٹنا نہیں پڑتا تھا۔

مدرسین کا یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ آگے چل کر خود بخود ٹھیک ہو جائے گا اس لئے کہ غلط بنیاد
پڑ جانے کے بعد پھر اس کی درستگی میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ مکاتیب سے جو بڑے
ذرا اور ظ کو ج کی آواز سے پڑھ کر آتے ہیں یا بار بار ٹوٹ کے جاتے اور پھر مسلسل سزا پانے کے باوجود
کئی کئی سال تک درست نہیں کر پاتے اور بعض تو فارغ التحصیل عالم بھی ہو جاتے ہیں مگر ان کے

حروف کی ادائیگی صحیح نہیں ہو پاتی اور حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ شعر ان کے اوپر پورے طور پر صادق آتا ہے۔

تخت اول چوں نہد معمار کج

تا اثر یا می رود دیوار کج

اور مدرسین کا یہ عذر بھی غلط ہے کہ چھوٹے بچے زور و قہر کی ادائیگی پر قادر نہیں ہو پاتے اس لئے کہ میں نے ایک مدرسہ کے چھوٹے بچوں کا امتحان لیا سارے بچے ذرا درجہ کوچ ہی کی آواز سے پڑھتے رہے مدرسین نے وہی عذر بیان کیا کہ کوشش کے باوجود ان کو صحیح پڑھنا نہیں آتا۔ ہم نے کہا آپ لوگوں کا یہ عذر وہی لوگ صحیح مان سکتے ہیں جنہوں نے کبھی مکتب نہیں پڑھایا ہے ہم نہیں تسلیم کر سکتے آئندہ سال اگر بچوں نے ایسا ہی پڑھا تو ہم سب کو فیل کر دیں گے نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے سال سب صحیح ہو گئے۔

بچوں کو دیکھا کہ پڑھنا بھی غلط ہے جب تک کچھ حروف کچھ بیان نہ لے سکیں پڑھانے سے پہلے مرکب الفاظ کے ایک ایک حرف کو الگ الگ اس سے پوچھنا چاہئے ہم ایسا ہی کیا کرتے تھے اسکا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بچوں کا بھٹکا بھولتا نہیں اور پڑھے ہوئے کو پھر سے سبق سبق پڑھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اور مکتب کے چھوٹے بچوں کو ہم روزمرہ پیش آنے والے مسائل زبانی بتا دیا کرتے تھے داہنے ہاتھ سے کھانے پینے، بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنے، استنجہ کا ڈھیلا سکھانے اور اسی ہاتھ سے آب دست لینے کی تاکید کرتے تھے اور کھڑے ہو کر پانی پینے اور قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے یا غائب پیشاب کرنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے تھے اور بچوں میں اعلان کرتے رہتے تھے کہ اگر کوئی بچہ اس کے خلاف کرے تو ہمیں بتاؤ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بچے کچن ہی سے اسلامی طور و طریقہ کے پابند اور عادی ہو جاتے تھے۔

اے کاش! سب مدرسین ایسے ہی کرتے تو آج صرف مکتب کا پڑھا ہوا مسلمان بھی داہنے ہاتھ سے استنجہ کا ڈھیلا سکھاتا ہوا اور قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے یا غائب پیشاب کرتا ہوا ننگے پاؤں لنگر آتا بلکہ

اسلامی اور دنیوی دونوں کے لیے درست و آسان ہوتا لیکن آج کل بہت سے مدرسین صرف نوکری کرتے ہیں اسلام کی باتوں کے پھیلانے کا جملہ نہیں رکھتے یہاں تک کہ اکثر مدرسین جو دینی مدرسہ میں پڑھاتے تو ہیں مگر لڑکوں کو دینیات کی تعلیم نہیں دیتے صرف اردو اور حساب و کتاب وغیرہ پڑھا کر پاس کر دیتے ہیں اور غلط سلفہ قرآن عید پڑھا کر بچوں کے گھر والوں سے انعام پا جانے کو بہت بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔

قدائے عروج اقصیٰ اسلام کا صحیح جذبہ عطا فرمائے اور اپنی تنخواہوں کو حلال کرنے کی توفیق رفیق بخشنے آمین۔

بڑے طلبہ دارالعلوم کے طلبہ کو ہمارے پڑھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تسہیل المصادر، توحید اور میزان بلکہ صرف میں پنج پنج، علم الصیغہ اور فصول الکبریٰ تک کے لڑکوں کا پچھلا سبق سننے کے بعد ہی آگے پڑھانے ہیں اور جو یاد نہیں کرتا اسے مناسب سزا دیتے ہیں جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے روز وہ سبق یاد کر کے لاتا ہے۔

ہم چھوٹی کتابیں پڑھنے والے طلبہ کو بھی چالیس پاس منٹ کی پوری گھنٹی پڑھاتے ہیں صرف چند منٹ نہیں پڑھاتے بلکہ گھنٹی کے ختم ہونے تک پوچھتے رہتے ہیں اور مختلف مصادر سے فہلوں کی گردان کراتے ہیں۔ البتہ توحید پڑھنے والے کو کافیہ و شرح جامی کی بحث اور منطق کے ابتدائی بیچوں کو قطبی و ملاحسن کی باتیں نہیں بتاتے جس درجہ کا طالب علم ہوتا ہے اسی اعتبار سے اس کے سامنے مسائل پیش کرتے ہیں اپنی معلومات نہیں بلکہ طلبہ کی معلومات کے لحاظ سے ان کے سامنے تقریریں کرتے ہیں۔

متوسط اور منتہی کتابیں پڑھنے والوں کی جماعت میں اکثر ایسے طلبہ ہوتے ہیں جو تعلیم کے نام پر مدرسوں میں کھاتے اور گھومتے ہیں کتابوں کا مطالعہ کرنا تو بڑی بات ہے اسے ہاتھ بھی نہیں لگاتے پھر بظاہر عالم کی لیکن حقیقت میں آٹھ دس سال مدرسہ میں کھانے کی دستار لیتے ہیں اور کام کا نہیں صرف نام کا مولانا ہو کر قوم کیلئے بوجھ بنتے ہیں۔

اس خرابی کو دور کرنے کیلئے ہم نے یہ طریقہ ایجاد کر رکھا تھا کہ پوری جماعت کے ہر طالب علم کو

کم زیادہ اتحاد کے اعتبار سے دو قدر یا ایک ایک طریقہ روزانہ پڑھنی پڑے گی اور اول و آخر یا
دو درمیان میں جہاں جس سے چاروں کے پڑھوانے کے اس صورت میں ہر لڑکے کو عبادت پڑھنے کیلئے
روزانہ محنت کرنی پڑتی اس لئے کہ جو ایسا نہ کرنا وہ بہت بڑا جھگڑا بن جائے اور سزا بھی پائے۔

یہ طریقہ بے انتہا مفید ثابت ہوا لیکن طلبہ نے ہماری سختی کے بہت سے فرضی قصوں کا پیر چار
کیا اور جس بہت بدنام کیا تو اس طرح عبادت پڑھوانا ہم نے بند کر دیا اب یہ دستور ہے کہ ہر طالب علم
سے ایک ایک روز نمبر وار عبادت پڑھوانے میں اور درمیان میں ایک دو فرضی نوی مسئلہ بھی
پوچھ لیا کرتے ہیں یہ صورت بھی اوسطاً مفید ہے کہ ہر طالب علم کو کچھ روز بعد عبادت پڑھنی پڑتی ہے
صرف چند مخصوص طالب علموں سے ہمیشہ عبادت پڑھوانا دوسروں کو نام کا عالم بنانا اور ان کی
زندگی برباد کرنا ہے۔

اور عام طور پر جو دستور ہے کہ عبادت پڑھنے میں اگر لڑکا غلطی کرتا ہے تو فوراً اسے بتایا جاتا ہے
یہ طریقہ بھی صحیح نہیں میرا دستور یہ ہے کہ بتانا نہیں ہوں بلکہ صرف آگے پڑھنے سے روک دیتا ہوں پھر اگر
وہ درست کر لیتا ہے تو اس کو وجہ بھی بتانی پڑتی ہے کہ ایسا کیوں پڑھا اس لئے کہ بسا اوقات بغیر سمجھے ہوئے
صرف اندازہ سے عبادت صحیح کر لیتا ہے یا غصہ سے روک دیا تو فتح پڑھ دیتا ہے اور وہ بھلا صحیح نہیں ہوا تو
کسر پڑھ دیتا ہے اور جب وجہ بتانی پڑتی ہے تو اس کے ذہن کو کام کرنا پڑتا ہے جس سے استعداد بڑھتی
ہے اور مسائل حل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گورنمنٹ کے امتحان میں طلبہ کو جو نقل کر کے پاس کرایا جاتا ہے اس
سبب سے وہ ذی استعداد بننے کی کوشش نہیں کرتے کہ محنت کے بغیر عالم فاضل ہو جاتے ہیں۔
اگرچہ نقل کرانے کا بھی میں سخت مخالف ہوں لیکن طلبہ کے ذی استعداد نہ ہونے کی یہ وجہ صحیح
نہیں اس لئے کہ دیوبندی وغیرہ بھی گورنمنٹ کے امتحان میں یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں اور ان کے لڑکے
ہمارے طلبہ کی بہ نسبت ذی استعداد ہوتے ہیں۔

میرے نزدیک اس خرابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ طلبہ پر سختی نہیں کی جاتی اسی لئے سینوں کے وہ
مدارس جو الحاق نہیں ہیں اور ان کے طلبہ گورنمنٹ کے امتحان سے عالم فاضل نہیں ہوتے وہ بھی باصلاحیت

میں ہے۔ شریعتی کے میں بشمول ایک دیوانہ کا علم محمد بن ابی بکر سے ملتا ہے۔
 ساتھ ہی مگر چارہ لکھا ہے کہ دنیا کی ششماہی اس کی شہرت ایک کتاب کے تحت نہیں ہوتی
 کے سبب بکے مدرسے جاری کر دیا گیا ہے۔ اور ان کی کتاب یہ لکھا تھا۔

اور اسے یہاں حال یہ ہے کہ سالانہ امتحان میں لیں ہوتے کے بارے میں خطاب علم کو عالم کر دیا تو
 بہت بڑی بات ہے۔ مولیٰ ستر لکھ نہیں دیتی اور ان کو ذی استعداد بنانے کی کوشش
 کی جاتی ہے۔ عام طور پر صرف نچوڑ مانے کیسے تو کرتی کی جاتی ہے۔

افشاء ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء کو ۵۰ سال کی عمر میں یہاں فتویٰ لکھا یہ
 ۵۰ سال تک ملک اور بیرون ملک پاکستان اور ہندوستان سے آئے ہوئے
 ہزاروں سواہات کے جوابات بڑی محنت سے لکھے جو فیض الرسول کے علاوہ دوسرے کو قریباً مولیٰ
 میں بھی عرصہ دراز تک شائع ہوتے رہے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھے گئے۔

یہ ہمارے نئے نہایت صحت کی بات ہے کہ مدینہ منورہ جو مذہب اسلام کا منبع و مرکز ہے
 وہاں کے بعض لوگوں نے بھی فتویٰ کیسے ہماری طرف رجوع کیا جن کا مدلل جواب لکھ کر روانہ کیا۔

ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں دماغی کمزوری کے سبب فتویٰ نویسی سے مستعفی ہو
 کر اب دلائل العلوم فیض الرسول کے صرف شعبہ تعلیم کی خدمت انجام دے رہا ہوں۔

قادی فیض الرسول کی ترتیب کا کام جاری ہے کہ میری زندگی میں چھپ کر
 منظر عام پر آجائے تاکہ میری دماغی کاوشیں ضائع نہ ہوں اس لئے کہ جو قوم اس حضرت پر مشوارے اہست

امام احمد رضا بریلوی اور صدر الشریعہ حضرت علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہما الرحمۃ والرضوان جیسی اہم
 شخصیتوں کے سادے قادی چھپوا کر اب تک منظر عام پر نہ لاسکی اس قوم سے ہم جیسے لوگوں کے
 قادی چھپوانے کی امید رکھنا غلط ہے۔

قویٰ نویسی کی زندگی کے چند واقعات

مفتی کا کام ہے قویٰ دینا اور تحقیق واقعہ کے بعد فیصلہ کرنا قاضی کا کام ہے لیکن چونکہ آجکل قویٰ کو عام طور پر فیصلہ سمجھا جاتا ہے اور بہت سے لوگ اندراہ فریب غلط سوال بنا کر اپنے مطلب کے موافق قویٰ لینے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے میں حتی الامکان واقعہ کی تحقیق بھی کر لیا کرتا تھا۔

ضلع گونڈہ قصبہ اترولہ کے علاقہ سے ایک شخص آیا اور اس نے بیان دیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہے مگر مجھے نہیں معلوم کہ میں نے ایسا کیا ہے اس لئے کہ میں غصہ میں ہوش و ہوا اس کھو بیٹھا تھا تو اس صورت میں میری بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟ ہم نے کہا قسم کے بغیر تمہارا ایسا حیرت انگیز بیان کہ تم نے طلاق دی اور تمہیں خبر ہی نہیں ہم ہرگز نہیں تسلیم کر سکتے اس لئے کہ ہم بہت سے مکالمہ دیکھ چکے ہیں۔ اس نے بڑی بیباکی سے کہا ایک نہیں سات قرآن شریف اپنے سر پر رکھ کر بھی ہم قسم کھا سکتے ہیں کہ تمہارا بیان صحیح ہے۔

ہم نے جان لیا کہ یہ آدمی قرآن مجید اٹھا کر جھوٹی قسم کھائے گا لیکن کسی بزرگ کے مزار پر ہاتھ رکھ کر اغلب یہ ہے کہ یہ جھوٹی قسم کھانے کی جرأت نہیں کر سکے گا ہم نے کہا شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یاد علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار پر ہاتھ رکھ کر تو قسم کے ساتھ اپنا یہ بیان دے سکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں بالکل دے سکتا ہوں۔

میں نے اس کو دھوکہ کرنے کا حکم دیا۔ دھوکے بعد اسے مزار شریف کے پاس لے جا کر پہلے باہر ہی کھڑا کیا اور کہا سوچ لو اب بھی وقت ہے اگر تم جھوٹی قسم کھائے اور کوڑھی یا اندھے ہو گے تو زندگی تمہاری تباہ ہو جائے گی۔ اس نے کہا میرا بیان صحیح ہے میں قسم کھانے کے سبب کوڑھی یا اندھا نہیں ہوں گا آپ جس طرح چاہیں مجھ سے قسم کھلا سکتے ہیں۔

اب میں اسے اندر لے گیا اور کہا کہ مزار شریف پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ میں قسم کھا کر بیان

دیتا ہوں کہ میں نے ہوش و حواس کی درستگی میں طلاق نہیں دی ہے اگر میرا یہ بیان غلط ہو تو میں کوڑھی اور اندھا ہو جاؤں۔

اب اس کے چہرہ سے گھبراہٹ ظاہر ہوئی یہاں تک کہ وہ کانپنے لگا اور مرزا شریف پر ہاتھ رکھ کر جھوٹا بیان دینے کی ہمت نہیں کر سکا دیر تک خاموش کھڑا رہا۔

میں نے کہا تجھے کیا ہو گیا اب مرزا شریف پر ہاتھ رکھ کر بیان کیوں نہیں دیتا اگر وہ چپ ہزار چپ۔ آخر جب میں اسے باہر لایا تو اس نے اقرار کر لیا کہ میں نے ہوش و حواس کی درستگی میں طلاق دی ہے۔

ضلع گوندہ کا ایک شخص جو براؤں شریف کا مرید تھا وہ ہمارے ساتھ بھی بڑا حسن اعتقاد رکھتا تھا جب کبھی میں اس کی آبادی میں جاتا تو وہ ایک خادم کی طرح میرے ساتھ رہتا اور نذرانہ وغیرہ سے ہر ممکن خدمت کرتا۔

تلسی پور کے علاقہ سے وہ ایک عورت بھگالیا اور مجھ سے کہا کہ اس کا شوہر وہابی مرتد ہے اس کا نکاح آپ میرے ساتھ پڑھ دیجئے۔ میں نے انکار کیا اس نے کہا کسی دوسرے ہی کو پڑھانے کی اجازت دیدیجئے میں نے اجازت دینے سے بھی انکار کیا اور کہا میں کیسے یقین کروں کہ اس کا شوہر وہابی مرتد ہے؟ اس نے کہا آپ آدمی بھیج کر تحقیق کر لیجئے۔

اب دو آدمی جو بظاہر پرہیزگار تھے تحقیق حال کیلئے بھیجے گئے واپس انہیں لوگوں نے بیان دیا کہ ہم دونوں نے اس کی آبادی کے بہت لوگوں سے معلوم کیا تو یہی تحقیق ہوا کہ اس کا شوہر وہابی مرتد ہے۔ مگر میں نے اب بھی نکاح کی اجازت نہ دی اور یہ کہہ کر چلا آیا کہ میں فیض الرسول کے دیگر علماء سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کر سکوں گا۔

اتفاق سے میرے وہاں سے آنے کے چند روز بعد آستانہ یار علویہ براؤں شریف کے سجادہ نشین اس آبادی میں تشریف لے گئے جس کی بیوی اغوا کی گئی تھی اسے معلوم ہوا کہ جو شخص میری بیوی کو بھگا کر لے گیا ہے اس کے پیر اس کی آبادی میں آئے ہوئے ہیں تو وہ اگر سجادہ نشین سے ملا اور اپنا معاملہ پیش کیا حضرت سجادہ نشین نے شخص مذکور کو بلا کر بہت ڈانٹا پھسکارا

اور حکم دیا کہ فوراً اس کی بیوی اس کے سپرد کر دو اور غلامہ توبہ واستغفار کرو۔

شخص مذکور نے کہا کہ یہ درباری مرتد ہے اس کے ساتھ اس عورت کا نکاح منع ہی نہیں ہوا اس نے کہا میں الحمد للہ راست و جماعت سے ہوں، درباری مرتد نہیں ہوں تمام ضروریات اہلسنت کو ماننا ہوں جس بات کے متعلق آپ چاہیں مجھ سے افراد نے کئے ہیں مگر میں اب اس عورت کو نہیں لے جاؤں گا اور پھر وہ طلاق دیکر چلا گیا۔

جہاڑی آبادی ادبھا گج کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کا ایک شخص کا پتہ ایک شادی شدہ عورت بھگا کر لایا۔ عید اچنی کے موقع پر جب ادبھا گج کے لوگوں کو معلوم ہوا تو اس کو بایکٹ کیا گیا وہ اپنی ذلت مٹانے کیلئے کانپور گیا اور بھگانی ہوئی عورت کے شوہر کو اہار کے دستخط کے ساتھ طلاق نامہ لاکر پیش کیا۔ میرے دل نے فیصلہ کیا کہ یہ طلاق نامہ فرضی ہے شخص مذکور کے بھائی جو مولوی کہے جاتے ہیں انہوں نے کہا آپ اس تحریر کو صحیح کیوں نہیں مانتے؟ ہم نے کہا جو آدمی دوسرے کی عورت بھگا سکتا ہے وہ فرضی طلاق نامہ بھی بنا سکتا ہے۔ ہم ایسے شخص کی لائی ہوئی تحریر بلا تحقیق نہیں مان سکتے۔

چند روز بعد مولانا محمد علاء الدین ادبھا گجی کانپور جانے لگے تو ہم نے ان سے طلاق نامہ کی تحقیق کیلئے کہا انہوں نے مذکورہ عورت کے شوہر سے طاقات کی اس نے بتایا کہ میں نے طلاق نامہ کھا ہے۔ کسی سے کھوایا ہے اور نہ مجھے اس کا کچھ علم ہے البتہ ایک شخص نے مجھ سے سادہ کاغذ پر یہ کہہ کر دستخط لیا ہے کہ تم کو میل میں ملازمت دلوائی جائے گی ہو سکتا ہے کہ اسی کاغذ کو طلاق نامہ بنالیا گیا ہو۔

ضلع بستی تحصیل ڈومریا گج کا ایک شخص آیا اور کمرہ میں داخل ہوتے ہی مصافحہ کے ساتھ پانچ دو پیہ نذرانہ پیش کیا ہم نے کہا آج یہ نذرانہ کیسا؟ اس نے کہا بس ایسے ہی ادل میں آیا کہ آج آپ کو نذرانہ پیش کروں۔ خیر ہم نے قبول کر لیا۔

پھر جب وہ کھانا وغیرہ سے فارغ ہوا تو ایک سوال پر بھاؤ پور ضلع بستی اور کسی پور ضلع گوڈہ کے مفتیوں کا فتویٰ دکھایا۔ سوال یہ تھا کہ حالت جنون میں ذیہ طلاق

دی تو واقع ہوئی یا نہیں ؟ جو بات کا خلاصہ یہ تھا کہ جب جنون کی حالت میں طلاق دی ہے تو نہیں واقع ہوئی کہ حالت جنون کے کسی فعل پر شرعی حکم نہیں لگتا یہاں تک کہ اس حالت کے کلمات کفر پر بھی آدمی کافر نہیں ہوتا۔

شخص مذکور نے بتایا کہ یہ معاملہ ہمارا ہی ہے دریاں میں ہم پاگل ہو گئے تھے پھر اس نے اپنے پاگل ہونے کے بارے میں گورکھپور کے ایک مشہور ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ بھی دکھلایا۔ ہم نے کہا دو جگہ کے مفتیوں کا فتویٰ تو آپ کو مل گیا پھر یہاں آنے کی تکلیف آپ نے کیوں اٹھائی ؟ کہا میری بیوی کہتی ہے کہ جب تک براؤں شریف کا فتویٰ نہیں لاؤ گے ہم نہیں مانیں گے ہم نے کہا اگر یہ بات ہے تو ہم بھی فتویٰ لکھ دیں گے۔

پھر ہم نے اس طرح لکھنا شروع کیا کہ اگر زید نے حالت جنون میں طلاق دی ہے تو نہیں واقع ہوئی اور اگر ہوش و حواس کی درستی میں دی ہے تو واقع ہو گئی۔

اس نے کہا جبکہ میں آپ کو اپنے پاگل ہونے کے بارے میں دماغ کے ایک مشہور ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ دکھا رہا ہوں تو آپ کو یوں لکھنا چاہئے کہ جب زید نے حالت جنون میں طلاق دی ہے تو نہیں واقع ہوئی۔ ہم نے کہا اس طرح وہ لوگ لکھیں گے کہ جنکو فتویٰ نویسی کا تجربہ نہیں ہے ہم ایسا ہرگز نہیں لکھ سکتے۔ یہی پاگل ہونے کے بارے میں سرٹیفکیٹ کی بات تو آپ اپنے پاگل ہونے کے متعلق ایک ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ دکھا رہے ہیں آپ جس کے بارے میں کہیں میں اس کے متعلق دس ڈاکٹروں کے سرٹیفکیٹ منگوا کر دکھلا سکتا ہوں۔

جب اس نے دیکھا کہ پانچ روپیہ نذرانہ کے نام پر رشوت دینے کے باوجود کام نہیں بنا تو اس کا تین گنا وصول کرنے کیلئے ہم سے پندرہ روپے کی کتابیں ادھار لے گیا اور بارہ بار تقاضا کے باوجود کئی برس تک نہیں دیا یہاں تک کہ اس کے بڑے نے عاجز ہو کر اپنی طرف سے ادا کیا۔

جو لوگ کہ ظاہری پرہیزگاری کے فریب میں آجاتے ہیں۔ عورتوں کو اغوا کرنے والوں کی باتوں کو مان لیتے ہیں اور ان کے لائے ہوئے طلاق نامہ وغیرہ بلا حجب و حیا تسلیم کر لیتے

ہر وہ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں اور غلو ب یاد رکھیں کہ دنیا بہت نیکار ہو گئی ہے۔
ان کی باتوں میں نہ کس جی اور کس معاملہ کی تحقیق کریں اور تحریر میں حلال و حرام، جائز و ناجائز
اور طاق کے خلاف و عدم و خلاف و دونوں دونوں کو واضح طور پر لکھیں۔

تصنیف و تالیف

درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کی مصروفیات کے باوجود
ہم نے شروع ہی سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری
رکھا ہے پہلے گورنمنٹ شولز یعنی مولانا دہلوی علیہ الرحمہ کی فتویٰ شریف کا انتخاب مع ترجمہ
و حکم شریعت لکھی۔ پھر دیگر کتابیں معارف القرآن، اوار شریعت عرف اچھی نماز، حج و زیارت
محققانہ فیصلہ، بارگ لکھ اور حدیث قرطاس، ضروری مسائل، بچوں کے لئے دینی تعلیم کا
سیرت افزا سلسلہ اور دینی تعلیم چار حصے، اوار الحدیث اور الفاہ الفقہ عرف بھی پہلیاں لکھیں
پھر اس کے بعد زیر نظر کتاب خطبات محرم مرتب کی ان تمام تصنیفات میں اوار الحدیث اور
الفاہ الفقہ سب سے زیادہ اہم سمجھی جاتی ہیں۔

اور ہندوستان میں چونکہ اردو داں طبقہ روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے اسی لئے دوسروں
لے اسی مذہبی کتابیں بہت پہلے ہندی میں چھپوا کر پورے ملک میں پھیلا دیں جس سے اسلام
دعوت کو زبردست نقصان پہنچ رہا ہے کہ ان کی کتابیں پڑھ کر لوگ گمراہ ہوتے جا رہے ہیں
مگر ہماری جماعت کے لوگوں نے اس طرف توجہ نہ کی۔

خدا نے تعالیٰ کا شکر ہے اس نے ہم کو توفیق عطا فرمائی کہ اہلسنت و جماعت میں سب سے
پہلے ہم نے ۱۲۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں اوار شریعت عرف اچھی نماز کو ہندی میں چھپوایا جو
بے انتہا مقبول ہوئی اس کے بعد لوگوں کی توجہ اس طرف ہوئی اور بہادر شریعت حصہ اول و غیرہ
بہت سی کتابیں ہندی میں چھپ کر منظر عام پر آ گئیں اور ہم نے اوار شریعت کے بعد محققانہ فیصلہ پھر
اوار الحدیث کو بھی ہندی میں کر دیا جس سے اہلسنت و جماعت کے ہندی داں طبقہ کو بہت فائدہ
پہنچ رہا ہے۔ **والحمد للہ علی ذلک۔**

دوسروں کی نسبت ہماری جماعت میں تصنیف و تالیف کا کام بہت کم ہو رہا ہے۔

اس نے کہ جو لوگ اس کام کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ اگر شروع میں کچھ کام کرتے بھی ہیں تو بعد میں اسے چھوڑ کر وظیفہ پیری مریدی اور تعویذ نویسی میں لگ جاتے ہیں مگر میں نے دین کی تقویت اور اسلام و سنت کی تبلیغ کیلئے کتابوں کی تصنیف اور اس کی نشر و اشاعت کو سب سے زیادہ اہم سمجھا اس لئے کہ کتابیں ہر صوبہ اور ہر شہر کے مسلمانوں کو آسانی سے پہنچ جائیں گی جن سے وہ اپنے ایمان و عمل کو سنواریں گے اور پیری مریدی سے چاہے ہم کچھ دنیا دار ہو جائیں لیکن مرید لوگ ہمیں ولی ضرور بنادیں گے جس سے عرس بھی ہوگا مگر اس سے ہم کو اور ہماری اولاد کو فائدہ پہنچے گا اور تصنیف و تالیف سے پوری قوم مستفید ہو سکے گی۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان دین کی اشاعت اور بد مذہبیت کی روک تھام کیلئے دن رات قلم چلاتے رہے آج بھی وہ ہایت اور دیوبندیت ہر طرح سے مضبوط ہو رہی ہے اور پڑھا لکھا طبقہ ان سے متاثر ہوتا چلا جا رہا ہے اس لئے ہر سنی عالم دین پر لازم ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے مطابق بد مذہبیت کی روک تھام کیلئے قلم چلائے اور صرف پیری مریدی کو اس کیلئے کافی نہ سمجھے کہ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں بھی پیروں کی کمی نہیں تھی مگر سنت کا بول بالا ان کے قلم چلانے ہی سے ہوا۔

ہم نے مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے مقامات مقدسہ پر یہ دعا کی الہ العالمین ہم کو اور ہماری اولاد کو خلوص کے ساتھ دین مبین کی بیش از بیش خدمت کی توفیق رفیق عطا فرما اور آج بھی مبارک موقعوں پر یہ دعا کرتے رہتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمارے حق میں یہ دعا قبول فرمائی کہ ہم خدمت دین ہی کے جذبہ سے کتابیں لکھتے اور اس کی نشر و اشاعت کرتے ہیں اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حصولِ ذرہ کیلئے ایسا کر رہے ہیں وہ بدگمانی کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہیں اگر مقصد روپیہ کمانا ہوتا تو ہماری تصنیف کردہ کتابوں کا یہ مزاج نہ ہوتا کہ بد مذہب اسے ہاتھ نہیں لگاتا ہے۔

در غلطی سے اگر خسرید لیتا ہے تو پڑھنے کے بعد افسوس کرتا ہے اور کبھی فحش لہجوں سے بھرا ہوا خط بھی لکھتا ہے۔

کتاب خانہ امجدیہ

کتابوں کے اندر یہ مذہب کی اشاعت بہت آگے ہوئی ہے اسی کے مدد پر اپنی بد مذہبی پھیلائے کیلئے تقریباً ہر شہر میں کتب خانہ قائم کئے ہوئے ہیں اور اس کے مدد پر ہر گھر میں اپنی کتابیں پھیل کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں مگر بہت دھماکت کے باوجود لوگوں کی توجہ اس طرف نہیں اسی لئے پورے ملک میں بیویں کا کوئی ایسا کتب خانہ نہیں جو قابل ذکر ہو۔ چند مقامات پر چھوٹے چھوٹے کتب خانے ہیں جو اپنی اساطیر کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ بھنگی میں بھنگی بازار جیسی مین جگہ اور دہلی میں جال مسجد کا دیرپا سنی کتب خانوں سے خالی ہے جس سے سنت کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے مگر سنیوں کی آنکھیں نہیں کھلتی اور انھیں نظر نہیں آتا۔

بھنگی کے ایک رضوی عالم جو بہت سے تاجروں کو بطور مصداق بتا رہی بڑی بڑی قصص دیتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ بھنگی بازار جہاں ہزاروں مسلمان روزانہ گزرتے ہیں کیسے آتے ہیں وہاں بہت دھماکت کا کوئی کتب خانہ نہیں ہے جس کی اشد ضرورت ہے۔ سنی مسلمان مترجم قرآن مجید لے کر چلا رہا ہے اور یہ مذہب اپنے لوگوں کا ترجمہ اسے پڑھا رہا ہے بلکہ بعض لوگ جو اعلیٰ حضرت کا ترجمہ صراحتاً طلب کرتے ہیں مگر پڑھ رہے ہوئے نہیں ہوتے ہیں تو انھیں بھی اپنے مولوی کا ترجمہ دیدیتے ہیں اس لئے بھنگی بازار میں آپ ایک کتب خانہ قائم کر دیجئے۔

میری ان باتوں نے ان کے اوپر ایسا اثر کیا جیسے کسی زخمی شیر کو چھیڑ دیا جائے انکے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور وہ غصہ سے بھرے ہوئے بولنے لگے کہ اس زمانہ میں جب کہ ہزار بہت وقعت رکھتا تھا انہی باتوں سے میں نے فلاں مولوی کو ستر ہزار روپیہ پر سیس اور کتب خانہ قائم کرنے کیلئے دیا اتنا روپیہ کتنی پریشانیوں سے اٹھا ہوا وہ میں ہی جانتا ہوں مگر قوم کا پیسہ بیکروہ کھا گئے اور کچھ نہ کیا۔

میں نے کہا میں آپ سے کچھ مانگتا نہیں ہوں بلکہ مذہب کی اشاعت اور سنت کو نقصان پہنچنے سے بچانے کیلئے چاہتا ہوں کہ آپ خود بھنگی بازار میں ایک سنی کتب خانہ قائم کریں مگر آج تک انھوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

اور بھی ہم نے کئی لوگوں سے کتب خانہ قائم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ ہر طرح کا رد کار کرتے ہیں کتب خانہ کیوں نہیں چلاتے کہ اس سے دین کا کام بھی ہوگا اور آپ کی ضروریات کیلئے روپیہ ملتا بھی رہے گا اور آپ خدمت دین کی نیت سے ایسا کریں گے تو تو اب بھی ملے گا مگر دنیا دار تو دنیا دار کسی دیندار کی سمجھ میں بھی نہیں آیا۔

ہندوستان کے ایک مشہور مقرر جن کی تقریریں اکثر بمبئی میں ہوتی رہتی ہیں اور کثیر جمع ہوتا ہے ہم نے ان سے کہا کہ بھڑی بازار بمبئی میں ایک سنی کتب خانہ قائم کروانے کے لئے ہم نے بہت کوشش کی مگر بکریاں نہیں ہوئے انھوں نے کہا اگر ہم کہہ دیں تو ہو جائے گا۔ ہم نے کہا اسی لئے تو آپ سے ذکر کیا ہے آپ کہہ دیں گے تو یقیناً وہاں ایک بڑا کتب خانہ ہو جائے گا جس کی اشد ضرورت ہے مگر یہ معلوم ان کے پیش نظر کیا مصلحت ہے کہ آج تک انھوں نے اس سلسلے میں ہونٹ ہلانا گوارا نہ کیا۔

ہندوستان کے بہت سے شہروں میں اور خود بمبئی میں ایسے ایسے بڑے بڑے ادارے ہیں جو لاکھوں روپیہ بنکوں میں رکھنے کو بہت بڑی کامیابی سمجھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ فلاں کی صدارت و نظامت کے زمانہ میں صرف اتنا بینک بلینس رہا اور ہمارے وقت میں اتنا زیادہ ہو گیا۔

یعنی اسلام کے نام پر روپیہ وصول کرنے کے بعد بینک کو نفع پہنچایا جاتا ہے اور اسلام کی باتوں کو عام کرنے کیلئے مسلمانوں کا پیسہ استعمال نہیں کیا جاتا ان کے ایمان و عمل کو سنوارنے کیلئے کام میں لایا جاتا ہے۔ البتہ بعض مدرسہ والے آمدنی کیلئے مارکیٹ اور ہوٹل وغیرہ بنواتے ہیں برس و کتب خانہ نہیں قائم کرتے یہی وجہ ہے کہ بد مذہبوں کی اہم کتابیں ہندوستان کے ہندو مذہبوں میں شائع ہو رہی ہیں اور اہلسنت و جماعت کی بہار شریعت جیسی اہم کتاب ابھی تک صرف اردو میں بھی صحیح نہیں مل پادری تھی۔ خدائے تعالیٰ قادری بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی شریف کا بھلا کرے کہ اس کی کوششوں سے اب صحیح بہار شریعت اردو میں ملے گی۔

بد مذہب مولویوں کے پاس پیسہ ہوتا ہے تو وہ پریس و کتب خانہ قائم کر کے اپنا مذہب پھیلاتا ہے اور سنی مولوی جب خوش حال ہوتا ہے اور اس کے پاس رقم پسماندہ ہوتی ہے تو وہ سمجھانے کے باوجود اس طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ بینک میں جمع کر کے اس کو فائدہ پہنچاتا ہے کسی دوسری چیز کی دکانداری کرتا ہے بس اور کسی چلو اٹا ہے یا سڑی اور مچھلی پالتا ہے اور اس طرح کے کاموں میں ترقی کر جانے کو اپنے لئے بہت بڑی کامیابی سمجھتا ہے۔ حالانکہ عالم کی کامیابی حقیقت میں یہ ہے کہ وہ دین کے کاموں میں ترقی کرے اس لئے کہ گائے کا دودھ دیکھا جاتا ہے اس کی چال نہیں دیکھی جاتی۔ گائے کی چال کتنی ہی اچھی ہو مگر دودھ نہ دے تو بیکار ہے اور گھوڑی کی چال دیکھی جاتی ہے نہ کہ اس کا دودھ مطلب یہ ہے کہ جو چیز جس کام کیلئے ہوتی ہے اسی میں ترقی کی کامیابی ہوتی ہے تو عالم دین جو دینی کاموں کیلئے ہوا کرتا ہے اس کی بجائے دنیوی کاموں میں ترقی کرے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی گائے دودھ کے بجائے اچھی چال والی ہو۔

خدا نے تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اگر ہم کو کچھ پیسہ عطا فرمایا تو اپنے دین کی تقویت اور اس کی نشر و اشاعت کیلئے ہمیں کتب خانہ مجدیہ قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی جو اپنی بساط کے مطابق دین کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے کہ ملک اور بیرون ملک کے بیشمار لوگ اس کی شائع کردہ کتابوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اپنے ایمان و عمل کو سنوار رہے ہیں۔

احمد رب العزت سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل ہیں ہماری اس دینی خدمت کو بھی قبول فرمائے۔

قرآن مجید کے ابتدائے نزول سے آج تک اس کی کتابت و طباعت کی صحت کا ہر عہد میں بہت

ایک اور اہم خدمت دین

اہتمام کیا گیا ہے اور اس کو غلط چھپنے سے بچانے کیلئے ہمیشہ ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ لیکن اس زمانہ کے چند دنیا دار ناشرین زیادہ سے زیادہ نفع خودی کیلئے نہایت غیر ذمہ داری و لاپرواہی سے کثیر غلطیوں کے ساتھ قرآن مجید چھاپ کر شائع کر رہے تھے اور ملک و بیرون

تک جان تک قرآن مجید سے لایا جا رہا تھا ہر جگہ شمار ملا و حلال و حرام نہ مگر کسی نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی

اور یہ سب بات ہے کہ غلطیاں ترجمہ و تفسیر ہی کے متن میں پائی گئیں غالباً اس لئے کہ اہلسنت و جماعت کو ہندوستان میں اس ترجمہ والا قرآن مجید نہیں مل پاتا تھا اور پوری قوم اس کے لئے بہت پسند تھی تو ناشرین نے سوچا کہ چاہے جیسے جیسو ادیا جائے گا سنی عوام و خواص سب نے پس لے اور تھوڑے ہی قریب میں زیادہ نفع حاصل ہو جائے گا۔

سب سے پہلے ایک کتب خانہ کے مطبوعہ قرآن مجید کے متن میں ہیں پچاس غلطیاں ملیں۔ پھر اسی کتب خانہ کے چھپوائے ہوئے دوسرے نسخہ میں ۱۳۵ غلطیاں ظاہر ہوئیں۔ اس کے بعد دوسری کسی کے مطبوعہ قرآن میں ۳۰ غلطیاں پائی گئیں پھر تیسرے بکٹرو کے چھپوائے ہوئے میں ۵۹ غلطیاں ملیں اس کے بعد چوتھے کتب خانہ کے مطبوعہ میں ۵۰ غلطیاں ظاہر ہوئیں پھر پانچویں کسی کے شائع کردہ قرآن میں ۳۴ غلطیاں پائی گئیں اور پھر میری تصحیح کے باوجود اسکے دوسرے ایڈیشن کے نسخہ میں ۲۳ غلطیاں ملیں اس کے بعد چھٹے ادارہ کے مطبوعہ میں ۶۸ غلطیاں ظاہر ہوئیں میں نے تصحیح تفصیل کے ساتھ ماہنامہ پاسبان الہ آباد، ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف اور ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف کے مختلف شماروں میں شائع کی گئی۔ ساتھ ہی ہم نے ثبوت کے ساتھ یہ بھی اعلان کیا کہ ترجمہ و تفسیر صدر الافاضل کے ساتھ قرآن مجید کے مضامین کی جو فہرست شائع کی جا رہی ہے وہ کھلا ہوا فریب ہے ناشرین کو ایسی فہرست کے ساتھ قرآن مجید چھپوانے سے منع کیا جائے اور نہ مائیں تو ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ لیکن آج تک ہمارے اس اعلان پر کسی نے کوئی دھیان نہیں دیا اور کتب خانہ والے برابر اسی جھوٹی فہرست کو شائع کر رہے ہیں جو مفید ہونے کی بجائے مینوں کیسے بے انتہا مضر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے، غیر اشرف مہمان گئے اور ان کے علاوہ دیگر مختلف قبہ مسائل کے متعلق فہرست میں جو آیات ہمارے کہیں گئی ہیں مخالفین کے سامنے جب سنی عوام ان کو پیش کریں گے اور قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر میں فہرست کے مطابق ان کا ذکر نہیں پائیں گے تو اس کے بعد حوائج کا حال ہوگا وہ

ظاہر ہے کہ سنی علماء سے وہ بدظن ہو جائیں گے ان کو فریب کار و مکار ٹھہرائیں گے اور مخالفین آسانی کے ساتھ ان کو اپنی جماعت میں شامل کر لیں گے۔

یہ غلطی سب سے پہلے بریلی شریف کی قرآن کپنی کی ہے جیسا کہ اس کے ایک ذمہ دار نمبر نے مجھ سے خود بیان کیا کہ ہم لوگوں نے مزید افادیت کیلئے قرآن مجید کے ساتھ اس کے مضامین کی ہر کتاب بھی شائع کی ہے اور دوسرا ثبوت یہ ہے کہ تفسیر مدد الافاضل کے ساتھ ہر کتاب ہونے کا اعلان سب سے پہلے اسی کپنی نے کیا۔ دیکھئے ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف شمارہ نومبر ۱۹۶۲ء۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ وہ تفسیر نور العرفان کی ہر کتاب ہے جو تفسیر خزان العرفان کی ساتھ ضم کر دی گئی ہے اس لئے مضامین اس کے مطابق نہیں۔

میں نے کتب خانہ اشاعت الاسلام دہلی پر ہر کتاب کی فریب کاری دکھانے کے بعد بہت دباؤ ڈالا کہ وہ قرآن مجید بلا ہر کتاب چھاپے۔ اس نے ایک الٹا سی ایس ایس کے دنیادار کتب فروشوں نے سنی عوام کو بے وقوف بنانے کیلئے پھر اس کتب خانہ کو اسی ہر کتاب کے ساتھ قرآن مجید چھپوانے پر مجبور کر دیا۔

طباعت قرآن مجید کے اغلاط کی تصحیح مصالحوں میں چھپوانے کے سبب اکثر ناشرین سے ہمارے تعلقات خراب ہو گئے اسی لئے ہم نے اس مضمون کے شروع میں ان کو دنیادار لکھا اس لئے کہ اگر وہ دیندار ہوتے اور قرآن کی غلط طباعت کے سبب انھیں کچھ بھی اپنی مابقت کے خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا تو شکر گزار ہونے کی بجائے ہم سے بدراض نہ ہوتے بلکہ وہ خود ہماری تصحیح کو کثیر الاشاعت ماہناموں میں بار بار شائع کرتے یہاں تک کہ جتنے لوگوں کے پاس ان کے شائع کردہ نسخے ہیں وہ سب آگاہ ہو جاتے اور قرآن کی غلط خوانی سے پرہیز جاتے مگر انھوں نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ ان کو اپنی نفع خودی میں کمی کا اندیشہ تھا۔

اس تصحیح کا ہمیں دنیوی صلہ یہ دیا گیا کہ جب کتب خانہ اشاعت الاسلام دہلی نے ہماری تصحیح کے مطابق قرآن مجید چھپوایا تو ساتھ ہی اس نے یہ اعلان بھی شائع کیا کہ مفتی جلال الدین احمد مجددی کی تصحیح کے مطابق اسے طبع کروایا گیا ہے۔

دنیوی صلہ

مگر پھر بھی اس میں املا کی بعض غلطیاں رہ گئی تھیں جس پر لندن سے ایک صاحب نے مجاہدہ کرتے ہوئے گستاخوں سے بھرا ہوا خط لکھا کہ جب آپ کی نگرانی میں قرآن مجید طبع ہوا تو یہ غلطیاں کیسے رہ گئیں؟ حالانکہ میری نگرانی میں نہیں چھپا تھا بلکہ جو غلطیاں ہمیں نظر آئیں صرف انکی تصحیح ہم نے ماہناموں میں شائع کر دی تھی۔

اور کتب خانہ اشاعت الاسلام کے اسی اعلان پر کشمیر کے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ تفسیر خزان العرفان کے ساتھ جو فہرست شائع کی جا رہی ہے وہ ہم نے مرتب کی ہے جس سے سنت کو نقصان پہنچ رہا ہے تو ایک گستاخ نے بلا تحقیق بدتمیزیوں سے بھرا ہوا خط لکھا حالانکہ ہم خود اس فہرست کے غلط ہونے کا اعلان ماہناموں میں کر چکے تھے۔

اور ہندوستان کے ایک مشہور مفتی نے کہا کہ آپ بلاوجہ ناشرین قرآن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہ ساری غلطیاں تو اسی نسخہ میں پائی جاتی ہیں جو حضرت صدر الافاضل نے چھپوایا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب حضرت صدر الافاضل کے شائع کردہ نسخہ میں یہ ساری غلطیاں پائی جا رہی ہیں تو اس کی تصحیح نہ کی جائے بلکہ قیامت تک اسے باقی رہنے دیا جائے۔
بدین عقل و دانش بیاید گریست

اور فقہ حنفی کی عظیم کتاب بہار الشریعت میں گمراہ کن تحریف کی مذہوم حرکت کی گئی کہ اس کے مثبت مسائل کو منفی اور منفی کو مثبت بنا کر چھپایا گیا لیکن اس کے متعلق کسی نے قلم نہیں اٹھایا اور نہ کچھ لکھا۔ ہم نے چند غلطیاں بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے اس کے خلاف مضامین لکھے جو ماہنامہ پاسان الہ آباد شمارہ مارچ ۱۹۷۹ء اور ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف شمارہ اپریل ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئے اگر ایسا نہ کیا ہوتا تو کچھ دنوں بعد مخالفین اس کے مصنف فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علامہ حکیم ابو العلاء محمد امجد علی صاحب قیلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات پر کچھڑا اچھالتے اور انھیں بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کرتے۔ خداوند قدوس اس خدمت کو بھی قبول فرمائے اور ہمیں اجر بزرگ و جزائے جلیل عطا فرمائے۔ آمین۔

عام حالات

حَقُّ گُوئی وِیبا کی

آئینِ جواں مسرداں حق گُوئی وِیبا کی
اشد کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

علمائے دین کا حق گوا اور بے باک ہونا ضروری ہے، ان پر لازم ہے کہ باطل سے منکر ہوں اور بلا خوف و مہ لائم حق کو بیان کریں۔ جس کے اندر یہ جوہر نہیں ہے وہ حقیقت میں وارثِ انبیاء کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

الحمد للہ ہم نے بڑی بڑی طاقت رکھنے والوں، بڑے بڑے پیروں اور بڑے بڑے دولت مندوں کی پروا کئے بغیر بہت سے موقعوں پر حق گُوئی کی ہے جن میں سے چند اہم واقعات یہ ہیں۔

دہریوں کے مقابلہ میں حق گُوئی
بخدمۂ تعالیٰ ہمارا وطن اور جماعت و ہابیوں، دیوبندیوں اور افسیوں وغیرہ سے پاک

ہے لیکن کچھ لوگ کیونترم سے متاثر ہو کر دہریہ ہو گئے۔ اشد در رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ان کی شان میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کیں۔ اور یہ وہ لوگ تھے کہ جنکے باپ پہلے زمیندار تھے اور ہماری ہر پاتھیل کے سب سے بڑے حکیم اور ڈاکٹر تھے اس لئے وہ لوگ روپے پیسے سے بہت مضبوط تھے اور باپ کی سابقہ زمینداری و موجودہ ڈاکٹری کے سبب پورے علاقہ میں بڑا اثر رکھتے تھے۔

جب ان گستاخیوں کی آواز ہماری کانوں میں آئی تو اگرچہ ہماری علمی و مالی پوزیشن اس

زمانہ میں کمزور تھی اور ہمارے مخلصین بھی بہت کم تھے مگر ہم ان کے خلاف حکم کھدا تقریباً کئی شروع کر دیئے اور ہر جمعہ ہر محل میلاد اور خرم شریف کی ہر مجلس میں بلا پران کا ذکر کرنے لگے۔

ایک بار دہریوں کے بڑے باپ آئے انھوں نے کہا ہمارے گھر والے تو بہت خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارا اظہار بھتیجہ کہتا ہے کہ قرآن پر مانا ہو گیا اب وہ عمل کے قابل نہیں رہ گیا۔
(معاذ اللہ رب العالمین)

قرآن مجید کی حقانیت بیان کرنے کیلئے انھوں نے میلاد شریف کی محل کا انعقاد کیا ہم نے اس میں حاضر ہو کر قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے اور ہمیشہ کیلئے اس کے مشعل ہدایت ہونے پر عقلی و نقلی دلائل کے انبار لگا دیئے اور دہریوں کے دروازہ ہی پر ان کا بہت سخت زد کیا۔

ہماری تقریروں کے جواب میں انھوں نے اور ان کے گھروالوں نے مولویوں کی برائی کرتی شروع کی کہ فلاں مولوی نے یہ غلط کام کیا اور فلاں مولوی نے یہ برائی کی۔ آبادی کے لوگوں نے ان کو یہ جواب دیا کہ مگر ہمارے یہاں کے مولانا صاحب میں تو اس قسم کا کوئی عیب نہیں ہے کسی جگہ کے کسی مولوی نے اگر کوئی برائی کی ہوگی تو اس کا ذمہ دار وہی ہوگا۔

جب اس طرح ان کو کامیابی نظر نہ آئی تو انھوں نے دھمکی دینی شروع کی کہ ہم تحائف دار سے کہہ کر پریشان کر دیں گے اور طرح طرح کے مقدموں میں پھنسا کر حالت خراب کر دیں گے۔ ہم نے کہا اگر وہ ایسا کریں گے تو ہم ہر جمعہ کو ایک ایک مسلم آبادی میں جا کر ان کے خلاف تقریریں کریں گے اور ان کے تمام عیوب بیان کر کے کشت اندام کریں گے اور اس طرح ہم ان کو ذلیل کریں گے کہ علاقہ میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔

ضلع بستی چھاؤنی کے رئیس جناب ریاست علی خاں صاحب مرحوم (خدائے تعالیٰ انکی قبر پر رحمتوں کے پھول برسائے) وہ شیعہ الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مخصوص سرپرست تھے اور میرے مخلصین میں سے تھے میں نے ان سے دہریوں کی دھمکی کا ذکر کیا کہ وہ لوگ مجھے مقدمات میں پریشان کرنے کو کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا آپ ان سے دبے گا نہیں اگر ضرورت پڑے گی تو ہم چھاؤنی سے لیکر بستی تک روپے بچھا دیں گے۔ مگر دہریوں کو ایسا کرنے کی

رات نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ ادھیان گنج سے منتقل ہو کر دوسرے مقامات پہنچے گئے اور دہریہ کا
قصر بالکل ختم ہو گیا۔

مادرا خاندان جو ادھیان گنج میں سب سے زیادہ پھیلا ہوا ہے اور طرح طرح کے لوگوں پر
منتقل ہے دہریہ بھی اسی خاندان کے افراد ہیں مگر ساری قربات اور تمام رشتوں پر اسلام کا
رشتہ بالا ہے جب وہ مسلمان نہیں رہ گئے اور دہریہ ہو کر مرتد ہو گئے جو کافروں کی بدترین قسم ہے
تو ہم نے تقریباً ۲۵ برس سے کل ان کا بایسکاٹ کر رکھا ہے۔ نہ ان کی شادی وغیرہ میں ہمارے گھر
کا کوئی فرد شریک ہوتا ہے اور نہ ہم اپنے گھر کی کسی تقریب میں ان کو مدعو کرتے ہیں۔

اپنے عزیز وہ ہیں جنہیں وہ عزیز ہیں

ہم کو ہیں وہ پسند جنہیں آئیں وہ پسند۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مگر افسوس کہ ادھیان گنج کے بعض مولوی ان دہریوں سے شیر و شکر کی طرح ملتے ہیں اور ان کی
شادی وغیرہ میں شریک ہو کر ہمارے گھر پر پانی پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا نے خود جل
انہیں حکم شریعت کے مطابق دہریوں سے دور رہنے کی توفیق رفیع بخشے۔ آمین۔

ادھیان گنج کے ڈاکٹر ضمیر احسن مرحوم جو پرانے زمانے کے زرخندار تھے یونانی، ایوپیٹک
ہومیوپیٹک اور آیور ویدک وغیرہ ہر طرح سے لوگوں کا علاج کرتے تھے جن کی ڈاکٹری اور طبابت
کی پورے علاقہ میں دھوم مچی ہوئی تھی اور قرب و جوار کے بڑے بڑے برہمن اور بھٹا کر حاضر ہو کر انکو
سلام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بعض اہم عقائد اسلامی کی تضحیک کی اور مذاق اڑایا تو اگرچہ وہ
ہمارے خاندانی چچا تھے اور بڑے اثرات رکھتے تھے مگر اس بنیاد پر ہم نے ان کا بایسکاٹ کر دیا۔
شادی وغیرہ کے موقع پر وہ برابر ہمارے گھر دعوت دیتے اور بھائی وغیرہ بھواتے لیکن ہم انکی دعوت
کو رد کر دیتے اور بھائی کو واپس کر دیتے۔

اسی طرح تقریباً دس سال تک وہ اپنی ساری تقریبات میں بلاتے رہے اور انکا جانے سے
انکار کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تو ہمیں انکا یاد کرنے کے لوگوں نے ہم
سے کہا وہ آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ ہم نے کہا یاد کرنے دودھ مرجائیں گے مگر ہم انکے قریب

برجائیں گے۔

جب ان کی وصیت سے زیادہ خراب ہوئی تو لوگوں نے کہا وہ آپ کا ذکر بہت کرتے ہیں اور آپ سے متاثر رہتے ہیں مگر ان سے معذوری میں نے کہا میں ان سے مل سکتا ہوں۔

بشریکہ وہ تو یہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ ایک شخص ان کے گھر گیا اور آکر بتایا کہ وہ تو یہ کرنے کیلئے تیار ہیں میں فوراً ان کے پاس گیا انھوں نے خوشی تو بہ اور تجدید ایمان کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنی اولاد کو تاکید کر دیجئے کہ وہ اسلام کے خلاف کچھ نہ بولیں اور عقیدہ صحیح رکھیں کہ بدعلی تو کسی حد تک برداشت کی جاسکتی ہے مگر بدعتی اور نصیرہ برداشت کی جاسکتی تو انھوں نے میری موجودگی ہی میں اپنے بزرگوں کو اسی عقائد پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔

ان کے گھر کے سنی لوگوں کو ان کا تو یہ اور تجدید ایمان برا معلوم ہوا جس کے خلاف ان سے کچھ کہہ سوا نہ رہا مگر انھوں نے کچھ نہ کہا اور اپنے نو بہیر قائم رہے یہاں تک کہ اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد رمضان شریف کے برابر کھیند میں انتقال کر گئے۔

خدا نے عزوجل انھیں اپنی مغفرت سے نوازے اور قیامت کے دن سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن کرم کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

بہشتی میں حق گوئی | ایک سال ماہ حرم میں بہشتی دالوں کی دعوت پر میں قریش نگر کر لا میں دعوت کا رہا تھا۔ دوران تقریر مجھے خبر دی گئی کہ

فوجداریہ کا انتقال ہو گیا۔ شخص مذکور بستی ضلع کا رہنے والا تھا میرا بڑا مخلص تھا اور عہدہ کیسٹن قریش نگر کولا کے ایک خاص ممبر کو چاہتا تھا۔ جنازہ غسل و کفن کے بعد کولا محلہ کی ایک مسجد میں رکھا گیا اور مجھے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے بلایا گیا جب مجھ سے مسجد کی طرف مڑنے کے لئے کہا گیا تو میں نے کہا ادھر کہاں؟ لوگوں نے کہا جنازہ اسی مسجد میں پڑھنا ہے۔ ہم نے کہا جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہم وہاں نہیں پڑھ سکتے جنازہ باہر لائے لوگوں نے کہا بہشتی میں سب بولا نا مسجد میں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں اس لئے کہ شہر میں مسجد کے

باہر جنازہ پڑھانے کے لئے جگہ نہیں ہے۔

ہم نے کہا ہاں بھئی میں جلسہ وقوفی کے لئے جگہ ہے یہاں تک کہ سیما سرکس اور قیصر کے اہود لعب کیلئے بھی جگہ ہے مگر نماز جنازہ کے لئے جگہ نہیں ہے۔ ہم مسجد میں نہیں پڑھا سکتے جو لوگ پڑھاتے ہیں وہ ناجائز کہتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ، سید العطاء حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب قبلہ اور محبوب العطاء حضرت مولانا مفتی محبوب علی خاں صاحب قبلہ (علیہم الرحمۃ والرضوان) مسجد میں نماز جنازہ پڑھاتے رہے اور آپ ناجائز کہتے ہیں ہم نے کہا آپ لوگ بڑی بڑی شخصیتوں کا نام لے کر ہم کو دبانے کی کوشش مت کیجئے ہم کہاں تحقیق کرنے جائیں کہ یہ حضرت پڑھاتے تھے یا نہیں۔ آپ لوگ دو باتوں میں سے ایک بات کیجئے یا تو مجھ سے فقہ کی معتبر کتابوں میں ناجائز درجہ لیجئے اور یا تو آپ لوگ جائز دکھا دیجئے باقی ہم کوئی تیسری بات سننے کے لئے تیار نہیں۔

کچھ لوگ ضلع بستی کے ایک بہت بڑے سیٹھ کو لائے جو دارالعلوم فیض الرسول کو بطور امداد ہر سال بڑی رقم دیا کرتے تھے کہ شاید ان کے دباؤ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھا دیں۔ انہوں نے کہا کہ چلئے پڑھا دیجئے۔ بھئی میں سب پڑھاتے ہیں۔ ہم نے کہا جس بھئی میں پٹے ہاؤس کے سونا پور (قبرستان) کو دوکان بنالیا گیا اور مسلمان مردوں کے سنوں پر روزانہ گھن گرایا جاتا ہے مگر کسی مسلمان کے کان پر جو نہیں دیتی آپ اس بھئی کا نام لیتے ہیں اور ہم کتاب کی بات کرتے ہیں۔ میرے اس جواب پر وہ خاموشی کے ساتھ چلے گئے اور ہماری حق گوئی سے وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کے بعد جب بھی پٹے پہلے سے زیادہ عزت کے ساتھ پیش آئے۔

غرض کہ ہم کسی طرح نماز جنازہ مسجد میں پڑھانے کے لئے تیار نہ ہوئے اور برابر کہتے رہے کہ میں جانے دیجئے آپ لوگ کسی اور سے پڑھوا لیجئے۔ مگر ہماری اس بات کے جواب میں فوجدار مرحوم کا بھتیجہ ہی کہتا رہا کہ ہم کسی اور سے نہیں پڑھوائیں گے چا صاحب آکر بہت ماننے سے اس لئے ان کی نماز جنازہ آپ ہی کو پڑھانی ہے اور جب ہم کہتے جنازہ مسجد کے

باہر نکالے تو وہ دوڑ کر مسجد میں جانا مگر جنازہ نکالنے میں کامیاب نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ مسجد کے مصلیان یہ کہتے ہیں کہ اگر نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھی گئی تو نہ ہم جنازہ کی نماز پڑھیں گے اور نہ مٹی دیں گے اور وہ لوگ ایسا اس لئے کہہ رہے تھے کہ ان کے امام صاحب ۳۲ سال سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھ رہے تھے آج جنازہ مسجد میں آکر بغیر نماز ہوئے اس کے نکل جانے میں امام صاحب کی توہین ہو رہی تھی۔

جب مرحوم کے بھتیجہ نے دیکھا کہ دونوں طرف سے بہت سختی پیدا ہو گئی ہے تو اس نے لوگوں سے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا کہ پنجو صاحبو! ہم تو جاہل آدمی ہیں کچھ جانتے نہیں البتہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمارے چچا صاحب حضرت مفتی صاحب قبلہ کو بہت مانتے تھے اگر وہ برکات شریف میں ہوتے تو ہم اس موقع پر ان کو بلانے نہیں جاتے اور جبکہ وہ یہاں موجود ہیں اگر وہ جنازہ نہیں پڑھائیں گے تو چچا مرحوم کو تکلیف ہوگی۔ اس بات پر مصلیان مسجد نرم پڑ گئے اور جنازہ مسجد کے باہر نکالا گیا تو ہم نے نماز پڑھائی۔

ایک بڑے بابا | بمبئی وہ شہر ہے کہ جس کی ہر گلی میں دادا اور بابا پائے جاتے ہیں۔ انہی میں سے ایک بابا ایسے ہیں جن کو بمبئی کے بعض لوگ بڑا بابا مانتے ہیں جنازہ میں وہ بھی شریک تھے۔ نماز جنازہ مسجد میں جائز اور ناجائز ہونے کی بات جب ہو رہی تھی تو اس وقت وہ کچھ نہیں بولے لیکن صبح سویرے ہماری مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہم پر فتنہ انگیزی کا الزام لگایا اور ہمارے خلاف فتویٰ لینے کی کوشش کی مگر جب علمائے اہل سنت نے بھرپور ہماری تائید فرمائی اور یہ ان سے مایوس ہوئے تو پھر قریش نگر کراچی محرم کیٹی کے ذریعہ ہم کو اسٹیج سے ہٹانے کی کوشش کی اور جب اس میں بھی کامیاب نہ ہوئے تو فوراً دار مرحوم کے نتیجہ کی مجلس میں ہمیں فتنہ انگیز کہہ کر اپنے مخلصین کے سامنے سخت برہمی ظاہر کی یعنی جو حکم شرع کے خلاف کر رہے ہیں وہ صلح پسند ہیں اور ہم نے شریعت کے حکم پر عمل کیا تو ہم فتنہ انگیز اور قابل ملامت ہو گئے۔

خلاصہ یہ کہ نام نہاد بابا نے حکم شرع کی مخالفت کی اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی

علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ سچے مجذوب کی پہچان یہ ہے کہ وہ شریعت مطہرہ کا مقابلہ نہیں کرے گا (اللفوظ حصہ دوم ص ۱۸) اور جب مجذوب کی پہچان ہے تو غیر مجذوب ولی کی بدرجہ اولیٰ ہی پہچان ہے کہ وہ کسی حکم شرع کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

بڑے بابا قلب بمبئی میں رہتے ہیں دائرہ ڈالٹھی روز منڈاتے ہیں اور دوسروں کو منڈانے کا حکم بھی دیتے ہیں۔ شیخ الادب علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک خاص مرید جو بابا کے معقودین میں سے ہیں انھوں نے بیان کیا کہ ایک ڈاکٹر جو حضور مفتی اعظم ہند قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید ہیں انھوں نے بابا کے اشارہ پر دائرہ ڈالٹھی منڈالی اور برابر منڈا رہے ہیں۔ مجھ سے بھی بابا نے کہا کہ دائرہ ڈالٹھی منڈالو۔ تو میں نے جواب دیا کہ آپ اپنے ہاتھ سے استرہ اٹھا کر منڈانے والے کو دیکھئے اور حکم کیجئے کہ وہ میری دائرہ ڈالٹھی منڈائے تو میں اس صورت میں دائرہ ڈالٹھی منڈالوں گا۔ تم کلام۔

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار دائرہ ڈالٹھی بڑھانے کا حکم فرمایا اسی نے کوئی محبت والا دائرہ ڈالٹھی منڈانا گوارا نہیں کرتا کہ جب استاذ اور ماں باپ کے حکم پر عمل نہ کرنے سے ان کو تکلیف ہوتی ہے تو محبوب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہ کرنے سے ان کو بھی یقیناً تکلیف ہوگی۔

اسی لئے فقہاء کرام نے دائرہ ڈالٹھی منڈانے کو حرام قرار دیا۔ درخت الخار مع شامی جلد پنجم ص ۲۶۱ میں ہے۔ یحرم علی الرجل قطع لحیتہ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ دائرہ ڈالٹھی منڈانا حرام ہے (فتاویٰ رضویہ ص ۱۶۵ ج ۴) اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ دائرہ ڈالٹھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے (بہار شریعت ص ۱۶۳ ج ۱۶)

مگر شخص مذکور جو علانیہ فعل حرام کا ارتکاب کرتا ہے اور دوسروں کو حرام پر عمل کرنے کا حکم بھی دیتا ہے اس کو نذرانہ وصول کرنے والے مولوی اور تجارت کے لئے روپیہ پانے والے سیٹھوں نے بیسی کا قطب مشہور کر رکھا ہے حالانکہ ارشاد خداوی ہے اِنَّ اَوَّلَیَآءِکَ اِلَکَ

الْمُتَّقُونَ یعنی اللہ کے ولی صرف متقی لوگ ہیں (پ ۹ ع ۱۸) اور فعل حرام کا مرتکب متقی نہیں ہو سکتا تو ایسا شخص اللہ کا ولی بھی نہیں ہو سکتا۔

یہاں تک کہ شعیب الاولیاء قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی ہو ایسا اللہ تبارک و تعالیٰ کا دوست ہو اور بزرگی کا دعویٰ نہ کرتا ہو مگر شریعت کا پابند نہ ہو تو میں اسے کچھ نہیں سمجھتا۔ بلکہ یہاں تک فرماتے تھے کہ میرے نزدیک وہ استیحا کے ڈھیلے کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا۔ مگر ان کے بعض مریدین بھی اپنے پیر کی باتوں کو پس پشت ڈال کر اس فاسق معین کو بہت بڑا ولی قرار دیتے ہیں اور دلیل میں یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان بابا کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

لیکن ہمیں اس بیان کا صحیح ہونا تسلیم نہیں اس لئے کہ بہت سے لوگ جب کوئی غلط کام کرتے ہیں تو اعتراض کرنے والوں کا منہ بند کرنے کے لئے جھوٹا بیان دیدیتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے ایسا کیا ہے۔

ماہ رمضان ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء زمانہ طالب علمی میں ہم ناگ بھیڑ ضلع چاندہ (بہار اشتر) میں ترموٹ پڑھانے کے لئے گئے جو ناگپور سے ساٹھ میل یعنی ۹۶ کلومیٹر پر واقع ہے پھر درمیان سال کسی تعطیل کے موقع پر ہم اپنے ایک ساتھی کو لے کر بطور تفریح ناگ بھیڑ گئے مغرب کی نماز پڑھانے کے لئے ہم نے اسی کو کھڑا کیا اس نے قصر پڑھائی یعنی شرعی ساغر ہونے کے سبب مغرب کی نماز تین رکعت کی بجائے دو ہی رکعت پڑھائی جب شور ہوا کہ مغرب کی نماز میں قصر نہیں ہے تو اس نے کہا بہار شریعت کے مصنف حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ میں بہت دہا ہوں انھوں نے ہمیشہ سفر میں مغرب کی نماز دو ہی رکعت پڑھائی ہے اس جواب کو سنکر سب لوگ خاموش ہو گئے۔

ایک مولانا جو ضلع گونڈہ کے رہنے والے ہیں اور ایک بڑے مدرسہ کے صدر مدرس بھی ہیں وہ ایک غلطی میں مبتلا تھے بستی کمر لاغفور خاں اسٹیٹ کی غوثیہ مسجد میں جب لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تو انھوں نے کہا کہ سید العلماء حضرت مولانا آل مصطفیٰ صاحب قبلہ اس کو جائز

قرار دیتے ہیں۔ اس زمانہ میں حضرت سید العلاء قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان باجرات تھے میں نے فوراً انکی قیام گاہ مسجد کھڑک پر جا کر ان سے ملاقات کی اور پوچھا کہ حضرت فلاں چیز کو جائز قرار دیتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا۔ معاذ اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھلا میں اسی چیز کو جائز قرار دے سکتا ہوں۔

یہاں بھی ایسا ہی معاملہ ہے کہ اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے کے لئے لوگ باجہدین قبلہ کا نام لیتے ہیں اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ انھوں نے اس فاسق ملعون کی تعظیم کی ہے جس سے اس کا بزرگ ہونا ثابت ہوتا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو رہا ان کا عمل مگر اس کے بارے میں انکا قول کیا ہے؟ اس لئے کہ قول کے مقابلہ میں عمل مرجوح ہوتا ہے جیسا کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے۔ اور اگر اس کے متعلق حضرت کا کوئی قول نہیں ہے تو جو شریعت کا قول ہے وہی ان کا بھی قول ماننا پڑے گا۔ اس لئے کہ شریعت کے خلاف وہ قول کر ہی نہیں سکتے۔

اور شریعت کا فرمان یہ ہے کہ ایسے شخص کی تعظیم نہیں کی جائے گی بلکہ برائی بیان کی جائے گی تاکہ لوگ اس کے قریب سے بچیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

أَتَرْغَبُونَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ مَسْنًى
يَعْرِفُهُ النَّاسُ. أَذْكَرُ الْفَاجِرَ
بِمَا فِيهِ يَخْذُمُكَ النَّاسُ.
کیا فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو۔
لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی برائیاں
بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۵۱)

اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان رد المحتار سے نقل فرماتے ہیں۔ اما الفاسق فقد عللوا کبر اہلہ تقدیمہ فانہ لا یمیتہ لا یمیتہ وہاں فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۳)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بابا طبقہ ملائیتہ کے بزرگ ہیں یعنی دائرہ ہی اس لئے مندرجات ہیں تاکہ لوگ ان کی ملامت کریں اور ان کو برا سمجھیں۔

طبقہ ملائیتہ

ہم کہتے ہیں کہ ملامت کی تین قسمیں ہیں جیسا کہ شیخ المشائخ سلطان العارفين حضرت داماد
بحق علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ایک یہ کہ وہ سیدھا چلے۔ دوسرے یہ کہ وہ قصہ
کرے۔ تیسرے یہ کہ وہ ترک کرے۔

پہلی قسم کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کام کرتا ہے اور اور دنیہ میں کامل احتیاط برتتا ہے
اور معاملات میں مراعات سے کام لیتا ہے غرض کہ اس پر ملامت کرتی ہے کیونکہ یہ لوگوں کی عام
عادت ہے مگر وہ شخص کسی کی پروا نہیں کرتا۔

دوسرے یہ کہ کوئی شخص لوگوں میں صاحب عزت و شرف ہونے کے ساتھ ان میں مشہور
بھی ہو اور اس کا دل عزت کی طرف مائل بھی ہو اس کے باوجود وہ یہ چاہے کہ ان سے جدا ہو کر
یاد الہی میں مغموم ہو جائے اور قصداً ایسی راہ اختیار کرے جس سے مخلوق اس پر ملامت کرے اور
ایسے عمل سے شریعت میں بھی خلل نہ واقع ہو مگر لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں اور اس سے
متنفذ ہو کر جدا ہو جائیں۔

اور تیسری قسم یہ ہے کہ دل میں تو کفر و منکرات سے طبعی نفرت بھری ہو بظاہر شریعت کی
متابعت نہ کرے اور خیال کرے کہ ملائقی طریقہ پر ایسا کرتا ہوں اور یہ ملامت کا طریقہ اس کی عادت
بن جائے اس کے باوجود وہ دین میں مضبوط اور راست رہے۔ لیکن ظاہر طور پر بغرض ملامت نفاق
و دیا کے طور و طریق پر دین کی خلاف ورزی کرے اور مخلوق کی ملامت سے بے خوف ہو وہ ہر حال
میں اپنے کام سے کام لے گا خواہ لوگ اسے جس نام سے چاہیں پکادیں۔ (کشف المحجوب اردو ص ۹۴)
حضرت داماد کے ان جملوں کو پھر پڑھئے کہ قصداً ایسی راہ اختیار کرے جس سے مخلوق اس
پر ملامت کرے اور ایسے عمل سے شریعت میں بھی خلل نہ واقع ہو۔ بظاہر شریعت کی
متابعت نہ کرے۔ ظاہر طور پر بغرض ملامت نفاق و دیا کے طور و طریق پر دین کی
خلاف ورزی کرے۔

یعنی لہجۃ ملائقہ کا بزرگ قصداً ایسی راہ اختیار کرتا ہے کہ جس سے مخلوق اس پر ملامت کرے
مگر اس کے عمل سے شریعت میں خلل نہیں واقع ہوتا۔ بظاہر شریعت کی متابعت نہیں کرتا صرف

لوگوں کے دیکھنے میں دین کی خلاف ورزی کرتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا عمل شریعت کے خلاف نہیں ہوتا۔

حضرت بایزید بسطامی مشہور بزرگ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ والرضوان

رمضان شریف کے مہینہ میں سفر کر رہے تھے۔ جب

ایک شہر کے قریب پہنچے تو وہاں بڑا شہرہ ہوا کہ حضرت بایزید تشریف لارہے ہیں۔ شہر کے بہت سے لوگ استقبال کے لئے نکل پڑے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے شہر میں لائے حضرت نے جب لوگوں کی خاطر و مدارات کو ملاحظہ فرمایا تو ان کا دل بھی مشغول ہو گیا اور وہ یاد الہی سے باز نہ رہنے کے سبب پریشان خاطر ہو گئے۔ جب بازار میں آئے تو روٹی نکال کر وہیں کھانے لگے۔ یہ دیکھ کر سب لوگ ان سے برگشتہ ہو گئے اور انھیں تنہا چھوڑ کر چلے گئے کہ یہ کیسے بزرگ ہو سکتے ہیں جو روزہ بھی نہیں رکھتے۔ (کشف المحجوب اردو ص ۹۶)

مگر چونکہ حضرت مسافر تھے اور مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اس لئے آپ کا روٹی کھانا حقیقت میں شریعت کے خلاف نہیں تھا صرف ظاہر میں خلاف تھا جس کے سبب لوگ آپ سے برگشتہ ہو گئے اور آپ کا جو مقصد تھا پورا ہو گیا۔

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ والرضوان اس واقعہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ملامت کی روش اختیار کرنے کے لئے کوئی غلط کام کرنے کی ضرورت ہوتی تھی اور ایسی بات ظاہر کرنی پڑتی تھی جو عوام کے منشا و مزاج کے خلاف ہو۔ لیکن آج اگر کوئی چاہے کہ اسے ملامت کی جائے تو دو رکعت نفل شروع کر کے اسے خوب طول دیدے یا پورے دین کی مکمل پیروی شروع کر دے تاکہ تمام لوگ اسے دیکھ لیں اور متافق کہنے لگیں۔

اور تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص ترک کے طریقہ پر ملامت اختیار کرے اور کوئی کام خلاف شریعت کر کے یہ کہے کہ یہ عمل میں نے حصول ملامت کے لئے کیا ہے تو یہ کھلی ملامت و گمراہی ہے اور ظاہری آفت و سچی ہوا پرستی ہے۔

(کشف المحجوب اردو ص ۹۶)

خلاصہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہوا کہ طبقہ طائیفہ کا دعویدار اگر کوئی کام خلاف شریعت کرے اور یہ کہے کہ میں نے یہ کام حصول طاعت کے لئے کیا ہے تو یہ کھلی ہوئی منکرات و گمراہی اور سچی نفس پرستی ہے البتہ ان میں سے بعض بزرگ ظاہر میں کچھ عمل شریعت کے خلاف کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ خلاف نہیں ہوتا۔ اور حضرت داتا گنج بخش ایسے بزرگ ہیں کہ جب آپ لاہور میں مسجد تعمیر کروا رہے تھے تو لوگوں نے کہا اس کا قلعہ غلط ہے مگر آپ خاموش رہے۔ پھر جب مسجد مکمل ہو گئی تو آپ نے لوگوں کو بلایا اور خود نماز پڑھائی اس کے بعد فرمایا دیکھو کعبہ کس طرف ہے تو لاہوری کی زمین سے سب کو کعبہ نظر آگیا۔ (حدائق الغنیۃ ص ۱۹۸)

یعنی حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان وہ بزرگ ہیں کہ لاہور سے کعبہ شریف کو دیکھ رہے تھے اور جب ضرورت پڑی تو دوسروں کو بھی دکھا دیا۔ تو ہمیں ایسے بزرگ کا فرمان کافی ہے کہ طبقہ طائیفہ کا کوئی بزرگ حقیقت میں خلاف شریعت کام نہیں کرتا صرف ظاہر میں خلاف نظر آتا ہے۔

حضرت مخدوم سمنانی ہندوستان کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھو چھوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ ایک گروہ طائیفہ بزرگوں کا ہے جو فرائض اور واجبات و سنن تو بجائے خود اہم ہیں مگر وہ مستحبات بلکہ نوافل تک کی پابندی بید ضروری جانتے ہیں اور ان کو بھی کبھی قصا نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود وہ اپنی عبادتوں کو اس طرح چھپاتے ہیں جیسے بُرا آدمی اپنی بدکرداری کو۔ ان کی کوشش رہتی ہے کہ ان کے حسن عمل سے کوئی بھی باخبر نہ ہونے پائے۔ (محبوب برداری ص ۱۷۱)

اس سلسلے میں حضرت مخدوم صاحب نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں سبز واد عمار ہاتھا راستہ میں مجھے ایک نہایت حسین باغ ملا وسط میں شاندار خیمہ نصب تھا جس میں ایک خوبصورت نوجوان اور حسین عورت پہلو پہلو بیٹھے تھے۔ سامنے گلابی (شراب کی صراحی) رکھی تھی اور حسینہ جام بکف اس نوجوان سے خوش مذاق کر رہی تھی میں نے جب ان کو دیکھا تو بیک نظر خیال ہوا کہ

یہ لوگ نفس کے غلام بن کر کس طرح اپنے کو تباہ کر رہے ہیں لیکن جب میری اور ان کی نگاہیں چار ہوئیں تو ان کا حال روشن ہوا کہ وہ عورت ان کی منکوحہ بیوی ہے اور صراحتی میں شراب کی بجائے شربت ہے اور خود بدولت ملامتی گروہ کے بلند مرتبہ بزرگ ہیں۔ (محبوب یزدانی ص ۱)

حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے فرمان سے بھی اچھی طرح واضح ہو گیا کہ طبقہ ملامتیہ کا بزرگ فرائض و واجبات تو بڑی چیزیں ہیں وہ سن و مستحبات بلکہ نوافل کا بھی سخت پابند ہوتا ہے البتہ اپنی عبادت کو چھپاتا ہے اور کبھی ظاہر میں اس کا فعل اگرچہ شریعت کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ تتبع شریعت ہوتا ہے۔

آج ایک دارطہمی منڈانے والے کو گروہ ملامتیہ کا بزرگ تسلیم کیا جا رہا ہے اور اس کی بزرگی کا ڈھنڈورہ پٹیا جا رہا ہے تو وہ دن دور نہیں جبکہ بے نمازی یہاں تک کہ طواف کے کوٹھوں پر گھومنے والا بھی طبقہ ملامتیہ کے بزرگ ہونے کا دعویٰ کرے گا اور کہے گا کہ میں بھی اللہ کے دیوں میں سے ایک ولی ہوں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

خطرناک غلطی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر غلط طریقہ کی ابتدا بہت معمولی ہوتی ہے مگر ایک نسل سے دوسری نسل اور دوسری سے تیسری تک پہنچتے پہنچتے وہی چھوٹی سی ابتدا ایک خطرناک غلطی بن جاتی ہے۔

سرچشمہ شاید گرفتار بہ میل

چوں پر شد شاید گزشتن بہ بیل

یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے مگر بڑے بڑے حق گوئی کا دعویٰ رکھنے والے کسی مصلحت سے خاموش ہیں صرف ملاقات نہ کرنے اور سلام نہ کہلوانے کو کافی سمجھتے ہیں، اس کے خلاف نہ کچھ بولتے ہیں اور نہ کچھ لکھتے ہیں بلکہ اس کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے۔

إِذَا ظَهَرَتِ الْفِتْنَةُ أَوْ قَالَ الْبِدْعُ جب فتنے ظاہر ہوں اور ہر طرف بے دینی پھیلے
وَلَمْ يُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَعَلَيْهِ لگے اور ایسے موقع پر عالم دین اپنا علم ظاہر نہ
لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ کرے اور اپنی کسی مصلحت یا مفاد کی لاپرواہی میں

آخِرُهَا لَا يَفْقَهُ الشَّامِتُ
عَنْهَا وَلَا يَفْقَهُ لَا

(صواعق مرقومۃ المفوضۃ ج ۱ ص ۱۷۷)

اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔
إِذَا مَدَّحَ النَّاصِقُ غَضَبَ
الرَّكَّ وَالْهَائِكَةَ الْغَرَامُ

(ترجمہ: انوار الودیع ص ۴۱۹)

اور جبکہ یہ پرچار کیا جا رہا ہے کہ بڑے بڑے سنی پرہیزگار اور حق گو علماء بابا کے خلاف کچھ نہیں بولتے بلکہ ان سے خصوصی تعلقات رکھتے ہیں تو بابا یقیناً پہنچے ہوئے بزرگ ہیں اگر وہ غلط ہوتے تو ایسے ایسے علماء خاموش نہ رہتے۔۔۔ اس صورت میں شخص مذکور کے متعلق مالوں کا حکم شرع کے ظاہر نہ کرنے اور اس سے خصوصی تعلقات رکھنے کا گناہ اور بھی شدید ہو جاتا ہے۔

اور اگر بابا واقعی بزرگ ہیں تو نذرانہ وصول کرنے والے مولوی اسے شریعت کی روشنی میں واضح کریں تاکہ ہم جیسے لوگ جو غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ بھی بابا سے کچھ فائدہ حاصل کر سکیں۔

مدعا پورا کیا بابا کو ہمارے اس بیان سے چین نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ جب وہ گمراہ ملائقہ کے بزرگ ہیں جیسا کہ ان کے ہوا خواہوں کا بیان ہے تو میں نے ان کا مدعا پورا کیا اس لئے کہ اس طبقہ کے بزرگوں کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگ انکو برا بھلا کہیں اور ان کی ملامت کریں۔

اور عقیدین کو بھی ناراض نہیں ہونا چاہئے کہ میں ان کے ملاستی بابا کی عین تمنا کسی حد تک پوری کر رہا ہوں اور اپنے اس مضمون کو حضرت شیخ سعودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر پر ختم کر رہا ہوں۔

عیب جوئی اور غیبت | جب کسی کے شرعی عیب کی گرفت کی جاتی ہے اور اس کے خلاف کچھ کہا جاتا ہے تو وہ عیب جوئی اور غیبت کا

اور فاسق معلن کی برائی بیان کرنا گناہ نہیں اور جو برائی وہ علانیہ کرتا ہے اس کا ذکر کرنا غیبت نہیں۔ فقیہ اعظم ہند حضرت مہدئ الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ کریم فرماتے ہیں۔

دیوبندی گھر میں حق گوئی

کارہی تھا جو بہت بڑا دولت مند تھا اور کسی زمانہ میں وہ دیوبندی مولویوں کو اکٹھا کر کے سینور سے

منظرہ کراچکا تھا جس میں سینوں کی طرف سے مناظرہ کے ذمہ دار بانی فیض الرسول حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان تھے۔

بالے دو بولیا بازار کے حاجی رمضان علی سیٹھ کے یہاں بڑی کارشتہ کرنا چاہتا تھا یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ میں دو بولیا بازار میں تھا اور اس وقت بھی میں دیوبندیوں کے یہاں شادی کرنے سے لوگوں کو سختی کے ساتھ منع کیا کرتا تھا۔

بالے کو معلوم ہوا کہ دیوبندی ہونے کے سبب رمضان سیٹھ ہمارے یہاں رشتہ نہیں کریں گے تو اس نے اپنے کو سنی ثابت کرنے کے لئے ہمیں میلاد شریف پڑھنے کی دعوت دی میں وقت مقررہ پر مجرم جوت پہنچ گیا وہاں کے حاجی عبدالستار جو برائوں شریف کے مرید تھے انھوں نے بتایا کہ بالے سخت قسم کا دیوبندی ہے۔ ہم نے انھیں تاکید کی کہ جتنے سنی ہیں سب کو لے کر میلاد شریف میں اول وقت پہنچ جائے تاخیر ہرگز نہ کیجئے۔

ایک بڑے ہال میں میلاد شریف کا انتظام ہوا۔ حاجی عبدالستار سارے سینوں کو لے کر سب سے پہلے پہنچ گئے۔ ہم نے سامعین سے دریافت کیا کہ آپ لوگ ایمان کے بارے میں تقریر سنا چاہتے ہیں یا عمل کے؟ سارے سینوں نے بیک زبان کہا کہ ہم ایمان کے بارے میں تقریر سنا چاہتے ہیں اور دیوبندیوں نے کہا عمل کے متعلق بیان کریں۔

ہم نے سورہ عصر کو موضوع سخن بنایا۔ لفظ اَمَدُوا پر تقریر کرتے ہوئے دیوبندیوں کے کفریات بیان کئے اور ان کا سخت رد کیا پھر آخر میں دَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے متعلق بھی روشنی ڈالی اور صلاۃ و سلام پر میلاد شریف کا اختتام ہوا۔

اس واقعہ کی خبر حاجی عبدالستار نے حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان کو پہنچائی جس سے آپ بہت خوش ہوئے اور ملاقات ہونے پر بڑی عزت افزائی فرمائی یہاں تک کہ یہی حق گوئی تین چار سال بعد فیض الرسول میں آنے کا سبب بنی۔

شہزاد پور میں حق گوئی | غلع فیض آباد کی مشہور آبادی اکبر پور کے متصل شہزاد پور ہے۔ وہاں کا ایک پیر زندگی بھر مریدوں

سے اپنا سجدہ کرنا اور ہر طرف سے اس کے لئے سجدہ کر کے چلے گا کہ جس کی طرف
 ہر طرف سے چلے گا وہ سجدہ کرے گا اور اگر کسی طرف سے چلے گا وہ سجدہ کرے گا
 یہ باتیں عام طور پر مشہور ہیں لیکن وہ وقت کے لئے ہیں جو شروع الخیر اور الخیر کے
 شخص کے لئے عرس میں شریک ہونے کے لئے اور اگر کسی نے ان کے لئے سجدہ کر کے
 سجدہ کیا۔

اتفاق ہے ۱۳۹۱ھ میں مجھے بھی عرس کے تقریباً دو گرام میں شرکت کی حالت وہی
 تھی میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ غازیہ کے ایک شہر میں عالم ہیں آباد کے ایک بڑے عظیم
 اور لکھا ہے صلح کو غازیہ کے ایک مولانا بھی روایت مقرر آئے ہوئے ہیں ساتھ ہی وہاں کی ٹرانس
 کا بھی علم ہوا۔

تینوں مقرریں نے پہلے تقرریں کر لیں اور ان میں ہیں تہا انیس پر مجبور کر چلے آئے۔
 اس موقع پر جہادی حق گوئی کا سخت امتحان تھا اگر ہم نے طے کر لیا تھا کہ حق ظاہر کے بغیر نہیں
 رہیں گے چاہے جو کچھ ہو جائے بہت کریں گے نذرانہ ہیں ہمارے، اس کا جواب دینے کے لئے
 بلکہ قتل بھی کر دیں گے تو کوئی پروا نہیں کہ خدا نے تعالیٰ کے نزدیک اس سے جہاد اور جہاد
 ہو جائے گا ہم نے تعظیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موضوع حق بنایا اسی میں میں غازیہ کے
 لئے سجدہ تبعدی کا کفر ہونا اور تعظیمی سجدہ کا سخت حرام و ناجائز ہونا واضح غفلتوں میں
 بیان کیا۔

مجمع میں اکثر مریدین ہی تھے اس میں انکسار پیدا ہوا۔ میں وعظائے کرام کے قیام گاہ
 کی طرف چلا۔ میرے پیچھے بہت سے مریدین آئے اور کستانی کے ساتھ اس بات پر مجبور
 کرنے لگے کہ آپ سجدہ تعظیمی کے جائز ہونے کا اعلان کریں۔ ہم نے کہا ہرگز نہیں ہو سکتا
 جو چیز ناجائز و حرام ہے میں اس کے جائز ہونے کا اعلان نہیں کر سکتا۔ کچھ لگے پھر
 ناجائز ہونے ہی کو آپ ثابت کر دیجئے۔ ہم نے کہا کہ یہاں کتابیں لے کر ہم نہیں آئے ہیں بلکہ
 بیچ دیں گے کہ اعلان عالم نے بھی وعظ کیا تھا اگر برسوں گذر گئے انہوں نے کچھ نہیں

کہہ کر بھیجا۔ ہم نے کہا میں فلاں عالم نہیں ہوں آپ لوگوں نے ان کو دیکھا اب ہم کو بھی دیکھ لیجئے گا۔ بہر حال ان لوگوں نے گستاخوں اور دھمکیوں ہی پر اکتفا کیا آگے نہیں بڑھے اور پھر چلے گئے۔

صبح ہم کو صرف ویسی کراہی بھر کا نذرانہ دیا گیا مگر ہم اعلان حق کر دیے پیشہ ورمقروں کا طریقہ نہیں اختیار کئے اور نذرانہ پانے کی لالچ میں یا مریدین کے خوف سے کتمان حق نہیں کئے اس پر خدا کا شکر بجالائے۔

غانہ پوری اور گوندوی مولوی ختم جلسہ سے پہلے ہی یہ کہہ کر چلے گئے تھے کہ براؤں شریف کا مفتی خاموش نہیں رہے گا ان کے خلاف ضرور بولے گا جس سے فتنہ ہوگا مگر فیض آباد کے خطیب اکبر پور سے فیض آباد تک ہمارے ساتھ رہے جو بار بار کہتے رہے کہ آپ کی وجہ سے اس سال نذرانہ آدھا ہو گیا ورنہ ہر سال اتنا ملتا رہا۔

خدائے عزوجل ایسے پیشہ ورمقروں کو ہدایت نصیب فرمائے نذرانہ کی ایسی لالچ دلوں سے نکال دے اور بلا خوف اعلان حق کی توفیق رقیق بخشے۔ آمین۔

براؤں شریف پہنچ کر ہم نے فوراً حرمت سجدہ پر ۱۶ صفحات کا ایک رسالہ بنام ”سجدۃ تعظیم“ لکھا جو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے رسالہ مبارکہ ”الزبدۃ الزکیہ فی حرمت سجدۃ التیمہ“ سے ماخوذ رہا۔ پھر اسے جلد ہی چھپوا کر پانچ سو کی تعداد میں لے جا کر اکبر پور چورہے پر مفت تقسیم کر دیا اور شہزاد پور کے گدی نشین کو دھڑکی کر دیا جو آج بھی چند قاوئی کے ساتھ ضروری مسائل میں شائع ہو رہا ہے۔

تقریر اور اس کا نذرانہ | تقریر کرنے کے لئے تو ہم ملک کے طول و عرض بہار

بنگال، اڑیسہ، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش

گجرات، راجستھان، ہماچل اور یوپی کے مختلف مقامات و ریاست نیپال میں گئے مگر مقصد نذرانہ نہیں رہا بلکہ مسلمانوں کے عقیدے اور ان کے اعمال کی اصلاح مطلوب رہی اسی لئے ہم نے کبھی کسی سے نذرانہ ملے نہیں کیا بلکہ جو بھی دیا گیا ہم نے اسے خاموشی سے دکھ لیا۔

یہاں تک کہ بعض مقامات پر اتنا کم بندہ نہ دیا گیا کہ جس کا کبھی تصور نہیں کیا جاسکتا تھا اگر ہم نے پھر بھی بلا احترام قبول کیا۔

ضلع بستی بانسی کے پورب ایک موضع کھریا ہے جو براؤں شریف سے تقریباً کلومیٹر پر واقع ہے وہاں ایک حاجی صاحب کا انتقال ہوا چونکہ ان کا لڑکا اس آبادی کا بہت بڑا سیٹھ تھا اس لئے جنازہ میں کئی وہابی اور دیوبندی مولوی بھی شریک ہوئے۔ بعد دفن سیٹھ نے اعلان کیا کہ جتنے لوگ جنازہ میں شریک ہیں فلاں دن سب لوگوں کو کھانے کی دعوت ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں کو شادی بیاہ کی طرح مدعو کیا گیا۔

کھریا کے سب لوگ اپنے کو بنسی ہی کہتے تھے مگر بد مذہبوں کا ان پر پورا تسلط تھا۔ ان میں ایک صاحب سنیّت کا درد رکھتے تھے جن کو جدا شد میاں کہا جاتا تھا انھوں نے سیٹھ کو اس بات پر راہنی کر لیا کہ دعوت کے موقع پر براؤں شریف کے کسی عالم کی تقریر پر ہو جائے۔ اس کے لئے مجھے انھوں نے دعوت دی۔

یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ براؤں شریف سے بانسی جانے کے لئے بس وغیرہ کی سہولت نہیں تھی۔ ہم نے ایک طالب علم کو کرایہ کی سائیکل لانے کے لئے بانسی بھیجا وہ پندرہ کلومیٹر میل جا کر سائیکل لایا ہم اسی سے کھریا گئے۔ شادی کی طرح میت کی دعوت جو واقعی بدعت سیٹھ ہے ایسی دعوت کھانے کے لئے بات بات پر بدعت کی رٹ لگانے والے وہابی اور دیوبندی سات مولوی پہلے سے موجود تھے۔

جب میں پہنچا تو قرآن خوانی ہو رہی تھی ہم نے شیرینی منگا کر اس کے ساتھ تلاوت قرآن کا ایصال ثواب کیا تو ان میں کے دو مولوی یہ کہہ کر چلے گئے کہ براؤں کے عالم آئے ہیں اب یہاں نیاز فائز ہوگا اور تین مولوی کھانے کے بعد گئے۔ باقی بچے دو مولوی۔ انھوں نے ہمارے پاس خبر بھیجی کہ ہم بھی تقریر کریں گے اور ہم لوگوں کا بیان بعد میں ہوگا۔ ہم نے کہہ دیا آپ لوگوں کو کھانے کی دعوت تھی جب کھا چکے تو اپنے اپنے گھر چائے تقریر کے لئے تو صرف ہم بلائے گئے ہیں۔ مگر وہ نہیں گئے اور آخر میں تقریر کرنے پر رضہ رہے بڑی گفت و شنید

کے بعد ابتدا ہی میں بیان کرنے پر راضی ہوئے۔
 میلاد شریف کا پروگرام زمین پر رہا میں سامنے کی ایک چھت پر ان لوگوں کی تقریر سننے
 کے لئے چلا گیا اور ان کے خاص خاص جملے نوٹ کرتا رہا۔ دونوں نے اہلسنت و جماعت کے
 معتقدات کا سخت رد کیا اور سنی کہلانے والے سب لوگ خاموشی سے سنتے رہے ان میں کا
 ایک مولوی اپنی تقریر ختم کر کے فوراً چلا گیا اور دوسرے نے اپنے بیان کو بہت طویل کیا۔
 غالباً اس لئے تاکہ مجمع تنگ کر چلا جائے اور براؤں شریف کے عالم کی تقریر ہی نہ ہو سکے
 وہ ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں سے واپس ہو جائیں۔

عبداللہ میاں بابر بادیہ سے کہتے تھے کہ ان کی تقریر بند کر دینے اور جن کو آپ نے
 وعظ ہی کے لئے بلایا ہے اب ان کا بیان کر دینے مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ رات کے
 بارہ بج گئے مگر میری تقریر نہیں شروع ہو سکی اور مجمع اٹھتا چلا جا رہا تھا اس لئے اب بیان ہونے
 کی امید بھی نہیں رہ گئی تھی جس کے صلہ میں میری حالت عجیب و غریب ہو گئی تھی۔

آخر اس مولوی نے ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ پر اپنی تقریر ختم کی اور کمرسی چھوڑ کر بیچ کی پٹری ہوئی
 چار پائی پرنچوں کی طرح پاؤں پھیل کر بدتہذیبی سے بیٹھا میں نیچے اتر کر کمرسی پر آیا اور حدود
 صلاۃ کے بعد خلاف عادت بلند آواز سے ان دونوں کی تقریروں کا رد کرنا شروع کیا۔
 وہ درمیان میں بول پڑا اور اپنی تائید میں قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ تلاوت کی مگر غلط پڑھی
 میں نے ڈانٹ کر کہا ٹھیک سے پڑھو تم نے غلط پڑھا۔ تم مجھ کو صرف مولوی مت سمجھنا میں
 سپاہ کا حافظ بھی ہوں جتنی آیتیں تم نے تقریر میں پڑھی ہیں سب غلط پڑھی ہیں پھر سے
 پڑھو۔ مگر وہ دوبارہ پڑھ نہ سکا اور بہت ذلیل و رسوا ہوا۔ اور اس واقعہ کا وہاں کے سارے
 مسلمانوں پر بہت اچھا اثر پڑا کہ جب تک براؤں شریف کے مولانا نہیں تھے تمام آیتیں
 پڑھ کر سناتے تھے اور ان کے سامنے ایک آیت بھی صحیح نہیں پڑھ سکے۔

اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود جب ہم صبح چلنے لگے تو سیٹھ نے ہمیں ایک روپیہ

نذرانہ پیش کیا جو سائیکل کے کرایہ کو بھی کافی نہ تھا مگر ہم نے بلا اعتراض لے لیا اور پھر اس کے بعد بھی جب بلایا ہم اسلام و سنت کی خاطر برابر گئے، وہاں یوں، دیوبندیوں کے یہاں شادی بیاہ کرنے اور ان کے پیچھے عید وغیرہ کی نماز پڑھنے سے روک دیا۔ کئی لڑکوں کو تعلیم کے لئے فیض الرسول براؤں شریف میں داخلہ کروایا۔ یہاں تک الحمد للہ اب کھربا میں کئی سنی عالم ہو گئے جس سے وہاں کی سنت محفوظ ہو گئی اور ایک اچھا دینی مدرسہ بھی قائم ہو گیا جس میں قرب و جوار اور آبادی کے سارے مسلمان بچے اسلام و سنت کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

سندیلہ کا واقعہ | ضلع ہرردوی کا سندیلہ ایک مشہور قصبہ ہے۔ وہاں کے جناب

ارشاد حسین صاحب صدیقی اسلام و سنت کی خدمت کا بہت اچھا جذبہ رکھتے ہیں۔ لکھنؤ کی ایک اتفاقی ملاقات میں ان پر ظاہر ہوا کہ میں سنی عالم ہوں۔ انھوں نے کہا میں ایک جلسہ کرنا چاہتا ہوں کیا آپ میں تقریر کے لئے آسکتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ آجاؤں گا۔ انھوں نے پوچھا کہ نذرانہ کیا لیں گے؟ میں نے کہا جو بھی آپ دیں گے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مگر شاید کسی پیشہ ور مقرر سے کبھی ان کو پالا پڑا تھا۔ انھوں نے معاملہ کی صفائی کے لئے کہا کہ ہم کرایہ وغیرہ کچھ نہیں دیں گے جب آپ تشریف لائیں گے تو سو روپے پیش کریں گے۔ ہم نے کہا آپ بالکل مطمئن رہیے ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا آپ جو کچھ پیش کریں گے ہم خوشی قبول کر لیں گے۔

جلسہ میں ہمارے علاوہ اور کوئی دوسرا عالم نہیں مدعو کیا گیا۔ اسی طرح وہ سال میں تین چار جلسے کرتے ہیں جس میں صرف ایک عالم کو دعوت دیتے ہیں۔ یہ طریقہ بہت عمدہ ہے کہ تھوڑے خرچ میں جلسہ ہو جاتا ہے اور سال میں کئی بار اسلام و سنت کی تبلیغ ہو جاتی ہے۔ اے کاش! چھوٹی جگہوں کے دوسرے لوگ بھی یہی طریقہ اختیار کرتے۔

میں تاریخ معینہ پر سندیلہ پہنچ گیا اور عقائد و اعمال پر تقریر یا دو گھنٹے تقریر کی واپسی کے وقت وعدہ کے مطابق انھوں نے سو روپے پیش کئے۔ وضع تنخواہ اور براؤں شریف سے سندیلہ تک آمد و رفت کرایہ میں پوری رقم صرف ہو گئی اور ہم یہ پہلے ہی سے جانتے تھے۔

لیکن اسلام و سنت کی تبلیغ کے جذبہ سے ہم نے دعوت قبول کی تھی۔

اسی طرح انہوں نے ہمیں کئی بار دعوت دی اور ہم برابر جاتے رہے اور وہ اسی طرح نذرانے پیش کرتے رہے اور ہم خوشی قبول کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ہمارے حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے اپنے مدرسہ کے لئے جو بہت کمزور حالت میں چل رہا تھا ہم سے ایک عالم طلب کیا۔ ہم نے فیض الرسول کے ایک ہونہار فاضل کو وہاں پہنچا دیا جن کی کوششوں نے صدیقی صاحب کے حوصلہ کو اور بلند کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مدرسہ بہت ترقی کر گیا اور جب میرے ایشاد کا ان کو احساس ہوا تو مدرسہ کا پرانا نام بدل کر میری خوشی کے لئے مرشدی صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام پر اس کا نام دارالعلوم امجدیہ رکھا۔ اب محلہ کسان ٹولہ میں اس کی شاندار عمارت ہو گئی۔ کئی عالم و حافظ اور کثیر طلبہ تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں اور اسلام و سنت کی خوب اشاعت ہو رہی ہے۔

فالحمد لله على ذلك



اوجھان گنج کی غلط باتیں

۵۹

اُن کی اصلاح

ہماری جائزہ برداشتیں اوجھان گنج میں غیر سطوں کی آبادی زیادہ ہے اور مسلمانوں کے تقریباً
گھر میں۔ درائی بازار ہے جہاں ہر وقت ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ دو مسجدیں ہیں اور
ایک مدرسہ بھی ابھی حالت میں پل رہا ہے۔ بروقت پوری آبادی میں کل دس فارغ التحصیل
مولوی ہیں جہاں سب سے پہلے میں سند یافتہ عالم ہوا باقی میرے شاگرد یا شاگرد کے
شاگرد ہیں۔

اوجھان گنج کی پہلی تعلیمی حالت | اوجھان گنج میں مولوی محمد زکریا صاحب
مرحوم اپنے گھر ایک مکتب قائم کئے ہوئے

تھے اور خالصاً بوجہ اثر بڑی توجہ سے پڑھاتے تھے۔ قرآن مجید ناظرہ اور کچھ اردو کی تعلیم
دیتے تھے مگر کھانا نہیں سکھاتے تھے اس لئے کہ وہ خود کھانا نہیں جانتے تھے۔ تین بڑوں نے
ان سے قرآن مجید کا حفظ بھی کیا جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔

اردو میں نور نامہ، عہد نامہ، شان رحمت، شان قدرت اور دلہن نامہ پڑھائی جاتی تھیں
فقہ میں دیوبندیوں کی کتابیں راہ نجات اور منہاج الجنۃ داخل درس تھیں کچھ لوگ شرع محمدی
منظوم بھی پڑھ لیتے تھے۔ بعض گھروں میں میلاد شریف کی کچھ کتابیں قصص الانبیاء اور محرم کی
جاس میں پڑھنے کے لئے عناصر الشہادین اور اسی قسم کی دوسری چند کتابیں پائی جاتی تھیں
میرے عالم ہونے تک فقہ کی عظیم کتاب بہار شریعت کا ایک حصہ بھی آبادی میں داخل نہیں

ہوا تھا۔ غالباً لوگوں کو اس کا علم ہی نہیں تھا۔

قرب و جوار میں بلکہ ہریا کے پورب تحصیل میں سب سے زیادہ پڑھے لکھے اور جھانگجی کے لوگ مانے جاتے تھے۔ اسی لئے مختلف مقامات پر یہاں کے آدمی عیدین اور جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے جایا کرتے تھے مگر فقہ کی اصطلاح میں سب اچھے تھے یعنی کوئی ان میں مایہ جو نہ رہے۔ اصلاح قرآن مجید پڑھنے والا نہیں تھا یہاں تک کہ کسی کوشش، قک اور ف پھر کی تمیز نہیں تھی۔ ایسے ہی ہم کو بھی پڑھایا گیا تھا جس کی اصلاح التفات گنج کے اساتذہ نے بھی نہیں کی جب حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی درس گاہ میں داخل ہوا تو انہوں نے اس طرف توجہ دلائی۔ غلط بولنے پر بار بار تنبیہ کرتے رہے اور درستگی پر نذر دیتے رہے ایک بار پرانی عادت کے مطابق فقہاء کی بجائے میری زبان سے پھلکا نکلا تو اس قدر ناراض ہوئے کہ میں روزے لگا یہاں تک کہ قرأت سیکھ کر ہم نے صحیح کیا پھر اپنے استاد مولوی محمد زکریا صاحب کے حروف کو درست کرایا اور اب تو الحمد للہ ہماری کوششوں سے اور جھانگجی میں کئی قاری بھی ہو گئے۔

اور جھانگجی میں شادی کی رسمیں اور جھانگجی میں جب کسی کے یہاں شادی ہوتی تھی تو ایک مہینہ پہلے اس کے گھر دفائی کے

یہاں سے ڈھول آجاتی تھی اور آبادی بھر کی مسلم عورتیں جمع ہو کر ۱۲ بارہ بجے رات تک گاتی بجاتی تھیں اور بعض گھروں میں عورتیں ناچتی بھی تھیں۔ یہاں تک کہ ہمارا گھر بھی گانے بجانے سے پاک نہیں تھا۔ ہماری شادی کے وقت جب ڈھول لانے کی بات آئی تو ہم نے نہایت سختی سے منع کیا اور کہا کہ ڈھول آئے گی تو ہم اسے چاقو سے پھاڑ دیں گے بولائے گا وہی اس کا ذمہ دار ہوگا۔ پھر ڈھول نہیں آئی اور اور جھانگجی کی تاریخ میں یہ پہلی شادی ہوئی جس میں گانا بجانا نہیں ہوا پھر ہم دوسروں کو بھی سختی سے منع کرتے رہے یہاں تک کہ پوری مسلم آبادی سے یہ خبر پائی اور ہو گئی۔ صرف چند آدمی جو بیچ قسم کے ہیں ان کے یہاں رہ گئی ہے امید کہ آہستہ آہستہ ان کے گھر سے بھی ختم ہو جائے گی۔

باراتوں میں بھی طرح طرح کے باجے لے جاتے تھے اور دوسروں سے بھی منگائے جاتے

تھے یہاں تک کہ آبادی کے مسلمانوں نے انگریزی باجہ کی ایک غول بنا رکھی تھی جو اوجھا گنج میں
اور دوسری جگہوں پر پیسہ لے کر بجانے کے لئے جایا کرتی تھی۔ الحمد للہ ہماری فحاشی سے یہ خرابیاں
بھی دور ہو گئیں اور اب یہ مزاج بن گیا ہے کہ بستی کا ایک سیٹھ جو اسی علاقہ کا رہنے والا ہے وہ
نذر دستی بارات میں باجہ لانا چاہتا تھا تو ہم نے مسلمانوں کو اس کے خلاف آنا ابھارا کہ وہ مارنے
کے لئے تیار ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس کو اوجھا گنج میں باجہ لانے کی ہمت نہیں ہوئی۔

بارات والے دھن کے لئے جو کپڑا وغیرہ لاتے تھے اسے گھر کے اندر پہنچانے کے لئے باریوں
کا نائی یا دوسرا کوئی ناظم جاتا تھا۔ عورتیں پہلے سے کالک وغیرہ تیار کر کے رکھتی تھیں۔ سامان
آمادے ہی اس کو نکالنے کے لئے ٹوٹ پڑتی تھیں جس کے جواب میں بسا اوقات وہ بھی عورتوں پر
ہاتھ چلا دیا کرتا تھا۔ اعیاذ باللہ تعالیٰ۔

دولہا باریوں کے ساتھ دھن کے دروازہ پر سلام کرنے کے لئے جایا کرتا تھا جس میں دلہا
اور گھر کی عورتوں کے درمیان درختوں کی ٹہنیوں سے باقاعدہ مار ہوتی تھی اور بعض عورتیں چنا سٹر
یا کانٹے دار پھل بھی دلہا کے چہرہ پر مارتی تھیں یہ یہودہ رسمیں بھی ختم ہوئیں۔

اوجھا گنج کے لوگ پن پلائی اور بھت پکائی کے نام پر باریوں کو پانی پلانے اور ان کو
کھانا کھلانے کی مزدوری دکھا کے گھر والوں سے وصول کیا کرتے تھے ہم نے بہت غیرت دلائی اور
کہا کہ اسے بند کرو۔ اور اگر اس میں پنج کا نقصان ہے تو ہر بارات کی پن پلائی اور بھت پکائی جب
تک ہم زندہ ہیں ہم سے وصول کیا کرو۔ الحمد للہ یہ غلط طریقہ بھی ختم ہوا۔

اور اوجھا گنج کے لوگ دعوت ولیمہ جانتے ہی نہیں تھے۔ البتہ بارات کی دوا لگی سے پہلے مسلم
آبادی کے سارے مردوں کو اور خاندان کے پورے افراد کو کھانا کھلانا ضروری تھا۔ اسے پنج کا
کھانا کہا جاتا تھا۔ اور جو شخص اتنے لوگوں کو کھلانے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا اسے پنج کو جمع کر
کے معافی مانگنی پڑتی تھی۔ ہم نے شب زفاف کے بعد دعوت ولیمہ کرنے کو بتایا تو پنج کا کھانا بند
ہو گیا اور سب لوگوں کو کھلانے کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں معافی مانگنا بھی ختم ہو گیا اور
اب بفضلہ تعالیٰ اوجھا گنج میں شادی وغیرہ کی ساری تقریبات اسلامی طور و طریقہ سے ہوتے ہیں۔

اور ہماری ساری کوششیں بار آور ہو گئیں۔

بد مذہبوں سے رشتہ درہانی اور دیوبندی جو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیائے کرام و بزرگان دین

کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرتے ہیں وہ اہلسنت و جماعت کے یہاں شادی بیاہ کرنے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں اس لئے کہ اس طرح وہ اپنے رشتہ دار کے گھر بد مذہبی پھیلانے میں آسانی کے ساتھ کامیاب ہو جاتے ہیں اور وہ سنی جو اللہ و رسول اور انبیائے کرام و اولیائے عظام سے جھوٹی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں ان کی ظاہری نرمی کو دیکھ کر بد رشتہ قائم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ سانپ اوپر سے نرم ہوتا ہے لیکن اس کے اندر نہ ہر قاتل ہوتا ہے بلکہ بد مذہب سے تعلق سانپ سے زیادہ نقصان دہ ہے اس لئے کہ وہ جان لیتا ہے اور یہ ایمان پر ڈاکہ زنی کرتا ہے۔ اسی لئے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُوذُوهُمْ وَاِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ وَاِنْ لَقِيْتُمُوهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ وَلَا تَجْأِسُوهُمْ وَلَا تُنَاسِرُوهُمْ وَلَا تُوَاجِعُوهُمْ وَلَا تَنْصَلُوا عَلَيْهِمْ وَلَا تَصَلُّوْا مَعَهُمْ

اگر بد مذہب بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ بیانی نہ ہو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

(مسلم شریف بحوالہ ابوالحادیث ص ۱۰۳)

جو لوگ حقیقت میں اللہ و رسول اور انبیاء و اولیاء کو دوست رکھتے ہیں وہ ان کے دشمنوں کو دشمن ہی سمجھتے ہیں اور ان سے سخت نفرت کرتے ہیں اس لئے کہ دوست کا دشمن دشمن ہی ہوتا ہے۔ اپنے اور اپنے باپ دادا کے دشمن سے شادی بیاہ نہ کرنا اور اللہ و رسول کے دشمنوں سے رشتہ قائم نہ کرنا ایمان والا کبھی گوارا ہی نہیں کر سکتا۔

جو لوگ دنیا کمانے کے لئے مولوی گیری اور پیری مریدی کرتے ہیں اور پیسے کی فکر میں

رہتے ہیں سنت کی پروا نہیں کرتے وہ صرف ایمانی اور رسمی تقریریں کرتے ہیں مگر ایمان کے ٹکڑے جس راستہ سے سینوں کے گھروں میں گھس کر ان کے ایمان پر ٹکڑا کر ڈال دیے ہیں اور سنت کو بہت زبردست نقصان پہنچا رہے ہیں اس راستہ کو بند نہیں کرتے، بد مذہبوں سے نفرت نہیں دلاتے۔ اور نہ ان کے یہاں شادی بیاہ کرنے سے روکتے ہیں بلکہ بعض سی کھلائے والے مولوی اور میر اس میں خود ہی مبتلا ہو جاتے ہیں جسے سنی عوام سند بناتے ہیں اور ان کے یہاں رشتہ کر کے گمراہ و بد مذہب ہو جاتے ہیں۔ العاذ باللہ تعالیٰ۔

اوجھا گنج کے بعض مسلمان بھی وہابیوں اور دیوبندیوں کے یہاں شادی کر رہے تھے۔ میں نے ہوش سنبھالتے ہی ان کو منع کیا اور پھر کچھ دنوں بعد اعلان کر دیا کہ خبردار! اب کوئی ان کے یہاں رشتہ نہ کرے۔ اگر کرے گا تو اس پر سختی کی جائے گی اور ہر طرح سے اس کا اسلامی بائیکاٹ کیا جائے گا۔

اس اعلان کو عرصہ گزر گیا مگر الحمد للہ اس وقت سے اب تک اوجھا گنج کے مسلمانوں کی کوئی شادی کسی بد مذہب کے یہاں نہیں ہوئی جس سے اس آبادی کی سنت روز بروز نکرتی ہی چلی گئی۔ البتہ اب کچھ نا عاقبت اندیش جن کے لئے ہماری دعا ہے کہ انھیں دین کی سمجھ حاصل ہو وہ اپنی بیوقوفی سے اوجھا گنج میں ایک ایسے پیر کو لانا چاہتے ہیں جس نے اپنے لڑکا اور لڑکی دونوں کی شادی بد مذہب کے یہاں کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے مسلمان اس معاملہ میں اس پیر کی اتباع کر کے اپنے گھروں میں بد مذہبی کا بیج بو رہے ہیں۔ اگر اوجھا گنج کے لوگ بھی ان سے بیعت ہوئے اور اپنے پیر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بد مذہبوں سے رشتہ قائم کئے تو میری زندگی بھر کا کیا ہوا دینی مزاج یلیا میٹ ہو جائے گا اور آہستہ آہستہ اوجھا گنج سے سنت کا بخاڑہ نکل جائے گا۔

اس پیر کے بعض ہوا خواہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے رشتہ داروں کو سنی بنالیا ہے۔ تو انھوں نے اپنے ہی جیسا سنی بنایا ہے کہ جو بد مذہبوں کے یہاں شادی بیاہ کرنے پر راضی ہو گئے یا اس سے کم؟ یہ تو خدائے تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مگر یہ شہور کرنا کہ انھوں نے سنی بنالیا

ہے۔ سنت کے لئے اور زیادہ تفصیل دہ ہے اس لئے کہ پہلے ان کے مرید مولویوں کو بد مذہبوں کے یہاں رشتہ کرنے سے بآسانی روکا جاسکتا تھا اور اب تو وہ یہ کہیں گے کہ جیسے ہمارے پیر صاحب نے سنی بنایا ہے ہم بھی بنائیں گے اور پھر عوام اس مولوی کے عمل کو مستند بنا کر بد مذہبوں کے یہاں رشتہ کریں گے اور اپنے گھر کی سنت کو تباہ کر دیں گے۔ عقل مندوں نے کہا ہے جس چیز کا نتیجہ دیر میں ظاہر ہو اس سے غفلت برتنا جہالت کی نشانیوں میں سے ہے۔

ادجھان گنج کی تعزیہ داری | ادجھان گنج میں بھی مروجہ تعزیہ داری بڑی دھوم دھاک سے ہوتی تھی۔ کئی لوگ اپنے ذاتی خرچ سے تنہا تعزیہ بناتے

تھے اور دونوں مسجدوں کے دروازوں پر بھی محلہ والوں کے پنجاتی تعزیہ رکھے جاتے تھے۔ جن میں ہمارے والد قبلہ مرحوم کے علاوہ سب مسلمان چندہ دیا کرتے تھے۔ تعزیوں کو امام صاحب کا روضہ کہا جاتا تھا لہذا ان میں کوئی آپ کے روضہ مبارکہ کی نقل نہیں ہوتا تھا بلکہ غیر سلسلوں کی مندروں کی طرح ہوا کرتا تھا۔

تعزیوں کو ایک ماہ پہلے سے بنانا شروع کرتے تھے اور راجہ کے ساتھ نہایت ہی شان سے چوک پر لے جاتے تھے۔ دسویں رات کو باجا گا جا اور مردوں عورتوں کے مخلوط مجمع کے ساتھ بازار میں گشت کراتے تھے پھر محرم کو تعزیہ اٹھنے پر بہت بڑا میلہ ہو جاتا تھا۔ دوسرے موافعات کے بھی تعزیے آتے تھے اور ہر بڑا آدمی یہ چاہتا تھا کہ ہمارا تعزیہ سورج کے مقابل ہو تاکہ اس میں چمک زیادہ ہو اور اس کے لئے ایام جاہلیت جیسے جھگڑے کرتے تھے یہاں تک دسویں محرم کو جب دفن کرنے کے لئے تعزیہ اٹھاتا تو بعض عورتیں چوک پر بانی ڈال کر اس کی گیلی مٹی اپنے ماتھے پر لگاتی تھیں اور پھر ہاتھوں کی چوڑیاں توڑ کر دیر تک بیٹھ کے روتی رہتی تھیں۔

ان خرافات کو دیکھ کر بھلا میں کب خاموش رہ سکتا تھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ اس طرح کی تعزیہ داری ناجائز حرام اور بدعت سیئہ ہے۔ جن لوگوں کو تعزیہ کے معاملے میں اس قدر غلو تھا بھلا وہ سیرے اس بیان کو کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ سب میرے خلاف ہو گئے اور مجھ کو

وہابی کہنے لگے اور بہت سے فرضی قصے بیان ہونے لگے کہ فلاں جگہ ایک آدمی نے تعزیہ کھنا
بند کر دیا تو اس کا جوان بیٹا مر گیا اور فلاں جگہ تعزیہ نہ رکھنے پر ایسا ایسا واقعہ ہوا۔

مگر میں ان لوگوں کے خوف دلانے سے بالکل نہیں ڈرا ہر سال تعزیہ داری کے خلاف
برابر تقریریں کرتا رہا اور ان کے فرضی قصوں کا جواب یوں دیتا رہا کہ اگر تعزیہ داری بند کر دینے
پر جوان بیٹا کے مرنے اور بڑے بڑے نقصانات ہونے کا واقعہ صحیح ہوتا تو میں جبکہ اس کا
سخت مخالف ہوں اور اسے بند کرتا ہوں مجھے میرے بیٹوں کے ساتھ زمین میں زندہ دھس
جانا چاہئے حالانکہ میں ہر لحاظ سے روز بروز ترقی ہی کر رہا ہوں اور تعزیہ دار دن بدن پستی
ہی میں جا رہے ہیں بلکہ کئی ایک ان میں نرنس (منقطع النسل) ہو کر مٹ گئے اور باقی
لوگوں کی حالت روز بروز خراب ہوتی چلی جا رہی ہے۔

تعزیہ، علم اور شدہ یہاں تک کہ ڈھول کا بھی اتنا احترام تھا کہ انکو مسجدوں میں رکھا
جاتا تھا۔ ایک بار چھوٹی مسجد کے رکھے ہوئے علم و شدے میں اس کے چراغ سے نہ معلوم کیسے
آگ لگ گئی کہ جس سے مسجد بھی جل گئی کہ اس زمانہ میں وہ کپڑے (سفالہ پوش) تھے۔ مگر آگ
بجھانے کے بعد باقی علم و شدے پھر اسی مسجد میں رکھ دئے گئے۔ میں کہیں باہر تھا آنے کے
بعد جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو علم و شدے مسجد کے باہر کچھڑ میں پھینکوا دیا اور ڈھول نکلوا
کہ پیروں کی ٹھوکروں سے بہت دور کر دیا۔

اس واقعہ سے پوری آبادی کے مسلمانوں میں آگ لگ گئی مگر کوئی میرے قریب نہیں
آیا۔ البتہ امام عالی مقام کے جھنڈے کی توہین کا مجھ پر الزام لگایا گیا۔ مولانا نور محمد نے میرے
مشورہ پر بریلی شریف سے قوی منکایا۔ مفتی نے جھنڈہ پھینکوانے والے کو گنہگار ٹھہرانے کی
 بجائے ثواب پانے والا قرار دیا میں نے اس قوی پر اہلسنت کے ۵، ۷، ۹، ۱۱، ۱۳ اور مشائخ وغیرہ
سے دستخط کرے ۱۳۸۸ھ میں پوسٹر کی شکل میں شائع کر دیا۔ جس کی نقل اس کتاب میں
بھی حالات مصنف سے پہلے شامل کی جا رہی ہے۔

اور حجاج گنج میں تعزیہ داری اگرچہ اب بھی جاری ہے مگر پہلے والی باتیں اب نہیں رہ

گئیں بہت سی جہانیں دور ہو گئیں اور زور و لٹ چکا ہے۔ امید کہ آہستہ آہستہ بالکل ختم ہو جائے گا۔

خوابہ خضر کا تہوار

ادجھا گنج میں خواجہ خضر کا تہوار اس طرح ہوتا تھا کہ دفالی دروازہ پر گاتے بجاتے۔ پھر جب عورتیں گہروں کا بیٹھا دلیا پکانے کے بعد بن ستور کمر تیار ہو جاتیں تو دفالی ہر گھر سے عورتوں کو دلیا سر پر رکھوا کر گاتے بجاتے ہوئے مسجدوں کے دروازے تک پہنچاتے پھر جب پوری مسلم آبادی کا دلیا اکٹھا ہو جاتا تو نوجوان بہو بیٹیاں بے پردہ اپنے اپنے سروں پر دلیا لے ہوئے بازار سے گذرتیں۔ دفالی قدم قدم پر ٹھہرتے اور خوب گاتے بجاتے اور ہاتھ سر سے اوپر اٹھا اٹھا کر عورتیں دفالی کو پیسہ دیتیں جبکہ پردہ ہی کے لئے نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت کان تک بھی ہاتھ اٹھانے سے ان کو منع کیا گیا ہے۔

یہ ساری بے حیائیاں پچ بازار میں ہوتی تھیں اور غیر مسلم دور و درو یہ کھڑے ہو کر تماشا دیکھتے تھے مگر مسلم ذمہ داران جو ساتھ میں ہوتے تھے عورتوں کی یہ حالت دیکھ کر اتنا بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ میلہ بازار کی بجائے باہری راستہ سے ندی تک جائے۔ ہمارے والد صاحب قبلہ مرحوم صرف اتنا کرتے تھے کہ اپنے گھر کی عورتوں کو نہیں جانے دیتے تھے اس لئے ہمارے گھر یہ تہوار بھی نہیں ہوتا تھا۔ البتہ کسی وہ اور اکثر مولوی محمد زکریا صاحب مرحوم سال میں ایک بار اسی تہوار کے روز دلیا کے قریب شہید بابا کے مزار کے نام پر شیرینی کے لئے پھندہ کرتے اور عصر کی نماز پڑھ کر میلہ کے بعد دریا پر جاتے۔ مگر وہاں سب کو مزار کا ہونا تسلیم نہیں تھا۔

جب میں نے ہوش سنبھالا تو لوگوں کو بتایا کہ اگر واقعی وہاں مزار ہو اور ہم زیارت کے لئے نہ جائیں تو گنہگار نہیں ہوں گے کہ مزار کی زیارت ہم پر فرض و واجب نہیں۔ اور اگر مزار نہ ہو تو حدیث شریف *لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ شَرَّ اَمْسٍ بِمَا مَزَّاهَا* کے مطابق زیارت کرنے کے سبب ہم اللہ کی لعنت کے مستحق ہوں گے۔ لہذا بھلائی کی صورت زیارت نہ کرنے ہی میں ہے۔ میرے اس بیان پر اس کی زیارت ختم ہو گئی۔

قادرِ تحصیل ہونے کے بعد اپنے ابتدائی دور میں ایک سال اس تہوار کے دن میں
 غریبی پر تھا اور نماز جمعہ کے بعد میلہ نکلنے والا تھا میں نے اس کے خلاف نماز کے پہلے سخت
 تقریر کی اور لوگوں کو غیرت دلائی کہ آپ کی بیوی بیاں بے پردگی اور بے حیائی کے ساتھ بیچ
 بازار سے گزرتی ہیں مگر آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی بڑے افسوس کی بات ہے خواجہ خضر کی نیاز
 اپنے گھر دلوایئے اور اگر دریا کے کنارے دلوانا چاہیں تو مرد لے کر جائیں عورتیں ہرگز نہ
 جائیں۔

میرے اس بیان کو لوگوں نے مان لیا اور اپنے اپنے گھر جا کر عورتوں کو سختی سے منع کر دیا
 مگر پشہلانت کی رسم بیکار بند ہوتی دیکھ کر بیڑ قسم کی عورتیں بہت پریشان ہوئیں اور ہماری
 بات کو رد کرنے کے لئے بڑی کوششیں کیں لیکن الحمد للہ وہ کامیاب نہ ہوئیں اور یہ جاسوز طریقہ
 ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

ماں باپ کا کھانا

ماں باپ کے سر پہ پرا دھانچ میں ان کا کھانا شادی بیاہ کی طرح
 بڑی دھوم دھام سے کیا جاتا تھا جس میں تمام عزیز واقارب اور
 سارے رشتہ داروں کو جمع کیا جاتا تھا کچھ خاندانی فقیروں کو اور خاص طور سے برادری کو کھانا
 کھلایا جاتا تھا موت ہی کے دن سے لوگ اس کھانے کا انتظار شروع کر دیتے اگر کسی کی جانب
 سے کھانے میں تاخیر ہوتی تو وہ کہیں بولنے کا حق نہیں رکھتا تھا لوگ اسے فوراً لے دیتے کہ تو کیا
 بات کرتا ہے تیرا باپ مر گیا اور تو ابھی تک برادری کو کھانا نہیں کھلا سکا۔

اگر کوئی شخص کھانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو برادری کے دباؤ اور ان کی طعنہ زنی
 سے بچنے کے لئے مجبوراً اسے قرض لے کر کھانا کرنا پڑتا اور اگر قرض لے کر بھی کوئی آدمی کھانے
 کی طاقت نہیں رکھتا تو مسلمانوں کی بھری پجارت میں کھڑے ہو کر وہ پختہ سے معافی مانگتا جس پر
 یہ کہا جاتا کہ معافی نہیں ملے گی لوگوں کے یہاں تم نے کسایا ہے تو تمہیں بھی سب کو کھانا بنا کر بٹکا
 جب بہت دیر تک ہاتھ جوڑ کر وہ پختہ سے عاجزی مانتی کرتا اور اپنی بیویاں بیان کرتا تو باطل
 ناخواستہ اسے معاف کر دیا جاتا مگر وہ پوری آبادی میں نہایت ذلیل و رسوا ہو جاتا۔

چونکہ اس طرح میت کے گھر والوں سے کھانا وصول کرنا حرام و ناجائز ہے اس لئے میں
اسکی سخت مخالفت کی مگر طغہ زنی کے خوف سے لوگ چھوڑنے کی ہمت نہیں کر پارہے تھے۔ لیکن
جب میرے والدین کا انتقال ہوا تو میں نے کھانا نہیں کیا بلکہ ایصالِ ثواب کے لئے بڑی سجد
میں الیکٹرک لگوائی۔ اس طرح لوگوں کو برادری کے ظلم سے نجات مل گئی۔ اس نے اپنا حق ختم کر دیا
معافی مانگنے کا سوال نہیں رہ گیا خود اختیاری ہو گیا اور نہ کھانے کی صورت میں طغہ زنی کرنے
اور عیب نکالنے کی بات بالکل ختم ہو گئی۔

اب اوجھا گنج کے لوگ اکثر یہ کھانا نہیں کرتے اور جو کرتے ہیں وہ زیادہ فخر اور نام و
نمود کے لئے کرتے ہیں اس لئے کہ اگر ثواب مقصود ہوتا تو جس میں زیادہ ثواب ہے وہ کا کرتے
پیٹ بھروں کو کھانا نہ کھلاتے بلکہ کسی غریب و لاچار بیوہ کی امداد کرتے، صدقہ جاریہ میں خرچ
کرتے، تعمیر مسجد میں لگاتے یا طالب علم دین کو دیتے کہ ایک کے بدلے کم سے کم سات سو کا ثواب
ہے۔ دیکھئے قادیان رضویہ جلد چہارم ص ۵

لہذا اوجھا گنج اور گجرات و بمبئی وغیرہ کے وہ تمام لوگ جو زیادہ ثواب کا کام چھوڑ کر برادری
روپیہ کھلانے پر خرچ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم ثواب ہی کی نیت سے ایسا کرتے ہیں وہ جھوٹ
بوتے ہیں اس لئے کہ اگر ان کا مقصد صرف ثواب ہوتا تو وہ پیٹ بھروں کو کھانا نہ کھلاتے بلکہ
جس میں زیادہ ثواب ہے وہ کام کرتے۔

اوجھا گنج کی کچھ اور اصلاحیں | اس آبادی میں پہلے قربانی گوشت عام طور
پر کافروں کو بھی دیا جاتا تھا جس میں نانی

دھوبی اور چار بھی شامل ہوتے تھے اور اوجھا گنج کے پرانے زمیندار برہمن جو اب بھی آبادی میں
با اثر ہیں ان کو خاص طور سے دیا جاتا تھا اس لئے اس کے خلاف کچھ بولنا بڑا مشکل کام تھا مگر
اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھروسے پر ہم نے حکم شرع سناری دیا کہ کافروں
کو قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں۔ اس رکاوٹ سے غیر مسلموں میں بڑی کھلبلی پیدا ہوئی اور
جب ہم سے پوچھا گیا کہ آپ نے روکا ہے تو ہم نے جواب دیا کہ ہم نہیں روکتے بلکہ ہمارا مذہب

روکتا ہے اور جیسے آپ کا دھرم جتنی اجازت دیتا ہے اتنا ہی برتاؤ آپ ہمارے ساتھ کرتے ہیں
 ویسے ہی ہمارا مذہب جتنی باتیں جائز ٹھہراتا ہے اس سے زیادہ ہم آپ کے ساتھ کرنے سے مجبور
 ہیں۔ الحمد للہ اور جھانگج سے یہ ناجائز طریقہ دور ہو گیا۔

اور بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ کافروں کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری
 میں لکھا ہے تو یہ ان کی غلط فہمی ہے اس کتاب میں صرف ذمی کافروں کو دینا جائز لکھا ہے اور
 یہاں کے کافر ذمی نہیں سمجھے جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
 زمانہ مغلیہ میں تفسیرات احمدیہ ص ۳۱ پر تحریر فرمایا۔ ان ہم الاحزابی فما یعقلها الا العالمون
 اور فتاویٰ عالمگیری کی اصل عبارت یہ ہے یہب منہا ماشاء للغنی والفقیر والمسلم
 والذمی کذا فی النبیاشہ۔

جامع مسجد کے امام ہونے کی حیثیت سے قربانی کا جانور صرف ہمارے والد صاحب
 ذبح کرتے تھے اور اس کا سرو پایہ ان کا حق مانا جاتا تھا۔ چونکہ ابتدائی سے میرے اندر اصلاح
 کا جذبہ پایا جاتا تھا تو فارغ التحصیل ہونے سے بہت پہلے ہم نے اعلان کر دیا کہ بہتر ہے اپنی
 قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے آپ لوگ خود ذبح کریں اور خود نہ کر سکیں تو جس سے چاہیں
 کر واسکتے ہیں امام کا ذبح کرنا ضروری نہیں اور قربانی کا سرو پایہ ذبح کرنے والے کا حق نہیں
 آپ جسے چاہیں دے سکتے ہیں اور اپنے کام میں بھی لاسکتے ہیں۔

اس اعلان کے بعد اب قربانی کا جانور جس سے چاہتے ہیں لوگ ذبح کرواتے ہیں اور
 اس کے سرو پایہ کا حقدار ذبح کرنے والے کو نہیں ٹھہراتے۔

پوری آبادی کے مسلمان اور جھڑی اور آنتیں بلا تکلف کھاتے تھے ہم اس کے ناجائز
 ہونے کا اعلان کئے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان و دیگر علمائے
 اہلسنت کے فتوے ثبوت میں پیش کئے تو جو لوگ حکم شرع کے پیرو ہیں انہوں نے کھانا چھوڑ دیا
 اور قربانی کے جانور کی اور آنتیں زمین میں دفن کر دیتے ہیں اور کوئی بھنگی لے جانا
 چاہتا ہے تو اسے منع نہیں کرتے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ ص ۱۶ پر ہے مگر جو لوگ کہ شرع

کی بجائے اپنے باپ دادا کے بیرو میں وہ اب بھی پوشیدہ طور پر کھاتے رہتے ہیں۔
شب قدر میں عشا کی نماز کے لئے سات اذان کی جاتی تھی اور عیدین کی بھی اذان
ہوتی تھی جس میں نہیں معلوم کیا کیا الفاظ کہے جاتے تھے۔ ہم نے شب قدر کی عشا کی بھی
ایک اذان جاری کی اور عیدین کی انوکھی اذان کو بند کروا کے صرف دو بارہ اَصَلَاتُ
جَامِعَة کہنے کی اجازت دی۔

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ مبارکہ میں خطبہ کی اذان
مسجد کے باہر دروازہ ہی پر ہوا کرتی تھی جیسا کہ حدیث کی معتبر و مشہور کتاب ابوداؤد شریف
جلد اول ص ۱۶۲ پر حدیث موجود ہے۔ لیکن کچھ زمانہ کے بعد یہ اذان مسجد کے اندر منبر کے
پاس ہونے لگی۔ پھر اسے حدیث شریف کے مطابق مسجد کے باہر لانے میں جگہ جگہ فتنے و
فساد ہوئے مگر ہم نے اوجھانگ میں ایسی ترکیب اختیار کی جس سے بغیر کسی اعتراض و فساد
کے نہایت آسانی کے ساتھ یہ اذان بھی مسجد کے باہر ہونے لگی۔

آج سے ۲۵-۳۰ سال پہلے ہم نے جہاں بھی پوچھا کہ مردہ کو تنگی کہاں سے کہاں تک
دی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ ناف سے پیر تک یہاں تک کہ یہی حال برادر شریف میں بھی
تھا۔ اور جب ہم نے فقہ کی معتبر کتابوں کے حوالے سے بتایا کہ مردہ کی تنگی سر کی چوٹی سے
پیر تک ہونی چاہیے تو لوگ سن کر حیرت زدہ ہو گئے اور پھر ہم نے انوار الحدیث میں کفن کی
عام غلطیوں پر انتباہ کھا جس سے بہت لوگوں نے اصلاح کی۔

اوجھانگ میں بھی مردہ کو تنگی ناف ہی سے دی جاتی تھی اور میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں
میں رکھنے کی بجائے کافروں کی طرح سینہ پر رکھے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت
سی غلطیاں کفن و دفن کے بارے میں رائج تھیں جن کو ہم نے درست کیا۔ چھوٹے پچسہ کی
قبر میں تختہ کی جگہ پر پکا ہوا کھنڈر رکھا جاتا تھا ہم نے اسے منع کیا کہ پکی اینٹ کی طرح اس میں
بھی آگ کا اثر پایا جاتا ہے۔ اور بعد دفن قبر کے سرھانے اذان کہنا جاری کیا۔

اوجھانگ میں عام طور پر لوگوں کا وضو اور سجدہ صحیح نہیں تھا کہ دھوئے جانے والے

امضا کا کچھ حصہ دھوئے تھے اور کچھ وہ بچھا کر چھوڑ دیتے تھے اس پر پانی نہیں بہاتے تھے۔ اور سجدہ میں دونوں پاؤں کی انگلیوں سے کسی کا پیٹ زمین پر نہیں لگتا تھا جبکہ ایک انگلی کا پیٹ لگتا فرض اور دونوں پاؤں کی تین تین انگلیوں کا پیٹ لگنا واجب ہے۔ ہم نے ان خرابیوں سے لوگوں کو آگاہ کیا اور صحیح طریقے سے دھو کرنے و نماز پڑھنے کا ڈھنگ بتایا۔ اسی لئے ہمارے خط و ناظرہ کے استاد مولوی محمد زکریا مرحوم اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم آپ کے استاد نہیں ہیں بلکہ آپ ہمارے استاد ہیں کہ وضو اور نماز وغیرہ کا صحیح طریقہ ہم نے آپ ہی سے سیکھا ہے۔

ملک کے بہت سے بڑے بڑے شہر کہ جہاں سال میں کئی شاندار جلسے ہوتے ہیں اور شمارِ علماء کی تقریریں ہوتی ہیں وہاں کی عورتیں اس مسئلہ سے بے خبر تھیں کچھ ردوں کی طرح ان کو بھی بلا نذر ساری نمازیں بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ وہ ہر حال میں فرض و واجب تمام نمازیں بیٹھ ہی کر پڑھتی تھیں اور سخت گنہگار ہوتی تھیں۔ ہم نے جگہ جگہ اپنی تقریروں میں اس مسئلہ کو بیان کیا جس سے دیندار طبقہ بہت متون ہوا۔ اور پھر انوار الہدیٰ و انوار شریعت میں اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ لکھا جس سے افش کی بہت سی نیک بندیوں نے اپنی فرض نمازوں کو برباد ہونے سے بچایا۔ دیگر مقامات کی طرح اوجھا گنج میں بھی یہ خرابی پائی جاتی تھی الحمد للہ اس کی بھی درستگی ہوئی۔

اوجھا گنج کا مذہبی معیار بلند کرنے کے لئے جو کام ہم کئے ہیں ان میں سے دونوں مساجد کی پختہ تعمیر بھی ہے۔ چھوٹی مسجد علم و شدہ کی آگ سے جل جانے کے بعد ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں تعمیر ہوئی جس میں زیادہ سے زیادہ اپنی طرف سے رقم لگانے اور خالصتاً لوجہ اشرا احمد آباد اور کبئی و بیونڈی وغیرہ سے چندہ فراہم کرنے کی ذمہ داری ہم نے لی اور حساب و کتاب، طیریل کی فراہمی اور مزدوروں کی نگرانی وغیرہ کا کام ملا محمد حسین اور محمد حسین نے انجام دیا۔

بڑی مسجد جو ابھی تک کچھ ٹیل (سفال پوش) تھی وہ بھی بہت بوسیدہ ہو گئی تھی اس کو ترمیم کرنے سے چار پانچ سال قبل آبادی میں چندہ کا آغاز کیا اور ہم نے تکمیل تک ہر سال

ایک ماہ کی تنخواہ دینے کا وعدہ کیا جو الحمد للہ اب تک پورا کیا۔ بمبئی کے کچھ اہل خیر حضرات
 نے اس امداد حاصل کی اور آبادی کے لوگوں نے بھی کافی دلچسپی لی۔ چھت لگنے تک کا
 انتظام عرفان احمد اور ان کے باپ رمضان علی نے کیا۔ پھر صفائی کروانے اور خوبصورت
 بنادہ و عمدہ فرش بنوانے کا کام مولوی صلاح الدین نے انجام دیا۔ اور عزیز نگر امی حضرت
 مولانا سید محمد الفاضل ہشتی زید مجاہد سجادہ نشین آستانہ عالیہ پھیموند شریف ضلع
 اٹالہ نے تعمیر جدید کے تاریخی مادے یہ استخراج کئے۔

قَالَ إِمَامُ الْأُمَمِ مَنْ نَبَى إِلَهُ مُسْجِدِ ابْنِ اللَّهِ عَلَيْهِ بَيْتَا فِي الْجَنَّةِ

14

جامع مسجد اوجھا گنج بسعی و کوشش مفتی جلال الدین احمد صاحب انجمنی

19

4

 Δ

پہرانی رسمیں | باپ دادا سے پہرانی رسمیں جو چلی آتی ہیں جاہل عوام کو ان سے باز رکھنا اور انھیں بزرگروانا بڑا مشکل کام ہے۔ اس لئے اوجھا گنج کی بہت ساری غلط رسموں کی اصلاح میں ہمیں بڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ طرح طرح کی اذیتیں اٹھانی پڑیں اور قسم قسم کے دل خراش حملے سننے پڑے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں جب بھی اوجھا گنج میں کسی غلط بات سے منع کرتا تو بیٹھ پیچھے یہ کہا جاتا کہ نئے نئے مولوی اور نیایا مسئلہ۔ پہلے میرے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں سنتے کے بعد تیرج و تاب کھا کے رہ جاتا۔ آخر میں نے اس کا جواب تلاش کر لیا اور تقریروں میں بیان کیا کہ نئے مولوی نیایا مسئلہ۔ بیٹھ پیچھے یہ کہنا عورتوں کا کام ہے۔ اگر آپ واقعی مرد ہیں تو ٹانڈہ یہاں سے قریب ہے وہاں چلے جائیں اور جس بات کو میں ناجائز کہتا ہوں اس کو کسی مولوی سے جائز لکھوالائیں یا ہمدلی شریف سے فتویٰ متکالیں اور گھر میں بیٹھ کر عورتوں کی طرح بات کرنا چھوڑ دیں۔

میرے اس بیان کے بعد پھر اس قسم کی باتیں سننے میں نہیں آئیں۔ مگر عوام جو

پشہ پاشت سے غلیبوں میں بتلاتے انھیں ان باتوں کا چھوڑنا بہت شاق گذرا۔ اس نے ان کے دلوں میں ہماری طرف سے تکلیف پیدا ہو گئی اور مسلم آبادی کے ذمہ داران ہماری اصلاح سے اپنی توہین محسوس کئے اور پھر ہر طرح کی ترقی دیکھ کر ہمارے حسد میں مبتلا ہو گئے۔

حسد کسی کی نفرت دیکھ کر جلنا اور یہ چاہنا کہ اس کی بجائے یہ بات مجھے حاصل ہو اے حسد کہتے ہیں۔ حدیث شریف کے مطابق حسد ایسا گناہ ہے جو عاصد کی

نیکیوں کو اس طرح جلاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا
تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۱۵)

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کچھ ایسا فضل عظیم ہوا کہ دور و نزدیک کے بہت سے لوگ میرے حسد میں مبتلا ہوئے یہاں تک کہ تقویٰ و پرہیزگاری کا دعویٰ رکھنے والے بھی اس میں گرفتار ہو گئے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں لیکن ان میں اور جھانگ والوں کو سب سے زیادہ حسد ہوا۔ جن میں بدلو نام کا ایک شریف آدمی بیش پیش رہا۔ ان لوگوں نے میرے ایک بڑوسی (جس سے اس کے گھروالے بھی پریشان رہتے ہیں) ایسا دیا تو اس نے ہمیں خوب ستایا۔

اور ہمارے مکان کے بالکل متصل ایک خالی پٹری ہوئی زمین تھی جسے غیر ملکہ سمجھ کر ہم نے قبضہ کر لیا اور دیوار کھڑی کر کے اپنے گھر سے مل لیا۔ پھر جب بعد میں ظاہر ہوا کہ یہ زمین اور جھانگ کے مشہور خاندان دھاکڑ کی ہے تو ہم نے اپنا قبضہ ہٹانا چاہا ان لوگوں نے کہا یہ ہمارے کوئی خاص کام کی نہیں ہے جب دیوار کھڑی ہو گئی تو اس کو نہ گریئے ہم زمین کی مناسب قیمت لے لیں گے۔

یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ زمین کی زیادہ قدر نہیں تھی اور اور جھانگ میں پانچ سو روپیہ بیگمہ میں مزدور و زمین فروخت ہوتی تھی۔ یہ بھی مزدور و زمین کا چھوٹا ہوا حصہ تھا ہم نے کہا آپ لوگ ہزار روپیہ بیگمہ کے حساب سے پیسہ لے لیجئے گا۔ اس لئے کہ کل ایک ہی بسوہ زمین تھی۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک ہے لے لیا جائے گا۔

پھر جب ہم نے قیمت لینے کے لئے بار بار تقاضا کرنا شروع کیا تو اس خاندان

کے لوگوں نے یہ جواب دیا کہ اچھا ہو جائے گا آپ پریشان نہ ہوں۔ آخر میں ان کو ایک شخص نے یہ سجا دیا کہ زمین کی قیمت مت لو اس لئے کہ تم زیادہ بارہ سے دار ہو توڑا توڑا پیسہ پاؤ گے۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ عالم دین میں بغیر قیمت ایسے ہی بطور تندرید و ان لوگوں نے یہی کیا اور ہم نے ان کی نذر قبول کر لی لیکن لکھایا نہیں اور یہ بھول ہم سے اس بنیاد پر ہوئی کہ ان لوگوں کے مورث اعلیٰ دھاکڑ ہمارے والد صاحب اور دوسرے بڑھے لکھے لوگوں کی بڑی عزت کرتے تھے اور ان کے ساتھ بڑا حسن اعتقاد رکھتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ میں بہت گنہگار آدمی ہوں مجھے قبرستان میں راستہ پر دفن کرنا۔ مجھ کو یقین ہے کہ کوئی اللہ کا متقی پرہیزگار بندہ میرے اوپر سے کبھی گزر جائے گا تو میری تشش ہو جائے گی۔ مگر یہ عجیب اتفاق ہے کہ ان کی قبر کے نشانات ملنے سے پہلے جس راستہ پر وہ دفن کئے گئے وہ راستہ ہی بند ہو گیا۔

مجھے یقین تھا کہ بغیر قیمت زمین دیدنے کے بعد اس خاندان کا کوئی فرد اس کے بارے میں پھر کوئی بات نہیں کرے گا۔ میں نے آیت کریمہ **هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ** سے بھلائی کرنی شروع کی اور بہت دنوں تک ہمارے اور ان کے درمیان تعلقات خوشگوار رہے۔ لیکن جب ہم نے اپنا مکان پختہ بنالیا تو کچھ شریفوں کے تن بدن میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور انھوں نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرنے کے لئے دھاکڑ خاندان کو بہکا دیا تو وہ لوگ جو کہ ان میں غلط ہیں انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہماری زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ ہم نے ان سے کہا کہ جب تم اپنی کہی ہوئی بات سے پھر گئے تو اب زمین کی قیمت موجودہ بھاؤ سے لے لو مگر حاسدین نے انھیں لینے نہیں دیا اور بنے ہوئے پختہ مکان کے ڈھانے میں ہمارا بہت نقصان تھا اس لئے یہ معاملہ ایسا ہی پڑا رہ گیا۔

لوگوں کے حسد کی ہمارے پاس کوئی دوا نہیں ہے اس کا علاج صرف وہی ہے جو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تجویز فرمایا ہے کہ۔

نوٹ: کتاب میں واقعہ شائع ہونے کے بعد دھاکڑ خاندان نے مجھ کو صبر و ضبط کا حقیرانہ تحفہ بھیجا۔

بھیرتا برہی اسے حسود کیں رنجیت

کہ از مشقت او جز بمرگ توں رست

یعنی اسے حسد کرنے والے تو مرنے والے ہیں کہ حسد ایسی بیماری ہے کہ اس کی

تکلیف سے موت کے بغیر تم چھٹکارا نہیں پاسکتے۔ (گلستان)

مزاج میں شدت | میرے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مزاج میں شدت

ہے۔ غالباً اس لئے کہ میں طلبہ پر سختی دیکھتا ہوں عذر معقول

کے بغیر مکان پر زیادہ روز بٹھرتے والوں کو مناسب سزا دیتا ہوں۔ ہر طالب علم کو اپنی

بادی پر عبارت پڑھنے کے لئے مجبور کرتا ہوں اور محنت نہ کرنے والوں کو بہت سخت

وسعت دیتا ہوں۔ قبلہ کی سمت پیشاب کرنے والے، داہنے ہاتھ سے استنجا کا ڈھیلا

سکھانے والے، لوگوں کے سامنے پا جامہ کا پانچہ اٹھا کر پیشاب کرنے والے، کھڑے ہو

کر پانی پینے والے، بایں ہاتھ سے کھانے پینے والے یا داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنے

والے کسی طالب علم کو دور سے بھی دیکھ لیتا ہوں تو اسے بلا کر تیبہ کرتا ہوں اور اگر تھوٹ بولتا ہے

کہ میں نے ایسا نہیں کیا تو کچھ نہ کچھ اسے ضرور سزا دیتا ہوں۔ نا سمجھ طلبہ کی نظر میں محبوب بننے

کے لئے ان کی غلطیوں سے صرف نظر نہیں کرتا ہوں بلکہ پہلے نرمی سے انھیں سمجھاتا ہوں اور

نہیں مانتے تو پھر سختی کرتا ہوں مگر اتنی نرمی نہیں اختیار کرتا کہ جو سستی سے تعبیر ہو اور نہ اتنی

سختی کرتا ہوں کہ جسے ظلم کہا جائے اسی لئے فیض الرسول کی ۳۲ سالہ تدریسی زندگی میں کبھی

طلبہ نے میرے خلاف محاذ نہیں بنایا اور نہ کبھی اسٹرائک کی جبکہ بعض دوسرے لوگ کہ جن

کے مزاج کی شدت نہیں مشہور ہے ان کے خلاف کئی بار طلبہ کی اسٹرائک ہو چکی ہے۔

میری سختی سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچا کہ اچھی تعلیم اور عمدہ تربیت آراستہ

ہو کر کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر میرے اندر زیادہ نرمی ہوتی تو ہمارے بچے بھی

برباد ہو جاتے۔ نہ یا صلاحیت عالم بننے اور نہ کسی درس گاہ میں پڑھانے کے قابل ہوتے

صرف نام کے مولانا بننے۔

اور میرے مزاج کی سختی ہی کا نتیجہ ہے جو ادھانگج کے مسلمانوں کی اصلاح ہوتی دھرت
کا خاتمہ ہوا اور بد مذہبیت سے محفوظ رہا اور نہ اس آبادی میں بھی اب تک وہابیت گھس گئی ہوتی
کچھ اور باتیں | ملکی سیاست بلکہ ادھانگج کی سیاست سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں ہے
یہاں تک کہ ایم۔ ایل۔ اے، ایم۔ پی اور پردھان وغیرہ کسی کو
بوش بھالنے کے بعد سے اب تک میں نے کبھی دوڑ نہیں دیا اور نہ اپنے گھر والوں کو دینے
دیتا ہوں کہ ان کے غلط کاموں کی ذمہ داری ہمارے اوپر بھی آجائے گی۔

ریڈیو خریدنا میرے نزدیک ناجائز نہیں ہے اس کا غلط استعمال ناجائز ہے اور صحیح
استعمال بہت کم لوگ کر پاتے ہیں اس لئے آج تک میں نے اسے اپنے گھر میں نہیں داخل
کئے دیا۔ خود خرید اور نہ شادی بیاہ میں لڑکی والے کو دینے دیا۔ بلکہ ٹیمپ رکارڈر جی
نہیں لیا اس خون سے کہ میں ٹیمپ رکارڈ خریدوں گا تو میرے لڑکے ریڈیو لا کر گانا سنیں
گے اور میں ریڈیو خریدوں گا تو میرے لڑکے ٹیلی ویژن اور وی۔ ڈی۔ لا کر ابجدی نثر ل
کو سینا گھر بنادیں گے۔

میں نے خوش حالی کے باوجود اپنے کسی لڑکے کو انگریزی نہیں پڑھائی اور نہ انشاء اللہ
تعالیٰ کسی کو پڑھاؤں گا۔ بلکہ ہر ایک کو ناب رسول ہی بنانے کی کوشش کروں گا۔ اور
ان لوگوں کی راہ کبھی نہیں اختیار کروں گا کہ جو دس سال تک زکوٰۃ و خیرات کھا کر ظلم دین
حاصل کئے اور پورے زمانہ طالب علمی میں ایک ایک پیسے کے محتاج رہے۔ پھر عالم
ہونے کے بعد جب کسی مسجد یا مدرسہ کے ملازم ہو کر خوشحال ہو گئے تو اپنے گھر والوں کو
انگریزی پڑھا کر کافروں کی وضع قطع کا دلدادہ بنایا۔ انہیں فاسقوں کا لباس پہنایا اور
اپنے گھر سے اسلامی طور و طریقہ نکال کر اسے مغربی تہذیب کا گہوارہ بنادیا۔

اگر کوئی اسلام و سنت کی تبلیغ و اشاعت اور مذہبی کتابوں کا ترجمہ کرنے کی
نیت سے انگریزی زبان پڑھے تو ہم اس کے مخالف نہیں ہیں کہ حدیث شریف اِنَّمَا الْاَعْمَالُ
بِالنِّيَّاتِ کے مطابق اس نیت سے کسی بھی زبان کو حاصل کرے گا تو ثواب پائے گا۔

ہم موجودہ انگریزی کورس کے مخالف ہیں جس کو ناپڑھنے والوں کا ذہن خراب ہو جاتا ہے۔ مذہبی آزادی پیدا ہو جاتی ہے۔ ماحول بدل جاتا ہے اور بسا اوقات نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ایک دو پشت کے بعد گھر میں دہریت کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ جس راہ پر چلنے والے اکثر ہلاک ہو جائیں ایسا راستہ بنانے والے اور اس پر چلنے والے دونوں یہوقوف ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ مبارکہ میں رومی اور ایرانی وغیرہ کسی سنہ تاریخ تھے مگر انھوں نے ان میں سے کسی کو نہیں اختیار کیا بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے لئے سنہ ہجری کو جاری کیا جسے آج کا مسلمان مٹانے پر تلا ہوا ہے اور اس کو دنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہتا ہے کہ عوام تو عوام اکثر علماء و مشائخ بھی انگریزی ہی تاریخ و سنہ لکھتے و بولتے ہیں اور صرف گورنمنٹ کے کاغذات میں نہیں بلکہ اپنے نجی معاملات شادی بیاہ اور مخصوص خطوط میں بھی اسلامی تاریخ و سنہ کو چھوڑ کر صرف انگریزی پر اکتفا کرتے ہیں اس سے سخت ناپسند کرتا ہوں۔

اور مسلمانوں کے وہ خطوط کہ جن کے پتے اردو سے بالکل خالی ہوتے ہیں اور وہ جبکہ گرجن میں انگریزی گنتیاں استعمال کی جاتی ہیں انھیں بھی دیکھ کر مجھ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی لئے کتب خانہ امجدیہ براؤں شریف اور مدرسہ امجدیہ ارشد العلوم اور جمالیہ کالج کراچی کے ساتھ کتاب اسلامی تاریخ و سنہ اور اردو کی گنتیوں کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

خداے عزوجل سارے مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ تمام باتیں جو مسلمانوں کی انحرافیت کو باقی رکھنے والی ہیں انھیں ہمیشہ جاری رکھیں اور اپنی غفلت و لاپرواہی سے ان کو مٹانے کی کوشش نہ کریں۔ آمین

فیض الرسول سے مجھے بہت محبت ہے اسی لئے میں اکثر براؤں شریف میں ہی رہتا ہوں بقدر ضرورت اپنے مکان پر جاتا ہوں اور گھر کا انتظام دیکھ کر فوراً واپس آ جاتا ہوں ہر شنبہ دن پر جمعرات کو تندریس سے فرصت پا کر جاتا ہوں اور جمعہ کو صبح ۱۰ بجے براؤں شریف

کے لئے روانہ ہو جاتا ہوں جبکہ میرے تمام اہل و عیال وطن ہی میں رہتے ہیں اور ۳۲ برس میں کسی ایک دن کیلئے بھی براؤں شریف نہیں آئے۔ اور اوجھا گنج سے براؤں شریف کے لئے ۵ سوادیوں سے ۹۴ کلومیٹر کا سفر کرنا پڑتا ہے۔

موسلا دھار بارش، لوکے تھیلے اور سخت سے سخت سردی بھی ہمیں اب تک اپنے پروگرام کے مطابق سفر کرنے سے نہیں روک سکی۔ میں اپنے ارادہ پر بہت سختی سے عمل کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ میری اہلیہ بیمار تھیں اور حالت بہت زیادہ نازک تھی مگر میں اپنے پروگرام کے مطابق وطن سے چل پڑا اور اسی راستہ ہی میں تھا۔ براؤں شریف نہیں پہنچا تھا کہ انتقال ہو گیا۔ اور میری والدہ سخت غم میں تھیں ان کے دم ٹوٹنے کا انتظار کیا جا رہا تھا مگر میں اپنے ارادہ کے مطابق گھر سے نکل پڑا اور ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں گزر رہا تھا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

اور ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ میں ہمارا سب سے چھوٹا بڑا کا جو میرے اوجھا گنج پہنچنے کے دن تھوڑی تھوڑی دیر پر گھر سے نکل کر میرا راستہ دیکھتا ہے وہ جھپک کے کنارے میں مبتلا تھا اور جھپوشی جیسی کیفیت طاری تھی کہ میرا گھر پر پہنچنا بھی وہ نہیں جان سکا مگر میں اپنے ارادہ کے مطابق دوسرے دن گھر والوں کو یہ تسلی دے کر چلا آیا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں اچھا ہو جائے گا اور جب براؤں شریف پہنچ کر سخت الجھن ہوئی تو ایک طالب علم کو اوجھا گنج بھیج کر خیریت معلوم کی۔

اسی ارادہ کی پختگی کے سبب زندگی بھر میں کبھی مجھ سے وعدہ خلافی نہیں ہوئی۔ میں نے جب بھی کسی سے وعدہ کیا تو وقت پر کسی نہ کسی طرح ضرور پہنچ گیا اور براؤں شریف ہمیشہ تعطیل و رخصت کے مطابق ہی حاضر ہوا۔ ۳۲ برس میں کبھی ایک دن کی تاخیر سے نہیں پہنچا۔ بہت سے لوگ تعطیل کلاں میں دو ماہ اپنے وطن میں رہنے کے باوجود وقت پر براؤں شریف نہیں پہنچ پاتے اور میں پورے ماہ رمضان میں بمبئی تھوڑا چاکر دارا لکھا کھانے سے ایک روز پہلے ہی براؤں شریف حاضر ہو جایا کرتا تھا ایک بار بمبئی سے دیر روپ

نے میں دشواری ہوئی تو ختم تعطیل کے دن اوجھا لے بیجا اور ایک گھنٹہ مکان پر درگزر شام تک براؤں شریف آگیا۔

ادائیں فیض الرسول کا حال یہ ہے کہ جو لوگ ایک ہفتہ کی رخصت لے کر جاتے ہیں اگر وہ دو تین ہفتہ پر آتے ہیں تو ان سے بھی احتیاطاً مطالبہ نہیں کرتے کہ آپ اگلی ماہ سے کیوں آئے؟ تو میں ادائیں کے دباؤ سے وقت پر نہیں حاضر ہوتا ہوں بلکہ نگاہ میں وقت کی قدر اور اس کی پابندی ہے اس لئے ایسا کرتا ہوں۔

کبھی جھوٹے بیمار بن کر رخصت علات نہیں لی اسی لئے دارالعلوم کے قاتلوں کے مطابق ۳۲ سالہ خدمات کی تقریباً چودہ ماہ کی رخصت علات محفوظ ہے بعض لوگوں نے بار بار سمجھایا کہ ہر سال کی پوری رخصت علات لے کر ختم کر دیا کرو۔ لیکن ہم کسی اس کی حماقت نہیں کر سکے اور ہمیشہ خدائے تعالیٰ سے ڈرتے رہے کہ جھوٹا بیمار بننے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حقیقت میں بیمار نہ رہے اور عاقبت خراب ہونے کا خوف الگ سے دامن گیس نہ رہا۔
حدیث شریف میں ہے۔

لَا تَمَاتَرُ صُومًا قَتَمَرًا صُومًا
جھوٹے بیمار مت بنو کہ حقیقت میں بیمار
قَتَمُوكُمْ وَاقْتَدَحُوا الشَّامَ۔
ہو جاؤ گے اور مر جاؤ گے تو ختم میں جاؤ گے۔

(المفوف حصہ چہارم ص ۳۵)

البتہ ساڑھے دس سال کی عمر سے پہلے حفظ کرنے کے زمانہ میں ایک مرتبہ ہم بھی بیمار بنے تھے۔ اس لئے کہ بیمارے بعض ساتھی اکثر دوسرے کا بہانہ بنا کر گھر بیٹھ رہتے اور پھر کھیلے رہتے تو انہیں دیکھ کر ہم بھی ایک دن مکتب میں نہیں گئے اور دوسرے کا بہانہ بنا کر بیٹھ رہے مگر پھر ایسی الجھن پیدا ہوئی کہ گھر ہی پر طعنہ شروع کر دیا اور جب تک والد صاحب کو سنار سبق نہیں لے لیا چلن نہیں آیا۔

میں دیندار گھر میں پیدا ہوا اور میرے والدین نماز کے لئے غیبی تائیدیں | نماز کے سنت پابند تھے اس لئے میں بہت

پچھن ہی سے نماز پڑھنے لگا تھا اور شعیب الاولیا حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ
الرحمۃ والرحمۃ ان جن کی نماز تو نماز جماعت اور جماعت سفر و حضر میں ۴۸ سال تک تکبیر اور ہی
نہیں فوت ہوئی۔ ان کی چودہ سالہ صحبت نے مجھ کو اور نماز کا پابند بنادیا۔ پھر ۱۲۹۵ھ میں
حج بیت اللہ اور سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارکہ کی حاضری کے بعد نماز
کا مزید اہتمام ہو گیا۔ کہ اعتدائی سفر میں اول وقت نماز پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لوٹا
مصلیٰ اور قطب نما ہمیشہ ساتھ رکھتا ہوں۔ حتی المقدور نماز کے وقت میں سفر کرنے سے
پرہیز کرتا ہوں۔ اگر حالات سفر نماز پڑھنے میں زیادہ پریشانی کا خوف ہوتا ہے تو اسے کئی ٹکڑے
کر دیتا ہوں۔ کئی موقعوں پر نماز پڑھنے کا امکان نہ رہا تو فضل خداوندی سے غمی تائیدیں
ہوئیں اور ہم نے وقت پر نمازیں پڑھ لیں۔

فروز آباد ضلع اگر ہم تقریر کے لئے گئے اور وعظ سے فارغ ہو کر رات ہی میں واپس
ہو گئے۔ جلسہ والوں نے ہمیں رسی ٹرین میں بیٹھا دیا کہ جس میں رش بہت زیادہ تھا۔ فجر کا
وقت ہو گیا۔ اٹا وہ اسٹیشن پر ٹرین کھڑی ہوئی مگر اس کے اندر کوئی صورت نماز پڑھنے کی
نہیں تھی اور نہ گٹ سے نکل کر کسی طرح باہر پڑھنا ممکن تھا میں بہت پریشان تھا کہ اب کیا کروں۔
خدائے تعالیٰ سے دعا کی کہ نماز کے لئے کوئی صورت پیدا ہو جائے کہ ٹرین کا انجن خراب ہو گیا
اور دیر تک کٹاڑی اسٹیشن پر کھڑی رہی۔ بہت سے لوگ نیچے اتر پڑے گٹ خالی ہو گیا ہم
نے وضو کر کے جب آرام سے نماز پڑھ لی تب انجن درست ہوا اور ٹرین وہاں سے روانہ ہوئی۔
میں ایک مرتبہ اپنے وطن جانے کے لئے بمراؤں شریف سے روانہ ہو کر بانسی پہنچا۔

سردی کا زمانہ تھا میں نے اول وقت ۱۲ بجے ٹرین کی نماز پڑھ لی مگر بس بہت تاخیر سے آئی جس
کے سبب رش بہت زیادہ ہوا۔ ۱۳ بجے وہ بانسی سے روانہ ہوئی اور جب روڈ دھولی پہنچی تو
عصر کا وقت آدھا گزر چکا تھا اور پھر کے سبب بس سے نکل کر نماز پڑھنا ممکن نہ تھا میں سوچنے
لگا کہ کیا کروں یہیں بس چھوڑ دوں یا کہیں آگے جا کر اتر جاؤں۔ ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا
کہ بس وہاں سے روانہ ہو گئی مگر آبادی سے نکل کر پتھر ہو گئی۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا سارے

پسیر اتر گئے ہم نے دھوکہ کے نماز پڑھی پھر دوسری بس ملی بس سے بستی پہنچ کر مغرب کی نماز ادا کی۔

گرمیوں کا زمانہ تھا ہمیں کھنوسے بس کے ذریعہ فیض آباد پہنچ کر ٹانڈہ جانا تھا ہم نے وقت سے پہلے دھوکہ کر لیا کہ جیلو میں بس کھڑی ہوگی تو ہم نماز پڑھ لیں گے۔ مگر وہ بھڑیا میں کھڑی نہیں ہوئی اور ڈرائیور و کڑکڑ و دونوں سادھوؤں کی شکل میں بڑی بڑی ہٹا رکھتے ہوئے ٹیکہ دھاری تھے ان سے یہ قطعی امید نہیں تھی کہ وہ کہنے پر نماز پڑھنے کے لئے بس روک دیں گے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اگر فیض آباد پہنچنے سے پہلے سورج کے غروب ہونے کا اندیشہ ہوا تو میں بس چھوڑ دوں گا پھر نماز پڑھ کر ٹیکسی سے چلا جاؤں گا۔ بس چلتی رہی یہاں تک کہ عصر کا وقت بالکل آخر ہو گیا مگر فیض آباد دور رہا اور اب میں ڈرائیور سے کہتے ہی والا تھا کہ بس روک دو میں اتر دوں گا کہ اتنے میں اے۔ جی۔ ایم کی کار نے بس کے سامنے آکر اسے روک دیا میرے دل کی سراد بر آئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا فوراً اتر کر عصر کی نماز پڑھی بس دیر تک کھڑی رہی پھر جب مغرب کی نماز بھی ہم نے پڑھ لی تو اس کے بعد وہ چل کر فیض آباد پہنچی۔ ایک مرتبہ ہمیں الہ آباد سے صبح ۴ بجے والی پسیر ٹرین کے ذریعہ فیض آباد آنا تھا۔ اور ٹرین کی بوگیوں میں پانی نہیں تھا۔ سردی کا زمانہ تھا۔ ہم نے وقت سے پہلے ہی بجے اسٹیشن ہی پر دھوکہ کر لیا۔ ٹرین روانہ ہوئی ہم اوپر کی برتھ پر لیٹ گئے آنکھ لگ گئی اور پھر اس وقت بیدار ہوئے جبکہ ٹرین ایک بہت معمولی اسٹیشن پر کرا سنگ کے سبب کھڑی تھی اور فجر کا وقت آخر ہو رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ اسٹیشن پر پانی کا انتظام نہیں ہے ضرورت پر کچھ دور سے آتا ہے۔ میں بہت پریشان ہوا کہ اگر میں پانی کے پاس دھوکہ کرنے کے لئے جاؤں تو ہو سکتا ہے ٹرین چل پڑے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کھڑی رہے تو اب میں کیا کروں۔

اللہ کا فضل ہوا کہ سامنے کی برتھ پر لیٹے ہوئے سافریں بوجھا کہ آپ پریشان کیوں نظر آ رہے ہیں؟ میں نے اس کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس نے کہا آپ گھبراہٹے نہیں میں اتن سے پانی لا کر دیتا ہوں۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ہم نے سورج نکلنے سے

پہلے بڑے آرام سے وضو کر کے نماز پڑھ لی پھر ٹرین روانہ ہوئی۔
 بمبئی کے ایک سفر میں ہم گارڈ کی بوگی کے قریب تھے۔ ٹرین سے اتر کر جیسے
 ہی ہم نے نماز کی نیت باندھی اس نے سیٹی لگادی اور پھر وہ بار بار سیٹی بجاتا اور جھنڈی
 ہلاتا رہا مگر ٹرین چلی نہیں حالانکہ ڈرائیور ہمیں دیکھتا بھی نہیں رہا اس لئے کہ اسٹیشن کی بھیڑ
 کے بعد ہم ٹرین کے آخری حصہ کے سامنے تھے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہو کر ٹرین پر
 آگئے تب وہ روانہ ہوئی۔

شیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرمایا
 کرتے تھے کہ جو شخص نماز سے محبت رکھتا ہے اور پابندی سے اس کو پڑھنا چاہتا ہے تو
 خدائے تعالیٰ غیب سے اس کی مدد فرماتا ہے۔ حضرت کی اس بات کا مجھے زندگی میں
 بارہا تجربہ ہوا جن میں سے یہ چند واقعہ ان لوگوں کی نصیحت کے لئے لکھ دیا گیا جو سفر میں
 نماز پڑھنے کے لئے موقع نہ ملنے کا بہانہ کرتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ انھیں ہدایت نصیب فرمائے۔
 آمین

شاگردوں کو وصیت

① خلوص کے ساتھ خدمت دین کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دو۔ حصولِ نذر کو مقصد زندگی
 نہ بناؤ۔

② مسجدِ اہلِ رسہ کی ملازمت کے معنی میں عالم نہ رہو نائبِ رسول کے معنی میں عالم ہو
 کہ رسول کی طرح ہر وقت اسلام و سنت کی تبلیغ و اشاعت کی فکر رکھو اور ہر ممکن طریقے
 سے اس کے لئے کوشش کرتے رہو۔

③ قرآن مجید اور حدیث شریف پڑھنے کے ساتھ فقہ کا زیادہ مطالعہ کرو کہ اللہ و
 رسول کے نزدیک سب سے بڑا عالم وہی ہوتا ہے جو فقہ میں زیادہ ہوتا ہے اگرچہ دوسرا

حدیث و تفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ چہارم ص ۵۷۲)

(۴) صحیح معنی میں عالم دین بننے کے لئے علمائے اہلسنت خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیفات کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرو۔

(۵) عالم کی سند مل جانے کو کافی نہ سمجھو بلکہ زندگی بھر تحصیل علم میں لگے رہو اور یقین کرو کہ زمانہ طالب علمی میں صرف علم حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے اور حقیقت میں علم حاصل کرنے کا زمانہ فراغت کے بعد ہی ہے۔

(۶) خود بھی باعمل رہو اور دوسروں کو بھی باعمل بنانے کی کوشش میں مصروف رہو۔

(۷) بد مذہب اور دنیا دار مولوی سے دور بھاگو جیسے شیر سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کچھ وہ جان لیتا ہے اور یہ ایمان برباد کرتا ہے۔

(۸) الحاق کہ جس سے اکثر دینی مدارس دنیا دار ہو گئے اور ان کی تعلیم برباد ہو گئی۔ اس سے بچو اور مکرو فریب سے گارنٹنٹ کا بھی پیسہ نہ حاصل کرو کہ غدر و بد عہدی مطلقاً اس سے حرام ہے۔

(۹) دین میں کبھی ملامت نہ اختیار کرو، حق گوئی و بیباکی اپنی زندگی کا شعار بناؤ۔

(۱۰) اپنے روپے کو بینک میں رکھنے اور دوسرے کاروبار میں لگانے کی بجائے دینی کام میں لگاؤ۔ کتابیں تصنیف کرو اور انہیں چھپوا کر اسلام و سنت کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کرو اور یقین رکھو کہ جو لوگ دین کا کام نہیں کرتے بلکہ بھلاشو و رسول کی مخالفت کرتے ہیں جب انہیں بھی کھانے کو ملتا ہے تو کبھی تم بھوکے نہ رہو گے۔

(۱۱) اساتذہ کے حقوق کو تمام مسلمانوں کے حقوق سے مقدم رکھو اور کسی طرح کی ایذا

ان کو نہ پہنچاؤ ورنہ علم کی برکت سے محروم ہو جاؤ گے۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل ہمارے شاگردوں کو ان وصیتوں پر عمل کرنے کی توفیق رفیق بخشے، ہماری دینی خدمات کو قبول فرمائے، ایمان پر خاتمہ ہو اور قیامت کے دن حضور پر نور شافع یوم النور جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

شفاعت نصیب ہو۔ آمین۔

وصلی اللہ تبارک و تعالیٰ وسلم علی سیدنا محمد النبی الکریم
وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوات واکمل التسلیم۔

جلال الدین احمد امجدی

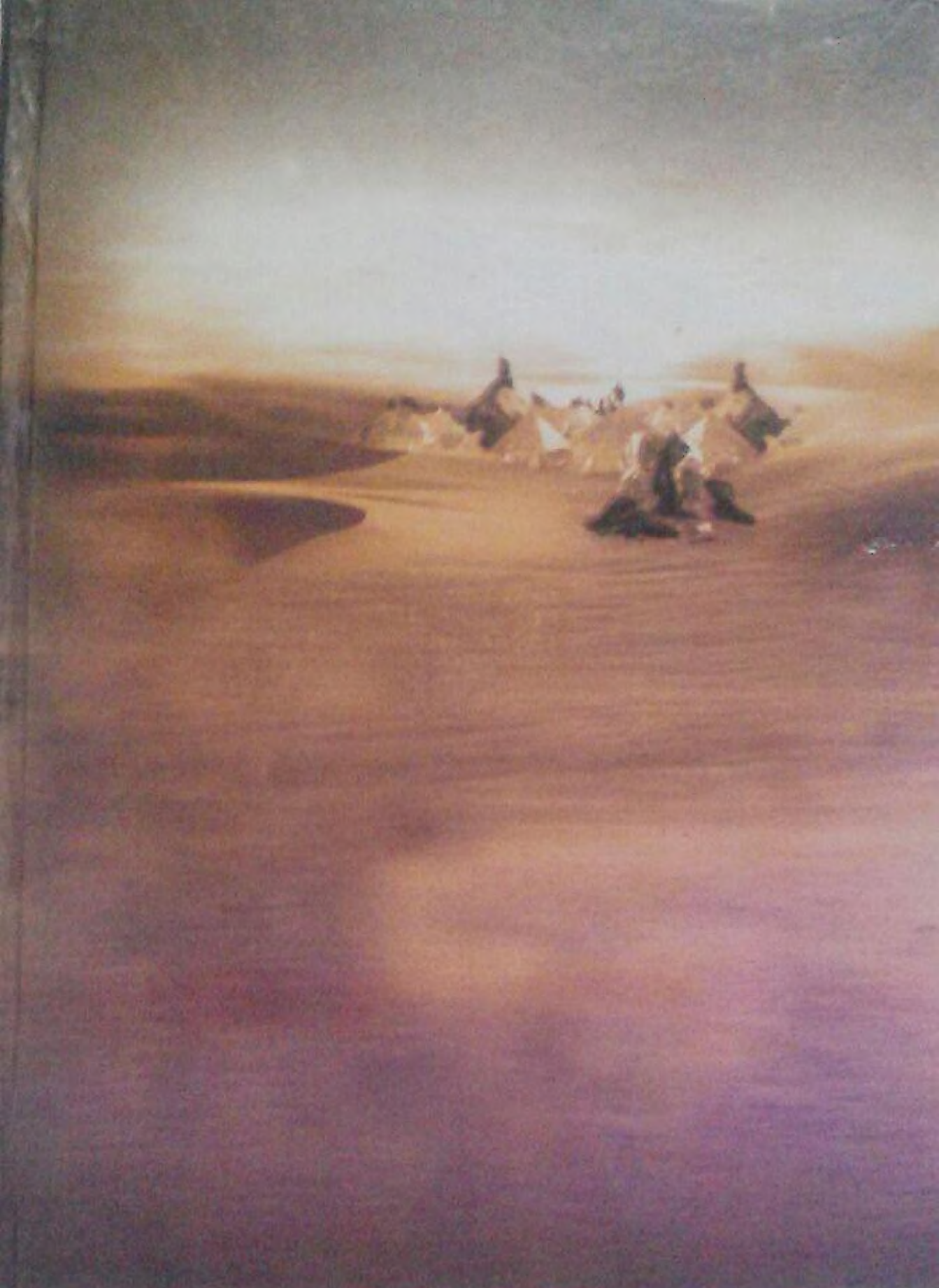
خادم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ

۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء

کتاب ملنے کے پتے

- * کتب خانہ امجدیہ نزد ٹاؤن کلب پکا بازار بستی۔ ۲۷۲۰۰۱ فون (۰۵۵۴۲) ۸۵۱۵۰
- * رضوی کتاب گھر ۴۲۲ شیامحل جامع مسجد دہلی علی
- * حق اکیدنی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
- * قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ نومحلہ بریلی شریف۔ یوپی
- * مکتبہ قادریہ مسجد قرطبہ آر۔ ایم روڈ ادشیورہ جوگیشوری ویسٹ ممبئی نمبر ۱۰۲
- * نیوسلوریک ایجنسی محمد علی بلڈنگ ممبئی نمبر ۳
- * اقرا بک ڈپو ۳۰۔ بی محمد علی روڈ ممبئی نمبر ۳
- * انیس بک ڈپو ۴۴/۴۰۴ نئی سڑک کان پور۔ یوپی
- * رضوی کتاب گھر غیبی نگر بھیونڈی ضلع تھانہ (مہاراشٹر)
- * کتب خانہ قادریہ اٹوا بازار ضلع سدھار تھہر۔ یوپی



KUTUB KHANA AMJADIA

Town Club, Pakka Bazar, Gandhi Nagar
Basti-272001 (U.P.), Mob.: 9415162692